



حضور ﷺ کے فضائل و محاسن پر مہکتا گلدستہ



شرح

شمائل ترمذی



مؤلف: امام الحشرین حافظ محمد بن علی بن سُوْرَة ترمذی

پروگریسو بکس

شرح: علامہ انوار الترات محمد ناصر الدین بن محمد ناصر الدین عطار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و محاسن پر مہکتا گلدستہ

شرح

شمائل ترمذی

مؤلفہ

امام المحدثین حافظ محمد بن علی بن ابی بن سورۃ ترمذی

شراح

علامہ ابو التراب محمد ناصر الدین بن ناصر المدنی عطاری

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

شرح شمائل ترمذی

نام کتاب	شرح شمائل ترمذی
تالیف	امام الحدیث حافظ محمد بن علی بن سید ترمذی
شراح:	علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین ناصر المدنی عطاری
ناشر	چونہدری غلام رسول
پرینٹرز	آر آر، پرینٹرز
قیمت	600/= روپے

ملنے کے پتے

مِلّیّات پبلشرز

042-3711241
0322-4435776

ملّیّات پبلشرز

فیصل مسجد اسلام آباد 051-2254111

E-mail: millat_publication@yahoo.com

0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروفیسر ڈاکٹر سید
اردو بازار لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352799

پروفیسر ڈاکٹر سید

فہرست

صفحہ	عنوانات
23	☆ مقدمہ
26	☆ شمائل ترمذی بنام فیضان جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
26	☆ شمائل وخصائل
27	☆ حلیہ مقدسہ
32	☆ باب 1: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مقدسہ کا بیان
34	☆ ریش مبارک
38	☆ قدم مبارک
39	☆ مقدس بال
40	☆ شوق دیدار
49	☆ حسن سراپا کے بارے میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا قول
50	☆ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟
52	☆ حسن وجمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا راز دان
54	☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کیوں؟

صفحہ	عنوانات
	☆ مسئلہ امتناع النظیر کی وضاحت از حضور غزالی ء زماں سید احمد
63	سعد کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
64	☆ شبہ
65	☆ شبہ کا ازالہ
70	☆ محراب ابرو
70	☆ مقدس پیشانی
71	☆ آواز مبارک
71	☆ دستِ رحمت
75	☆ نورانی آنکھ
80	☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی ایک جھلک
81	☆ آپ کے چہرے کی برکت سے بارش
82	☆ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال
83	☆ حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تقاضائے ایمان
90	☆ روایات میں تطبیق
91	☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ہیکلِ نفاقت و لطافت
98	☆ دہن شریف

صفحہ

عنوانات

- 98 ☆ زبان اقدس
- 99 ☆ لعابِ وہن
- 100 باب 2: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا ذکر
- 102 ☆ ولادت مبارک اور مہر مبارک
- 105 ☆ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
- 108 ☆ وضو کے بچے ہوئے پانی میں 70 بیماریوں سے شفا
- 109 ☆ بھیر کی راہب اور مہر نبوت
- 111 ☆ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- 113 ☆ جنازہ میں ستر ہزار فرشتے
- 113 ☆ مٹی مشک بن گئی
- 114 ☆ فرشتوں سے خیمہ بھر گیا
- 115 ☆ شان خاتم الانبیاء
- 118 ☆ مہر نبوت
- 121 ☆ مہر نبوت آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے
- 125 ☆ معرفت کی باتیں
- 126 باب 3: موئے مبارک

صفحہ

عنوانات

☆ گوش مبارک 126

☆ عورتوں کی طرح کندھے سے نیچے بال رکھنا کیسا؟ 128

☆ دیوبندی حکیم الامت کی عجیب منطق 131

☆ بلا تبصرہ 131

☆ صحابہ اکرام کا عمل 131

☆ موئے مبارک 132

باب 4: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

136 بالوں میں گنگھا کرنے کا بیان

☆ بال بکھرے ہوئے بھی نہ رکھیں 140

باب 5: موئے مبارک 141

☆ سیاہ خضاب حرام ہے 142

☆ امت کا غم خوار 145

باب 6: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

152 خضاب فرمانے کا ذکر

☆ مہندی لگانا مستحب ہے 154

باب 7: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر مقدسہ کا بیان 155

صفحہ

عنوانات

158

☆ سرگین آنکھیں

159

☆ سرمہ بھی سنت کی نیت سے لگائیں

160

باب 8: لباس مبارک

171

☆ شوق علم

175

باب 9: آپ کی معیشت

177

☆ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتیں

177

☆ جاندار بدن کی آفتیں

178

باب 10: موزہ مبارک

179

☆ موزے

180

☆ حضرت وحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

180

باب 11: نعلین مبارک

181

☆ نعلین اقدس

182

☆ مرشد کامل کے نعلین کا آداب

183

☆ فتاویٰ رضویہ اور تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

188

☆ فتاویٰ رضویہ اور نقش نعل پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

196

☆ جو تاپہنے کی سنتیں اور آداب

صفحہ

عنوانات

197

باب 12: انگوٹھی مبارک

198

☆ خواب میں انگوٹھی علم کی نشانی

203

☆ مرد کو چاندی کا چھلا پہنا کیسا؟

205

باب 13: دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

205

☆ انگوٹھی کون سے ہاتھ میں پہنے؟

207

☆ بیراریس

207

☆ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کیسا؟

210

☆ تشریحی امور میں اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

212

باب 14: تلوار مبارک

214

☆ البتار

215

☆ الباتور

215

☆ الحتف

216

☆ الذوالفقار

217

☆ الرشوب

217

☆ البخلہ

218

☆ القضیب

صفحہ

عنوانات

218

☆ العضب

218

☆ القلعي

219

☆ لکڑی کی تلوار

220

باب 15: زرہ مبارک

223

باب 16: خود مبارک

225

☆ چند ناقابل معافی مجرمین

226

☆ آپ ﷺ کی زرہیں

227

باب 17: دستار مبارک

228

☆ جمعہ کے دن عمامہ

229

☆ عمامہ کے فضائل

230

☆ تاجدار مدینہ منیٰ ﷺ کے آٹھ ۸ ارشادات

231

☆ عمامہ کے آداب

231

☆ عمامہ شریف کی سنت کے طبی فوائد

233

باب 18: تہبند مبارک

234

☆ بہترین نمونہ

238

باب 19: رفتار مبارک

صفحہ	عنوانات
240	باب 20: رومال مبارک
241	باب 21: نشست مبارک
244	باب 22: تکیہ مبارک
245	☆ جھوٹی گواہی
245	☆ ماں باپ کی ایذا رسانی
248	☆ ٹیک لگا کر کھانے کی چار صورتیں
248	☆ ٹیک لگا کر کھانے کے طبی نقصانات
249	باب 23: تکیہ مبارک لگانا
251	☆ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال
251	باب 24: کھانا مبارک
252	☆ کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کی سنت کے طبی فوائد
254	☆ تواضع
255	باب 25: روٹی مبارک
256	☆ اہل بیت نبوت کی سخاوت
258	☆ اہل بیت کی فیاضی
259	☆ جو کے طبی فوائد

صفحہ

عنوانات

269

☆ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان سرکار کا فقرِ اختیاری

272

☆ اللہ عزوجل کے حقیقی دوست

273

باب 26: سالن مبارک

273

☆ سرکہ کے فوائد

274

☆ قدیم طب میں سرکہ کا استعمال

275

☆ کھانے پینے کو پسند کرنا

283

☆ زیتون اور اس کے فائدے

285

☆ جوڑوں اور پٹھوں کا درد

285

☆ امراض سانس

286

☆ کولیسٹرول کے لئے

286

☆ بلڈ پریشر

286

☆ گردوں کے لئے

286

☆ موٹاپا

286

☆ دانتوں کے لئے

286

☆ جسمانی طاقت اور فالج کیلئے

287

☆ روجع المفصل اور دردوں کے لئے

صفحہ

عنوانات

287

☆ آنتوں کی سوزش کے لئے

287

☆ کدو شریف

288

☆ انبیاء کی غذا

290

☆ کدو شریف بہت سی بیماریوں کا علاج

291

☆ سردی سے فوری نجات

291

☆ دانتوں کے امراض سے نجات

292

☆ آنکھوں کی بیماریاں ختم

292

☆ ہونٹوں کے امراض کیلئے

292

☆ بواسیر اور خونی اسہال کیلئے

292

☆ پیاس کی شدت میں مفید

293

☆ یرقان سے نجات

300

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا

303

☆ پسندیدہ کھانا

304

☆ گوشت کے 22 اجزا جو نہیں کھائے جاتے

305

☆ مکہ میں صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ

308

☆ ہاشم

صفحہ	عنوانات
309	☆ دجال کا ثرید
310	☆ ہاشم
310	☆ دجال کا ثرید
314	☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی
314	☆ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت
335	باب 27: کھانے کے وقت وضو
337	باب 28: کھانے سے قبل اور بعد کے کلمات مبارکہ
346	باب 29: پیالہ مبارک
346	☆ تبرکات نبوت
348	باب 30: پھل کا استعمال
352	☆ اعلیٰ حضرت اور گلڑی
357	☆ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
358	باب 31: مشروبات مبارک
360	☆ محبت کے انداز
363	باب 32: پانی کا استعمال
364	☆ آب زمزم کے فضائل

صفحہ

عنوانات

365

☆ فقط زمزم پر زندگی

371

☆ پانی پینے کا طریقہ

372

☆ تبرکات

373

☆ وضو کے بچے ہوئے پانی میں 70 بیماریوں سے شفا

374

باب 33: خوشبو مبارک

375

☆ خوشبوئے عنبریں

375

☆ (1) وادی بنو سعد میں خوشبوؤں کے قافلے

377

☆ (2) خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکر اطہر کا حصہ تھی

379

☆ (3) بعد از وصال بھی خوشبوئے جسم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنبر فشاں تھی

380

☆ (4) جسم اقدس کے پسینے کی خوشبوئے دلنواز

381

☆ (5) عطر کا بدلِ نفیس۔۔۔ پسینہ مبارک

383

☆ (6) خوشبو والوں کا گھر

385

☆ (7) اب تک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے

386

☆ (8) آرزوئے جاں نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

390

☆ حسن بے مثال

391

باب 34: کلام مبارک

عنوانات

صفحہ

- 393 ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک گفتگو
- 396 باب 35: تبسم مبارک
- 409 باب 36: خوش طبعی
- 417 باب 37: شعر گوئی
- 424 ☆ اچھا شعر پڑھنا اچھا ہے
- 430 باب 38: قصہ گوئی
- 436 ☆ گھر والوں کی دل جوئی
- 437 ☆ دل خوش کرنے کی فضیلت
- 437 باب 39: آرام فرمانا
- 438 ☆ ذکر الہی
- 444 باب 40: عبادت
- 445 ☆ کیا ہم شکر گزار بندے ہیں؟
- 447 ☆ جہنم کی آگ آنسو ہی بجھا سکتے ہیں
- 449 ☆ نوافل کا بیان
- 453 ☆ شب بیداری
- 462 ☆ تہجد میں اٹھنے کا نسخہ

صفحہ	عنوانات
466	☆ اسلاف کی گریہ زاری
467	☆ ادب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
471	☆ قرآن پڑھنے والا
473	☆ فجر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب
475	☆ اللہ کا پیارا بننے کا نسخہ
477	☆ اگر شوق رفاقت ہے؟
477	باب 41: نماز چاشت
478	☆ چاشت کی نماز پابندی سے ادا کرنے کا ثواب
481	☆ تین سو ساٹھ جوڑ کا حق
483	☆ چاشت کی فضیلت
486	☆ ظہر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب
488	باب 42: گھر میں نفل
488	☆ گھر میں نفل نماز پڑھنے کا ثواب
489	باب 43: روزہ مبارک
492	☆ روزہ
500	☆ عاشورہ کا روزہ

صفحہ

عنوانات

501

☆ صوم وصال

503

☆ استقامت کی ضرورت

505

☆ اللہ والوں کا عمل

505

باب 44: قراءت مبارک

512

☆ بلند آواز سے ہی پڑھنا بہتر ہے مگر۔۔۔

513

☆ مسح کن قرآت

514

☆ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ

515

☆ خوش آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم

518

☆ پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح

519

باب 45: گریہ مبارک

524

☆ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت اور وفات

527

باب 46: بستر مبارک

529

☆ زاہدانہ زندگی

530

باب 47: انکسار مبارک

532

☆ تواضع

535

☆ رزق کے خزانوں کا مالک

صفحہ	عنوانات
544	☆ حسن معاشرت
549	☆ راہ خدا عزوجل میں پاؤں گروا لود ہونے کا ثواب
551	☆ حجۃ الوداع
556	باب 48: اخلاق حسنہ
559	☆ حسن اخلاق
564	☆ معاف کرنے والے آقا
574	☆ سیرت مبارکہ کیا ہے؟
575	☆ سخاوت
578	☆ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت
580	☆ سخاوت کی فضیلت
582	☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دو سخا
583	☆ تحفہ دینے والے کے آداب
583	☆ تحفہ لینے والے کے آداب
583	باب 49: حیا مبارک
585	باب 50: سنگی لگوانا
589	☆ اجرت دینا کیسا؟

عنوانات

صفحہ

- 591 باب 51: اسماء مبارک
- 594 ☆ نبی رحمت
- 596 ☆ نبی توبہ
- 597 باب 52: گزراوقات
- 610 ☆ مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم و ستم
- 611 ☆ عتبہ بن غزو ان کا خطبہ
- 615 ☆ امام الزاہدین صلی اللہ علیہ وسلم
- 616 ☆ مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک شریف کا بیان
- 616 ☆ دنیا پر آخرت کو ترجیح
- 617 ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھنی ہوئی بکری
- 618 ☆ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری تمنا
- 618 باب 53: عمر مبارک
- 621 ☆ غم و الم کے بادلوں کا چھا جانا
- 624 ☆ پیارے آقا صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری خطبہ
- 629 باب 54: وصال مبارک
- 629 ☆ سرکارِ مسلمین کا وصال اور صحابہ کرام کا حزن و ملال

صفحہ

عنوانات

- ☆ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری دنیا میں آخری گھڑیاں 631
- ☆ فضائل صدیق اکبر بزبان مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما 640
- ☆ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کب پردہ فرمایا؟ 648
- ☆ وصال پر چند پُروردہ اشعار 650
- ☆ وفات کا اثر 657
- باب 55: وارثت 664
- ☆ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترکہ 668
- ☆ زمین 669
- ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں 673
- باب 56: خواب میں زیارت 675
- ☆ بے مثل آقا 677
- ☆ خواب میں زیارت 678
- ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی 685
- ☆ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 687
- ☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 688
- ☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ 689

صفحہ	عنوانات
690	☆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
690	☆ حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا
691	☆ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
692	☆ عبداللہ ابن مغفل
692	☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
694	☆ حضرت ابو حمیفہ
694	☆ حضرت ابو مرثدہ تمیمی
694	☆ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
695	☆ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا
696	☆ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
697	☆ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
698	☆ ابوبکرہ
699	☆ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
699	☆ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
700	☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
700	☆ مغیرہ بن شعبہ

صفحہ

عنوانات

- | | |
|-----|---|
| 701 | ☆ عبد اللہ ابن مسعود |
| 701 | ☆ جابر ابن عبد اللہ |
| 701 | ☆ حضرت عبد اللہ بن سلام |
| 703 | ☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| 704 | ☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| 706 | ☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| 707 | ☆ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| 707 | ☆ زید بن ثابت |
| 707 | ☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| 708 | ☆ نعمان بن بشیر |
| 709 | ☆ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| 709 | ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| 711 | ☆ سال میں دو مرتبہ پھل دینے والا باغ |
| 711 | ☆ شوق دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم |



مقدمہ

بلاشبہ جتنے فضائل و کمالات خزانہ قدرت میں ہیں سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے، اللہ عزَّ وَّجَلَّ فرماتا ہے:

وَيْتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ

ترجمہ کنز الایمان: اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کریگا۔ (پ ۱۲، یوسف: ۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوة میں فرماتے ہیں:

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بر و تمام

(اللہ عزوجل نے اپنی تمام نعمتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تمام

کر دیں۔) (مدارج النبوة بیان عقل و در علم، ج اول، ص ۳۶)

اس بات میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب،

حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات و صفات کا مظہر کامل بنا کر دنیا میں بھیجا اور دنیا میں

اپنے حبیب و خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے جلووں کا ظہور فرمایا۔

اللہ جمیل یحب الجمال چنانچہ اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو سزتا یا ظاہری

حسن و جمال سے بھی خوب نوازا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یک نے یک بنایا اور پھر اس واحد

یکتارب عزوجل نے اپنے کلام پاک میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن بیان

فرمائے تاریخ گواہ ہے نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل صحابہ و تابعین و تبع تابعین آئمہ

مفسرین محدثین بلکہ تمام ہی بزرگان دین کا شعار رہا ہے۔ اس شمع رسالت کا ہر پروانہ

ابنی ابنی معرفت و آگہی و ادراک کے مطابق جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتا چلا آیا

اور یہ سلسلہ صدیوں سے بلکہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پہلے سے جاری ہے اور عاشقوں

کی روح کو تسکین اور قلب کے سرور کا سبب ہے۔

بے شمار مقدس ہستیوں نے خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تقریر و تحریر کو آراستہ کیا اور جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اپنی تقریروں اور تحریروں میں سمویا کہ روشن و پر نور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال، شمائل و خصائل کے جلوے تصور میں آشکار ہونے لگے اور بقائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق جوش جنوں بن کر پورے وجود میں سرایت کر گیا۔

جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تحریروں کو منور کرنے والے بہت سے معتبر و معظم، محترم و مکرم نام قلب عاشق کے لئے فرحت و آسودگی کا سبب بنے ان مقدس ناموں میں سے تیسری صدی ہجری کا باعزت و کرامت نام امام الحدیث الحافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی علیہ رحمۃ متوفی ۲۷۷ ہجری کا بھی ہے جن کی مقبول اور معروف تالیف شمائل ترمذی بھی ہے۔

جو حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک معمولات و عادات، لباس و طعام، رفتار و گفتار جملہ شمائل و خصائل نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستند و قدیم حسین و جمیل مجموعہ ہے جو نور ایمان کو چلا دینے والا لقاے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شوق کو بھڑکانے والا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع دل میں مزید فروزاں کرنے والا قلب کو راحت اور روح کو آسودگی بخشنے والا ہے۔

اس ایمان افروز مجموعہ کا ترجمہ اور اس کی شرح پیش کرنے کی سعادت فقیر کے حصے میں آئی یہ الگ بات ہے کہ یہ حقیر فقیر اس قابل نہیں کہ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و خصائل بیان کرنے کا ذرا برابر بھی حق ادا کر سکے مگر رب عز و جل کی حکمت مرشد کی نگاہ فیض کہ مجھ ناچیز کو اس قدر عظیم خدمت کے لئے چنا اور حضور با کمال سراپا حسن و جمال صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کرنے کا موقع عنایت کیا۔ زیر نظر کتاب نہ صرف سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک حسن و جمال سیرت و کردار، عادت و اطوار،

خصائص و کمال پر مشتمل ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے معمولات مبارک پر بھی مبنی ہے جس کا سیر حاصل مواد احادیث کریمہ کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے رب کریم سے دعا ہے کہ وہ مجھ پر کئے گئے اس احسان عظیم کا بار اٹھانے کا حوصلہ و ہمت، طاقت اور توفیق مرحمت فرمائے، مسلمانوں کو اس سے استفادے کا ذوق و شوق عطا فرمائے اور سرکارِ مدینہ راحت قلب و سینہ صاحب معطرِ پسینہ کے وسیلہ جلیلہ سے اور اپنے پیاروں کے صدقے اس کتابِ مشک بار کو میرے لئے ذریعے نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین۔

خاک پائے امیر اہل سنت
ابو تراب ناصر الدین ناصر المدنی



شمائل ترمذی بنام فیضان جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شمائل و خصائل

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمال سیرت میں تمام اولین و آخرین سے ممتاز اور افضل و اعلیٰ بنایا اسی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جمال صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔ ہم اور آپ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو دن رات سفر و حضر میں جمال نبوت کی تجلیاں دیکھتے رہے انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمال بے مثال کے فضل و کمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی مداح رسول نے کیا خوب کہا ہے کہ

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمَنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
أَبَدًا وَ عَلَيَّيْ أَنَّهُ لَا يَخْلُقُ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل پیدا فرمایا ہی نہیں اور میں یہی جانتا ہوں کہ وہ کبھی نہ پیدا کرے گا۔ (حیاء الحيوان الکبریٰ، باب الہزۃ، ج ۱، ص ۷۵)

صحابی رسول اور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت مہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسب اعضاء اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں۔ چنانچہ حضرات محدثین و مصنفین سیرت نے روایات صحیحہ کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ہر عضو شریفہ کے تناسب اور حسن و جمال کو بیان کیا ہے۔ ہم بھی اپنی اس مختصر کتاب میں حلیہ مبارکہ کے ذکر جمیل سے حسن و جمال پیدا کرنے کے لئے اس عنوان پر حضرت مولانا محمد کمال

صاحب چراغ ربانی نعمانی ولید پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منظوم حلیہ مبارکہ کے چند اشعار نقل کرتے ہیں تاکہ اس عالم کامل کی برکتوں سے بھی یہ کتاب سرفراز ہو جائے۔
حضرت مولانا موصوف نے اپنی کتاب پنچہ نور میں تحریر فرمایا کہ

حلیہ مقدسہ

روحِ حق کا میں سراپا کیا لکھوں

حلیہ نورِ خدا میں کیا لکھوں

پر جمالِ رحمۃ للعالمیں

جلوہ گر ہو گا مکانِ قبر میں

اس لئے ہے آگیا مجھ کو خیال

مختصر لکھ دوں جمالِ بے مثال

تا کہ یاروں کو مرے پہچان ہو

اور اس کی یاد بھی آسان ہو

تھا میانہ قد و اوسط پاک تن

پر سپید و سرخ تھا رنگ بدن

چاند کے ٹکڑے تھے اعضاء آپ کے

تھے حسین و گول سانچے میں ڈھلے

تھیں جبیں روشن کشادہ آپ کی

چاند میں ہے داغ وہ بے داغ تھی

دونوں ابرو تھیں مثالِ دو ہلال

اور دونوں کو ہوا تھا اتصال

اتصالِ دو مہرِ سعیدین تھا

یا کہ ادنیٰ قرب تھا تو سین کا
 تھیں بڑی آنکھیں حسین و سرگین
 دیکھ کر قربان تھیں سب حور عین
 کان دونوں خوب صورت ارجمند
 ساتھ خوبی کے دہن بینی بلند
 صاف آئینہ تھا چہرہ آپ کا
 صورت اپنی اس میں ہر اک دیکھتا
 تابہ سینہ ریش محبوب الہ
 خوب تھی گنجان مو، رنگ سیاہ تھا
 سپید اکثر لباس پاک تن
 ہو ازار و جبہ یا پیر ہن
 سبز رہتا تھا، عمامہ آپ کا
 پر کبھی سود و سپید و صاف تھا
 میں کہوں پہچان عمدہ آپ کی
 دونوں عالم میں نہیں ایسا کوئی
 واحسن منك لم تر قط عینی
 و اجمل منك لم تلد النساء
 خلقت مبرا من کل عیب
 کاذک قد خلقت کیا تشاء

ترجمہ: (۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہ کبھی میری آنکھوں نے دیکھا

اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی ماں نے جنا۔

(۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کے مطابق ہوئی۔

وَشَقِي لَهْ مِنْ اَسْمَاءِ كِي يَجْلَهْ
 فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَ هَذَا مُحَمَّدٌ
 نَبِيٌّ اَتَانَا بَعْدَ يَاسٍ وَ فِتْرَةٍ
 مِنَ الرِّسْلِ وَالْاَوْثَانِ فِي الْاَرْضِ تَعْبُدُ
 فَاْمَسِي سِرَاجًا مُسْتَنِيْرًا وَ هَادِيَا
 يَلُوْحُ كَمَا لَاحَ الصَّقِيْلُ الْبَهْدِ
 وَ اَنْدَرْنَا نَارًا وَ بَشَرٌ جَنَّةِ
 وَعَلَيْنَا الْاِسْلَامُ فَاللّٰهُ نَحْمَدُ

ترجمہ: (۱) اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اجلال و اکرام کے لئے اپنے نام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام مشتق کیا تو رب عرش عزوجل محمود ہے اور یہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(۲) یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بڑی ناامیدی اور رسولوں علیہم السلام کے ایک طویل وقفہ کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ زمین پر بتوں کی پرستش ہو رہی تھی۔

(۳) تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم روشن چراغ اور ہادی و رہبر بن کر اس طرح چمکے جیسے صیقیل کردہ ہندی تلوار چمکتی ہے۔

(۴) ہمیں جہنم کا ڈر سنایا اور جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی تو ہم خدا عزوجل ہی کی حمد بیان کرتے ہیں۔

هجوت محمداً واجبت عنه
 وعند الله في ذاك الجزاء
 اتهجوة ولست له بكفاء
 فشر كما لخير كما الفداء
 هجوت مباركاً براً حنيفاً
 امين الله شيمته الوفاء
 امن بهجو رسول الله منكم
 و يمدحه و ينصرة سواء
 فان ابي و والده و عرضي
 لعرض محمد منكم و قاء

(السيرة النبوية لابن هشام، شعر حسان في فتح مكة، ج ۲، ص ۳۵۹)

ترجمہ: (۱) تو نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کی تو میں نے ان کی طرف سے تمہیں جواب دیا اور خدا عزوجل کے یہاں اس میں اجر و ثواب ہے۔
 (۲) تو ان کی ہجو کرتا ہے جبکہ تو ان کے برابر نہیں تم میں کا برا (یعنی تو) بھلے پر (یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر) قربان ہو۔
 (۳) تو نے ایسے کو برا کہا جو مبارک، پاکباز، حنیف، خدا عزوجل کے امین ہیں جنکی فہمت و فاداری ہے۔

(۴) کیا تم میں کا جو رسول خدا عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرے اور جو انکی مدح و ستائش اور ان کی حمایت کرے دونوں برابر ہیں؟
 (۵) میرے باپ دادا، میری عزت و آبرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و حرمت کے لئے ڈھال ہے۔

و هل عدلت يوماً رزية هالك
 رزية يوم مات فيه محمد
 فبوركت يا قبر الرسول و بوركت
 بلاد ثوى فيها الرشيد البسدد
 وما فقد الباضون مثل محمد
 ولا مثله حتى القيامة يفقد
 وليس هو اى نازعا عن ثنائه
 لعل به فى جنة الخلد اخلد
 مع البصطفى ارجو بذاك جواره
 وفى نيل ذاك اليوم اسعى و اجهد

(السيرة النبوية لابن هشام، شعر حسان بن ثابت فى مرثية، ج ۴، ص ۵۵۹-۵۶۱)

ترجمہ: (۱) کیا کسی مرنے والے کی مصیبت کا دن اس دن کے برابر ہے جس میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا۔

(۲) تجھے مبارکباد ہے اے قبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! اور اس شہر کو بھی جس میں ہدایت و درستی والے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آسودہ خاک ہیں۔

(۳) نہ زمانہ ماضی والوں کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسے (عظیم و جلیل) کی وفات کا صدمہ ہوا نہ قیامت تک کسی کو ایسا صدمہ ہوگا۔

(۴) میرا دل انکی نعت سے باز رہنے والا نہیں شاید اسی کے صدقے مجھے جنت الخلد میں دوام نصیب ہو۔

(۵) اسی کے سبب تو میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کا امیدوار ہوں اور وہی دن پانے کے لئے میں کوشش و محنت کر رہا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشنے والا نہایت مہربان ہے

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی

اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

عِبَادَةِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

استاذ حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن

قال حافظ ابو عیسیٰ محمد

سورہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی

رحمۃ اللہ علیہ

1- بَابُ مَا جَاءَ فِي خَلْقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مقدسہ کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ

❖ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قُتَيْبَةُ بْنُ

عنه فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو

سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ

بہت لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد کے (بلکہ

رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ

میانہ قد، لمبائی کی طرف مائل تھے) اور

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ:

آپ نہ تو بہت سفید تھے اور نہ ہی زیادہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

گندم گوں، آپ کے بال مبارک نہ تو

وَسَلِمَ، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ،

زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے،

وَلَا بِالْقَصِيرِ، وَلَا بِالْبَيْضِ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں

الْأَمْهَقِي، وَلَا بِالْأَدَمِ، وَلَا بِالْبَجْدِ

اعلان نبوت کا حکم دیا (اعلان کے بعد)

الْقَطِطِ، وَلَا بِالسَّبِطِ، بَعَثَهُ اللّٰهُ

آپ دن سال تک مکہ مکرمہ میں رہے اور

تَعَالَى عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً،

پھر دس سال تک مدینہ طیبہ میں رہے، ۶۰

فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ،

سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا اور اس

وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ، وَتَوَفَّاهُ

اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً، وَكَانَ فِي رَأْسِهِ وَجْهٌ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: بانن بنا ہے بون سے بمعنی دوری اسی سے ہے طلاق باننہ، یہاں بانن سے مراد ہے بہت زیادتی جو حد اعتدال سے دور ہو یعنی حضور انور اتنے دراز قد نہ تھے کہ حد اعتدال سے دور ہوں اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور مائل بہ درازی تھے کیونکہ طویل کے ساتھ بانن کی قید بیان ہوئی اور قصیر مطلق بغیر قید کے فرمایا۔ اور آپ کا رنگ شریف سفید مائل بہ سرخی تھا یا سرخی پیلا ہوا سفید جو کہ بہت ہی حسین ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ حضور کے بال شریف نہ تو جنبہ والوں کی طرح بالکل چھلے دار مٹھے ہوئے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ بال سیدھے کناروں پر خم دار تھے ایسے بال بہت حسین معلوم ہوتے ہیں اور سرے سے مراد آخری کنارہ ہے۔ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا جب آپ کا سنہ شریف پورے چالیس سال کا ہو چکا تھا۔

تمام (علماء) کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا مرقات نے یہاں فرمایا کہ ساٹھ والی روایت میں دہائی لی گئی ہے تین جو کسر تھی وہ چھوڑ دی گئی۔

بعض روایات میں ہے کہ سر مبارک داڑھی شریف اور ریش بچی سب میں ملا کر بیس بال سفید تھے، بعض میں ہے کہ کل چودہ بال سفید تھے، یہ روایت چودہ بالوں والی ہے شمار میں اختلاف ہو سکتا ہے، اس روایت میں ہے کہ سر مبارک میں چودہ بال سفید

تھے، داڑھی شریف میں پانچ بال اور ریش بچی میں ایک بال سفید۔ پہلے گزر چکا کہ حضور انور درمیانہ قد تھے مائل بہ درازی یہ قد بہت حسین ہوتا ہے اور رنگت سفید جس میں سرخی پلائی ہوئی اور وہ جگمگاتی ہوتی تھی یہ حسن کی انتہا ہے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے اس چمک دار رنگت پہ لاکھوں سلام

اور بالوں کی درازی میں چار روایتیں ہیں: نصف کان تک، کانوں کی گدیوں تک، کانوں اور کندھوں کے درمیانی تک، کندھوں تک، ان میں تعارض نہیں کبھی تا بگوش کبھی تا بدوش مختلف اوقات میں مختلف حالات تھے۔ حضور انور بال کٹواتے پتھے اور سواہ حج و عمرہ کے کبھی منڈواتے نہیں تھے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۴۱)

ریش مبارک

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک گھنی اور گنجان ہوتے ہوئے بھی باریک اور خوبصورت تھی، ایسی بھری ہوئی نہ تھی کہ پورے چہرے کو ڈھانپ لے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا، سرخ و سفید چہرے کی خوبصورتی میں ریش مبارک مزید اضافہ کرتی۔ عمر مبارک کے آخری حصہ میں کل سترہ یا بیس سفید بال ریش مبارک میں آگئے تھے لیکن یہ سفید بال عموماً سیاہ بالوں کے ہالے میں چھپے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریش مبارک کے بالوں کو کٹوا دیا کرتے تھے تاکہ بالوں کی بے ترتیبی سے شخصی وقار اور مردانہ وجاہت پر حرف نہ آئے۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضخم الرأس واللحیة۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔

(حاکم، المستدرک، 2: 626، رقم: 4194) (احمد بن حنبل، المسند، 1: 96) (بیہقی، دلائل النبوة،

1: (216:1) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 411) (طبری، تاریخ الامم والملوک، 2: 221) (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرة)، 6: 17)

2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أسود اللحية۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔

(بیہقی، دلائل النبوة، 1: 217) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 433) (سیوطی، الخصائص

الکبریٰ، 1: 125، رقم: 4194)

3- حضرت امّ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں سفر ہجرت میں والی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی کا شرف لازوال حاصل ہوا، اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثیف اللحية۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش اقدس گھنی تھی۔

(ابن جوزی، الوفا: 397) (حاکم، المستدرک، 3: 10) (ابن عساکر، السیرة النبویہ، 3: 184)

(سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 38) (مناوی، فیض القدر، 5: 77)

4- حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کث اللحية۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

(نسائی، السنن، 8: 183، کتاب الزینہ، رقم: 5232) (ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 36، رقم: 8)

(احمد بن حنبل، السنن، 1: 101، رقم: 796) (بزار، المسند، 2: 253، 660) (ابن سعد، الطبقات

الکبریٰ، 1: 422)

5- حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں یوں گویا ہوئے:

كان... أسود اللحية حسن الشعر... مفاض اللحين
(حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) ریش مبارک سیاہ، بال مبارک خوبصورت، (اور ریش مبارک) دونوں طرف سے برابر تھی۔

(ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، 1: 320) (بخاری، مجمع الزوائد، 8: 280)

6- عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریش مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آگئی تھی۔ حضرت وہب بن ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ النبي صلى الله عليه وآله وسلم، و رأيتُ بياضاً من تحت
شفتة السفلى العنقفة

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب اقدس کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔

(بخاری، الصحیح، 3: 1302، کتاب المناقب، رقم: 3352) (احمد بن حنبل، المسند، 3: 216)

(ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 434)

7- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا پر قربان ہو جاتے تھے، حیات مقدسہ کی جزئیات تک کاریکارڈ رکھا جا رہا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وليس في رأسه ولحيته عشرون شعرة بيضاء
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک اور سر مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی۔

(بخاری، الصحیح، 3: 1302، کتاب المناقب، رقم: 3354) (مسلم، الصحیح، 4: 1824، کتاب

الفضائل، رقم: 3347) (ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 592، کتاب المناقب، رقم: 3623) (امام مالک، الموطا، 2: 919، رقم: 1639) (احمد بن حنبل، المسند، 3: 130) (عبدالرزاق، المصنف، 3: 599، رقم: 6886) (ابن حبان، الصحیح، 14: 298، رقم: 6378) (ابویعلیٰ، المعجم، 1: 55، رقم: 25) (طبرانی، المعجم الصغیر، 1: 205، رقم: 328) (شعب الایمان، 2: 148، رقم: 1412) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 2: 308)

8- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک میں لب اقدس کے نیچے اور گوش مبارک کے ساتھ گنتی کے چند بال سفید تھے جنہیں خضاب لگانے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا اس حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وَلَمْ يَخْتَضِبْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، إِنَّمَا كَانَ الْبِيَاضُ فِي عِنْفِقَتِهِ وَفِي الصَّدْعَيْنِ وَفِي الرَّأْسِ نَبِيذًا.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خضاب نہیں لگایا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نچلے ہونٹ کے نیچے، کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند بال سفید تھے۔

(مسلم، الصحیح، 4: 1821، کتاب الفضائل، رقم: 2341) (بیہقی، السنن الکبریٰ، 7: 310، رقم:

14593) (بیہقی، دلائل النبوة، 1: 232)

9- ریش اقدس طویل تھی نہ چھوٹی، بلکہ اعتدال، توازن اور تناسب کا انتہائی دلکش نمونہ اور موزونیت لئے ہوئے تھی۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانِ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مَنْ عَرَضَهَا وَطَوَّلَهَا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریش مبارک کے طول و عرض کو برابر طور پر تراشا کرتے تھے۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 2: 100، ابواب الادب، رقم: 2762) (عسقلانی، فتح الباری، 10:

350) (زرقاتی، شرح الموطا، 4: 426) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 263) (محمد بن عبدالرحمن

مہاکفوری، تحفۃ الاحوزی، 8: 38) (قرطبی، تفسیر، الجامع الأحکام القرآن، 2: 105) (ابن جوزی، الوفا:

609) (مقریزی، امتاع الاسماع، 2: 161) (مہبانی، الانوار الحمدیہ، 214) (شوکانی، نیل الاوطار،

(142:1)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ طویل نہ کچھ ٹھگنے، نہایت خوبصورت معتدل بدن والے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھونگر یا لہ پن تھا) نیز آپ گندی رنگ کے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے چلتے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً ، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ ، حَسَنَ الْجِسْمِ ، وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ ، وَلَا سَبِطٍ أَشْمَرَ اللَّوْنِ ، إِذَا مَشَى يَتَكَفَأُ .

شرح حدیث: قد مبارک

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے کہ آپ میانہ قد تھے لیکن یہ آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معجزانہ شان ہے کہ میانہ قد ہونے کے باوجود اگر آپ ہزاروں

انسانوں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا سر مبارک سب سے زیادہ اونچا نظر

آتا تھا۔

قد بے سایہ کے سایہ مرحمت
ظل ممدودِ رافت پہ لاکھوں سلام
طائرانِ قدس جس کی ہیں قمزیاں
اُس سہی سر و قامت پہ لاکھوں سلام

مقدس بال

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک نہ گھونگھردار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ ان دونوں کیفیتوں کے درمیان تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس بال پہلے کانوں کی لوتک تھے پھر شانوں تک خوبصورت گیسو لٹکتے رہتے تھے مگر حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے بالوں کو اتروا دیا۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قبلہ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے مقدس بالوں کی ان تینوں صورتوں کو اپنے دو شعروں میں بہت ہی نفیس و لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے کہ

گوشن تک سنتے تھے فریاد اب آئے تادوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو
آخر حج غمِ اُمت میں پریشاں ہو کر
تیرہ بختوں کی شفاعت کو سدھارے گیسو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کیوں تقسیم فرمائے تھے؟ اس سلسلہ میں علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَأَنَا قَسَمْتُ شَعْرَهُ فِي أَصْحَابِهِ لِيَكُونَ بَرَكَةً بَاقِيَةً بَيْنَهُمْ وَتَذَكْرًا لَهُمْ،
وَكَانَ أَشَارًا بِذَلِكَ إِلَى اقْتِرَابِ الْأَجَلِ

(شرح العلامة الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، ص: ۱۹۶، ج: ۸، دار المعرفۃ، بیروت)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موئے مبارک اپنے اصحاب میں اس لیے تقسیم فرمائے، تاکہ وہ ان میں بطور برکت اور یادگار رہیں اور اسی سے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب وصال کی طرف اشارہ فرمادیا۔“

شوق دیدار

جب حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کی تلاوت اور اسلام کی تفسیر کر رہے تھے حضرت ابو عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی طرف متوجہ ہو کر سن رہے تھے اس دوران جب بھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ذکر آتا تو ابو عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا شوق دیدار چمک اٹھتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ملاقات کے لئے وہ بے چین ہو جاتے۔ ایک بار ابو عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت کا کس قدر اشتیاق ہے کب سال جائے گا اور موسم حج آئے گا اور ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں گے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور فرمایا: ابو عبد الرحمن! صبر کرو، دن جلد ہی گزر جائیں گے۔

ابن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی دید کے بغیر مجھے سکون میسر نہیں کب یہ دن گزریں گے، پھر وہ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ کسی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے میری ملاقات نہ ہو سکے اس لیے کیا آپ ہمارے سامنے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سراپا ہی بیان کر سکتے ہیں، آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چہرہ اقدس کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ سبھی حاضرین نے بیک زبان کہا ابن مسلمہ تم نے ہمارے دل کی بات کہہ دی۔ ابن عمیر!

رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سراپا بیان کیجئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قعدہ سے (دوڑانو ہو کر) بیٹھ گئے، اپنا سر جھکایا، نظریں نیچی کیں جیسے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا سراپا اپنے ذہن میں لا رہے ہوں۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے رنگ میں سفیدی و سرخی کا حسین امتزاج ہے، چشمان مبارک بڑی ہی خوبصورت ہیں، بھویں ملی ہوئی ہیں، بال سیدھے ہیں کھنکریالے نہیں ہیں، داڑھی گھنی ہے، دونوں مونڈھوں کے بیچ فاصلہ ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی گردن مبارک جیسے چاندی کی چھاگل، ہتھیلی اور قدم موٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب چلتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اونچائی سے نیچے آرہے ہوں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کسی چٹان سے نکل پڑے ہوں، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کسی کی طرف رخ فرماتے تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چہرہ مبارک پر سینہ موتی کے مانند ہوتا ہے، نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پست قد ہیں نہ دراز قامت، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یکا یک دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے اور جو آشنا ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی صحبت میں رہتا ہے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے محبت کرنے لگتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ جرأت مند ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا طرز تکلم سب سے سچا، ایفاء عہد میں سب سے بکے، سب سے نرم طبع، اور رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جیسا کسی کو نہ پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں۔

جس وقت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کر رہے تھے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس جماعت پر سکوت چھایا ہوا تھا، وہ بھی حضرات پوری توجہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس سراپائے اقدس کو سماعت کر رہے تھے ابھی حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بیان مکمل بھی نہ کر سکے تھے کہ اہل محفل بیک زبان پکار اٹھے۔ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ!

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص 96)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ،
 قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ،
 قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ ، قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ
 عَازِبٍ ، يَقُولُ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، رَجُلًا
 مَرْبُوعًا ، بَعِيدًا مَا بَيْنَ
 النَّتِيبَيْنِ ، عَظِيمَ الْجُمَّةِ إِلَى
 شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ الْيُسْرَى ، عَلَيْهِ
 حَلَّةٌ حَمْرَاءُ ، مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ
 أَحْسَنَ مِنْهُ .

حضرت ابواسحق رحمۃ اللہ علیہ کہتے
 ہیں کہ میں نے براہین عازب رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم درمیانے قد کے تھے اور آپ کے
 دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی
 سینہ مبارک کشادہ تھا) آپ کے بال گھنے
 اور کانوں تک پہنچتے تھے، آپ پر سرخ
 (دھاری دار) چادر تھی میں نے آپ سے
 زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ: یہ فرمان ترکیبی ہے یعنی قریباً درمیانہ تھے کیونکہ حضور انور صلی اللہ
 علیہ وسلم قدرے طویل قد تھے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ (مرقات)

دو کندھوں میں فاصلہ جب ہی زیادہ ہوگا جب کہ سینہ چوڑا ہو، حضور کا سینہ

مبارک بہت کشادہ تھا۔ چوڑا سیدہ شجاعت و سخاوت، دل کی وسعت کی علامت ہے، اس سے دل کی وسعت کا پتہ لگتا ہے جس کا دل وسیع ہو وہ کینہ، غصہ، بغض و حسد سے پاک ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ کسی سے نہ لیا بلکہ ہمیشہ درگزر کی معافی دی، یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت قلبی۔ اور کبھی آپ کے بال شریف تا بکوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مخطط بالاحمر مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔ حلہ سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حلہ یعنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی لباس محبوب تھا۔

جو بال کانوں کی گدیوں تک ہوں انہیں وفرہ کہتے ہیں، جو کانوں اور کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے اور جو کندھوں تک پہنچیں انہیں لمہ کہتے ہیں۔ حضور انور کے بال کبھی لمہ بھی ہوتے تھے اسی کا یہاں ذکر ہے۔ خیال رہے کہ عورتوں کی طرح بہت لمبے بال رکھنا مردوں کو ممنوع ہے، کندھوں تک مردوں کے بالوں کی انتہا ہے۔

اور حضور کے جسم شریف میں وہ درازی یا پستی نہ تھی جو بری معلوم ہو۔ (مرقات)
 (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۴۲)
 نبی بے مثال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا ذکر جمیل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلَنِي فِي عَيْنِي مِنْهُ، وَمَا كُنْتُ أَطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنِي مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَا

سئلت أن أصفه ما أظقت لأني لم أكن أملاً عيني منه
میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب
نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسین
تر تھا، میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس چہرہ کو اُس کے
جلال و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی مجھے
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کرنے کے لئے کہتا تو میں
کیونکر ایسا کر سکتا تھا کیونکہ (حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
حسنِ جہاں آرا کی چمک دمک کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
آنکھ بھر کر دیکھنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔

(مسلم، الصحیح، 1: 112، کتاب الایمان، رقم: 121) (ابوعوانہ، المسند، 1: 70، 71، رقم: 200)

(ابراہیم بن محمد السینی، البیان والتعریف، 1: 157، رقم: 418) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 4: 259)

(ابونعیم، المسند لمستخرج علی صحیح الامام مسلم، 1: 190، رقم: 315) (قاضی عیاض، الشفاء، 2: 30)

انسانی آنکھ کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی
اللہ عنہ جو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں درودوں کے گجرے اور
سلاموں کی ڈالیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا رُوئے منور دیکھ کر اپنی آنکھیں ہتھیلیوں سے ڈھانپ لیا کرتے تھے، وہ خود
فرماتے ہیں:

لما نظرتُ إلى أنوارِ صلي الله عليه وآله وسلم وضعتُ كفي على

عيني خوفاً من ذهابِ بصري

میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا تو

اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ لی، اس لئے کہ (رُوئے منور کی تابانیوں

(سے) کہیں میں بینائی سے ہی محروم نہ ہو جاؤں۔ (نبہانی، جوہر البحار، 2: 450)
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
کمال حسن کو بڑے ہی دلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَ أَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبْتَرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں
اور نہ کبھی کسی ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جمیل تر کو جنم ہی دیا
ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک)
ہے، (یوں دکھائی دیتا ہے) جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب نے
آپ کی خواہش کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت بنائی
ہے۔) (حسان بن ثابت، دیوان: 21)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آنحضرت بتعام از فرق تا قدم ہمہ نور بود، کہ دیدہ حیرت
در جمال با کمال وی خیرہ میشد مثل ماہ و آفتاب تاباں و روشن
بود، و اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودی ہیچ کس بر امجال نظرو
ادراک حسن او ممکن نبود.

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر نور سے لے کر قدم پاک تک
نور ہی نور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے
والے کی آنکھیں چندھیا جاتیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر

چاند اور سورج کی طرح منور و تاباں تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوہ ہائے حسن لباس بشری میں مستور نہ ہوتے تو زوئے منور کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا ناممکن ہو جاتا۔ (محدث دہلوی، مدارج النبوة، 1: 137)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علماء محققین کے حوالے سے فرماتے ہیں:

أَنَّ جِبَالَ نَبِينَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَايَةِ الْكِبَالِ لَكِن
اللَّهُ سَتَرَهُنَّ أَصْحَابَهُ كَثِيرًا مِنْ ذَلِكَ الْجِبَالِ الزَّاهِرِ وَالْكَبَالِ
الْبَهْرِ، إِذْ لَوْ بَرَزَ إِلَيْهِمْ لَصَعِبَ النَّظَرُ إِلَيْهِ عَلَيْهِمْ
هَمَارِے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن و جمالی اوج کمال پر
تھا۔۔۔ لیکن رب کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال کو
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخفی رکھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال
پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے روئے تاباں کی طرف آنکھ اٹھانا بھی مشکل ہو جاتا۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 2: 9)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے مقام پر 'قصیدہ بڑدہ شریف' کی شرح میں
لکھتے ہیں:

أَنَّهُ إِذَا ذَكَرَ عَلِيَّ مِيتَ حَقِيقِي صَارَ حَيًّا حَاضِرًا، وَإِذَا ذَكَرَ عَلِيَّ كَافِرًا وَ
غَافِلًا جَعَلَ مُؤْمِنًا وَهُوَ ذَا كَرٍّ لَكِنَ اللَّهُ تَعَالَى سَتَرَ جِبَالَ هَذَا
الدَّرِّ الْبَكْتُونَ وَكِبَالَ هَذَا الْجَوْهَرِ النَّصُونَ لِحِكْمَةِ بَالِغَةٍ وَنَكْتَةٍ
سَابِقَةٍ وَلَعَلَّهَا لِيَكُونَ الْإِيْبَانُ غَيْبِيًّا وَ الْأُمُورُ تَكْلِيْفِيًّا لَا لِشُهُودِ
عَيْنِيَا وَ الْعِيَانِ بَدِيْهِيا أَوْلَمَّا يَصِيْرُ مَرْلَقَةً لِأَقْدَامِ الْعَوَامِ وَ مَرْلَقَةً
لِتَضَرُّ الْجِبَالَ بِمَعْرِفَةِ الْمَلِكِ الْعَلَامِ

اگر خدائے رحیم و کریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی حقیقی برکات کو آج بھی ظاہر کر دے تو اُس کی برکت سے مُردہ زندہ ہو جائے، کافر کے کفر کی تاریکیاں دُور ہو جائیں اور غافل دل ذکرِ الہی میں مصروف ہو جائے لیکن ربِّ کائنات نے اپنی حکمتِ کاملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس انمول جوہر کے جمال پر پردہ ڈال دیا ہے، شاید ربِّ کائنات کی یہ حکمت ہے کہ معاملات کے برعکس ایمان بالغیب پردہ کی صورت میں ہی ممکن ہے اور مشاہدہ حقیقت اُس کے منافی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کو مکمل طور پر اس لئے بھی ظاہر نہیں کیا گیا کہ کہیں نا سمجھ لوگ غلو کا شکار ہو کر معرفتِ الہی سے ہی غافل نہ ہو جائیں۔ (ملا علی قاری، الزبدۃ فی شرح البردۃ: 60)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بعض لوگ انہیں دیکھ کر بیہوش بھی ہو جاتے تھے، لیکن کیا سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ایسی کیفیات طاری نہیں ہوتیں۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اللہ نے غیرت کی وجہ سے میرا جمال لوگوں سے مخفی رکھا ہے، اگر وہ کما حقہ آشکار ہو جاتا تو لوگوں پر محویت و بے خودی کا عالم اس سے کہیں بڑھ کر طاری ہوتا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا کرتا تھا۔ (شہ ولی اللہ، الذرائع الثمینیہ: 39)

امام محمد مہدی القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے الشیخ ابو محمد عبد الجلیل القصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

و حسن یوسف علیہ السلام وغیرہ جزء من حسنه، لأنه علی
صورة اسمه خلق، ولولا أن الله تبارك و تعالیٰ ستر جمال صورة
محمد صلی الله علیه وآله وسلم بالهیبة و الوقار، و أعین عنه
آخرین لها استطاع أحد النظریة بهذه الأبصار الدنیویة
الضعیفة

حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر حسینان عالم کا حسن و جمال حضور صلی
الله علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے مقابلے میں محض ایک جز کی حیثیت
رکھتا ہے کیونکہ وہ آپ صلی الله علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کی صورت پر
پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی
الله علیہ وآلہ وسلم کے حسن کو ہیبت اور وقار کے پردوں سے نہ ڈھانپا ہوتا
اور کفار و مشرکین کو آپ صلی الله علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے اندھانہ کیا گیا
ہوتا تو کوئی شخص آپ صلی الله علیہ وآلہ وسلم کی طرف ان دنیاوی اور کمزور
آنکھوں سے نہ دیکھ سکتا۔ (محمد مہدی القاسی، مطالع السمرات: 394)

مولوی شرف علی تھانوی شیم الحیب کے حوالے سے اس بات کی تائید یوں کرتے

ہیں:

أقول و أمّا عَدَمُ تَعَشُّقِ الْعَوَامِ عَلَيْهِ كَمَا كَانَ عَلَى يَوْسُفَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَلِغَيْبَةِ اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى لَمْ يَظْهَرِ جَمَالُهُ كَمَا هُوَ عَلَى غَيْبِهِ، كَمَا
أَنَّهُ لَمْ يَظْهَرِ جَمَالَ يَوْسُفَ كَمَا هُوَ لِأَعْيُنِ يَعْقُوبَ أَوْ لِيُنَا
میں کہتا ہوں کہ (باوجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ صلی الله
علیہ وآلہ وسلم پر اس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر
عاشق ہوا کرتے تھے بسبب غیرت الہی کے ہے کہ آپ صلی الله علیہ وآلہ

وسلم کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا، جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔ (اشرف علی تہانوی، نثر الطیب: 217)

بقول شاعر:

خدا کی غیرت نے ڈال رکھے ہیں تجھ پہ ستر ہزار پردے
جہاں میں لاکھوں ہی طور بنتے جو اک بھی اٹھتا حجاب تیرا
حسن سراپا کے بارے میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا قول

سرخیل قافلہ عشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت گزاری کے باعث زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بالمشافہ زیارت کے لئے حاضر نہ ہو سکے، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپنے اس عاشق زار کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ میرے وصال کے بعد اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اُسے یہ خرقہ دے دینا اور اُسے میری اُمت کے لئے دعائے مغفرت کے لئے کہنا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے اُن کے آبائی وطن 'قرن' پہنچے اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنایا۔ اثنائے گفتگو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی غیر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار بھی کیا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو مسکرا کر کہنے لگے:

لَمْ تَرَ مِن رَّسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَّا ظَلَّهُ
تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا محض پرتو دیکھا ہے۔

(مہربانی، جواہر البحار، 3: 67)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بعض صوفیا کرام کے حوالے سے فرماتے ہیں:
قال بعض الصوفية أكثر الناس عرفوا الله عزوجل و ما عرفوا
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ، لأن حجاب البشرية غطت
أبصارهم

بعض صوفیا فرماتے ہیں: اکثر لوگوں نے اللہ رب العزت کا عرفان تو
حاصل کر لیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرفان انہیں حاصل نہ ہو سکا
اس لئے کہ بشریت کے حجاب نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1: 10)

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَإِنَّ مَجْبُوعَ نُورِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ وَضَعَ عَلَى الْعَرْشِ
لَذَابَ وَلَوْ جَبَعَتِ الْبَخْلُوقَاتُ لَكَلَّهَا وَوَضَعَ عَلَيْهَا ذَلِكَ النُّورَ الْعَظِيمَ
لتهافتت وتساقطت

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ کامل کو عرشِ عظیم پر ظاہر کر دیا جاتا تو
وہ بھی پگھل جاتا۔ اس طرح اگر تمام مخلوقات کو جمع کر کے ان پر حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوارِ مقدسہ کو ظاہر کر دیا جاتا تو وہ فنا ہو جاتے۔

(عبدالعزیز دباغ، الابریز، 272)

سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے

فرماتے ہیں:

انبیاء مخلوق اند از اسماء ذاتہ حق و اولیاء از اسماء صفاتیہ و بقیہ کائنات از صفات فعلیہ و سید مرسل مخلوق ست از ذات حق و ظہور حق در وے بالذات ست۔

تمام انبیاء و رسل علیہم السلام تخلیق میں اللہ رب العزت کے اسمائے ذاتیہ کے فیض کا پرتو ہیں اور اولیاء (اللہ کے) اسمائے صفاتیہ کا اور باقی تمام مخلوقات صفات فعلیہ کا پرتو ہیں لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ذات حق تعالیٰ کے فیض سے ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات میں اللہ رب العزت کی شان کا بالذات ظہور ہوا۔

(محدث دہلوی، مدارج النبوة، 2: 771)

اسی مسئلے پر امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لما تعلقت إرادة الحق تعالى بإيجاد خلقه و تقدير رزقه، أبرز الحقيقة الحديدية من الأنوار الصبديّة في الحضرة الأحديّة، ثم سلخ منها العوالم كلها علوها و سفلها على صورة حكيه جب خدائے بزرگ و برتر نے عالم خلق کو ظہور بخشنے اور اپنے پیمانہ عطا کو جاری فرمانے کا ارادہ کیا تو اپنے انوارِ صمدیت سے براہ راست حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بارگاہِ احدیت میں ظاہر فرمایا اور پھر اس ظہور کے فیض سے تمام عالم پست و بالا کو اپنے امر کے مطابق تخلیق فرمایا۔

(قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 1: 55)

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

يا ابا بكر! والذی بعثنی بالحق! لم یعلنی حقیقة غیر ربی

اے ابو بکر! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت میرے پروردگار کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

(محمد قاسی، مطالع المسرات: 129)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مذکورہ بالا تمام اقوال کی نہ صرف توثیق کرتا ہے بلکہ اُن پر مہر تصدیق بھی ثبت کرتا ہے۔

حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کا راز دان

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کی حقیقت کو اپنی مخلوقات سے مخفی رکھا اور تجلیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردوں میں مستور فرمایا، اسی طرح آپ کے اوصاف ظاہری کو بھی وہی پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے۔ محدثین، مفسرین اور علمائے حق کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف ظاہری کی حقیقت بھی مکمل طور پر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ بطور تمثیل ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو اُن کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ

آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

1- امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من وصفه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فإننا وصفه علی سبیل

التشیل وإلا فلا یعلم أحد حقیقة وصفه إلا خالقہ

جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کئے بطور تمثیل

ہی کئے ہیں، اُن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔

(بیجوری، المواہب اللدیہ علی شمائل الجمدیہ: 19)

2- امام علی بن برہان الدین حلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كانت صفاته صلى الله عليه وآله وسلم الظاهرة لا تدرك حقائقها
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات ظاہرہ کے حقائق کا ادراک بھی ممکن
نہیں۔ (حلی، السیرة المحلیہ، 3: 434)

3- امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذه التشبيهات الواردة في حقه عليه الصلوة والسلام انما هي على
سبيل التقريب والتشيل والافذاته اعلی
اسلاف نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کا جو تذکرہ کیا ہے یہ
بطور تمثیل ہے، ورنہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس اور مقام اس
سے بہت بلند ہے۔ (قسطلانی، الموابب الدنیہ، 1: 249)

4- شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مراد من تكلد در احوال و صفات ذات شریف وی و تحقیق آن
حرجے تمام است کہ آن متشابه ترین متشابهات است نزد من
کہ تاویل آن بیچ کس جز خدا نداند و هر کسے هر چه گوید
بر قدر و اندازه فهم و دانش گوید و او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از
فهم و دانش تمام عالم برتر است.

میں نے حضور علیہ السلام کے محاذ و محاسن پر اظہار خیال کرتے ہوئے
ہمیشہ ہچکچاہٹ محسوس کی ہے، کیونکہ (میں سمجھتا ہوں کہ) وہ ایسے اہم ترین
تشابہات میں سے ہیں کہ ان کی حقیقت پروردگار عالم کے سوا کوئی دوسرا
نہیں جانتا۔ جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف بیان کی
اس نے اپنے فہم و فراست کے مطابق بیان کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی ذاتِ اقدس تمام اہل عالم کی فہم و دانش سے بالا ہے۔

(محدث دہلوی، شرح فتوح الغیب: 340)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ

عنه فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی زلفوں والا

سرخ (دھاری دار) جوڑے میں حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں

دیکھا آپ کے بال مبارک کندھوں تک

پہنچتے تھے اور آپ کے دونوں کندھوں کے

درمیان فاصلہ تھا، آپ نہ تو چھوٹے قد کے

تھے اور نہ ہی آپ کا قد مبارک زیادہ لمبا

تھا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ،

قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، قَالَ:

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ،

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مَا

رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ

أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ

مَنْكِبَيْهِ، بَعِيدٌ مَا بَيْنَ

الْمَنْكِبَيْنِ، لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ،

وَلَا بِالطَّوِيلِ.

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کیوں؟

اسلام کا مطالبہ ہے کہ ہر مومن کے نزدیک تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ

محبوب ترین ذات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونی چاہے، حتیٰ کہ اسے اپنی جان

سے بھی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہے اگر ایسا نہیں ہے تو اس

کا ایمان خطرہ میں ہے۔

عَنْ أَنَسِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّى

أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدَيْهِ وَوَلَدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

(بخاری: کتاب الایمان: باب حب الرسول من الایمان، رقم 15)

صحابی رسول انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

سوال یہ ہے کہ ہر مؤمن کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے اس کی کیا وجہ، مرکزی وجہ یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے پر آمادہ کرے، لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ صلی اللہ کی ذات میں بھی ایسی خوبیاں موجود ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت کا فطری تقاضہ کرتی ہیں، ان خوبیوں کے تذکرہ سے قبل آئیے دیکھتے ہیں کہ کسی سے محبت کیوں کی جاتی ہے؟ اگر ہم اہل دنیا کی محبتوں کا جائزہ لیں اور ان کے واقعات پر دھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر محبت کے پیچھے درج ذیل تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب ہوتا ہے:

☆ محبوب کا احسان

☆ محبوب کا کردار

☆ محبوب کا حسن و جمال

اہل دنیا کی محبتوں کے پیچھے ان اسباب میں سے کوئی ایک ہی سبب ہوتا ہے، یعنی کوئی صرف کسی کے احسان کے سبب اس سے محبت کرنے لگتا ہے، خواہ وہ عمدہ کردار اور حسن و جمال سے محروم ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح کوئی شخص کسی فن میں مہارت رکھتا ہے تو کچھ لوگ اس پر فدا ہو جاتے ہیں چاہے وہ احسان اور حسن و جمال کی خوبی سے عاری ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح کوئی حسین و جمیل ہے تو لوگ اس کے بھی گرویدہ ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ بد اخلاق اور بد کردار ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن جب ہم اہل ایمان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو دیکھتے ہیں تو پوری انسانیت میں صرف اور صرف یہی ایک ایسی محبوب ذات نظر آتی ہے جن کی

محبت کے پیچھے نہ صرف یہ کہ مذکورہ جملہ اسباب محبت بیک وقت پائے جاتے ہیں بلکہ یہ اسباب درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثم البيل قد يكون لها يستلذة الانسان ويستحسنه كحسن الصورة والصوت والطعام ونحوها وقد يستلذة بعقله للبعاني الباطنة كحبة الصالحين والعباء وأهل الفضل مطلقا وقد يكون لاحسانه إليه ودفعه البضار والبخارة عنه وهذه البعاني كلها موجودة في النبي صلى الله عليه وسلم لها جمع من جمال الظاهر والباطن وكمال خلال الجلال وأنواع القضايل واحسانه إلى جميع المسلمين بهدايته اياهم إلى الصراط المستقيم ودوام النعم والابعاد من الجحيم. (شرح النووی علی مسلم: 142)

کبھی کسی سے محبت اس لذت کی بنا پر ہوتی ہے جسے انسان کسی کی صورت و آواز یا کھانے وغیرہ میں محسوس کرتا ہے، کبھی ان اندورنی خوبیوں کی بنا پر ہوتی ہے جسے انسان اپنے شعور کے ذریعہ بزرگوں، اہل علم یا ہر قسم کے اہل فضل لوگوں میں محسوس کرتا ہے، اور کبھی محبت اپنے اوپر کئے گئے احسان یا اپنی مشکلات کا ازالہ کئے جانے کی بنا پر ہو جاتی ہے، اور یہ تمام اسباب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت ہر قسم کے ظاہری و باطنی جمال و کمال اور ہر قسم کے فضائل و کردار سے متصف ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراط مستقیم اور دائمی نعمتوں کی طرف تمام مسلمانوں کی رہنمائی کر کے اور جہنم سے انہیں دور کر کے احسان عظیم کیا ہے۔ (ایک مفکر کا خیال)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ:
 حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ عُمَانَ
 بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمَزٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ
 جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي
 طَالِبٍ، قَالَ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ،
 وَلَا بِالْقَصِيرِ، شَنَّ الْكَفَّيْنِ
 وَالْقَدَمَيْنِ، ضَمَّ الرَّأْسِ، ضَمَّ
 الْكَرَادِيْسِ، طَوِيلُ الْمَسْرُوبَةِ، إِذَا
 مَسَى تَكْفَأُ تَكْفُؤًا، كَأَمَّا يَنْحَطُّ
 مِنْ صَبَبٍ، لَمْ أَرِ قَبْلَهُ، وَلَا بَعْدَهُ
 مِثْلَهُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو
 زیادہ لمبے قد کے تھے اور نہ پست قد، آپ کی
 ہتھیلیاں اور پاؤں، گوشت سے پر تھے سر
 مبارک اور کاندھوں کے جوڑ بھاری اور
 مضبوط تھے اور سینہ مبارک سے ناف
 مبارک تک بالوں کی ایک باریک اور
 لمبی (لکیر تھی جب آپ چلتے تو آگے کی
 جانب جھکاؤ ہوتا گویا بلندی سے (نشیب
 میں) اتر رہے ہیں میں نے نہ تو آپ سے
 پہلے آپ جیسا کوئی دیکھا اور نہ آپ کے
 بعد

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ: یعنی حضور انور کی داڑھی شریف نہ تو کچی تھی جو صرف ٹھوڑی پر ہوتی
 ہے بلکہ بھرا خط تھا اور نہ آپ کٹواتے تھے بلکہ پوری ایک مشت یعنی چار انگل رکھتے
 تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث شریف کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور انور داڑھی
 کو اطراف سے لیتے تھے۔ اس کی تفسیر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وہ عمل ہے
 کہ آپ اپنی داڑھی شریف مٹھی سے پکڑتے جو حصہ مٹھی سے باہر ہوتا اسے کٹوادیتے
 تھے۔ تمام انبیاء کرام کھنی داڑھی والے تھے، حضور انور کی داڑھی شریف بھی کھنی اور
 بڑی تھی ایک مشت۔ اور ہتھیلیاں اور تلوے بھرے ہوئے یہ بڑا حسن ہے۔

مشرَب باب افعال کا مفعول ہے جس کے معنی ہیں سفیدی میں کچھ تھوڑی سرخی پلائی ہوئی۔ بالکل سرخ رنگ بھی اچھا نہیں اور سرخی میں سفیدی کی جھلک بھی حسن نہیں بلکہ سفیدی میں سرخی کی جھلک اعلیٰ حسن ہے۔ اس حسن کا نام ملاحت ہے یعنی نمکین حسن، پچھلے دو حسنوں کو صباحت کہا جاتا ہے۔

کرادیس جمع ہے کر دوس کی، اس کے معنی ہیں جوڑ جہاں دو ہڈیاں جڑتی ہیں جیسے کندھے، گھٹنے، کلائی، کہنی وغیرہ۔ ہڈیوں کے کناروں کو بھی کر دوس کہتے ہیں، یہ اگر موٹے ہوں تو اعضاء میں طاقت و قوت پوری ہوتی ہے۔

مشرَبہ بالوں کی وہ پتلی دوڑی جو سینہ کے کنارہ سے ناف تک ہوتی ہے یہ کسی کے ہوتی ہے کسی کے نہیں۔ یہ ڈوری علامت ہے وفا داری کی اگر سینہ بالوں سے ننگا ہو تو آدمی اکثر بے وفا مطلبی ہوتا ہے۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں ضعف بھی نہ تھا اور تکبر بھی نہیں، قوت والی تواضع والی چال تھی، سر جھکا ہوا قدم پوری طاقت سے اٹھتا پوری طاقت سے زمین پر پڑتا تھا۔ یہ لفظ بنا ہے کفو سے بمعنی قدم پر اعتماد۔

یہاں قبلہ سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اور بعدہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے پہلے کا زمانہ دیکھا ہی نہیں آپ حضور انور سے قریباً تیس سال چھوٹے ہیں۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۲۹)

ساقِ اصلِ قدمِ شاخِ نخلِ کرمِ

شمعِ راہِ اصابتِ پہ لاکھوں سلامِ

کہانیِ قرآنِ نے خاکِ گزرِ کی قسمِ

اُس کفِ پاکیِ حرمتِ پہ لاکھوں سلامِ

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ
 الصَّبِيَّيْنِ الْبَصْرِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ،
 وَأَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَهُوَ
 ابْنُ أَبِي حَلِيْبَةَ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ،
 قَالُوا: حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ،
 عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى عُفْرَةَ،
 قَالَ: حَدَّثَنِي إِبرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ
 مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ:
 كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَمْ
 يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ الْمُبْتَغِي، وَلَا
 بِالْقَصِيرِ الْمُبْتَدِدِ، وَكَانَ رَبْعَةً
 مِنَ الْقَوْمِ، لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ
 الْقَطِطِ، وَلَا بِالسَّبِطِ، كَانَ جَعْدًا
 رَجُلًا، وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ، وَلَا
 بِالْمُكَلَّمِ، وَكَانَ فِي وَجْهِهِ
 تَدْوِيرٌ أبيضٌ مُشْرَبٌ، أَدَجَّ
 الْعَيْنَيْنِ، أَهْدَبَ الْأَشْفَارِ،
 جَلِيلَ الْمَشَاشِ وَالْكَعْدِ، أَجْرَدُ
 ذُو مَشْرَبَةٍ، شَدِيدَ الْكَفَيْنِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے
 محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ حضرت علی
 المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے
 فرماتے تھے کہ آپ نہ بہت لمبے قد کے
 تھے اور نہ ہی زیادہ چھوٹے قد کے بلکہ
 درمیانہ قد کے تھے اور آپ کے بال
 مبارک نہ تو زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ
 بالکل سیدھے بلکہ بل دار سیدھے تھے۔
 آپ کا جسم گوشت سے پر نہیں تھا بلکہ
 (چہرہ مبارک میں) کسی قدر گولائی تھی۔
 آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ آنکھیں
 خوب سیاہ سرگیں اور پلکیں گھنی اور لمبی
 تھیں۔ جوڑ اور کندھوں کے درمیان کی
 جگہ مضبوط تھی، عام بدن بالوں سے خالی تھا
 البتہ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک
 باریک اور لمبی لکیر تھی۔ آپ کی ہتھیلیاں
 اور قدم پر گوشت تھی جب آپ چلتے تو
 زور سے پاؤں اٹھاتے گویا بلندی سے اتر
 رہے ہیں جب آپ کسی کی طرف دیکھتے تو
 پوری طرح دیکھتے آپ کے کندھوں کے

وَالْقَدَمَيْنِ، إِذَا مَشَى كَأَنَّهَا
يَنْحَطُّ فِي صَبَبٍ، وَإِذَا التَّفَتَّ
التَّفَتَّ مَعًا، بَيْنَ كِتْفَيْهِ خَاتَمُ
النُّبُوَّةِ، وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ،
أَجْوَدُ النَّاسِ صِدْقًا، وَأَصْدَقُ
النَّاسِ لَهْجَةً، وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً،
وَأَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً، مَنْ رَأَاهُ بَدِيهَةً
هَابَةً، وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ
، يَقُولُ نَاعِيثُهُ: لَمْ أَرِ قَبْلَهُ، وَلَا
بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یہاں وصف سے مراد ہے صورت پاک کی صفات بیان کرنا یعنی
حلیہ شریف۔ حضور انور کی نعت شریف چند قسم پر ہے:

حضور کے نور کا بیان، صورت کا بیان، سیرت و اخلاق کا بیان، گھر والوں سے
برتاوے کا بیان، مخلوق سے تعلق کا بیان، رب کی عبادات کا بیان، بندوں سے معاملات
کا بیان، حضور کی جود و سخا و کرم نوازیوں کا بیان غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حال
ہر کمال لازوال کی تعریفیں دریا ناپیدا کنار ہیں۔

زفرق تائبہ قدم ہر کجا کہ سے نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

منحط بمعنی محدود ہے باب افعال کا اسم مفعول ہے یعنی انتہائی دراز لیے، اور

مترود بمعنی انتہائی ہے یعنی بہت ہی پستہ قد۔ (مرقات)

حضور انور کے بال شریف سیدھے اور کناروں پر خم دار تھے اسے اردو میں کنڈل والے بال کہتے ہیں۔ یہ بہت ہی حسین ہوتے ہیں حضور کے بال، کھال، خدو خال، رخسار، گفتار، کردار سب ہی حسین تھے، حضور حسن کے مرکز ہیں جہاں سے حسن تقسیم ہوتا ہے۔

مطہم بہت موٹے کو بھی کہتے ہیں اور بہت دبے کو بھی یہ لفظ دو ضدوں کے لیے وضع کیا گیا ہے یعنی جیسے حضور انور میانہ قد تھے نہ بہت دراز نہ بہت پستہ قد یوں ہی حضور میانہ جسم تھے نہ بہت بھاری نہ بہت پتلے جسم والے۔ (مرقات)

اذبح وہ آنکھ ہے جس کی سفیدی بھی تیز ہو اور پتلی کی سیاہی بھی خوب تیز ہو یہ آنکھ کا بہت حسن ہے، گدلی سفیدی یا بھوری پتلی حسن کے خلاف ہیں، لمبے پلک حسن ہے پلکوں کا چھوٹا ہونا یا بالکل نہ ہونا حسن کے خلاف ہے۔

جلیل بمعنی موٹے یا بھاری، مشاش ہڈیوں کا کنارہ کندھوں کا کنارہ یا کندھے۔ یعنی کلائیوں پنڈلیوں وغیرہ پر بہت بال نہ تھے۔ خیال رہے کہ یہ اعضاء شریفہ بالوں سے بالکل خالی نہ تھے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ (مرقات)

صیب بلندی کو بھی کہتے ہیں اور نشیبی زمین کو بھی، پہلے صیب بمعنی بلندی گزر چکا یہاں بمعنی گہرائی ہے۔ انسان چڑھتے اترتے دونوں حالتوں میں خوب طاقت سے چلتا ہے لہذا دونوں فرمان بالکل درست ہیں کہ سرکار کی رفتار بہت طاقت سے ہوتی تھی جیسے چڑھتے یا اترتے وقت چلا جاتا ہے۔

یعنی اپنے دانے بائیں کندھیوں سے نہ دیکھتے تھے بلکہ ادھر دیکھنا ہوتا تو ادھر گھوم کر دیکھتے تھے پوری توجہ سے۔

مہر نبوت کی تفصیل پہلے گزر گئی یہ مہر خاتم النبیین ہونے کی علامت تھی اسی لیے

کسی نبی کو یہ معجزہ عطا نہیں ہوا کیونکہ ان میں کوئی صاحب خاتم النبیین نہ تھے۔
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ اپنے پر ایوں سے بہت ہی اچھا تھا، حضور صلی
اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچی، جب کسی پر سختی کہ تو اللہ کے لیے جیسے جہاد پر
کفار مجرمین کو سزائیں۔

معلوم ہوا کہ چہرہ انور میں وقار رعب و بدبہ اور ہیبت تھی کہ جو اچانک دیکھتا تو
مرعوب ہو جاتا مگر اخلاق کریمانہ ایسے تھے کہ چند روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
حاضر رہتا تو آپ سے مانوس ہو جاتا، اب بھی روضہ انور پر ہیبت ہے پہلی بار حاضری پر
دل تھرا جاتا ہے پھر وہاں سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا حتیٰ کہ وداع کے وقت آنکھوں سے
آنسو جاری ہوتے ہیں۔ شعر

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینے سے

ترے فدائی نکلتے ہیں جب مدینے سے

روضہ اچھا زائر اچھے اچھی راتیں اچھے دن

سب کچھ اچھا ایک رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

حضرات صحابہ کرام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کیا دیکھتے حضرت جبریل علیہ
السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نہ دیکھا، دیکھتے کیسے خدا نے حضور کا مثل بنایا ہی
نہیں۔ حضور انور کی بے مثالی کا مسئلہ ہم نے تفسیر نعیمی پارہ اول میں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی تفسیر میں کچھ تفصیل سے عرض کیا ہے جسے کہتے ہیں مسئلہ امتناع النظر۔
حضور کا مثل ناممکن ہے۔ خیال رہے کہ آیت کریمہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے مراد یہ
ہے کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں اس چیز میں مثل کہ خالص بندہ ہوں مجھ میں الوہیت کا
شائبہ نہیں، نہ خدا ہوں، نہ خدا کا جز، نہ خدا کا بیٹا بھائی وغیرہ بلکہ خالص بندہ ہوں۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں ایک مثل تم میں مجھ جیسا کون ہے یعنی کوئی نہیں۔

مسئلہ امتناع النظیر کی وضاحت از حضور غزالی و زماں سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرات محترم! اللہ عزوجل کے قادر مطلق ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز حق سبحانہ و تعالیٰ کے شایان شان ہے اس کی قدرت کے ماتحت ہے۔ اسی کو ممکن کہتے ہیں اور جو چیز محال ہے یعنی نہیں ہو سکتی وہ اپنی ذات میں عیب دار اور ناقص ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ تحت قدرت باری تعالیٰ ہو سکے اس سے اللہ عزوجل کا عاجز ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اس امر محال کافی نفسہ خراب اور ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے، پیشاب سے وضو نہیں ہو سکتا اس لئے وضو کرنے والے کا عجز ثابت نہیں ہوتا بلکہ پیشاب کا عیب دار اور ناقص ہونا ثابت ہوتا ہے کہ اس میں اس امر کی صلاحیت نہیں کہ اس سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کی جائے۔

جو باتیں شان الوہیت کے لائق نہیں ان کا تحت قدرت نہ ہونا عین کمال ہے مثلاً اپنے جیسا معبود پیدا کرنا اپنی ذات کو معاذ اللہ فنا کر دینا اپنے لئے بیوی اولاد بھائی رشتہ دار بنانا اسی طرح جھوٹ بولنا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پیدا کرنا۔ ان سب باتوں کے لئے ضروری ہے کہ تحت قدرت باری تعالیٰ نہ ہوں ورنہ اس کی توحید اس کی حیات لم یلد ولم یولد اس کا صدق، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا، سب کی نفی ہو جائے گی حالانکہ ان تمام امور کا حق ہونا واجب اور ضروری ہے۔ نظیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد یہ ہے کہ وجود میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تمام مخلوق میں سب سے پہلے پیدا ہو اور بعثت دنیوی میں سب نبیوں کے بعد ہو اور ظاہر ہے کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ کائنات کی پیدائش ہو چکی اب اولیت ممکن نہیں اسی طرح تمام انبیاء مبعوث ہو چکے جن میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اگر کوئی نظیر حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض کی جائے تو وہ ہمارے آقا تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی ہوگا اس صورت میں

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہیں گے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل نبی بن کر آئے گا جو کہ محال ہے لہذا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر پیدا ہونا محال ہے۔ بہر نوع تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم ممتنع النظیر ہیں، آپ جیسا پیدا نہیں ہو سکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھ کر اہل عرب بولے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا پیدا جہاں میں ہو نہیں سکتا

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جس سے تعلق ہو گیا وہ بھی بے مثل ہو گیا اللہ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يا نساء النبي لستن كأحد من النساء

اے نبی کی (پاک) بیویوں! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں۔

(پارہ ۱۲۲ الاحزاب آیت نمبر ۳۲)

یعنی اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں! تم جہاں بھر میں کسی کی مثل نہیں ہو۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دنیا کی ہر عورت کے مقابلے میں بے مثل فرمایا حالانکہ وہ عورتیں تھیں اور دنیا میں اور عورتیں بھی تھیں مگر ازواج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مثل نہیں۔ کیوں! اس لئے کہ ان کا تعلق اللہ عزوجل کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویاں بھی بے مثل ہوئیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس کا تعلق ہو جائے وہ بھی بے مثل ہو جاتا ہے۔

شبہ

یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والا بے مثل ہو سکتا ہے تو اسی تعلق کی وجہ سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی بے مثل ہوگی اور قاعدہ ہے بے مثل، بے مثل کی مثل ہوتا ہے لہذا ہم سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہوئے۔

شبهہ کا ازالہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرتبہ میں بے مثل ہیں اور امت اپنے مرتبہ میں بے مثل ہے جس طرح قرآن کریم میں ہے:

کنتم خیر امة اخرجت للناس

تم بہترین امت ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں۔

(آل عمران آیت ۱۱۰)

یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو! تم ایسی بہترین امت ہو جو لوگوں کے واسطے نکالی گئی ہو گو یا تم تمام امتوں میں بہترین امت ہو اور تم رسولوں کی امتوں میں بے مثل امت ہو۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں بے مثل ہیں۔ حدیث پاک میں ہے جب تک میں جنت میں نہ جاؤں گا کوئی نبی جنت میں نہ جائے گا اور جب تک میری امت جنت میں نہ جائے گی اور کوئی امت جنت میں نہ جائے گی۔ اب اس سے واضح ہو گیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ہونا اپنے رتبہ کے لائق ہے اور امت کا بے مثل ہونا اپنے مرتبہ کے موافق ہے۔ واللہ اعلم!

حضور غزالیٰ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں؛ حضرات محترم! سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل اور نظیر محال بالذات ہے اور ممتنع ٹھہری ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول مخلوق اور آخری مبعوث ہیں۔ اب اگر دوسرے محمد کا وجود فرض کریں تو وہ اول نہ ہو۔ کیونکہ ابتدائے خلق ہو چکی۔ جس کی واپسی عقلاً محال بالذات ہے پس اگر دوسرا ہو بھی تو اول نہ ہو گا جب اول نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل بھی نہ ہو۔ دوسرے محمد کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منافی ہے جس وقت بھی اس کا وجود فرض کریں گے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے عدم کو بھی ماننا پڑے گا گو یا دوسرے محمد کے وجود نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال خاتمیت

کو ختم کر دیا تو جو شخص اپنے مقابل کے کمال کو ختم کر دے وہ اس کی مثل نہ ہوگا بلکہ افضل ہوگا۔ لہذا دوسرے محمد کا وجود محال بالذات ہے۔ دوسرا محمد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال خاتمیت کے منافی ٹھہرا اور اس سے معاذ اللہ کلام الہی کا کذب بھی لازم آیا کیونکہ اللہ عزوجل نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا ہے۔ دوسرے کا وجود اس کلام کی تکذیب کا موجب ہوگا اور کلام الہی کی تکذیب محال۔ لہذا دوسرے محمد کا پیدا ہونا بھی محال ہے۔ وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم!

(خطبات کاظمی جلد چہارم ص ۱۷۹-۱۷۸)

جب حسن بن علی رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حیلہ مبارکہ کے زیادہ واصف تھے آپ کے حلیہ مبارکہ کے بارے میں سوال کیا اور میری خواہش تھی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مجھ سے بیان کریں تاکہ میں انہیں یاد رکھ سکوں تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذیشان معزز تھے آپ کے چہرہ انور چود ہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ نہایت مناسب قدر رکھتے تھے۔ آپ کا سر مبارک بڑھا تھا اور بال مبارک قدرے بل کھائے ہوئے تھے، اگر سر کی مانگ خود بخود نکل

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ ،

قَالَ : حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَجَلِيُّ ، إِمْلَاءً

عَلَيْنَا مِنْ كِتَابِهِ ، قَالَ : أَخْبَرَنِي

رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ ، مِنْ وَلَدِ أَبِي

هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ ، يُكْنَى أَبَا عَبْدِ

اللَّهِ ، عَنِ ابْنِ لَأْبِي هَالَةَ ، عَنِ

الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ، قَالَ : سَأَلْتُ

خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ ، وَكَانَ

وَصَافًا ، عَنْ حَلِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَأَنَا

أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا

أَتَعَلَّقُ بِهِ ، فَقَالَ : كَانَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُحْمًا

آتی تو رہنے دیتے ورنہ خود نہ نکالتے جب آپ بالوں کو بڑھاتے تو کانوں کی لو سے تجاوز کر جاتے، آپ چمکدار رنگ والے کشادہ پیشانی والے تھے، ابرو مبارک خم دار، باریک گھنے اور جدا جدا تھے، ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو جلال کے وقت سرخ ہو جاتی، آپ کا ناک مبارک بلندی مائل نہایت خوبصورت اور روشن تھا، غور سے دیکھنے والا آپ کو بلند بینی خیال کرتا آپ کی داڑھی مبارک گھنی اور رخسار مبارک نرم اور ہموار تھے۔ دہن مبارک کشادہ تھا اور دانتوں میں بھی فراخی تھی، سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی باریک لکیر تھی۔ آپ کی گردن گویا مورت کی گردن تھی، چاندی کی طرح صاف، آپ کے اعضاء متناسب پر گوشت اور کھونٹے ہوئے تھے، پیٹ مبارک اور سینہ ہموار تھا اور کشادہ اور دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تھا، مضبوط جوڑوں والے تھے، بدن کا کھلا رہنے والا حصہ بھی روشن تھا۔ سینہ سے ناف تک بالوں نے ایک باریک

مَفْحًا، يَتَلَأُّ وَجْهَهُ، تَلَأَوُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، أَطْوَلُ مِنَ التَّرْبُوعِ، وَأَقْصَرُ مِنَ الْمَشْدَبِ، عَظِيمُ الْهَامَةِ، رَجُلُ الشَّعْرِ، إِنْ انْفَرَقَتْ عَقِيْقَتُهُ فَرَقَهَا، وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرَةَ شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ، إِذَا هُوَ وَفَرَةٌ، أَزْهَرُ اللَّوْنِ، وَوَاسِعُ الْجَبِينِ، أَزْجُ الْحَوَاجِبِ، سَوَابِغٌ فِي غَيْرِ قَرْنٍ، بَيْنَهُمَا عِرْقٌ، يُدْرَهُ الْغَضَبُ، أَقْنَى الْعِرْنَيْنِ، لَهُ نُورٌ يَعْلُوهُ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ يَتَأَمَّلْهُ أُمَّمٌ، كَثُ اللَّحِيَّةِ، سَهْلُ الْحَدَائِنِ، ضَلِيْعُ الْفَمِ، مُفْلَجُ الْأَسْنَانِ، دَقِيْقُ الْمَسْرُوبَةِ، كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ دُمِيَّةٍ، فِي صَفَاءِ الْفِضَّةِ، مُعْتَدِلٌ الْخَلْقِ، بَادِنٌ مُمَاسِكٌ، سَوَاءٌ الْبَطْنِ وَالصُّدْرِ، عَرِيضُ الصُّدْرِ، بَعِيدٌ مَا بَيْنَ الْبَتْنِ الْبَتْنِ، ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ، أَنْوَرُ الْمُتَجَرِّدِ، مَوْضُوعٌ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالشُّرَّةِ بِشَعْرِ يَجْرِي كَالْحَيْطِ، عَارِي

الْغُدِّيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سَوَى
ذَلِكَ، أَشْعَرُ الذِّدَاعَيْنِ،
وَالْمَنْكَبَيْنِ، وَأَعَالِي الصَّدْرِ،
طَوِيلُ الزُّنْدَيْنِ، رَحْبُ الرَّاحَةِ،
شَنْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ،
سَائِلُ الْأَطْرَافِ أَوْ قَالَ: سَائِلُ
الْأَطْرَافِ مَخْصَانِ الْأَخْمَصَيْنِ،
مَسِيحُ الْقَدَمَيْنِ، يَنْبُو عَنْهَا
الْمَاءُ، إِذَا زَالَ، زَالَ قَلْعًا، يَخْطُو
تَكْفِيًا، وَيَمْشِي هَوْنًا، فَرِيحُ
الْبَشِيَّةِ، إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ
مِنْ صَبَبٍ، وَإِذَا التَّفَتَ التَّفَتَ
جَمِيعًا، خَافِضُ الظَّرْفِ، نَظْرُهُ
إِلَى الْأَرْضِ، أَطْوَلُ مِنْ نَظْرِهِ إِلَى
السَّمَاءِ، جُلُّ نَظْرِهِ الْمُلَاحَظَةُ،
يَسُوقُ أَصْحَابَهُ، وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ
بِالسَّلَامِ

خط بنایا ہوا تھا، اس لکیر کے سوا دونوں
چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھیں
البتہ دونوں کلائیوں، کندھوں اور سینہ کے
بالائی حصہ پر قدرے بال تھے کلاسیاں
دراز اور ہتھیلی فراخ تھی، ہتھیلیاں اور قدم
پر گوشت تھے، ہاتھوں اور پاؤں کی
انگلیاں مناسب طور پر لمبی تھیں، پاؤں
کے تلوے قدرے گہرے تھے، قدم ہموار
تھے اور ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔ جب
چلتے تو قوت سے چلتے و قار سے پاؤں
اٹھاتے اور پرسکون کشادہ قدم چلتے جب
چلتے (تویوں معلوم ہوتا) گویا بلندی سے اتر
رہے ہیں، جب کسی کی طرح دیکھتے تو پوری
طرح متوجہ ہو کر دیکھتے، آپ نیچی نگاہ والے
تھے اور آسمان کا بجائے زمین کی طرف
زیادہ نظر رکھتے۔ آپ کا زیادہ تر دیکھنا آنکھ
کے کنارے سے ہوتا تھا، صحابہ کرام کو پہلے
روانہ فرماتے پھر آپ تشریف لاتے اور
جب کسی سے ملتے تو پہلے سلام کرتے۔

حسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

شرح حدیث: جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اچانک دیکھتا وہ آپ کے رعب داب سے ڈر جاتا اور پہچاننے کے بعد آپ سے ملتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے بڑھ کر خوب رو اور سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۲۹، ج ۲، ص ۲۸۷)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے چہرہ انور کے بارے میں یہ کہا:

فَلَمَّا تَبَيَّنْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ۔

یعنی میں نے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو بغور دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، الحدیث: ۱۹۰۷، ج ۱، ص ۳۶۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب کہا کہ

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود

نمک آگین صباحت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

عربی زبان میں بھی کسی مداح رسول نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ

انور کے حسن و جمال کا کتنا حسین منظر اور کتنی بہترین تشریح پیش کی ہے

نَبِيِّ جَمَالٍ كُلُّ مَا فِيهِ مُعْجَزٌ مِنْ

الْحُسْنِ لَكِنْ وَجْهَهُ الْآيَةُ الْكُبْرَى

يُنَادِي بِكُلِّ نَحْوٍ فِي صَفْحِ خَدِّهِ

يَطَالِعُ مِنْ لَأْ لَأْ غُرَّتِهِ الْفَجْرَا

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسن و جمال کے بھی نبی ہیں، یوں تو ان کی ہر ہر چیز حسن کا معجزہ ہے لیکن خاص کر ان کا چہرہ تو آیت کبریٰ (بہت ہی بڑا معجزہ) ہے۔ ان کے رخسار کے صحن میں ان کے تل کا بلال ان کی روشن پیشانی کی چمک سے صبح صادق کو دیکھ کر اذان کہا کرتا تھا۔

محراب ابرو

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابروئے مبارک کی مدح میں فرماتے ہیں کہ جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام اور حضرت محسن کا کوزوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چہرہ انور میں محراب ابرو کے حسن کی تصویر کشی کرتے ہوئے یہ لکھا کہ

مہ کامل میں مہ نور کی یہ تصویریں ہیں
یا کھنچی معرکہ بدر میں شمشیریں ہیں

مقدس پیشانی

قدرتی طور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانی پر ایک نورانی چمک تھی۔ چنانچہ دربار رسالت کے شاعر مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حسین و جمیل نورانی منظر کو دیکھ کر یہ کہا ہے کہ

مَتَى يَبْدُ فِي الدَّاجِي الْبَهِيمِ جَبِينُهُ!
يَلُحُّ مِعْلَ مِصْبَاحِ الدَّجِي الْمَتَوَقِدِ

(شرح دیوان حسان بن ثابت الانصاری، ۱۵)

یعنی جب اندھیری رات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی ظاہر ہوتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جس طرح رات کی تاریکی میں روشن

چراغ چمکتے ہیں۔

آواز مبارک

یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے خصائص میں سے ہے کہ وہ خوب صورت اور خوش آواز ہوتے ہیں لیکن حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ خوب رو اور سب سے بڑھ کر خوش گلو، خوش آواز اور خوش کلام تھے، خوش آوازی کے ساتھ ساتھ آپ اس قدر بلند آواز بھی تھے کہ خطبوں میں دور اور نزدیک والے سب یکساں اپنی اپنی جگہ پر آپ کا مقدس کلام سن لیا کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، الفصل الاول فی کمال خلقہ... الخ، ج ۵، ص ۴۴۲-۴۴۵)

جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں
اس گلے کی نصارت پہ لاکھوں سلام

دست رحمت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیا کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و نازک نہیں پایا اور نہ کسی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بہتر اور بڑھ کر خوشبودار پایا۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۶۱، ج ۲، ص ۴۸۹)

جس شخص سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصافحہ فرماتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں کو خوشبودار پاتا۔ جس بچے کے سر پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا دست اقدس پھرا دیتے تھے وہ خوشبو میں تمام بچوں سے ممتاز ہوتا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر ادا کی پھر آپ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی نکلا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر چھوٹے چھوٹے بچے آپ کی طرف دوڑ پڑے تو آپ ان میں سے ہر

ایک کے رخسار پر اپنا دستِ رحمت پھیرنے لگے میں سامنے آیا تو میرے رخسار پر بھی آپ نے اپنا دستِ مبارک لگا دیا تو میں نے اپنے گالوں پر آپ کے دستِ مبارک کی ٹھنڈک محسوس کی اور ایسی خوشبو آئی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ کسی عطر فروش کی صندوقچی میں سے نکالا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب رائحة النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۲۳۲۹، ص ۱۲۷۱)

اس دست مبارک سے کیسے کیسے معجزات و تصرفات عالم ظہور میں آئے ان کا کچھ

تذکرہ آپ معجزات کے بیان میں پڑھیں گے۔

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا

موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بار دو عالم کی پروا نہیں

ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبہ دین و ایماں کے دونوں ستون

ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم

اُس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں

انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی، ہر چند تلاش کی مگر

اندھیرے کے سبب سے نہ ملی۔ پس حضور ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو

آپ کے رخ انور کی روشنی سے سارا کبرار روشن ہو گیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتا

چل گیا۔ (ابن عساکر خصائص کبریٰ)

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے

شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہن مبارک فراخ، موزوں اور اعتدال کے ساتھ

بڑا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ضليع الفم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہن مبارک فراخ تھا۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 6: 33، ابواب المناقب، رقم: 3647) (ترمذی، الجامع الصحیح، 6: 33،

ابواب المناقب، رقم: 3646) (احمد بن حنبل، المسند، 5: 97، رقم: 20952) (ابن حبان، الصحیح، 14:

199، رقم: 6288) (طیالسی، المسند، 1: 104، رقم: 765) (طبرانی، المعجم الکبیر، 2: 220، رقم:

1904) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 416) (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرة)، 6: 22)

(سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 35، رقم: 24)

وہن اقدس چہرہ انور کے حسن و جمال کو دو بالا کرتا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہن مبارک سے جو کلمہ ادا ہوتا حق ہوتا، حق کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ یہ

علم و حکمت کا چشمہ آبِ رواں تھا جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا وَشْيُ يُوسُفَ ۗ

اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے ۞ وہ تو وہی

فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے ۞

(القرآن، النجم، 53: 3، 4)

غصہ کی حالت میں بھی وہن اقدس سے کلمہ حق ہی ادا ہوتا۔ چنانچہ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات کو حیطہ تحریر میں لے آیا کرتے تھے کیونکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان سے فرمایا تھا:

اكتب، فوالذي نفسى بيده! ما يخرج منه لاحق
لكهوى (جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے)، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ
قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔

(ابوداؤد، السنن، 3: 315، کتاب العلم، رقم: 3646) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 5: 313، رقم:

26428) (بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، 1: 415، رقم: 756) (عسقلانی، فتح الباری، 1: 207)

(حسن رامہرزی، المحدث الفاصل، 1: 366)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان، اللہ کا فرمان، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
نطق، نطق الہی، جس میں خواہشِ نفس کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کبھی کبھی دل لگی بھی فرمایا کرتے تھے۔
خوش کلامی، مزاح اور خوش مزاجی کے جواہر سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو
مزین ہوتی لیکن اُس خوش طبعی، خوش مزاجی یا خوش کلامی میں بھی شائستگی کا دامن ہاتھ
سے نہ چھوٹتا، مزاح اور دل لگی میں بھی جو فرماتے حق فرماتے

❖ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ

السَّمْعَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ

حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ

سَمُرَةَ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ

الْقَمِي، أَشْكَكَ الْعَيْنُ، مَنُحُوسٌ

سماک بن حرب رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر بن سمرہ

رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا وہن مبارک کشادہ، آنکھیں

فراخ اور سرخ مائل اور ایڑیاں مبارک

دلی پتی تھیں۔

العقب

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: حضرت سماک ابن حرب مشہور تابعی ہیں، کوفی ہیں، تیس صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے، بہت مقبول الدعائے تھے، خود کہتے ہیں کہ میری بینائی جاتی رہی تھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس نے مجھے بینائی واپس فرمادی۔ (اشعہ)

منہ کی کشادگی حسن ہے اور منہ کی تنگی بدزیب مگر کشادگی زیادہ مراد نہیں کہ وہ بدزیب ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہاں کشادگی منہ سے مراد ہے فصاحت و بلاغت مگر یہ قوی نہیں کہ یہاں حلیہ شریف کا ذکر ہے فصاحت کو حلیہ شریف سے تعلق نہیں۔

اشکل بنا ہے شکلہ سے، شکلہ کے معنی ہوتے ہیں مخلوط رنگ جس میں سفیدی میں سرخ ڈورے ہوں یا آنکھ کی سفیدی مائل بہ سرخی ہو اسی سے بنا ہے اشکل۔ عربی میں وجہ کہتے ہیں چہرہ کو اور فم کہتے ہیں دہان یعنی منہ کو، کشادہ منہ سے مراد ہے ہونٹ قدرے دراز ہوں یہ بھی حسن و خوبی ہے۔

محدثین فرماتے ہیں کہ سماک نے جو اشکل العین کی تفسیر کی ہے وہ درست نہیں تمام محدثین کا اسی پر اتفاق ہے کہ اشکل کے معنی یہ نہیں، اس کے معنی وہ ہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے یعنی آنکھ کی تیز سفیدی میں سرخ باریک ڈورے یہ بھی حسن ہے۔

پتلی ایری بہت حسین ہوتی ہے موٹی و چوڑی ایری بھدی ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حسن کے تمام اوصاف جمع تھے۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۲۳)

نورانی آنکھ

بیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود

اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کا یہ اعجاز ہے کہ آپ بہ یک وقت آگے پیچھے، دائیں بائیں، اوپر نیچے، دن رات، اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھا کرتے تھے۔ (الخصائص الکبریٰ للسیوطی، باب المعجزة والخصائص۔۔۔ الخ، ج ۱، ص ۱۰۴ والمواہب اللدیة، وشرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقہ۔۔۔ الخ، ج ۵، ص ۲۶۳، ۲۶۴)

چنانچہ بخاری و مسلم کی روایات میں آیا ہے کہ

اقْبِنُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَاللَّهِ اِنِّي لَا رَأَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي۔

(مشكاة المصابيح، کتاب الصلاة، باب الركوع، الحدیث ۸۶۸، ج ۱، ص ۱۸۰)

یعنی اے لوگو! تم رکوع و سجدہ کو درست طریقے سے ادا کرو کیونکہ خدا کی قسم!

میں تم لوگوں کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ

وَمِنْ الخَوَارِقِ الَّتِي أُعْطِيَهَا عَلَيْهِ السَّلَام۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشكاة المصابيح، تحت الحدیث: ۸۶۸، ج ۲، ص ۵۹۱)

یعنی یہ باب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان معجزات میں سے ہے جو

آپ کو عطا کئے گئے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کا دیکھنا محسوسات ہی تک محدود نہیں

تھا بلکہ آپ غیر مرئی و غیر محسوس چیزوں کو بھی جو آنکھوں سے دیکھنے کے لائق ہی نہیں ہیں

دیکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ وَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ

رَكُوعُكُمْ وَلَا خُشُوعُكُمْ۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الخشوع فی الصلاة، الحدیث: ۷۴۱، ج ۱، ص ۲۶۲)

یعنی خدا کی قسم! تمہارا رکوع و خشوع میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ سبحان

اللہ! پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نورانی آنکھوں کے اعجاز کا کیا کہنا؟ کہ پیٹھ

کے پیچھے سے نمازیوں کے رکوع بلکہ ان کے خشوع کو بھی دیکھ رہے ہیں۔

”خشوع“ کیا چیز ہے؟ خشوع دل میں خوف اور عاجزی کی ایک کیفیت کا نام ہے جو آنکھ سے دیکھنے کی چیز ہی نہیں ہے مگر نگاہ نبوت کا یہ معجزہ دیکھو کہ ایسی چیز کو بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جو آنکھ سے دیکھنے کے قابل ہی نہیں ہے۔ سبحان اللہ! چشمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز کی شان کا کیا کوئی بیان کر سکتا ہے؟ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال

دھوم ”والنجم“ میں ہے آپ کی پینائی کی

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر

بس قسم کھائیے امی تری دانائی کی

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ الشَّرِيحِيِّ،

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْقَاسِمِ،

عَنْ أَشْعَثَ يَعْنِي ابْنَ سَوَّارٍ، عَنْ

أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ،

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَّانٍ،

وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ

إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَبْرِ، فَلَهُوَ عِنْدِي

أَحْسَنُ مِنَ الْقَبْرِ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چودھویں رات میں (دھاری دار) سرخ یعنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا میں (کبھی) میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف تو آپ میرے نزدیک یقیناً چاند سے زیادہ حسین تھے۔

میں فرماتے ہیں کہ: آپ کا نام جابر ابن سمرہ ہے، کنیت ابو عبد اللہ ہے، قبیلہ بنی عامر ہے، حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں، کوفہ میں رہے وہاں ہی وفات پائی، ۴۷ھ چوتھریں وفات پائی۔ (اکمال)

اضحیٰ ان الف اور ح کے کسرہ سے وہ رات جس میں چاند رات بھر رہے یعنی چودھویں شب اور بادل بھی نہ ہو آسمان صاف ہو جب یہ دو شرطیں ہوں تو اسے اضحیٰ ان کہتے ہیں۔

اس طرح کہ کبھی تو آسمان کے چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنے مدینہ کے چاند شمس لضحیٰ بدرالدجی کو صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ حضور انور کا چہرہ دیکھنا بھی اعلیٰ عبادت ہے جیسے قرآن مجید کا دیکھنا بھی عبادت ہے بلکہ قرآن کو دیکھنے سے چہرہ انور دیکھنا اعلیٰ و افضل ہے کہ قرآن کو دیکھ کر مسلمان صحابی نہیں بننا حضور کا چہرہ دیکھ کر صحابی بن جاتا ہے، ان کا نام مسلمان بنائے، ان کا چہرہ صحابی بنائے اور ان کا تصور عارف بناتا ہے۔ شعر

تجہی کو دیکھنا تیری ہی سنا تجھ میں گم ہونا
حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

فرشتے قبر میں وہ چہرہ ہی دکھاتے ہیں پہچان کراتے ہیں قرآن مجید یا کعبہ معظمہ نہیں دکھاتے، انہیں کے چہرے کی شناخت پر قبر میں بیڑا پار ہوتا ہے، ہر مؤمن کی قبر مدینہ ہے بلکہ ہر مؤمن کا سینہ مدینہ ہے۔ ہم نے عرض کیا ہے

بنادو میرے سینہ کو مدینہ نکالو بحرِ غم سے یہ سفینہ

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور انور نے خالص سرخ کپڑے کبھی نہ پہنے بلکہ اس

سے مردوں کو منع فرمایا، ان جیسی احادیث میں سرخ دھاریوں والا جوڑہ مراد ہوتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔

ان حضرات کی نگاہ حقیقت بین تھی، حقیقت میں چہرہ مصطفوی چاند سے کہیں زیادہ حسین ہے کہ چاند صرف رات میں چمکے یہ چہرہ دن رات چمکے، چاند صرف تین رات چمکے یہ چہرہ ہمیشہ ہر دن رات چمکے، چاند جسموں پر چمکے یہ چہرہ دلوں پر بھی چمکے، چاند نور ابدان دے یہ چہرہ نور ایمان دے، چاند گھٹے بڑھے یہ چہرہ گھٹنے سے محفوظ رہے، چاند کو گرہن لگے یہ کبھی نہ گھے، چاند سے عالم اجسام کا نظام قائم ہے حضور سے عالم ایمان کا۔ حضور انور کا چاند سے زیادہ حسین ہونا صرف ان کی عقیدت میں نہ تھا بلکہ واقعہ یوں ہی ہے۔ چاند دیکھ کر کسی نے اپنے ہاتھ نہ کاٹے، حسن یوسف دیکھ کر زنان مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور حسن یوسفی سے حسن محمد کہیں افضل ہے لہذا حضرت جابر کا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ (مراة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۵۳)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ
 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 الرُّوَاسِيُّ، عَنْ زُهَيْرٍ، عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ، قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ
 بْنَ عَازِبٍ: أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ
 السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ مِثْلَ
 الْقَمَرِ.

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے
 حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک
 تلوار کی طرح شفاف تھا۔ انہوں نے کہا
 کہ نہیں بلکہ بدر کی طرح روشن گولائی لئے
 ہوئے تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ: جیسے تلوار سفید اور چمکدار ہوتی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

چہرہ انور چمکدار تھا مگر چونکہ اس تشبیہ میں دھوکہ ہوتا تھا کہ تلوار کی طرح لمبا ہو اس لیے اس کی تردید کر دی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو تلوار سے تشبیہ نہ دو چاند سورج سے تشبیہ دو مگر حقیقت یہ ہے۔ شعر

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں ان کے چہرے کو
میں ان کے کفش پا پر چاند کو قربان کرتا ہوں
چہرہ انور مائل بہ گولائی تھا نہ بالکل گول نہ لمبا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں
کہ لیس بہ کلثم۔ (مراة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی ایک جھلک

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۵۴۹، صحیح مسلم ۹۳/۲۳۳۷)

۲: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند جیسا (خوبصورت اور پر نور) تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۵۵۲)

۳: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسے چمک اٹھتا گویا کہ چاند

کا ایک ٹکڑا ہے۔ (صحیح بخاری: ۳۵۵۶، صحیح مسلم: ۲۷۶۹)

۴: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی (خوبصورت) دھاریاں بھی چمکتی تھیں۔

(صحیح بخاری: ۳۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۴۵۹)

۵: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کی طرح (خوبصورت، ہلکا سا) گول تھا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۹/۲۳۴۴)

۶: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گورے رنگ، پر ملاحت چہرے، موزوں ڈیل ڈول اور

میانہ قد و قامت والے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۰)

۷: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ نہ تو چونے کی طرح خالص سفید تھا اور نہ گندمی کہ سانولا نظر آئے بلکہ آپ کا رنگ گورا چمکدار تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۵۴۷، صحیح مسلم: ۲۳۴۷)

۸: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج کی روشنی آپ کے رخ انور سے جھلک رہی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۲۷۶، ۹: ۶۳، صحیح علی شرط مسلم)

۹: اہل ایمان کے نزدیک سب چہروں سے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ہے۔ (صحیح بخاری: ۴۳۷۲)

آپ کے چہرے کی برکت سے بارش

ایک مرتبہ ملک عرب میں انتہائی خوفناک قحط پڑ گیا۔ اہل مکہ نے بتوں سے فریاد کرنے کا ارادہ کیا مگر ایک حسین و جمیل بوڑھے نے مکہ والوں سے کہا کہ اے اہل مکہ! ہمارے اندر ابوطالب موجود ہیں جو بانی کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین بھی ہیں۔ ہمیں ان کے پاس چل کر دعا کی درخواست کرنی چاہیے۔ چنانچہ سردار ان عرب ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فریاد کرنے لگے کہ اے ابوطالب! قحط کی آگ نے سارے عرب کو جھلسا کر رکھ دیا ہے۔ جانور گھاس پانی کے لئے ترس رہے ہیں اور انسان دانہ پانی نہ ملنے سے تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں۔ قافلوں کی آمد و رفت بند ہو چکی ہے اور ہر طرف بربادی و ویرانی کا دور دورہ ہے۔ آپ بارش کے لئے دعا کیجیے۔ اہل عرب کی فریاد سن کر ابوطالب کا دل بھرا آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر حرم کعبہ میں گئے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کعبہ سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا مانگنے میں مشغول ہو گئے۔ درمیان دعا میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک کو

آسمان کی طرف اٹھا دیا ایک دم چاروں طرف سے بدلیاں نمودار ہوئیں اور فوراً ہی اس زور کا بارانِ رحمت برسا کہ عرب کی زمین سیراب ہو گئی۔ جنگلوں اور میدانوں میں ہر طرف پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ چشیل میدانوں کی زمینیں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔ قحط دفع ہو گیا اور کال کٹ گیا اور سارا عرب خوش حال اور نہال ہو گیا۔

چنانچہ ابوطالب نے اپنے اس طویل قصیدہ میں جس کو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں نظم کیا ہے اس واقعہ کو ایک شعر میں اس طرح ذکر کیا ہے

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
بِمَالِ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلرَّامِلِ

یعنی وہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ ان کے رخ انور کے ذریعہ بدلی سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانا اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، ذکر و قاتلہ وما يتعلق بابوہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج 1، ص 355)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال

جب امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وصال آیا، تو حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں اور آپ نے یہ شعر پڑھا:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
رَبِيعُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلرَّامِلِ

ترجمہ: سفید رنگ والے جن کے چہرے کے سبب بادل برستے ہیں، آپ یتیموں کی بہار اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

شان ہے۔ (باب الاحیاء ص ۳۹۵)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْبَصَائِطِيُّ
سُلَيْمَانُ بْنُ سَلَمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
النَّظَرُ بْنُ شَمِيلٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ
أَبِي الْأَخْطَرِ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ،
عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،
قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْيَضَ كَأَمَّا صَيْغٌ
مِنْ فِضَّةٍ، رَجُلٌ الشَّعْرِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید
رنگ تھے گویا چاندی ڈھالی گئی ہو اور آپ
کے بال کسی قدر سیدھے گھنگریالے تھے۔

شرح حدیث: حسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تقاضائے ایمان

اقلیم رسالت کے تاجدار حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسندِ محبوبیت
پر یکتا و تنہا جلوہ افروز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن بھی حسنِ بے مثال کا مرقع
اور ظاہر بھی انوار و تجلیات کا آئینہ دار ہے۔ جہاں نقطہ کمال کی انتہاء ہوتی ہے وہاں
سے حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدا ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے حسن و جمال کو بے مثل ماننا ایمان و ایقان کا بنیادی جزو ہے۔ کسی شخص کا ایمان
اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ نبی بے مثال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باعتبار
صورت و سیرت اس کائناتِ ہست و بود کی تمام مخلوقات سے افضل و اکمل تسلیم نہ
کرے۔

1۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من تمام الإیمان به اعتقاد أنه لم يجتمع في بدن آدمي من

المحاسن الظاهرة الدالة على محاسنه الباطنة، ما اجتمع في
بدنه عليه الصلوة والسلام

کسی شخص کا ایمان اُس وقت تک مکمل ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ اعتقاد
نہ رکھے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجودِ اقدس میں ظاہری و
باطنی محاسن و کمالات ہر شخص کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے بڑھ کر ہیں۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1:10)

2- شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمَا يَتَعَيَّنُ عَلَى كُلِّ مَكْتَفٍ أَنْ يَعْتَقِدَ أَنَّ اللَّهَ سَبْحَانَهُ تَعَالَى
أَوْ جَدَّ خَلَقَ بَدَنَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى وَجْهِهِ لَمْ يُوجَدْ قَبْلَهُ
وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ

مسلمانانِ عالم اس بات پر متفق ہیں کہ ہر شخص کے لئے سرکارِ دو عالم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ ربِّ کائنات
نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدنِ اطہر کو اس شان سے تخلیق فرمایا
ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو آپ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل نہ بنایا۔ (بیجوری، المواہب اللدیۃ علی شمائل الحمدیۃ: 14)

3- امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

إِنَّ مِنْ تِمَامِ الْإِيمَانِ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بِأَنَّ اللَّهَ
تَعَالَى جَعَلَ خَلْقَ بَدَنِهِ الشَّرِيفِ عَلَى وَجْهِهِ لَمْ يَطْهَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ
خَلْقَ آدَمِ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ ایمان کی تکمیل کے لئے (بندۂ مومن کا) یہ
اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے پہلے اور نہ بعد میں ہی کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل حسین و
جہیل بنایا۔ (قسطلانی، المواہب اللدنیہ، 1: 248)

4- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر ایمان کی تکمیل کے موضوع
پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مِن تَمَامِ الْإِيمَانِ بِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْإِيمَانُ بِهِ بِأَنَّهُ
سَبْحَانَهُ خَلَقَ جَسَدًا عَلَى وَجْهِهِ لَمْ يَطْهَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ -

ایمان کی تکمیل کے لئے اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ رب
کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اقدس حسن و جمال میں
بے نظیر و بے مثال تخلیق فرمایا ہے۔ (سیوطی، الجامع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لصغیر، 1: 27)

5- امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ مَرَّحُوا بِأَنَّ مِنْ كِبَالِ الْإِيمَانِ إِعْتِقَادُ أَنَّهُ لَمْ يَجْتَمِعْ فِي بَدَنِ
إِنْسَانٍ مِنَ الْحَاسِنِ الظَّاهِرَةِ، مَا اجْتَمَعَ فِي بَدَنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وآلہ وسلم۔

تمام علماء نے اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ کسی انسان کا ایمان اس وقت
تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی ذات اقدس میں پائے جانے والے محامد و محاسن کا کسی دوسرے
شخص میں موجود ہونا ممکن ہی نہیں۔ (مناوی شرح اشمال بر حاشیہ جمع المسائل، 1: 22)

6- مذکورہ عقیدے پر پختہ یقین رکھنے کے حوالے سے حافظ ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ کا
قول ہے:

أَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْكَ أَنْ تَعْتَقِدَ أَنَّ مِنْ تَمَامِ الْإِيمَانِ بِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ
السَّلَامُ الْإِيمَانُ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْجَدَ خَلْقَ بَدَنِهِ الشَّرِيفِ عَلَى

وجہ، لم یظهر قبلہ و لا بعدہ فی آدمی مثله صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم

(اے مسلمان!) تیرے اوپر واجب ہے کہ تو اس اعتقاد کو حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر ایمانِ کامل کا تقاضا سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کو حسین و جمیل اور کامل بنایا ہے اُس
طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یا بعد میں کسی بھی شخص کو نہیں
بنایا۔ (نبہانی، جواہر البحار، 2: 101)

7- پیکر مقدس کی رنگت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کی رنگت سفید تھی، لیکن یہ دودھ اور
چونے جیسی سفیدی نہ تھی بلکہ ملاحظت آمیز سفیدی تھی جو سُرخ مائل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی رنگت کو چاندی
اور گلاب کے حسین امتزاج سے نسبت دی ہے، کسی نے سفید مائل بہ سُرخ کہا ہے اور کسی
نے سفید گندم گوں بیان کیا ہے۔

1- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

کان أنور ہم لونا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگ روپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ
پُر نور تھے۔ (بیہقی، دلائل النبوة، 1: 300)

2- حضرت انس رضی اللہ عنہ جسم اطہر کی رنگت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أحسن الناس لونا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگت کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ
حسین تھے۔

(ابن عساکر، السیرة النبویة، 1: 321) (یہی روایت ابن سعد نے 'الطبقات الکبریٰ' (1: 9415) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے)

3- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أزهر اللون
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید چمکدار تھا۔

(مسلم، الصحیح، 4: 1815، کتاب الفضائل، رقم: 2330) (دارمی، السنن، 1: 45، رقم: 61) (احمد

بن حنبل، المسند، 3: 228)

4- حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے:

ولا بالأبيض الأمهق وليس بالادم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ نہ تو بالکل سفید اور نہ ہی گندمی تھا۔

(بخاری، الصحیح، 3: 1303، کتاب المناقب، رقم: 3355) (مسلم، الصحیح، 4: 1824، کتاب

الفضائل، رقم: 2347) (ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 592، ابواب المناقب، رقم: 3623) (ابن حبان،

الصحیح، 14: 298، رقم: 6387) (نسائی، السنن الکبریٰ، 5: 409، رقم: 9310) (طبرانی، المعجم الصغیر، 1:

205، رقم: 328) (بیہقی، شعب الایمان، 2: 148، رقم: 1412) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1:

413، 418) (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 6: 569، رقم: 3354) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 31، رقم:

17) (طبری، تاریخ، 2: 221)

5- حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ

کو جب یہ کہتے سنا:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وما على وجه الأرض

رجل راها غیری

میں نے رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے اور آج

میرے سوا پوری دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہو۔
تو میں عرض پر داز ہوا:

فکیف رأیتہ؟

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسا دیکھا؟
تو انہوں نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا:

كان أبيض مليحاً مقصداً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سفید، جاذب نظر اور قد میاں تھا۔

(مسلم، الصحیح، 4: 1820، کتاب الفضائل، رقم: 2340) (احمد بن حنبل، المسند، 5: 454)

بزار، المسند، 7: 205، رقم: 2775) (بخاری، الادب المفرد، 1: 276، رقم: 790) (ابن سعد،

الطبقات الکبریٰ، 1: 417، 418) (ناکبی، اخبار مکہ، 1: 326، رقم: 664)

7- امام ترمذی حضرت ابو طفیل رحمۃ اللہ علیہ ہی سے روایت کرتے ہیں:

كان أبيض مليحاً مقصداً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک سفید، جاذب نظر اور قد میاں تھا۔

(ترمذی، الشمائل الحمدیہ: 26) (خطیب بغدادی، الکفایہ فی علم الروایہ، 1: 137)

8- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أبيضاً مشرباً بحبوة

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفیدی اور سُرخی کا حسین امتزاج تھا۔

(احمد بن حنبل، المسند، 1: 116، رقم: 944) (ابن عبد البر، التمهید، 3: 8) (ابن حبان، الثقات،

7: 448، رقم: 10865) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 419) (مناوی، فیض القدر، 5: 70)

سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 23) (امام صالحی، سبل الہدی والرشاد، 2: 10)

9- حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان أبيض تعلوه حمرة

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفیدی اور سُرخی کا حسین مرقع تھا۔

(روایاتی، مسند الرویانی، 2: 318، رقم: 1280) (طبرانی، المعجم الکبیر، 10: 183، رقم:

10397) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 416) (ابن عساکر، السیرة النبویة، 1: 323)

10- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان لون رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أسمر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رنگت (کی سفیدی) گندم گوں تھی۔

(ابن حبان، الصحیح، 14: 197، رقم: 2686) (مقدسی، الأحادیث المختارة، 5: 309، رقم:

1955) (بیہقی، موارد الظمان، 1: 521، رقم: 2115) (ابن جوزی، الوفا: 410)

11- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أبيض كأنها صبيغ من فضة

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید رنگت والے تھے گویا آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا جسم مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔

(ترمذی، الشمائل المحمدیہ: 25، رقم: 11) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 22)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امالون آنحضرت تر وشن و تابان بود و اتفاق دامنند جمہور اصحاب

بر بیاض لون آن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، و وصف ککردند او مرا

بایض و بعض گفتند کان ایض ملیحا و در مروا تے ایض ملیح

الوجه و این احتیال دامنرد کمراد و وصف کہ بیاض و ملاحظت و

صفت زائدہ براتے بیان حسن و جمال و لذت بخشی و دلربائی دیدار

جان افزای و یا باشد۔ (عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوة، 1: 26)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک رنگ خوب روشن اور چمکدار تھا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید تھا، اسی چیز کو احادیث نبوی میں لفظ ابیض سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعض روایات میں کان ابیض ملیجا اور بعض روایات میں ابیض یلیح الوجھیسے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ ان سے مراد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ کی سفیدی بیان کرنا مقصود ہے، باقی ملاحظت کا ذکر بطور صفت زائدہ ہے اور اس لئے اس کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے جو لذت اور تسکین روح و جاں حاصل ہوتی ہے، اس پر دلالت کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن و جمال بے مثال تھا۔ جسم اطہر کی رنگت، نور کی کرنوں کی ریم جھم اور شفق کی جاذب نظر سُرخ کا حسین امتزاج تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کو کائنات کی کسی مخلوق سے بھی تشبیہ نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی الفاظ میں جلوہ ہائے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقشہ کھینچا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ہر لفظ اور ہر حرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس سے فروتر ہے۔ یہاں جذبات و احساسات کی بیسا کھیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

روایات میں تطبیق

امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام روایات کو بیان فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں:

فثبت بجموع هذه الروایات أن المراد بالسیرة حیرة تخالط البیاض، و بالبیاض الشہت ما یخالط الحیرة، و أما وصف لونه

فی أخبار بشدة البياض فبحول علي البريق و اللبعان كما يشير
إليه حديث كأن الشمس تحرك في وجهه

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ جن میں لفظ سمرہ کا ذکر ہے، وہاں اس سے مراد وہ سُرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو، اور جن میں سفیدی کا ذکر ہے اس سے مراد وہ سفید رنگ ہے جس میں سُرخ ہو اور بعض روایات میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک رنگ کو بہت زیادہ سفید بیان کیا گیا ہے، اس سے مراد اس کی چمک دمک ہے، جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور میں آفتاب محو خرام رہتا ہے۔ (مناوی، حاشیہ بر جمع الوسائل، 1:13)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جمع الوسائل میں امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

قال العسقلانی تبين من مجموع الروايات أن البراد بالبياض
الحنفي ما لا يخالطه الحبرة، والبراد بالنسرة الحبرة التي يخالطها
البياض

امام عسقلانی نے فرمایا: ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صرف سفیدی سے مراد وہ سفید رنگت ہے جس میں سُرخ کی آمیزش نہ ہو اور سمرہ سے مراد وہ سُرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو۔

(ملا علی قاری، جمع الوسائل، 1:13)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: پیکرِ نطافت و اطافت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی وجاہت اور حسن و رعنائی قدرت کا ایک عظیم شاہکار تھی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفاست پسندی اور نطافت و

طہارت کی عادت شریفہ نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر تا پا پاکیزگی کا پیکر تھے۔ جسم اطہر ہر طرح کی آلائشوں سے پاک و صاف تھا۔

1- حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم رقيق البشمة
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اقدس نہایت نرم و نازک تھا۔

(ابن جوزی، الوفا: 409)

2- آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم حضرت ابوطالب فرماتے ہیں:

والله ما ادخلته فراشي فاذا هوني غاية اللين
خدا کی قسم! جب بھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بستر
میں لٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو نہایت ہی نرم و نازک
پایا۔ (رازی، التفسیر الکبیر، 31: 214)

3- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ما مَسِسْتُ حَرِيرًا وَلَا دِينَجًا أَلِينَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
میں نے کسی ایسے ریشم یا دینج کو مس نہیں کیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو۔

(بخاری، الصحیح، 3: 1306، کتاب المناقب، رقم: 3368) (مسلم، الصحیح، 4: 1815، کتاب

الفضائل، رقم: 2330) (ترمذی، الجامع الصحیح، 4: 368، ابواب البر والصلوة، رقم: 2015) (احمد بن حنبل،

المسند، 1: 230، رقم: 13823) (ابن حبان، الصحیح، 14: 211، رقم: 6303) (ابن ابی شیبہ، المصنف،

6: 315، رقم: 31718) (ابو یعلیٰ، المسند، 6: 128، رقم: 3400) (عبد بن حمید، المسند، 1: 378، رقم:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری صفائی و پاکیزگی کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے، نفاست پسندی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اگرچہ جسم اطہر ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا اور قدرت نے اس پاکیزگی کا خصوصی اہتمام فرمایا تھا، تاہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لباس اور جسم کی ظاہری پاکیزگی کو بھی خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ شب میلاد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت بھی ہر لمحہ پاکیزگی اور طہارت کا مظہر بن گیا، عام بچوں کے برعکس جسم اطہر ہر قسم کی آلائش اور میل کچیل سے پاک تھا۔

4- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ولدتہ نظیفاً ما بہ قدر

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پاک صاف جنم دیا کہ آپ کے جسم پر کوئی میل نہ تھا۔ (خفاجی، لیم الریاض، 1: 363)

5- ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

ولدتہ أمہ بغیرہ مرد لا وجع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر خون اور تکلیف کے جنم دیا۔ (ملا علی قاری، شرح الشفاء، 1: 165)

تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی سی شانِ نظافت اللہ رب العزت نے آج تک کسی کو عطا نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں حسن و جمال کے پیکر تھے وہاں نظافت و طہارت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

قَالَ: أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعِيدٍ، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، مجھے انبیائے کرام دکھلائے گئے، جب میں

اللَّهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ ، فَإِذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ ، ضَرَبَ مِنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنْوَةَ ، وَرَأَيْتُ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهَا عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ ، وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهَا صَاحِبِكُمْ ، يَعْنِي نَفْسَهُ ، وَرَأَيْتُ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهَا دِحْيَةَ .

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ درمیانہ قد قبیلہ شنوہ کے مردوں سے معلوم ہوتے تھے اور میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے افراد میں سے ان سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ تمھارے صاحب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ مشابہ تھے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو جن کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے وہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہ تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

یہ واقعہ شب معراج کا ہے کہ بیت المقدس میں بھی اور آسمان پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے نبیوں سے ملاقات کی، رب فرماتا ہے: فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ .

شنوہ یمن میں ایک مشہور قبیلہ ہے جس کے لوگ بہت خوبصورت اور خوش اخلاق ہوتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کا حسن صورتہ بتانے کے لیے حضور نے ان کا ذکر

فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کے مقام ان کی قبور سے بھی خبردار ہیں اور تمام نبیوں سے ملاقات کی ہے انہیں جانتے پہچانتے ہیں۔

بعض شارحین نے سمجھا کہ یہ عروہ بھائی ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود کے یہ غلط ہے، یہ مسعود دوسرے ہیں جن کے بیٹے عروہ ہیں، آپ صحابی ثقفی ہیں، جب حضور انور طائف کی فتح سے مدینہ منورہ واپس ہوئے تو آپ مدینہ منورہ آ کر مسلمان ہوئے پھر اپنی کافر قوم کو اسلام کی دعوت دی، آپ نے اپنی گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر یہ آواز بلند اذان دینے لگے کسی نے اسی حالت میں آپ کو تیر مارا جس سے آپ اذان دیتے ہوئے شہید ہوئے، حضور انور نے فرمایا کہ یہ اس اسرائیلی مؤمن کی طرح ہیں جو گزشتہ زمانہ میں اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے شہید کیا گیا تھا۔ (اشعہ) یہ بہت حسین تھے۔

یعنی میں بالکل حضرت ابراہیم کی ہم شکل ہوں جو انہیں دیکھنا چاہے وہ مجھے دیکھ لے، حضور سیرت طیبہ طاہرہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتے جلتے تھے۔ اور دحیہ ابن خلیفہ کلبی بڑے مشہور صحابی ہیں، بہت ہی حسین و جمیل تھے، اکثر جبریل امین آپ کی شکل میں حاضر ہوتے تھے، حضرات صحابہ سمجھتے تھے کہ دحیہ کلبی آئے جبریل جب شکل انسانی میں آتے تو اس شکل میں آتے تھے، ان کی اپنی شکل و صورت تو ایسی ہے کہ کسی میں انکے دیکھنے کی تاب نہیں حضور انور نے صرف دو بار آپ کو اصلی شکل میں دیکھا جیسا کہ روایات میں ہے۔

(مرآة الناجح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷ ص ۵۲۵)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ،
وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، النَّعْمِيُّ وَاحِدًا،
قَالَ: أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ،
عَنْ سَعِيدِ الْجَرِيرِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ
سَعِيدَ جَرِيرِي رَحِمَهُ اللَّهُ كَيْفَ
مِنْ نَوَى ابْنِ لَطْفِيلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَوَيْهَ كَيْفَ
هُوَ سَاءَ، كَيْفَ حَضَرَ أَكْرَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَيْهَ
رَأَيْتُ وَالْوَلَدِ فِي ابْنِ رُوَيْسٍ زَمِينٍ

سَمِعْتُ أَبَا الطَّفَيْلِ ، يَقُولُ :
رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَمَا بَقِيَ عَلَى وَجْهِهِ
الْأَرْضُ أَحَدُ رَأَاهُ غَيْرِي ، قُلْتُ :
صِفْهُ لِي ، قَالَ : كَانَ أَبْيَضَ ،
مَلِيحًا ، مُقَصَّدًا .

میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے ان سے
کہا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ
حلیہ بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے
حضور گورے نمکین حسن والے میانہ قد
تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ

آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے، لیشی ہیں، کنانی ہیں، کنیت ابو طفیل اسی کنیت میں
مشہور ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے آٹھ سال پائے، روئے زمین
میں سب سے آخری صحابی آپ ہیں جن کی وفات سب صحابہ سے آخر میں ہوئی، آپ کی
وفات کے بعد کوئی صحابی دنیا میں نہ رہے دور صحابہ آپ کی وفات پر ختم ہوا، ۱۰۲ھ
ایک سو دو میں وفات پائی، مکہ معظمہ میں وفات ہوئی وہاں ہی دفن ہوئے۔

(مرقات، اکمال وغیرہ)

حسن دو قسم کا ہوتا ہے: بلج اور صبیح۔ بلج جس کا ترجمہ ہے نمکین حسن اگرچہ
صباحت بھی حسن ہے مگر ملاحظت حسن کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اس میں فرق بیان سے معلوم
نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی چھانٹ عاشق کی نگاہ کرتی ہے اس کے بیان سے زبان قاصر
ہے۔ (افعی) اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔ شعر

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو

نمکین حسن والا ہمارا نبی

یوں سمجھو کہ سفید رنگ صبیح ہے اور سفیدی میں سرخی کی جھلک ہو اور اس میں کشش

ہو کہ دل ادھر کچھ اور دیدہ اس کے دیدار سے بیر نہ ہو وہ بلج ہے یعنی نمکین حسن حضور

ایسے ہی حسین تھے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۴۴)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ
بْنُ الْمُنْذِرِ الْجَزَائِيُّ، قَالَ:
حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ
الزُّهْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ
بْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنُ أَخِي مُوسَى بْنِ
عُقْبَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ
كَرِيبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ إِذَا
تَكَلَّمَ رُبِّي كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ
ثَنَائِيهِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ

آگے والے اوپر نیچے کے چار دانتوں کو رباعیہ کہتے ہیں، ان سے متصل ایک
ایک دانت ثنائی کہلاتے ہیں، کیلوں کو انیاب کہتے ہیں، داڑھوں کو اضراس۔ حضور کی
ثنائیہ دانت رباعیہ سے بالکل ملے ہوئے نہ تھے بلکہ ان کے درمیان باریک کھڑکیاں
تھیں۔ یہ بھی حسن کا بہترین مرقع ہے یہ کھڑکی اوپر نیچے والے دونوں ثنائیاں
تھیں۔ (اشعۃ)

یہ نور دن میں بھی دیکھا جاتا تھا مگر رات میں تو دانتوں کے اس نور سے سوئی تلاش

کر لی جاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے

سوزن گم شدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے

رات کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۵۶)

دہن شریف

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخسار نرم و نازک اور ہموار تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ فراخ، دانت کشادہ اور روشن تھے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے دونوں اگلے دانتوں کے درمیان سے ایک نور نکلتا تھا اور جب کبھی اندھیرے میں آپ مسکرا دیتے تو دندان مبارک کی چمک سے روشنی ہو جاتی تھی۔

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی، باب الایات فی منہ... الخ، ج ۱ ص ۱۰۶ ملخصاً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آئی اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے کہ ان کو کبھی جمائی نہیں آتی کیونکہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوا کرتی ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام شیطان کے تسلط سے محفوظ و معصوم ہیں۔

(المواہب اللدیۃ و شرح الزرقانی، الفصل الرابع ما خص بہ... الخ، ج ۱ ص ۹۸)

زبان اقدس

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس وحی الہی کی ترجمان اور سرچشمہ آیات و مخزن معجزات ہے اس کی فصاحت و بلاغت اس قدر خدا عجاز کو پہنچی ہوئی ہے کہ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء آپ کے کلام کو سن کر دنگ رہ جاتے تھے۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زبان کی حکمرانی اور شان کا یہ اعجاز تھا کہ زبان سے جو فرما دیا وہ ایک آن میں معجزہ بن کر عالم وجود میں آ گیا۔

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اسکی پیاری فصاحت پہ بے حد درود

اسکی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

لعابِ دہن

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعابِ دہن (تھوک) زخمیوں اور بیماریوں کے لئے شفاء اور زہروں کے لئے تریاقِ اعظم تھا۔ چنانچہ آپ معجزات کے بیان میں پڑھیں گے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں غار ثور کے اندر سانپ نے کاٹا۔ اس کا زہر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن سے اتر گیا اور زخم اچھا ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آشوبِ چشم کے لئے یہ لعابِ دہن شفاء العین بن گیا۔ حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں جنگ بدر کے دن تیر لگا اور پھوٹ گئی مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعابِ دہن سے ایسی شفا حاصل ہوئی کہ درد بھی جاتا رہا اور آنکھ کی روشنی بھی برقرار رہی۔ (زاد المعاد غزوة بدر)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر تیر لگا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعابِ دہن لگا دیا فوراً ہی خون بند ہو گیا اور پھر زندگی بھر ان کو کبھی تیر و تلواریں کا زخم نہ لگا۔ (الاصابة فی تیسر الصجابہ، ابو قتادہ بن ربیع الانصاری، ج ۷، ص ۲۷۲)

شفاء کے علاوہ اور بھی لعابِ دہن سے بڑی بڑی معجزانہ برکات کا ظہور ہوا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا آپ نے اس میں اپنا لعابِ دہن ڈال دیا تو اس کا پانی اتنا شیریں ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر

کوئی شیریں کنواں نہ تھا۔

(المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقہ... الخ، ج ۵، ص ۲۸۹)
 امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشوراء کے دن دودھ پیتے بچوں کو بلاتے تھے اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے تھے۔ اور ان کی ماؤں کو حکم دیتے تھے کہ وہ رات تک اپنے بچوں کو دودھ نہ پلائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی لعاب دہن ان بچوں کو اس قدر شکم سیر اور سیراب کر دیتا تھا کہ ان بچوں کو دن بھر نہ بھوک لگتی تھی نہ پیاس۔

(المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، الفصل الاول فی کمال خلقہ... الخ، ج ۵، ص ۲۸۹)

جس کے پانی سے شاداب جان و جناں
 اس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام
 جس سے کھاری کنوئیں شیرہ جاں بنے
 اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

2- بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتِمِ النَّبُوَّةِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا ذکر

حضرت جعد بن الرحمن رضی اللہ عنہ	❖ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ الشَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ: ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،
فرماتے ہیں، میں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے (سائب بن یزید) میری خالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، (یہ) میرا بھانجا بیمار ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر	

إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعَ فَمَسَحَ رَأْسِي
 وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَاتِ ، وَتَوَضَّأَ ،
 فَشَرِبْتُ مِنْ وُضُوئِهِ ، وَقُمْتُ
 خَلْفَ ظَهْرِهِ ، فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ
 بَيْنَ كَتِفَيْهِ ، فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زُرِّ
 الْحَجَلَةِ .

وست مبارک پھیرا اور میرے لیے برکت
 کی دعا فرمائی ، پھر آپ نے وضو فرمایا تو
 میں نے آپ کے وضو مبارک کا بچا ہوا پانی
 پیا ، پھر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ
 کے پیچھے کھڑے ہو کر مہر نبوت کو یکھا جو
 آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی ،
 وہ (مہر نبوت) مسہری کی گھنڈی کی مثل
 تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ

حضرت سائب ابن یزید ازدی ہیں، خذلی، ۲ھ میں پیدا ہوئے، اپنے والد
 کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اس وقت سات سال کے تھے، نو عمر صحابی
 ہیں، عہد فاروقی میں بازار مدینہ کے حاکم تھے۔

غالباً آپ کے سر میں درد ہی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی
 برکت سے جاتا رہا اس ہاتھ کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت سائب کی عمر سو ۱۰۰ سال ہوئی
 لیکن نہ کوئی بال سفید ہوا اور نہ دانت گرا۔ (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ بیماروں کو
 بزرگوں کے پاس دم درود کے لیے لے جانا اور بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ پھیرنا
 سنت سے ثابت ہے۔

فضالہ شریف (بچا ہوا پانی) یا غسلہ (دھوون شریف) دوسرے معنی زیادہ ظاہر
 ہیں۔ صحابہ کرام اس غسلہ شریف کو حاصل کرنے کے لئے لڑتے تھے۔ خیال رہے کہ
 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو یا غسل کا غسلہ نجس ہے مگر ہمارا غسلہ نہ کہ

حضور کا، وہ تو تبرک اور نور ہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریف امت کے لئے پاک ہیں۔ (مرقاۃ داشعۃ)

مہر نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے نیچے دو کندھوں کے درمیان ایک پارہ گوشت تھا جس پر کچھ تل تھے۔ کبوتری کے انڈے یا مسہری کی گھنڈی کے برابر پارہ گوشت نہایت چمکیلا اور نورانیت تھا، تل سیاہ آس پاس بال، ان کے اجتماع سے یہ جگہ نہایت بھلی ہوتی تھی نیچے سے دیکھو تو پڑھنے میں آتا تھا اللہ و حَدَاةَ لَاشْرِيكَ لَهُ اُوپر سے دیکھو تو پڑھا جاتا ہے تَوَجَّهَ حَيْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنصُورٌ اسے مہر نبوت اس لیے کہتے تھے کہ گزشتہ آسمانی کتب میں اس مہر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم النبیین ہونے کی علامت قرار دیا گیا تھا اوقات کے وقت یہ مہر شریف غائب ہو گئی تھی۔ اس میں اختلاف ہے کہ بوقت ولادت موجود تھی یا نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ شق صدر کے بعد فرشتوں نے جوٹانکے لگائے تھے ان سے یہ مہر پیدا ہو گئی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ بوقت ولادت اصل مہر موجود تھی مگر اس کا ابھار ان ٹانگوں کے بعد ہوا۔ ان شاء اللہ اس کی زیادہ تحقیق آخر کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے بیان میں کی جائے گی۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۴۵۱)

ولادت مبارک اور مہر مبارک

حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں: جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے شکم میں تشریف فرما رہے میں نے کبھی درد و الم، بوجھ یا پیٹ میں مروڑ محسوس نہ کیا۔ حمل ٹھہرنے کے کامل نو (9) ماہ بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہو گئی۔ جب وقت ولادت قریب آیا تو عام عورتوں کی طرح مجھ پر بھی گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ میرے خاندان والے میری اس کیفیت سے واقف نہ تھے، میں گھر میں تنہا تھی۔ حضرت سیدنا عبدالمطلب طواف خانہ کعبہ زادھا اللہ شرفاً

وَتَعْظِيمًا فِي مَشْغُولٍ تَحْتَهُ۔ لہذا میں نے دستِ طلب اس ذات کے سامنے دراز کر دیا جس پر کوئی پوشیدہ چیز بھی مخفی نہیں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میری غم گسار بہن فرعون کی بیوی حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لے آئیں۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے سارا مکان روشن ہو گیا۔ یہ حضرت سیدتنا مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ پھر میں نے چودھویں کے چاند جیسے چمکتے دکلتے چہرے دیکھے، یہ حوروں کا قافلہ تھا۔ جب دروزہ کی تکلیف زیادہ ہوئی تو میں نے ان خواتین سے ٹیک لگائی۔ پھر عالم الغیب والشہادہ عَزَّ وَجَلَّ نے مجھ پر ولادت آسان فرمادی اور میرے بطن سے حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور عالم یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے ٹکٹکی باندھے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر شفقت کرنے لگیں، حضرت سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جلدی جلدی حاضر ہو گئیں۔ حوروں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین شریفین کے بوسے لئے۔

حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام بھی کاشانہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ حضرت سیدنا میکائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیا، حضرت سیدنا اسرافیل علیہ السلام بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ پھر فرشتے آقائے نامدار، مدینے کے تاجدار، حبیبِ پروردگار عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نگاہوں سے اوجھل لے گئے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات کی سیر کرانے لگے، تمام جنتی نہروں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غسل فرمانے سے فیض بیاں کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی جنتی درختوں کے پتوں پر رقم کر دیا۔ پھر لمحہ بھر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو واپس بھی لے

آئے۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات پر فضیلت دی گئی۔ حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سرمہ لگانا چاہا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چشمانِ کرم میں اچھی طرح سرمہ لگا ہوا تھا۔ حضرت سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناف مبارک کا ٹٹا چاہی تو دیکھا کہ وہ پہلے سے کٹی ہوئی تھی اور اس سے اضافی حصہ زائل ہو چکا تھا۔ پھر حورِ عین (یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حور) نے حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف خوشبوئیں لگائیں۔ اس کے بعد تین فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کی جانب جلدی جلدی بڑھے۔ ایک کے پاس سرخ سونے کا تھال، دوسرے کے پاس موتیوں سے بنا ہوا جگ اور تیسرے کے پاس سبز ریشمی رومال تھا۔ انہوں نے حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی مکھڑے کو جگ کے پانی سے دھویا۔ پھر چونے سے ختم نبوت و تصدیق کی مہر نکالی جو انتہائی روشن و چمک دار تھی اور اس مہربان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر لگا دی۔ پس یوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سعادت و توفیق کی تکمیل ہوئی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم ہوا: مقرب فرشتوں سے پہلے دنیا میں سے کسی کو محبوبِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے نہ بلائیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر عرشِ خوشی سے جھوم اٹھا اور کرسی بھی خوشی سے اترانے لگی اور جنوں کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: بے شک ہمیں اپنے راستے میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا ہے۔ اور فرشتے انتہائی خوشی و رعب سے تسبیح خوانی کرنے لگے، ہوائیں جھوم جھوم کر چلنے لگیں اور انہوں نے بادلوں کو ظاہر کر دیا، باغات میں ٹہنیاں جھکنے لگیں اور کائنات کے گوشے

گوشے سے اَهْلًا وَسَهْلًا مَرْحَبًا کی صدا میں آنے لگیں۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فیروز بختیوں کے ستارے کائنات میں ظاہر فرمائے تو کائنات روشن ہو گئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جود و عطا کی بجلیوں کو چمکایا تو وہ چمکنے و مگنے لگیں۔ اور رسالتِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چاند نما دلائل کے انوار کو پھیلایا تو وہ خوب جگمگانے لگے۔ اور کفار کی امیدوں کو ختم کر دیا پس وہ خاک میں مل گئیں۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غلبہ عطا فرما کر کفار بادشاہوں کو ذلت و رسوائی سے دوچار کیا پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رعب و دبدبے سے ان کے سر پست ہو گئے اور انہیں گردنیں جھکانی پڑیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے انسانیت مانوس ہو گئی اور اس نے رفعت و بلندی پالی۔ جن چوری چھپے سننے سے روک دیئے گئے۔ آسمانی فرشتے رکوع و سجود کرنے لگے۔ حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسین و جمیل حبیبِ خدا عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جنم دے کر کامیابی و کامرانی کے مقام پر فائز ہو گئیں اور حضرت سیدتنا حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی دانش مند خاتون آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے سے مشرف ہوئی اور کائنات بھر میں مذاہین (یعنی تعریف کرنے والوں) کی زبانیں شکر ادا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف میں لگن ہو گئیں۔

(الروضة الفائق فی المواقف والذائق من ۷۴ ص ۲۷)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اس عظیم الشان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری پر ساری کائنات خوشی سے جھوم اٹھی۔ اس ماہ مبارک کی پہلی رات حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عجیب کیف و سرور حاصل ہوا۔ دوسری رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

حصولِ مطلوب کا مژدہ ملا۔ تیسری رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا کہ آپ کے شکمِ اطہر میں جو ہستی ہے وہ ہماری حمد بجالانے اور شکر ادا کرنے والی ہے۔ چوتھی رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ملائکہ کی تسبیح سنی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا اعلان کر رہے تھے۔ پانچویں رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نور والے اور بلندیوں کے مالک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دے رہے تھے۔ چھٹی رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسا دائمی فرحت و سرور حاصل ہوا کہ اس کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ کمزور پڑیں، نہ آپ کو کبھی تھکاوٹ ہوئی۔ ساتویں رات اللہ عزّ و جلّ نے اپنی رضا کا نور پھیلا یا تو وہ ہر طرف پھیل گیا۔ آٹھویں رات ولادت شدہ دین کا وقت قریب آنے کی وجہ سے ملائکہ نے حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ اقدس کا چکر لگایا۔ نویں رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سعادتوں اور تونگری کی ابتداء ہوئی۔ دسویں رات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تھکاوٹ و تکلیف جاتی رہی۔ گیارہویں رات حضور سیدنا ^{لمبلغین} جناب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس جہانِ فانی میں تشریف لائے تو سارا گھر نور سے منور ہو گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شک و شبہ اور ڈر ختم ہو گیا، صفا و مروہ پہاڑ خوشی سے جھوم اٹھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں جلوہ گر ہوتے ہی اپنے پروردگارِ حقیقی عزّ و جلّ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور اپنی انگلی آسمان کی جانب اس طرح بلند کی جیسے کوئی شخص عاجزی و انکساری سے اپنے مالک کے سامنے ہاتھ بلند کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو کائنات میں بکھری، ملائکہ نے تکبیر و تہلیل (اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ) کے نعرے لگائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عظمت و جلالت والے چہرہ اقدس کے مبارک نور سے ساری زمین بقعہ نور (یعنی نور کا ٹکڑا) بن گئی۔

حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سفید بادلوں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا جنہوں نے نبی رحمت، شفیع اُمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ سے چھپالیا پھر میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: اے فرشتو! انہیں مشرق و مغرب کا طواف کراؤ، انہیں تمام سمندری مخلوق، جنگلوں، جانوروں اور خالی جگہوں میں رہنے والے جنوں کے پاس سے گزارو اور انہیں ہر ذی روح پر پیش کرو تا کہ وہ انہیں ان کے نام اور اوصاف کے ساتھ پہچان لیں، نیز انہیں سب انبیاء علیہم السلام کی جائے ولادت کا بھی چکر لگواؤ تا کہ ان کی برکت کے آثار و نشانات ان کو بھی عام ہوں۔

حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مزید فرماتی ہیں: پھر وہ بادل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور نیچے سبز ریشم بچھا ہوا تھا۔ تین افراد بڑی تیزی سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جانب بڑھے ایک کے پاس سرخ سونے کا طشت، دوسرے کے پاس موتیوں سے جڑا ہوا کوزہ اور تیسرے کے پاس سبز ریشم کا رومال تھا۔ انہوں نے چہرہ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوزے کے پانی سے دھویا پھر رومال سے تصدیق کی مہر نکال کر پشت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ثبت کر دی۔ اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت اور توفیق مکمل ہو گئی، پھر کسی کی آواز آئی: انہیں لوگوں کی نگاہوں سے چھپا دو اور انہیں حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برگزیدگی، حضرت سیدنا شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت، حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رقت و نرمی، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گہری دوستی، حضرت سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری، حضرت سیدنا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صبر، حضرت سیدنا یعقوب علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی بردباری، حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن و جمال، حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُریلی آواز، حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم، حضرت سیدنا لقمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمت، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طاقت، حضرت سیدنا یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زہد اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خندہ پیشانی عطا کر دو، بلکہ ان کو تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاقِ حمیدہ سے متصف کر دو۔

(رسائلِ میلادِ مصطفیٰ، باب مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لابن حجر کی علیہ الرحمۃ، ص

۲۴، مختصر ۱) (المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، ولادتہ... الخ، ج 1، ص 215) (الروض الفائق فی

المواہب والرفائق ص ۵۷۳)

وضو کے بچے ہوئے پانی میں 70 بیماریوں سے شفا

لوٹے وغیرہ سے وضو کرنے کے بعد بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت بھی ہے اور شفا بھی چنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ مخرّجہ جلد 4 صفحہ 575 تا 576 پر فرماتے ہیں: بقیۃ وضو (یعنی وضو کے بچے ہوئے پانی) کے لیے شرعاً عظمت و احترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیۃ آب (یعنی بچے ہوئے پانی) کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا شتر مرض سے شفا ہے۔ (الفرز دوس ج ۲ ص ۳۶۲ حدیث ۳۶۱۷) تو وہ ان امور میں آب زمزم سے مشابہت رکھتا ہے ایسے (یعنی وضو کے بچے ہوئے) پانی سے استیجا مناسب نہیں۔ تنویر کے آداب وضو میں ہے: وضو کے بعد وضو کا پسماندہ (یعنی بچا ہوا پانی) قبلہ رخ کھڑے ہو کر پیئے۔ (مجموع الابصار ج 1 ص ۲۷۵)

علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے تجربہ کیا ہے کہ

جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وضو کے بقیہ (بسنقی - یہ) پانی سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ نبی صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس صحیح طب نبوی میں پائے جانے والے ارشاد گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۲۷۷) وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ بِالْأَوَابِ۔

❖ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ
الطَّلَقَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ
بْنُ جَابِرٍ، عَنْ يِمَّاكِ بْنِ حَزْبٍ،
عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ
الْحَاتِمَ بْنَ كَتَيْبٍ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عُدَّةً
بِحَمْرَاءَ، مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے دونوں کندھوں کے درمیان کبوتری
کے انڈے کی طرح سرخ غدود دیکھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ مہر نبوت جسم شریف کے ہر رنگ تھی برص کی طرح بہت چٹی نہ تھی، یہ
بہت ہی حسین معلوم ہوتی تھی حضور کا حسن اسی شعر میں مذکور ہے۔ شعر
خوبی و شکل و شامل حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ وارند تو تہاداری
کس نیست در جہاں کہ ز حسنت عجب نہ ماند
ای در کمال حسن عجب تر زہر عجب
(مرآة النایج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۳۸)

بکیر کی راہب اور مہر نبوت

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف بارہ برس کی ہوئی تو اس وقت

ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر کیا۔ ابوطالب کو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہت ہی والہانہ محبت تھی اس لیے وہ آپ کو بھی اس سفر میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل تین بار تجارتی سفر فرمایا۔ دو مرتبہ ملک شام گئے اور ایک بار یمن تشریف لے گئے، یہ ملک شام کا پہلا سفر ہے اس سفر کے دوران بصریٰ میں بحیرئ راہب (عیسائی سادھو) کے پاس آپ کا قیام ہوا۔ اس نے توراہ و انجیل میں بیان کی ہوئی نبی آخر الزماں کی نشانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور بہت عقیدت اور احترام کے ساتھ اس نے آپ کے قافلہ والوں کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ سارے جہان کے سردار اور رب العالمین کے رسول ہیں، جن کو خدا عزوجل نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شجر و حجران کو سجدہ کرتے ہیں اور ابران پر سایہ کرتا ہے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اس لئے تمہارے اور ان کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ اب تم ان کو لے کر آگے نہ جاؤ اور اپنا مال تجارت یہیں فروخت کر کے بہت جلد مکہ چلے جاؤ۔ کیونکہ ملک شام میں یہودی لوگ ان کے بہت بڑے دشمن ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی وہ لوگ ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ بحیرئ راہب کے کہنے پر ابوطالب کو خطرہ محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ انہوں نے وہیں اپنی تجارت کا مال فروخت کر دیا اور بہت جلد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ واپس آگئے۔ بحیرئ راہب نے چلتے وقت انتہائی عقیدت کے ساتھ آپ کو سفر کا کچھ توشہ بھی دیا۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی بدء نبوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۶۳۰)

ج ۵، ص ۳۵۶ والسیرة النبویة لابن ہشام، قصة بحیرئ، ص ۷۳)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ

حضرت عاصم بن عمر قنادہ رضی اللہ

البدینئی، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ ابْنِ دَاوُدَ حَضْرَتِ رَمِيْثٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

بْنِ النَّاجِشُونِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ
عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ
جَدِّهِ رُمَيْثَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقْبَلَ
الْحَاتِمَ الَّذِي بَيْنَ كِتْفَيْهِ مِنْ
قُرْبِهِ لَفَعَلْتُ، يَقُولُ لِسَعْدِ بْنِ
مُعَاذٍ يَوْمَ مَاتَ: اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ
الرَّحْمَنِ.

سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے
(رمیثہ نے) فرمایا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (دران حالیکہ میں حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب تھی کہ اگر
چاہتی تو آپ کے دونوں کندھوں کے
درمیان مہر نبوت کو بوسہ دے دیتی) آپ
نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے
میں فرمایا (جس دن ان کا انتقال ہوا) ان
(حضرت سعد) کے لیے اللہ تعالیٰ کا عرش
حرکت میں آگیا (یعنی خوشی سے جھوم
اٹھا)۔

شرح حدیث: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سعد بن معاذ بن النعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مدینہ منورہ کے
رہنے والے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
مدینہ منورہ بھیج دیا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دین اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ
کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے حضرت سعد
بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وامن اسلام میں آگئے اور خود اسلام قبول کرتے ہی یہ اعلان
فرمادیا کہ میرے قبیلہ بنو عبدالمطلب کا جو مرد یا عورت اسلام سے منہ موڑے گا میرے
لئے حرام ہے کہ میں اس سے کلام کروں۔ آپ کا یہ اعلان سنتے ہی قبیلہ بنو عبدالمطلب کا
ایک ایک بچہ دولت اسلام سے مالا مال ہو گیا۔ اس طرح آپ کا مسلمان ہو جانا مدینہ

منورہ میں اشاعت اسلام کے لیے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔

(اسد الغابۃ، سعد بن معاذ، ج ۲، ص ۲۴۱)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ یاز تیر انداز بھی تھے۔ جنگ بدر اور جنگ احد میں خوب خوب دادِ شجاعت دی، مگر جنگ خندق میں زخمی ہو گئے اور اسی زخم میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے نیزہ لیکر جوشِ جہاد میں لڑنے کے لئے میدانِ جنگ میں جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام اکھلے کٹ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک خیمہ گاڑا اور ان کا علاج شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا لیکن انہوں نے شوقِ شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

یا اللہ! عزوجل تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے مجھے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفار قریش سے لڑنے کی تمنا ہے جنہوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا، اے اللہ! عزوجل میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھنا تا کہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت عطا فرما دے۔

خدا کی شان کہ آپ کی یہ دعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غفار کے خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمہاری طرف سے بہ کر ہماری طرف آ رہا ہے؟

جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا اسی زخم میں ان کی شہادت ہو گئی۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احزاب... الخ، الحدیث: ۴۱۲۲، ج ۳، ص ۵۷)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جان کنی کے عالم میں انہوں نے آخری بار جمال نبوت کا دیدار کیا اور کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! پھر بلند آواز سے کہا کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب پنجم، ج ۲، ص ۱۸۱)

آپ کا سال وصال ۵ ہجری ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ۷۳ برس کی تھی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو دفن کر واپس آرہے تھے تو شدت غم سے آپ کے آنسوؤں کے قطرات آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابة، ص ۵۹۶ و اسد الغابۃ، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۴۴۳)

جنازہ میں ستر ہزار فرشتے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی موت سے عرش الہی ہل گیا اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، غزوة بنی قریظہ، ج ۳، ص ۹۲ و حجة اللہ علی العالمین، الخاتمة فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثانی ذکر جملة جملة... الخ، ص ۶۱۷)

مسی مشک بن گئی

حضرت محمد بن شریبیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص نے

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی مٹی ہاتھ میں لی تو اس میں سے مشک کی خوشبو آنے لگی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں سے خوشبو آنے لگی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے سبحان اللہ! سبحان اللہ! فرمایا اور مسرت کے آثار آپ کے رخسار انور پر نمودار ہو گئے۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، غزوة بنی قریظہ، ج ۳، ص ۹۸-۹۹)

فرشتوں سے خیمہ بھرا گیا

حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خیمہ میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی بھی آدمی موجود نہ تھا مگر پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لمبے لمبے قدم رکھ کر پھلانگتے ہوئے خیمہ میں تشریف لے گئے اور ان کی لاش کے پاس تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ خیمہ میں لمبے لمبے قدم کے ساتھ پھلانگتے ہوئے داخل ہوئے حالانکہ خیمہ میں کوئی شخص بھی موجود نہ تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیمہ میں اس قدر فرشتوں کا ہجوم تھا کہ وہاں قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی اس لئے میں نے فرشتوں کے بازوؤں کو بچا بچا کر قدم رکھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، الحائمتہ فی اثبات کرامات الاولیاء... الخ، المطلب الثالث فی ذکر جملۃ حمیلہ

... الخ، ص ۶۱۷)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ
الضَّبِّي، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَبْدُ
وَاحِدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ
يُونُسَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ
(حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے)
فرماتے ہیں جب حضرت علی مرتضیٰ کرم
اللہ وجہہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف

مَوْلَى غُفْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي
 اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وُلْدِ عَلِيِّ
 بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ
 إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ
 بِطَوِيلِهِ، وَقَالَ: بَيْنَ كَتْفَيْهِ
 خَاتَمُ النَّبُوَّةِ، وَهُوَ خَاتَمُ
 النَّبِيِّينَ.

شرح حدیث: شان خاتم الانبیاء

خالق کائنات نے اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو امتیازات نبوت عطا کر کے
 انہیں عام انسانوں سے ممتاز پیدا کیا جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ رب
 العزت نے عظمت و رفعت کا وہ بلند مقام عطا کیا کہ جس تک کسی فرد بشر کی رسائی ممکن
 نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جو اس
 حکم ایزدی کی تصدیق کرتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری رسول صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے مقفل کر دیا گیا ہے۔ یہ مہر
 نبوت دونوں کندھوں کے درمیان ذرا بائیں جانب تھی۔

1۔ حضرت عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَنظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبُوَّةِ بَيْنَ كَتْفَيْهِ عِنْدَ نَاحِيَةِ كَتْفِهِ الْيَسْرَى

میں نے مہر نبوت دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے

قریب دیکھی۔ (مسلم، ص 4: 1823، کتاب الفضائل، رقم: 2346)

2۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمد کہتے ہیں:

کان علی إذا وصف رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ، فذكر
الحديث بطوله، وقال بين كتفيه خاتم النبوة وهو خاتم النبيين
صلى الله عليه وآله وسلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات
گنواتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ دونوں شانوں کے
درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین تھے۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 599، ابواب المناقب، رقم: 3638) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6:

328، رقم: 31805) (ابن عبد البر، التمهید، 3: 30) (ابن ہشام، السیرة النبویہ، 2: 248)

3- مہر نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالتقت خاتم النبوة بغي، فكان ينم علي مسكاً

پس میں نے مہر نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اس کی دلنواز مہک مجھ پر

غالب آ رہی تھی۔ (صالحی، سبل الہدی والرشاد، 2: 53)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کی ہیئت اور
شکل و صورت کا ذکر مختلف تشبیہات سے کیا ہے: کسی نے کبوتر کے انڈے سے، کسی نے
گوشت کے ٹکڑے سے اور کسی نے بالوں کے گچھے سے مہر نبوت کو تشبیہ دی ہے۔
یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبیہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی آئینہ دار ہوتی
ہے۔

1- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان خاتم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يعني الذي بين

كتفيه عذة حبراء مثل بيضة الحمامة

رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر

نبوت تھی، جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، 5: 602، ابواب المناقب، رقم: 3644) (احمد بن حنبل، المسند، 5: 104،

رقم: 21036) (ابن حبان، الصحیح، 14: 209، رقم: 6301) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6: 328، رقم:

31808) (طبرانی، المعجم الکبیر، 2: 220، رقم: 1908) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 1: 425)

2- حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس مہر نبوت کو بالوں

کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے

پشت مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اُس موقع پر انہوں نے مہر

اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علیاء (راوی) نے عمرو بن اخطب سے اُس

مہر نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

شعر مجتبع علی کتفه

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا

مجموعہ تھا۔

(احمد بن حنبل، المسند، 5: 341، رقم: 22940) (حاکم، المستدرک، 2: 663، رقم: 4198)

(ابو یعلیٰ، المسند، 12: 240، رقم: 6846) (پیشی، موارد النعمان، 1: 514، رقم: 2096) (ابن سعد،

الطبقات الکبریٰ، 1: 426)

3- حضرت ابونضرة عوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سألت أبا سعيد الخدري عن خاتم رسول الله صلى الله عليه وآله

وسلم يعني خاتم النبوة، فقال كان في ظهره بضعة ناشرة.

میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی مہر یعنی مہر نبوت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: وہ

(مہر نبوت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت اقدس میں ایک

ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔ (ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 46، رقم: 22) (بخاری،

التاریخ الکبیر، 4: 44، رقم: 1910) (طبری، تاریخ الامم والملوک، 2: 222)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ،
 قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، قَالَ :
 حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ ، قَالَ :
 حَدَّثَنِي عَلْبَاءُ بْنُ أَحْمَرَ
 الْيَشْكُرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو
 زَيْدٍ عَمْرُو بْنُ أَخْطَبِ الْأَنْصَارِيِّ
 ، قَالَ : قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا أَبَا زَيْدٍ ، اذْنُ
 مِثِّي فَاْمَسَحْ ظَهْرِي ، فَمَسَحْتُ
 ظَهْرَهُ ، فَوَقَعَتْ أَصَابِعِي عَلَى
 الْحَاتِمِ قُلْتُ : وَمَا الْحَاتِمُ ؟ قَالَ
 : شَعْرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ .

حضرت عمرو بن اخطب انصاری
 رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اسے ابو زید!
 میرے قریب ہو اور میری پشت پر ہاتھ
 پھیرا میں نے آپ کی پشت مبارک پر
 ہاتھ پھیرا تو میری انگلیاں مہر نبوت پر جا
 لگیں۔ میں (عمرو بن اخطب کے
 شاگرد) نے پوچھا مہر نبوت کیا ہے؟ تو
 فرمایا کچھ اکٹھے بال تھے۔

شرح حدیث: مہر نبوت

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مہر نبوت کبوتر کے انڈے کے برابر تھی اور اس پر
 یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ

اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ بَوَّجِهَ حَيْثُ كُنْتَ فَإِنَّكَ مَنْصُورٌ

یعنی ایک اللہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں (اے رسول!) آپ جہاں بھی

رہیں گے آپ کی مدد کی جائے گی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

كَانَ نُورًا يَتَلَا لَا يَعْنِي مَهْرُ نُبُوتٍ أَيْكَ چمکتا ہوا نور تھا۔ راویوں نے اس کی ظاہری

شکل و صورت اور مقدار کو بوتل کے انڈے سے تشبیہ دی ہے۔

(حاشیہ جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب ماجاء فی خاتم النبوة، حاشیہ: ۲، ج ۲، ص ۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ
 بْنُ حُرَيْثِ الْخَزَاعِيِّ، قَالَ :
 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ،
 حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ
 اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ : سَمِعْتُ أَبِي
 بُرَيْدَةَ، يَقُولُ : جَاءَ سَلْمَانَ
 الْفَارِسِيُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ قَدِمَ
 الْمَدِينَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطْبٌ،
 فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : يَا
 سَلْمَانُ مَا هَذَا، فَقَالَ : صَدَقَةٌ
 عَلَيْكَ، وَعَلَى أَصْحَابِكَ، فَقَالَ :
 ارْفَعْهَا، فَإِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ.
 قَالَ : فَرَفَعَهَا، فَجَاءَ الْغَدَا بِمِثْلِهِ،
 فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :
 مَا هَذَا يَا سَلْمَانُ، فَقَالَ : هَدِيَّةٌ
 لَكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد مکرم
 حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے
 سنا کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ
 عنہ مدینہ طیبہ آئے تو بارگاہ رسالت میں
 حاضر ہوئے۔ آپ کے پاس تازہ کھجوروں
 کا ایک خوان تھا جو آپ نے حضور اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ آپ کے لیے
 اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے
 لیے صدقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا اسے اٹھا لو، ہم صدقے نہیں کھایا
 کرتے راوی کہتے ہیں حضرت سلمان
 فارسی نے خوان اٹھا لیا، دوسرے دن پھر
 اسی طرح کی کھجوریں لا کر بارگاہ بے کس
 پناہ میں پیش کیں تو آپ نے فرمایا اے
 سلمان یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ
 آپ کے لیے تحفہ ہے۔ اس پر حضور اکرم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا
 ہاتھ برھاؤ (یعنی کھاؤ) پھر حضرت

علیہ وسلم لأَصْحَابِهِ : ابْسُطُوا
 ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْحَاتِمِ عَلَى ظَهْرِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ ، فَأَمَّنَ بِهِ ، وَكَانَ لِلْيَهُودِ
 فَاشْتَرَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا
 عَلَى أَنْ يَغْرِسَ لَهُمْ تَخْلًا ،
 فَيَعْمَلُ سَلْبَانُ فِيهِ ، حَتَّى
 تُطْعِمَ ، فَغَرَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، التَّخْلَ إِلَّا
 نَخْلَةً وَاحِدَةً ، غَرَسَهَا عُمَرُ فَحَبَلَتْ
 التَّخْلُ مِنْ عَامِهَا ، وَلَمْ تَحْبِلْ
 نَخْلَةً ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا شَأْنُ هَذِهِ
 التَّخْلَةِ ؟ فَقَالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ
 اللَّهِ ، أَنَا غَرَسْتُهَا ، فَتَزَعَهَا رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
 فَغَرَسَهَا فَحَبَلَتْ مِنْ عَامِهَا .

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کے
 پشت مبارک پر مہر نبوت کو دیکھا اور آپ
 پر ایمان لائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی
 اللہ عنہ ایک یہودی کے غلام تھے، پھر
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کچھ درہموں
 سے اس شرط پر خریدا کہ آپ ان کے
 (یہودیوں کے) لیے کھجور کے درخت
 لگائیں اور ان کے پھل دار ہونے تک
 حفاظت کریں، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 تمام درخت اپنے دست مبارک سے
 لگائے، صرف ایک درخت حضرت فاروق
 اعظم رضی اللہ عنہ نے لگایا اس ایک کھجور
 کے علاوہ باقی تمام درخت اسی سال پھل
 لائے۔ اس پر حضور اکرم اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا اس درخت کو کیا ہوا؟ حضرت عمر
 فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ درخت میں نے لگایا ہے
 اس پر آپ نے وہ درخت اکھیڑ دیا اور
 (دوبارہ) خود لگایا تو وہ اسی سال پھل دار
 ہو گیا۔

شرح حدیث: مہر نبوت آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامت ہے

مہر نبوت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی علامت ہے، سابقہ الہامی کتب میں مذکور تھا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک علامت اُن کی پشتِ اقدس پر مہر نبوت کا موجود ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب جنہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا اس نشانی کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشتِ اقدس پر مہر نبوت کی تصدیق کر لینے کے بعد ہی ایمان لائے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ و سیر میں تفصیل سے درج ہے۔ آتش پرستی سے توبہ کر کے عیسائیت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں سے حصولِ علم کا سلسلہ بھی جاری رہا، لیکن کہیں بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اسی سلسلے میں انہوں نے کچھ عرصہ غموریا کے پادری کے ہاں بھی اس کی خدمت میں گزارا۔ غموریا کا پادری الہامی کتب کا ایک جید عالم تھا۔ اس کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں؟ الہامی کتب کے اُس عالم نے بتایا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ قریب ہے۔ یہ نبی دینِ ابراہیمی کے داعی ہوں گے۔ اور پھر غموریا کے اُس پادری نے مدینہ منورہ کی تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بتادیں کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے کھجوروں کے جھنڈ والے اس شہرِ دنوازی میں سکونت پذیر ہوں گے۔ عیسائی پادری نے اللہ کے اس نبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ پادری اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا، تلاشِ حق کے مسافر نے غموریا کو خدا حافظ کہا اور سلمان فارسی مہر نبوت کی تلاش میں نکل پڑے۔ سفر کے دوران

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چند تاجروں کے ہتھے چڑھ گئے لیکن تلاشِ حق کے مسافر کے دل میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی تڑپ ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ آتشِ شوق اور بھی تیز ہو گئی، یہ تاجر انہیں مکہ لے آئے، جس کی سرزمین نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مولد پاک ہونے کا اعزاز حاصل کر چکی تھی۔ تاجروں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنا غلام ظاہر کیا اور انہیں مدینہ جو اس وقت یثرب تھا، کے بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ انہوں نے یہودی کی غلامی قبول کر لی... یہودی آقا کے ساتھ جب وہ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ گئے تو گویا اپنی منزل کو پایا۔

عموریا کے پادری نے یثرب کے بارے میں انہیں جو نشانیاں بتائی تھیں وہ تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیں، وہ ہر ایک سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے بارے میں پوچھتے رہتے لیکن ابھی تک قسمت کا ستارا... ثریا پر نہ چمک پایا تھا اور وہ بے خبر تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے اس شہر خنک میں تشریف لانے والے ہیں۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے یہودی مالک کے کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے، کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ انہوں نے سنا کہ ان کا یہودی مالک کسی سے باتیں کر رہا تھا کہ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں آنے والی ہستی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی داعی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دل مچل اٹھا، اور تلاشِ حق کے مسافر کی صعوبتیں لمحہ مسرت میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک طشتری میں تازہ کھجوریں سجا کر والی کو نین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ آقاؐ دو جہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھجوریں واپس کر دیں کہ

ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ غمور یا کے پادری کی بتائی ہوئی ایک نشانی سچ ثابت ہو چکی تھی۔ دوسرے دن پھر ایک خوان میں تازہ کھجوریں سجائیں اور کھجوروں کا خوان لے کر رسول ذی حشا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یہ ہدیہ ہے، قبول فرما لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تحفہ قبول فرمایا اور کھجوریں اپنے صحابہ میں تقسیم فرمادیں۔

دو نشانیوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اب مہر نبوت کی زیارت باقی رہ گئی تھی۔ تاجدار کائنات اجنت البقیع میں ایک جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک جگہ جلوہ افروز ہوئے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے دو جہاں کی پشت کی طرف بے تابانہ نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نور نبوت سے دیکھ لیا کہ سلمان کیوں بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے، مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از رہ محبت اپنی پشت انور سے پردہ ہٹالیا تاکہ مہر نبوت کے دیدار کا طالب اپنے من کی مراد پالے۔ پھر کیا تھا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہی بدل گئی، تصویر حیرت بن کے آگے بڑھے، فرط محبت سے مہر نبوت کو چوم لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر ہمیشہ کیلئے دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہو گئے۔

(حاکم، المستدرک، 3: 698، رقم: 6544) (بزار، المسند، 6: 463-465، رقم: 2500)

طبرانی، معجم الکبیر، 6: 222-224، رقم: 6065) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 4: 75-80) (ابو نعیم

اصمہانی، دلائل النبوة، 1: 40) (شواہد النبوة، رکن رابع، ص ۸۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

قَالَ: حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ الْوَضَّاحِ،

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الدَّوْرَقِيُّ،

حضور ابونضرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت

کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا
آپ کی پشت مبارک پر ابھرا ہوا گوشت
تھا۔

عَنْ أَبِي نَضْرَةَ الْعَوْقِيّ ، قَالَ :
سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيّ ، عَنْ
خَاتِمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَعْنِي خَاتِمَ النَّبُوَّةِ ،
فَقَالَ : كَانَ فِي ظَهْرِهِ بَضْعَةٌ
نَاشِزَةٌ .

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی
بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ صحابہ کرام میں
تشریف فرما تھے۔ میں آپ کے پیچھے گھوما
تو حضور اکرم ﷺ میری مراد سمجھ گئے
اور چادر مبارک اپنی پشت سے ہٹائی، میں
نے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان
مہر نبوت دیکھی جو مٹھی کی طرح تھی جس کے
گردل ہوں گویا کہ وہ مہے ہیں (پستان کا
سرا) پھر میں نے مہر نبوت کو بوسہ دیا اور
عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ آپ کی مغفرت
فرمائے آپ نے فرمایا اور تمہارے لئے
بھی، صحابہ کرام نے فرمایا (اے عبداللہ
بن سرجس) حضور اکرم ﷺ نے
تیرے لئے بخشش کی دعا فرمائی آپ نے

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْبِقْدَامِ
أَبُو الْأَشْعَثِ الْعَجَلِيُّ الْبَصْرِيُّ ،
قَالَ : أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ
عَاصِمِ الْأَحْوَلِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
سَرْجِسَ ، قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي
تَاسِ مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَدَدْتُ هَكَذَا
مِنْ خَلْفِهِ ، فَعَرَفَ الَّذِي أُرِيدُ ،
فَأَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهِ ، فَرَأَيْتُ
مَوْضِعَ الْخَاتِمِ عَلَى كَتِفَيْهِ ، مِثْلَ
الْجَنِّحِ حَوْلَهَا خَيْلَانٌ ، كَأَنَّهَا
تَأَلِيلٌ ، فَرَجَعْتُ حَتَّى اسْتَقْبَلْتُهُ ،
فَقُلْتُ : غَفَرَ اللَّهُ لَكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ ، فَقَالَ : وَلَكَ فَقَالَ الْقَوْمُ :
اسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

علیہ وسلم : فَقَالَ : نَعَمْ ، فرمایا ہاں ! اور تمہارے لیے بھی اور پھر
 وَلَكُمْ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ آپ نے یہ آیت تلاوت کی : اور اے
 ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان
 وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴿﴾ (پ ۲۶، محمد: ۱۹) مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی
 مانگو۔

شرح حدیث: معرفت کی باتیں

اللَّهِ رَبُّ الْعَزَّةَاتِ نَعَمْ فِي الْقُرْآنِ كَرِيمٍ فِي ارشاد فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

ترجمہ کنزالایمان: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں
 اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (پ 26، محمد: 19)

اس آیت کریمہ میں خود خدائے بزرگ و برتر حکم فرما رہا ہے: اے محبوب صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے دعائے مغفرت
 کیجئے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو خود کسی کام کا حکم فرمائے اور پھر اس
 کی بجا آوری پر انہیں اجر نہ دے، یا جو اس نے وعدہ کیا ہے اسے پورا نہ کرے؟ ایسا
 ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ پاک پروردگار عزوجل تو وعدوں کو پورا کرنے والا ہے جو اس سے
 امید رکھتا ہے وہ کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا۔ جب کسی بندے سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے
 اور اسے اپنے گناہ پر شرمندگی بھی ہو پھر نبی مکرم، نور مجسم، شاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں اور جس ذات کی نافرمانی اس گناہ گار شخص سے
 ہوئی وہ ذات بھی ایسی کریم کہ بڑے بڑے گناہوں کو محض اپنے لطف و کرم سے بخش
 دے اور جو اس کے سامنے صدق دل سے تائب ہو جائے اور دو قطرے آنسوؤں کے
 بہانے تو زمین و آسمان کے برابر گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔ کیا وہ پاک پروردگار

عزوجل ہمارے گناہوں کو معاف نہیں فرمائے گا؟ ضرور فرمائے گا ہمیں اس کی پاک ذات پر کامل یقین ہے۔

3- بَابُ مَا جَاءَ فِي شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

موئے مبارک

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال
عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، مبارک کانوں کے نصف تک پہنچتے تھے۔
قَالَ: كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَى نِصْفِ
أُذُنَيْهِ.

شرح حدیث: گوش مبارک

آپ کی آنکھوں کی طرح آپ کے کان میں بھی معجزانہ شان تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان اقدس سے ارشاد فرمایا کہ اِنِّي اَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَاسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ۔ (المخصائص الكبرى للسيوطي، باب الاية في سمع الشريف، ج 1، ص 113)
یعنی میں ان چیزوں کو دیکھتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں دیکھتا اور میں ان آوازوں کو سنتا ہوں جن کو تم میں سے کوئی نہیں سنتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سمع و بصر کی قوت بے مثال اور معجزانہ شان رکھتی تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دور و نزدیک کی آوازوں کو یکساں طور پر سن لیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے حلیف بنی خزاعہ نے، جیسا کہ فتح مکہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے ہیں، تین دن کی مسافت سے آپ کو اپنی امداد و نصرت کے لئے پکارا تو آپ نے ان کی فریاد سن لی۔ علامہ زرقانی نے اس

حدیث کی شرح میں فرمایا کہ لَا بُعْدَ فِی سَمَاعِهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ كَانَ يَسْمَعُ أَطِيقَ السَّمَاءِ یعنی اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دن کی مسافت سے ایک فریادی کی فریاد سن لی تو یہ آپ سے کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ آپ تو زمین پر بیٹھے ہوئے آسمانوں کی چرچراہٹ کو سن لیا کرتے تھے بلکہ عرش کے نیچے چاند کے سجدہ میں گرنے کی آواز کو بھی سن لیا کرتے تھے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، باب غزوة الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۸۱ والخصائص الکبریٰ للسیوطی،

باب الایة فی سمعہ الشریف، ج ۱، ص ۱۱۳)

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان

کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں، میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن

سے غسل کیا کرتے تھے (درمیان میں

پردہ ہوتا تھا) اور آپ کے بال مبارک

کندھوں سے کچھ اوپر اور کانوں سے

قدرے نیچے ہوتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ ،

قَالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي

الزَّيَّادِ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ

أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كُنْتُ

أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ ،

وَكَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجَبَّةِ ، وَكُنَّ

الْوَفْرَةَ .

حضرت براء بن عازب رضی اللہ

عنه فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

میانہ قد تھے۔ آپ کے دونوں کندھوں

کے درمیان فاصلہ تھا (یعنی سینہ مبارک

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ،

قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو قَطَنِ ، قَالَ :

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ،

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ، قَالَ : كَانَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَرْبُوعًا ، بَعِيدًا مَا بَيْنَ
 الْيَنْكَبِينَ ، وَكَانَتْ جُمَّتُهُ
 تَضْرِبُ شَحْبَةَ أُذُنَيْهِ .

کشاوہ تھا) اور آپ کے بال مبارک
 کانوں کی لوتک پہنچتے تھے۔

شرح حدیث: عورتوں کی طرح کندھے سے نیچے بال رکھنا کیسا؟

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ
 رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں:

حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَعْنُ اللَّهِ الْبَتَّ شَبِيهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْبَتَّ شَبِيهَاتٍ مِنَ
 النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ ، رَوَاهُ الْإِمَامَةُ أَحْمَدُ - وَ الْبُخَارِيُّ وَابُو دَاوُدَ
 وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا -
 اللَّهُ كِي لَعْنَتِ انْ مَرْدُوں پَر كِه كِسِي بَات مِیں عورتوں سے مشابہت پیدا کریں
 اور ان عورتوں پَر كِه مردوں سے، (ائمہ حدیث مثلاً امام احمد، بخاری،
 ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے روایت کیا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۳) (صحیح)

بخاری کتاب اللباس باب ۱ لبتشہمین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۳) (سنن ابی داؤد کتاب

اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۰) (جامع الترمذی کتاب الآداب باب ماجاء

فی البتشیہات امین کہنی دہلی ۲/۱۰۲)

ایک عورت مردوں کی طرح کمان کندھے پر لگائے جاتی تھی اسے دیکھ کر یہ

فرمایا۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 (امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے اسے روایت فرمایا۔

(مجمع الزوائد کتاب الادب باب فی المتشبهین الخ دارالکتاب بیروت ۸/ ۰۳-۱۰۲)
 ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت مردانہ خود
 پہنتی ہے فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرجلۃ من النساء
 رواہ ابوداؤد۔ عن ابن ابی منکیۃ عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

(سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لباس النساء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰)
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس عورت پر کہ کوئی وضع
 مردانی اختیار کرے۔ (امام ابوداؤد نے ابن ابی منکیہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ
 صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمائی۔

کمان یا جوتا جزائے بدن نہیں۔ جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ
 جزائے بدن ہیں ان میں مشابہت اور کس درجہ سخت تر ہوگی۔ لہذا عورت کو حرام ہے
 کہ اپنے بال تراشے کہ اس میں مردوں سے مشابہت ہے یوہیں مردوں کو حرام ہے کہ
 اپنے بال عورتوں کی طرح بڑھائیں اور وجہ دونوں جگہ وہی مشابہت ہے کہ حرام
 و موجب لعنت ہے۔

در مختار میں ہے:

قطعت شعر راسھا اثنت و لعنت و العنن البوثر التشبه۔
 کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹے تو وہ اس کام کی وجہ سے گناہگار
 ہوگی اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور اس میں معنی موثر تشبہ ہے۔

(در مختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیح مطبع مجتہائی دہلی ۲/۲۵۰)

ردالمحتار میں ہے:

ای العلة الموثرة فی اثہا التشبه بالرجال فانہ لایجوز کالتشبه بالنساء حتی قال فی المجتبیٰ یکرہ غزل الرجل علی هیأة غزل النساء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورت کے گناہگار ہونے میں اثر انداز ہونے والی علت مردوں سے مشابہت ہے اس لئے کہ وہ جائز نہیں۔ جیسے مردوں کی عورتوں سے مشابہت درست نہیں۔ یہاں تک کہ المجتبیٰ میں فرمایا کہ مردوں کا عورتوں کی ہیئت پر سوت کا تنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ردالمختار کتاب الحظر والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۱) (فتاویٰ رضویہ، جلد

۲۴ ص ۶۸۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہ تو زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے اور آپ کے بال مبارک کانوں کی لوت تک پہنچتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ بِنِ

جَارِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ

قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لَأَنَسٍ:

كَيْفَ كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَمْ

يَكُنْ بِالْجَعْدِ، وَلَا بِالسَّبِطِ، كَانَ

يَبْلُغُ شَعْرُهُ شَحْبَةَ أُذُنَيْهِ.

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے

چھائے رحمت کی گھٹائے ہمارے گیسو

ہم سیہ کاروں پہ یا رب تپش محشر میں
سایہ افکن ہو تیرے پارے کے پیارے گیسو
شرح حدیث: دیوبندی حکیم الامت کی عجیب منطق

بلا تبصرہ

حکیم الامت حضرت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا بال مبارک تقسیم کرنا، اپنی تعظیم و عبادت کے لیے نہ تھا؛ بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت پر نظر کرتے ہوئے ان کے نزاع و قتال کے رفع دفع کرنے کے لیے تھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو دفن کراتے، تو یقیناً صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین زمین سے ان کو نکالنے کی کوشش کرتے، اور عجب نہیں کہ قتال کی نوبت آجاتی۔ (ملفوظات حکیم الامت، ص: ۱۷۱، ج: ۲۳، ملفوظ: ۵۰۱)

صحابہ اکرام کا عمل

امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر کتاب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا:

انی صحبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فخرج لحاجة فاتبعته باداة فكساني احد ثوبيه الذي يلي جسدة فخبأته لهذا اليوم، واخذ رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اظفاره وشعره ذات يوم فاخذته، فخبأته لهذا اليوم فاذا انامت فاجعل ذلك القيص دون كفتي مبايلي جسدي وخذ ذلك الشعر والاظفار فاجعله في فني وعلى عيني ومواضع السجود مني۔

(کتاب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب علی ہامش الامامیہ ترجمہ معاویہ بن سفیان مطبوعہ

یعنی میں صحبتِ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شرف یاب
 ہوا ایک دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ، حاجت کے لئے تشریف
 فرما ہوئے ہیں۔ میں لوٹا لے کر ہمراہ رکابِ سعادت بآب ہوا۔ حضور
 پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جوڑے سے گرتا کہ بدنِ اقدس
 سے متصل تھا مجھے انعام فرمایا، وہ گرتا میں نے آج کے لئے چھپا رکھا تھا۔
 اور ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ناخن و موئے
 مبارک تراشے وہ میں نے لے کر اس دن کے لئے اٹھا رکھے، جب میں
 مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا،
 و موئے مبارک و ناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اور آنکھوں اور پیشانی
 وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

موئے مبارک

مقامِ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بال بنوا کر تمام بال
 مبارک ایک سبز درخت پر ڈال دیئے۔ تمام اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی درخت کے
 نیچے جمع ہو گئے اور بالوں کو ایک دوسرے سے چھیننے لگے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کر لئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی
 میں ڈبو کر پانی مریض کو پلاتی تو رب العزت اسے صحت عطا کر دیتا۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج ۲، ص ۲۱۷)

نسیم الریاض میں لکھا ہے کہ عدیم بن طاہر علوی کے پاس چودہ موئے مبارک
 تھے انہوں نے ان کو امیر حلب کے دربار میں پیش کیا۔ امیر حلب نے خوش ہو کر اس
 مقدس تحفہ کو قبول کیا اور علوی صاحب کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ان کو انعام و

اکرام سے مالا مال کر دیا لیکن اس کے بعد جب دوبارہ علوی صاحب امیر حلب کے دربار میں گئے تو امیر نے تیوری چڑھا کر بہت ہی ترش روئی کے ساتھ بات کی اور ان کی طرف سے نہایت ہی بے التفاتی کے ساتھ منہ پھیر لیا۔ علوی صاحب نے اس بے توجہی اور ترش روئی کا سبب پوچھا تو امیر حلب نے کہا کہ میں نے لوگوں کی زبانی یہ سنا ہے کہ تم جو موئے مبارک میرے پاس لائے تھے ان کی کچھ اصل اور کوئی سند نہیں ہے۔ علوی صاحب نے کہا کہ آپ ان مقدس بالوں کو میرے سامنے لائیے۔ جب وہ آگئے تو انہوں نے آگ منگوائی اور موئے مبارک کو دکھتی ہوئی آگ میں ڈال دیا پوری آگ جل جل کر راکھ ہو گئی مگر موئے مبارک پر کوئی آنچ نہیں آئی بلکہ آگ کے شعلوں میں موئے مبارک کی چمک دمک اور زیادہ نکھر گئی۔ یہ منظر دیکھ کر امیر حلب نے علوی صاحب کے قدموں کا بوسہ لیا اور پھر اس قدر انعام و اکرام سے علوی صاحب کو نوازا کہ اہل دربار ان کے اعزاز و وقار کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (الکلام البین ص ۱۰۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي عُمَرَ النَّيَّابِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أُمِّ هَانِيَةَ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَتْ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَدَمَةً، وَلَهُ أَرْبَعُ عَدَائِرَ.

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مکہ مکرمہ میں ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے (تو میں نے دیکھا) کہ آپ کے چار گیسو مبارک تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: غالباً فتح مکہ کے دن کی تشریف آوری مراد ہے جب حضور نے ام

ہانی کے گھر میں غسل بھی کیا اور نماز چاشت بھی پڑھی تھی بعد ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار بار مکہ معظمہ تشریف لے گئے عمرہ قضا کے لیے، فتح مکہ کے لیے، عمرہ ہجرانہ کے لیے اور حجۃ الوداع کے لیے۔ حضور انور نے چار عمرے کیے ہیں اور ایک حج، تین عمرے ذیقعدہ ہی میں ایک عمرہ جو حج الوداع کے ساتھ کیا وہ ذی الحجہ میں۔ یہ واقعہ جو آپ بیان فرما رہی ہیں وہ فتح مکہ کے دن کا ہے۔

بٹے ہوئے بالوں کو غدیرہ ضفیرہ کہا جاتا ہے جس کی جمع غدائر اور صفائر ہے یعنی اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں مبارک کو چار حصوں میں کیا ہوا تھا دو حصے بٹ کر داہنے ہاتھ کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور دو حصے بائیں جانب۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۸۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کے درمیان تک تھے۔

❖ حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْبَرٍ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ شَعْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (شروع شروع میں) اپنے بالوں کو بغیر مانگ کے چھوڑتے تھے (کیونکہ) مشرکین اپنے سروں کی مانگ نکالتے تھے جبکہ اہل کتاب اپنے بالوں کو بغیر مانگ

❖ حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، وَابْنُ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُشِدُّ شَعْرَهُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدٍ، عَنِ

الزُّهْرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بَوَّكَانَ الْمُسْرِكُونَ يَفْرِقُونَ رُؤُوسَهُمْ ، وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يُسْبِلُونَ رُؤُوسَهُمْ ، وَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْءٍ ، ثُمَّ فَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ .

کے چھوڑتے تھے اور حضور اکرم ﷺ ان امور میں اہل کتاب کے موافق کام کرتے تھے جن میں کوئی (مستقل) حکم نازل نہ ہوتا بعد میں آپ اپنے سر مبارک کی مانگ نکالتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: موافقت اور مشابہت میں بڑا فرق ہے کفار سے مشابہت بہر حال حرام ہے موافقت جائز ہے مگر جائز چیزوں میں۔ مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے حضور انور کو منع نہیں فرمایا گیا ان میں ایسے کام اختیار فرماتے تھے جو مشرکین کے مخالف ہوں اہل کتاب کے موافق۔

سر کے بالوں میں مانگ نہ نکالتے تھے یوں ہی کھلے ہوئے چھوڑ دیتے تھے اور پیشانی سے مراد سر ہے، بعض روایات میں راسہ ہے یعنی حضور انور نے مانگ نہ نکالی بلکہ بال شریف کھلے رکھے۔

جبریل امین نے حضور انور سے یہ ہی عرض کیا کہ مانگ نکالا کریں، چنانچہ اب مسلمانوں کو یہی سنت ہے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ الصالح، ج ۶ ص ۲۶۸)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ ،

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم دیکھے۔

النَّبِيِّ ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ
مُجَاهِدٍ ، عَنْ أُمِّ هَانِيٍّ ، قَالَتْ :
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ذَا ضَفَائِرَ أَرْبَعٍ .

4- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْجُلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان

♦ حدثنا إسحاق بن موسى

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر
مبارک کو کنگھی کیا کرتی تھی اس حال میں
کہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

الأنصاري ، حدثنا مَعْنُ بْنُ
عَيْسَى ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ،
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ،
عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كُنْتُ
أُرْجِلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ: جب حضور انور اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک گھر کی کھڑکی
میں داخل فرمادیتے تھے ام المؤمنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھو بھی دیتیں تھیں تیل
کنگھی بھی کر دیتی تھیں۔ معلوم ہوا کہ بحالت حیض عورت کا جسم پاک ہوتا ہے وہ ناپاکی
حکمی ہے اور بحالت اعتکاف اپنے بعض اعضاء مسجد سے باہر نکال دینا جائز ہے۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۶۲)

♦ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَيْسَى ،

قَالَ : حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ ، قَالَ :
حَضْرَتِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
فَرَمَاتُ هِيَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مَرَّةٍ

حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحٍ، عَنْ
 زَيْدِ بْنِ أَبَانَ هُوَ الرَّقَاشِيُّ، عَنِ
 أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يُكْبِرُ كَهَنَ رَأْسِهِ وَتَشْرِيحَ
 لِحْيَتِهِ، وَيُكْبِرُ الْقِنَاعَ حَتَّى كَأَنَّ
 قُوْبَهُ، ثَوْبُ زَيْتٍ.

مبارک میں کنگھی کیا کرتے تھے تیل
 لگاتے اور ڈاڑھی مبارک میں کنگھی کیا
 کرتے تھے اور اکثر دستار مبارک کے
 نیچے ایک (چھوٹا سا) رومال رکھتے تھے
 یہاں تک وہ کپڑا تیل سے تر رہتا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رات کو حضور کے سرہانے مسواک
 اور کنگھی رکھی جاتی تھی جب شب اٹھتے تو یہ دونوں چیزیں استعمال فرماتے، حضرت
 عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات چیزیں سفر و حضر میں نہ
 چھوڑتے تھے: پیشاب کا برتن، آئینہ، سرمہ دانی، مسواک، قینچی، سرمہ کی سلائی۔ (مرقات)
 قناع ق کے کسرہ سے وہ کپڑا جو ٹوپی کے نیچے پہنا جائے تاکہ تیل ٹوپی و عمامہ
 میں نہ لگے وہ کپڑا ہی تیل میں تر رہے یعنی چونکہ آپ سر میں تیل زیادہ استعمال کرتے
 تھے اس لیے ٹوپی شریف کے نیچے ایک کپڑا تیل سے بچاؤ کے لیے استعمال فرماتے
 تھے۔

یعنی یہ قناع تیل میں ایسا بھیگا رہتا تھا جیسے تیل والے کے کپڑے تیل سے تر
 رہتے ہیں دوسرے کپڑے مراد نہیں کیونکہ حضور کے کپڑے بہت صاف اور چمٹے رہتے
 تھے آپ سفید کپڑے پسند فرماتے تھے جو صاف ہوں۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۸۸)

❖ عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، كَحْفَرَتِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَرَمَاتِي

قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُحِبُّ الشَّيْئَيْنِ
فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ، وَفِي تَرَجُّلِهِ
إِذَا تَرَجَّلَ، وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا
انْتَعَلَ.

ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے، کنگھی
استعمال فرمانے اور جوتا پہننے میں دائیں
طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ: یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا، ناخن و
بغل کے بال لینا، حجامت اور مونچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں
سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ
داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتیٰ کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی
سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔ (اشعۃ اللمعات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں
صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بائیں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ
وہ روضہ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضہ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر
زندگی کا دار و مدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل
نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے
افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار
فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھو کو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔

(مرآة النایح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۳۸۱)

پیارے بھائیو! ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی طرف سے
وضو کرنا پسند فرماتے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وضو کرتے وقت پہلے سیدھا ہاتھ مبارک
دھوتے پھر بائیں۔ اسی طرح پاؤں مبارک دھوتے وقت بھی پہلی ترمیم ملحوظ رکھنا

کرتے۔ نیز اس حدیث پاک میں کنگھا اور نعلین شریفین کے بارے میں بھی سیدھی ہی جانب سے شروع کرنا منقول ہوا۔ یعنی سراقدس اور داڑھی مبارک میں جب کنگھا فرماتے تو پہلے سیدھی جانب سے شروع کرتے، پھر بائیں جانب۔ نیز نعلین شریفین پہنتے وقت بھی پہلے سیدھے قدم مبارک کو نعل پاک میں داخل فرماتے پھر بائیں قدم مکرم کو۔ صرف ان تین کاموں ہی کی تخصیص نہیں، جتنے بھی تکریم کے کام ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدھی جانب سے ہی شروع کرنا پسند فرماتے۔ چنانچہ لباس پہننا، مسجد میں داخل ہونا، سر اور مونچھ وغیرہ کے بال تراشنا، مسواک کرنا، ناخن کاٹنا، آنکھوں میں سرمہ ڈالنا، کسی کو کوئی چیز دینا یا کسی سے لینا، کھانا پینا وغیرہ وغیرہ کام سیدھے ہاتھ سے سیدھی جانب سے کرنے چاہیں۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ

عنه فرماتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ،

عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ

الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ،

قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرْجُلِ، إِلَّا

غَبَاً.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ: یہ حکم مرد کے لیے سر کے بالوں میں کنگھی کرنے کے متعلق ہے یعنی

جس مرد کے سر پر بال ہوں وہ روزانہ ان میں تیل و کنگھی نہ کرے کہ اسی میں لگا رہے

بلکہ کبھی کرے کبھی نہ کرے، ایک دن کرے ایک دن نہ کرے۔ خواجہ حسن بھری

فرماتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک دن کرے۔ غب غبن کے کسرہ سے ب کے شد سے، اس

کے معنی ہیں اونٹ کو ایک دن پانی پلانا ایک دن ناغہ کرنا تجارت کو بھی غب کہا جاتا ہے۔ اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان ظاہری آرائش میں مشغول ہو کر رب کو نہ بھول جائے اس حکم سے عورتیں مستثنیٰ ہیں وہ چاہیں تو روزانہ مانگ چوٹی کریں، یوں ہی اگر مرد ڈاڑھی میں روزانہ کنگھی کرے تو مضائقہ نہیں دیکھو مرقات۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ وضو کے بعد ڈاڑھی میں کنگھی کرنا فقیری کو دور کرتا ہے، امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روز ڈاڑھی میں دو بار کنگھی کرتے تھے۔ (اشعہ)

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱ ص ۳۸۱)

بال بکھرے ہوئے بھی نہ رکھیں

حضرت سیدنا عطا بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار دو عالم، شاہ بنی آدم، رسول اکرم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ہمارے بیٹھے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف اس انداز پر اشارہ کیا جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کو بال درست کرنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ وہ شخص بال درست کر کے واپس آیا، سر کار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ کوئی شخص بالوں کو اس طرح بکھیر کر آتا ہے گویا وہ شیطان ہے۔

(موطا امام مالک، کتاب الشعر، باب اصلاح الشعر، الحدیث، ۱۸۱۹، ج ۲، ص ۲۳۵)

❖ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَتَرَجَّلُ غَبًا.

صحابہ رسول میں سے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھار کنگھی فرمایا کرتے تھے۔

5- بَابُ مَا جَاءَ فِي شَيْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

موئے مبارک

❖ عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ
لَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: هَلْ خَضَبَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ،
إِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِي صُدْغَيْهِ وَلَكِنْ
أَبُو بَكْرٍ، خَضَبَ بِالْحِجَاءِ وَالْكَتَمِ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی
اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے
خضاب استعمال فرمایا؟ انہوں نے جواب
دیا آپ (کے بال) خضاب کی حد کو پہنچے
ہی نہ تھے، صرف آپ کی کنپٹیوں میں کچھ
سفیدی تھی لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی
اللہ عنہ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب
لگایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ: آپ کا نام ثابت ابن اسلم بنانی ہے، کنیت ابو محمد، بصرہ کے مشہور
بڑے عابد تابعی ہیں، حضرت انس کے ساتھ چالیس سال تک رہے، چھبیس سال عمر
پائی، ۱۲۳ھ ایک سو تیس میں وفات ہوئی، آپ اکثر حضرت انس سے روایات
لیتے ہیں۔

سر شریف اور ڈاڑھی مبارک میں چند گنتی کے بال سفید تھے جو شمار میں آجاتے پھر
خضاب کیسے ہوتا۔

یعنی حضرت ابو بکر صدیق نے پکا لال رنگ کا خضاب کیا جو مہندی اور تھوڑے
وسمہ سے حاصل ہوتا ہے اتنا وسمہ شامل نہ کیا کہ سیاہ ہو جاوے کہ سیاہ خضاب مطلقاً
منوع ہے اور حضرت عمر نے خالص مہندی کا سرخ خضاب کیا لہذا خضاب سنت صحابہ

ہے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۳۱۹)

سیاہ خضاب حرام ہے

میرے آقا علی حضرت، امام اہلسنت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانہ شمع رسالت، مجتہد دین و ملت، حامی سنت، ماحی بدعت، عالم شریعت، پیر طریقت، باعث خیر و برکت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ و معتبرہ ناطق۔

فاقول: وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت):

حدیث اول: احمد و مسلم و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا:

غیروا ہذا بشیب و اجتنبوا السواد۔

اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس و الزینۃ باب استحباب خضاب الشیب بصفرة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹۹/۲)

حدیث دوم: امام احمد اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غیروا الشیب ولا تقربوا السواد۔

پیری تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۳۷/۳)

حدیث سوم: امام احمد ابواؤد ونسائی وابن حبان و حاکم بافادہ تصحیح اور ضیا مختارہ اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يكون قومي آخر الزمان يخضبون بهذا السواد كحواصل الحمام لا يجدون راحة الجنة -

آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پونے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

(مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۷۳)

جنگلی کبوتروں کے سینے اکثر سیاہ نیلگوں ہوتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بالوں اور داڑھیوں کو ان سے تشبیہ دی۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳، ص ۳۹۵-۳۹۶ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،
وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ
ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَا
عَدَدْتُ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجْجَتَهُ، إِلَّا
أَرْبَعٌ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ڈاڑھی میں صرف چودہ بال سفید شمار کیے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،
قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ:
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سنا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ
سَمْرَةَ، وَقَدْ سُئِلَ عَنْ شَيْبِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَانَ إِذَا دَهَنَ
رَأْسَهُ لَمْ يَوْمِنْهُ شَيْبًا، وَإِذَا لَمْ
يُدْهِنْ رَأْسَهُ لَمْ يَوْمِنْهُ شَيْبًا.

کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا
گیا تو آپ نے فرمایا جب آپ سر مبارک
میں تیل لگاتے تو سفیدی نظر نہ آتی اور
جب تیل نہ لگاتے تو کچھ (سفیدی) نظر
آتی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ: آپ کے بالوں کا ملا ہوا ہونا جب ظاہر ہوتا تھا جب کہ بال شریف
بکھرے ہوئے ہوتے ورنہ ظاہر نہ ہوتا تھا جس سے معلوم ہوا کہ بہت تھوڑے بال
سفید تھے۔

حضور کی ڈاڑھی شریف پورا خط گھنے بال تھے۔ حق یہ ہے کہ ایک مشت رہتی
تھی، ایک مشت سے ڈاڑھی کم کرنا ممنوع ہے، مشت سے زیادہ میں بہت اختلاف ہے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی سینہ تک رہتی تھی، حضور غوث پاک کی ڈاڑھی لمبی
تھی، حضرت ابن عمر ایک مشت رکھتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات)

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۸ ص ۳۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ
الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ، قَالَ:
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ شَرِيكَ،
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ قَافِحٍ،
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: إِذَا
كَانَ شَيْبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً
بہیں بال سفید تھے۔

عليه وسلم نَحُوا مِنْ عِشْرِينَ
شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ
هشامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ شَبَّتَ، قَالَ:
شَيْبَتَنِي هُوْدُ وَالْوَأَقِعَةُ
وَالْمُرْسَلَاتُ، وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ،
وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی
اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ پر بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو گئے
ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے
سورہ ہود، واقعہ، مرسلات، یَتَسَاءَلُونَ
اور تکویر (کی تلاوت) نے بوڑھا کر دیا
ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں
فرماتے ہیں کہ: یعنی ان سورتوں میں عذاب الہی کا ذکر ہے جن سے مجھے اپنی امت کی فکر ہے۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷ ص ۲۰۱)

امت کا غم خوار

میرے آقا علی حضرت، امام اہلسنت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرئیت،
پرولہ جمع رسالت، مجدد دین و ملت، حامی سنت، ماحی بدعت، عالم شریعت، پیر
طریقت، باعث خیر و برکت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمد رضا
خان علیہ رحمۃ اللہ مفتی دہلی رضویہ میں فرماتے ہیں:

جب وہ جان راحت کان رافت پیدا ہوا بارگاہ الہی میں سجدہ کیا اور رب ہبالی
امتق اے فرمایا، جب قبر شریف میں اتارالب جان بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے

کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ امتی امتی ۲ فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے، باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، ملکِ قہار کا سامنا، عالمِ اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمان بے یار دامِ آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سو انفسی نفسی اذہبوا الی غیری ۳ کچھ جواب نہ پائیں گے،

(۱ تا ۳ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱)

اس وقت یہی محبوبِ غمگسار کام آئے گا، قفلِ شفاعت اس کے زورِ بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سرا قدس سے اتاریں گے اور سر بسجود ہو کر یاربِ امتی اے فرمائیں گے۔

(۱ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱)

وائے بے انصافی! ایسے غم خوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح و ستائش و نشر فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کی حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

مانا کہ ہمیں احسان شناسی سے حصہ نہ ملا، نہ قلبِ عشق آشنا ہے کہ حُسن پسند یا احسان دوست، مگر یہ تو وہاں چل سکے جس کا احسان اگر نہ مانے، اس کی مخالفت کیجئے تو کوئی مضرت نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسا ہے کہ بے اس کی کفش بوسی کے جہنم سے نجات میسر، نہ دنیا و عقبی میں کہیں ٹھکانا متصور، پھر اگر اس کے حسن و احسان پر والہ و شیدانہ ہو تو اپنے نفع و ضرر کے لحاظ سے عقیدت رکھو۔

اے عزیز! چشمِ خرد میں سرمہی انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبہ انکار نکال، پھر تمام اہل اسلام بلکہ ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے پوچھتا پھر عشاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، آیا نشر فضائل و تکثیر مدائح اور ان کی خوبیِ حسن سن کر باغِ باغ ہو جانا، جائے میں پھولا نہ سمانا یا

ردیحا سن، نفی کمالات اور ان کے اوصاف حمیدہ سے بہ انکار و تکذیب پیش آنا، اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار ہے ورنہ خدا اور رسول سے شرما اور اس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے سے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہار و جبار جل جلالہ، سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا تھا ورفعنا لک ذکرک۔ (القرآن الکریم ۹۴/۴)

یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہوگا،

آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نام نامی سے گونجیں گے، مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے مناہر پر ہمارے ذکر کے ساتھ تمہاری یاد کریں گے۔ اشجار و احجار، آہو و سوسار و دیگر جاندار و اطفال شیرخوار و معبودان کفار جس طرح ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بہ زبان فصیح و بیان صحیح تمہارا منشور رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار اکناف عالم میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا غلغلہ ہوگا، جزا شقیائے ازل ہر ذرہ کلمہ شہادت پڑھتا ہوگا، مسلمان ملاء اعلیٰ کو ادھر اپنی تسبیح و تقدیس میں مصروف کروں گا ادھر تمہارے محمود درود مسعود کا حکم دوں گا۔ عرش و کرسی، ہفت اوراق سرودہ، تصور جناں، جہاں پر اللہ لکھوں گا۔ محمد رسول اللہ بھی تحریر فرماؤں گا، اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں تمہاری مدح و ستائش

اور جمال صورت و کمال سیرت ایسی تشریح و توضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں اور نادیدہ تمہارے عشق کی شمع ان کے کانوں، سینوں میں بھڑک اٹھے گی۔ ایک عالم اگر تمہارا دشمن ہو کر تمہاری تنقیص شان اور محو فضال میں مشغول ہو تو میں قادر مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا۔ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صد ہا برس سے اپنی کتابوں سے ان کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہل ایمان اس بلند آواز سے ان کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار اٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے ان کے محو فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مٹ گئے اور ان کی خوبی روز بروز مترقی رہی، پھر اپنے مقصود سے تو یاس و ناامیدی کر لینا مناسب ہے ورنہ برب کعبہ ان کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰، ص ۱۵۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ ،
 قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ ، عَنْ
 عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ،
 عَنْ أَبِي جَحِيْفَةَ ، قَالَ : قَالُوا : يَا
 رَسُولَ اللَّهِ ، تَرَاكَ قَدْ شَبَّتَ ،
 قَالَ : قَدْ شَبَّتَنِي هُوْدٌ
 وَأَخْوَانُهَا .

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے
 ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کیا وجہ ہے کہ) ہم آپ میں
 بڑھاپے کے آثار دیکھتے ہیں آپ نے
 فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی دوسری
 سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ: اس طرح کہ حضور پر ضعف کے آثار نمودار ہیں حتیٰ کہ اکثر نماز بھی
 بیٹھ کر پڑھتے ہیں، یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بال سفید یا نگاہ کمزور ہو گئی کیونکہ حضور

انور کے سر مبارک داڑھی شریف اور ریش شریف میں ہیں سے کم بال سفید تھے۔
(ازمرقات) حتیٰ کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے شمار کی ہے آپ کے کل چودہ بال
سفید تھے۔ (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ چودہ بال سر شریف میں، پانچ بال
داڑھی میں، ایک بال ریش پچی میں۔

یعنی جن سورتوں میں عذاب الہی کا ذکر ہے ان کے عذاب سے مجھے اپنی امت
پر خوف ان کی فکر اس قدر ہے کہ اس فکر نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ ایک بزرگ نے خواب
میں حضور کی زیارت کی یہ ہی حدیث پیش کی، فرمایا حدیث صحیح ہے ہم نے یہ فرمایا ہے
اس نے پوچھا کون سی آیت نے حضور کو بوڑھا کیا، فرمایا **فَاسْتَقَمَ كَمَا أَمَرْتُ وَمَنْ تَابَ
مَعَكَ**۔ (مرقات) امت کی استقامت بڑی مشکل چیز ہے جس کی فکر حضور کو ہے۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۷ ص ۲۰۰)

حضرت ابورمہ تمیمی (قبیلہ تیم

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ :

رباب سے) فرماتے ہیں کہ میں میرا لڑکا

حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ، عَنْ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر

عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ إِيَادِ

ہوئے جب میں نے آپ کو دیکھا تو کہا یہ

بْنِ لَقِيْطِ الْعَجَلِيِّ، عَنْ أَبِي رَمَثَةَ

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ پر (اس

التَّمِيمِيِّ، تَيْمِ الرَّبَابِ، قَالَ :

وقت) دو سبز کپڑے تھے اور آپ کے

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

بالوں پر سفیدی نمایاں تھی جو سرخ رنگ کی

وَسَلَّمَ، وَمَعِيَ ابْنُ لِي، قَالَ :

تھی۔

فَأَرَيْتُهُ، فَقُلْتُ لَهَا رَأَيْتُهُ : هَذَا

نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَعَلَيْهِ نَوْبَانِ أَخْضَرَانِ، وَلَهُ شَعْرٌ

قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ، وَشَيْبُهُ أَحْمَرٌ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہا آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تور فاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تمیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔

(لمعات ومرقات و اشعۃ اللمعات)

قمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سَبْضٌ خَضْرَاءٌ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔

یعنی سرمبارک میں ایک آدھ بال شریف سفید تھا، شعر کی تنگیر کی بیان کرنے کے لیے ہے۔ حضور اقدس کے سفید بالوں کے متعلق تین روایات ہیں: چودہ بال شریف سفید تھے، سترہ تھے، بیس تھے، ہو سکتا ہے کہ اولاً چودہ بال شریف سفید ہوئے ہوں پھر آخر میں سترہ سرمبارک میں اور تین داڑھی شریف میں کل بیس لہذا تینوں روایات درست ہیں۔

اس عبارت کے تین مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ وہ سفید بال مہندی سے سرخ کیے گئے تھے۔ دوسرے یہ کہ عطریا خوشبودار تیل کے رنگ سے سرخ تھے یا یہ کہ وہ خالص سفید نہ تھے بلکہ مائل بہ سرخی تھے جب بال سفید ہونے والا ہوتا ہے تو پہلے سرخ ہوتا ہے پھر سفید یا اولاً جڑ کی طرف سے سفید ہوتا ہے نوک کی طرف سے سرخ۔

سر کے بال جوکان کی گدی یا تک پہنچیں و فرہ کہلاتے ہیں اور جوکان و کندھوں کے درمیان ہوں انہیں حجہ کہا جاتا ہے اور اگر کندھوں تک پہنچ جائیں تو لہہ ہیں۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف کبھی وفرہ ہوتے تھے کبھی حجہ، کبھی لمہ۔ کندھوں سے نیچے بال مردوں کے لیے بہتر نہیں۔ اس کی تحقیق ان شاء اللہ علیہ شریف کی احادیث میں ہوگی۔

یعنی ان چند سفید بالوں کو مہندی سے سرخ کیا گیا تھا مگر یہ ان کا اپنا خیال ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب نہ لگایا نہ سرخ نہ کسی اور رنگ کا، آپ کے بال شریف خضاب کی حد تک سفید ہوئے ہی نہیں، جب سرکار سر میں تیل ڈالتے تو وہ سفید بال ظاہر ہوتے تھے ورنہ نہیں چند سفید بال ظاہر نہیں ہوا کرتے، ہاں یہ ثابت ہے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈک کے لیے سر شریف میں مہندی لگائی ہے۔ (اشعہ) نیز داڑھی شریف بھی مہندی سے دھوئی ہے یعنی صفائی کے لیے مہندی لگا کر دھو ڈالی ہے۔ (مراة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۲۰۲)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ،
قَالَ : حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ التُّعْمَانِ ،
قَالَ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ،
عَنْ سَيِّمَاقِ بْنِ حَرْبٍ ، قَالَ : قِيلَ
لِحَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ : أَكَانَ فِي رَأْسِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ شَيْبٌ ، قَالَ : لَمْ يَكُنْ
فِي رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْبٌ إِلَّا شَعْرَاتٌ
فِي مَفْرَئِ رَأْسِهِ ، إِذَا أَحْفَنَ
وَأَرَاهُنَّ اللَّحْمَ

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں، حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ
عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے سر مبارک میں سفید بال تھے؟ انہوں
نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی
مانگ میں صرف چند بال سفید تھے، جب
آپ تیل لگاتے تو وہ چھپ جاتے۔

6- بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب فرمانے کا ذکر

❖ حدثني أحمد بن منيع ، حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے لڑکے کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا تمہارا بیٹا یہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ گواہ رہیں، آپ نے فرمایا اس کا وبال تجھ پر نہیں اور تیرا وبال اس پر نہیں (یعنی عربوں کی جاہلانہ رسم کے مطابق بیٹے کے جرم میں باپ اور باپ کے جرم میں بیٹا نہیں پکڑا جائیگا) راوی نے کہا کہ میں نے آپ پر سرخ بڑھا پا دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہا شہد صیغہ مخاطب امر ہے یعنی حضور گواہ رہیں یا ایشہ متکلم مضارع ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری پشت سے ہے۔ انکا مقصد یہ تھا کہ میں اور یہ چونکہ باپ بیٹے ہیں اس لیے میرے جرم کا یہ ذمہ دار ہوگا اور اس کے جرم کا میں ذمہ دار جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو آگے مذکور ہے۔

یعنی تمہارے جرم میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے جرم میں تم نہ پکڑے جاؤ

کے، اس کا قصاص تم سے اور تمہارا قصاص اس سے نہ لیا جائے گا یا کل قیامت میں تمہارے گناہ میں وہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے گناہ میں تم گرفتار نہ ہو گے اپنی کرنی اپنی بھرنی ہوگی۔ خیال رہے کہ بچہ کے گناہ پر باپ کی پکڑ جب ہوگی جب باپ نے بچہ کی تربیت میں کوتاہی کر کے اسے مجرم بنایا ہو لہذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۵ ص ۳۸۳)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكَيْعٍ ،
قَالَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ شَرِيكَ ،
عَنْ عُمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ ، قَالَ :
سُئِلَ أَبُو هُرَيْرَةَ : هَلْ خَضَبَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ؟ قَالَ : نَعَمْ .

حضرت عثمان بن موهب رضی اللہ
عنه فرماتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنه سے پوچھا گیا کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خضاب لگایا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

❖ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ
هَارُونَ ، قَالَ : أَنْبَأَنَا النَّظْرُ بْنُ
زُرَّارَةَ ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ ، عَنْ إِيَادِ
بْنِ لَقِيْطٍ ، عَنِ الْجَهْدَمَةِ ، امْرَأَةِ
بِشْرِ بْنِ الْخِصَاصِيَّةِ ، قَالَتْ : أَنَا
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ يَنْفُضُ
رَأْسَهُ وَقَدْ اغْتَسَلَ ، وَيَرَأْسَهُ
رَدْعٌ مِنْ جَنَابٍ أَوْ قَالَ : رَدْعٌ
شَكَ فِي هَذَا الشَّيْخِ

بشیر بن خصاصیہ کی زوجہ حضرت
جہدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خانہ اقدس سے
باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا آپ نے
غسل فرمایا تھا اور (آپ) سر مبارک جھاڑ
رہے تھے اور آپ کے سر مبارک میں
خوشبو کا اثر تھا یا مہندی کا، اس میں (راوی
کے) استاد کو شک ہوا۔

شرح حدیث: مہندی لگانا مستحب ہے

تہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملا کر کہ ایک گھاس مشابہ برگ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سرخ مائل سیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر، اور سیاہ و سے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقاً حرام ہے۔ مگر مجاہدین کو۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

مر علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن هذا قال فمراخر قد خضب بالحناء والکتم فقال هذا احسن من هذا ثم مراخر قد خضب بالصفیر فقال هذا احسن من هذا کله۔

(سنن ابی داؤد کتاب التبرجل باب فی خضاب الصفرة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۲۳)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کئے گزرے فرمایا یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا تھا فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے، پھر تیسرے زرد خضاب کئے گزرے فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔

مجمع کبیر طبرانی و مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرة خضاب الیومن والحدرة خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب معرۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دار الفکر بیروت ۳/

۵۲۶) (کنز العمال بحوالہ طب وک عن ابن عمر حدیث ۱۵۳۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۶۲۸)

زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اہل اسلام کا اور سیاہ کافروں کا

ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳، ص ۲۸۶، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ سَلْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ شَعْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوبًا. قَالَ حَمَادٌ: وَأَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ قَالَ: رَأَيْتُ شَعْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَخْضُوبًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک خضاب لگے ہوئے دیکھے، حضرت حماد فرماتے ہیں مجھے حضرت محمد بن عقیل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب لگا ہوا بال مبارک دیکھا۔

7- بَابُ مَا جَاءَ فِي كُحْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمہ مقدسہ کا بیان

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَمِيلٍ الرَّازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ عَبَادِ بْنِ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اكْتَجِلُوا بِالْإِمْحِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھ سرمہ لگایا کرو کیونکہ وہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے اور پلکوں کے بال پیدا کرتا ہے اور انہوں نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اس میں سے آپ ہر رات تین مرتبہ ایک آنکھ

وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ مَكْحَلَةٌ
 يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ، ثَلَاثَةً فِي
 هَذِهِ، وَثَلَاثَةً فِي هَذِهِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ؛ یعنی ہمیشہ اشمد سرمہ لگایا کرو۔ اشمد الف اور میم کے کسرہ ث کے
 سکون سے ایک خاص سرمہ کا نام ہے جسے اصفہانی سرمہ کہا جاتا ہے یہ ہلکے سرخ رنگ کا
 سرمہ ہوتا ہے اس بارحج کے موقعہ پر یہ سرمہ مجھے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے ملا۔ بعض
 شارحین کا قول ہے کہ عام سیاہ سرمہ کو ہی اشمد کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ تہ کا نام اشمد
 ہے، بعض نے کہا کہ جس سرمہ میں تھوڑا مشک حل کر لیا جائے وہ اشمد ہے مگر پہلا قول
 زیادہ قوی ہے، عرب میں اب بھی اسی خاص لال سرمہ کو اشمد کہا جاتا ہے۔

یعنی اشمد سرمہ آنکھوں کی روشنی زیادہ کرتا ہے، پلک کے بال دراز کرتا ہے اگر نہ
 ہوں تو اگاتا ہے۔ مرقات میں ہے کہ یہ آنکھ کا پانی خشک کرتا ہے، آنکھ کے زخم اچھے
 کرتا ہے، نگاہ قائم رکھتا ہے غرضکہ اس میں بہت فائدے ہیں مگر اس کے لیے جسے
 موافق آجاوے بعض لوگوں کو موافق نہیں آتا۔ غرضکہ طبیب کی رائے سے اسے
 استعمال کرنا چاہیے۔

اس طرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں دو سلائیاں پھر بائیں آنکھ میں تین پھر داہنی
 میں ایک اس طرح کہ ابتداء بھی داہنی سے ہو انتہاء بھی داہنی پر، ہمیشہ رات کو سوتے
 وقت اس طرح سرمہ لگانا فقیری اور ضعف بصر کو دور کرتا ہے۔ بعض روایات میں ہے
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سوتے وقت داہنی آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں
 میں دو لگایا کرتے تھے ہو سکتا ہے کہ کبھی یہ عمل ہو کبھی وہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

یہاں زعم کا فاعل حضرت ابن عباس ہیں اور زعم بمعنی قول ہے نہ کہ بمعنی وہم، عربی میں بہت دفعہ زعم بمعنی قول استعمال ہوتا ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ زعم کا فاعل محمد ابن حمید ہیں جو امام ترمذی کے شیخ ہیں مگر پہلا احتمال قوی ہے۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۶ ص ۳۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے سے قبل دونوں آنکھوں میں تین تین مرتبہ اشد سرمہ لگاتے تھے اور یزید بن ہارون نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ سرما لگایا کرتے تھے۔

❖ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ بِالْإِثْمِدِ، ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ، وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، فِي حَدِيثِهِ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتْ لَهُ مَكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا عِنْدَ النَّوْمِ، ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ: حکم استجابی ہے کہ زندوں اور مردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ، پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔

یہاں سرمہ سے زندوں کا سرمہ مراد ہے کیونکہ مردے کو سرمہ لگانا سنت نہیں، اشد سرمہ سے مراد سادہ اصفہانی سرمہ ہے یعنی پتھر والا۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ شب کو سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگاتے تھے، اس سے پلک کے بال بڑھتے ہیں اور آنکھوں میں روشنی ہوتی ہے۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۸۶۲)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ،
 قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ
 مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
 الْمُثَنِّكِدِ ، عَنْ جَابِرِ هُوَ ابْنِ عَبْدِ
 اللَّهِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَيْكُمْ
 بِالْإِيمَانِ عِنْدَ النَّوْمِ ، فَإِنَّهُ يَجْلُو
 الْبَصَرَ ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ .

شرح حدیث: سرگین آنکھیں

پیدائش کے بعد حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کو سرمہ لگانا چاہا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان کرم
 میں اچھی طرح سرمہ لگا ہوا تھا۔ حضرت سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناف مبارک کا ثنا چاہی تو دیکھا کہ وہ پہلے سے کٹی ہوئی تھی اور
 اس سے اضافی حصہ زائل ہو چکا تھا۔ پھر حور عین (یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی حور)
 نے حبیبِ خدا عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف خوشبوئیں لگائیں۔ اس
 کے بعد تین فرشتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کی جانب جلدی
 جلدی بڑھے۔ ایک کے پاس سرخ سونے کا تھال، دوسرے کے پاس موتیوں سے بنا
 ہوا جگ اور تیسرے کے پاس سبز ریشمی رومال تھا۔ انہوں نے حبیبِ خدا عز و جل و
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی مکھڑے کو جگ کے پانی سے دھویا۔ پھر چونے
 سے ختم نبوت و تصدیق کی مہر نکالی جو انتہائی روشن و چمک دار تھی اور اس مہر بان نبی صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر لگادی۔ پس یوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم پر سعادت و توفیق کی تکمیل ہوئی۔ (الروضة الفائق في المواعظ والرفائق ص ۷۳ ۴ مبلغ اسلام الشیخ محمد بن یوسف بن یونس رضی اللہ تعالیٰ عنہما الخوفی ۸۱۰ھ)

سرمہ بھی سنت کی نیت سے لگائیں

حضرت سیدنا معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور پر نور، شافع یوم نشور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کا ارشاد گرامی قدر ہے:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيُسْئَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ عَنْ كُحْلِ عَيْنَيْهِ وَ
عَنْ فِتَاتِ الطَّيْنَةِ بِأَصْبَعِهِ ثَوْبَ أَخِيهِ

ترجمہ: یعنی بروز قیامت بندے سے ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا یہاں تک کہ آنکھ کے سرے، انگلی سے مٹی کریدنے اور اپنے بھائی کے کپڑے کو چھونے کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔

(الفردوس بماثور الخطاب، ج ۵، ص ۲۸۳، حدیث ۸۱۹۲)

اور ایک دوسری روایت میں ہے۔

مَنْ تَطَيَّبَ لِلَّهِ تَعَالَىٰ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ
وَمَنْ تَطَيَّبَ لِغَيْرِ اللَّهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَرِيحُهُ أَثْنُ مِنَ الْجِيفَةِ
ترجمہ: یعنی جو اللہ (عزوجل) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس
حال میں آئے گا کہ اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ مہک رہی ہوگی اور جو غیر
اللہ (کو راضی کرنے) کے لئے خوشبو لگائے تو قیامت کے دن اس حال
میں آئے گا کہ اسکی بدبو مردار سے زیادہ ہوگی۔

(مصنف عبدالرزاق، ج ۴، ص ۳۱۹، حدیث ۷۹۳۲)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ
حَضْرَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
فَرَمَاتِهِ هِيَ بَعْثُكَ (تمہارا) سب سے

اچھا سرمہ، اٹھ سرمہ ہے جو آنکھوں کو روشن کرتا اور بال اگاتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَانَ بْنِ
خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ،
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ : إِنَّ خَيْرَ أَمْحَالِكُمْ
الْإِثْمِدُ ، يَجْلُو الْبَصَرَ ، وَيُنْبِتُ
الشَّعْرَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھ سرمہ ضرور لگایا کرو کیونکہ یہ آنکھوں کو روشن کرتا اور بال اگاتا ہے۔

❖ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ
الْمُسْتَبِيرِ الْبَصْرِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا
أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ عُمَانَ بْنِ عَبْدِ
الْمَلِكِ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ،
قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ ،
فِيَّاهُ يَجْلُو الْبَصَرَ ، وَيُنْبِتُ
الشَّعْرَ .

8- بَابُ مَا جَاءَ فِي لِبَاسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لباس مبارک

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند لباس قمیص (کرتہ) تھا۔

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ،
عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ ، قَالَتْ : كَانَ
أَحَبَّ الْقِيَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ .

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ،
عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ:
كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَلْبَسُهُ، الْقَبِيصُ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
مروی ہے فرماتی ہیں کہ پسندیدہ ترین
لباس جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے،
قمیص تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ ثیاب جمع ہے ثوب کی، پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے خواہ
سلا ہوا ہو یا بغیر سلا لہذا بے سلا تہبند بھی ثوب ہے اور سلا ہوا پاجامہ کرتا بھی ثوب۔
قمیص سے مراد سوتلی قمیص ہے حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور نے کبھی
اونی قمیص نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چھتی ہے اور پسینہ میں بودیتی ہے۔ قمیص کے پسند
ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے بدن سے سرکتی نہیں، نماز میں اسے
بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ حضور کی قمیص
میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث
میں وارد ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۷۳)

❖ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ،
قَالَتْ: كَانَ كُمٌ قَبِيصٌ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى
الرُّسُفِ.

حضرت اسماء بن یزید رضی اللہ عنہا
فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص
مبارک کی آستین کلانی تک تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ لہذا سنت یہ ہی ہے کہ قمیص کی آستینیں نہ تو کلانی سے اوپر ہوں نہ
نیچے یعنی تھیلی یا انگلیوں تک۔ جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک

ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں قمیض کی آستینیں چھوٹی، آج کل قمیض کی آستینیں آدمی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں یہ سنت کے خلاف ہے۔ شلو کے یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔ (مراة المناجیح، ج ۶، ص ۱۷۴)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَارٍ الْحُسَيْنِيُّ
 بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو
 نُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ
 عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُشَيْرٍ، عَنْ
 مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:
 أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنْ مَرْيَنَةَ
 لِنُبَايَعَهُ، وَإِنَّ قَمِيصَهُ لَمُطْلَقٍ، أَوْ
 قَالَ: زِدْ قَمِيصَهُ مُطْلَقٍ قَالَ:
 فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِي جَيْبِ قَمِيصِهِ،
 فَمَسَسْتُ الْحَائِمَ.

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ
 اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور (وہ
 فرماتے ہیں) میں قبیلہ مرینہ کے ایک گروہ
 میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں
 بیعت کے لیے حاضر ہوا (تو میں نے
 دیکھا کہ) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قمیص کا
 گھنڈی (بٹن) کھلی تھی، فرماتے ہیں پھر
 میں نے اپنا ہاتھ آپ کے کرتے کے
 گریبان میں ڈال کر مہر نبوت کو چھوا۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ
 الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

قمیص مبارک نیم ساق تک تھا۔

مواہب شریف میں ہے:

كان ذيل قميصه وردانه صلى الله تعالى عليه وسلم الى انصاف
 الساقين۔

(المواہب اللدینۃ المقصد الثالث النوع الثانی مکتب اسلامی بیروت ۲/۲۲۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا دامن اور چادر مبارک یعنی تہبندیہ دونوں آدمی پنڈلیوں تک ہوا کرتے تھے۔

حاکم نے صحیح اور ابوالشیخ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی

ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبس قمیصا وکان فوق

الکعبین۔ (المستدرک للحاکم کتاب اللباس دار الفکر بیروت ۳/۱۹۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسا کرتہ زیب تن فرمایا جو ٹخنوں سے

اوپر تک زرا لمبا تھا۔

اور کم طول کا بھی وارد ہے بیہقی نے شعب الایمان میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت کی:

کان لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قمیص من قطن قصید الطول

قصیدالکم۔ (شعب الایمان حدیث ۶۱۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایسا سوتی کرتہ تھا جس کا طول کم اور

آستین مختصر تھی۔

گریبان مبارک سینہ اقدس پر تھا۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

جیب قمیص آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ مبارک

وہے بود چنانکہ احادیث بیسار بر آن دلالت دآورد و علمائے

حدیث تحقیق این نمودہ اند۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/۵۴۴)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قمیص مبارک کا گریبان آپ کے

سینہ مبارک پر تھا۔ چنانچہ بہت سی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور محدثین حضرات نے اس کی تحقیق کی ہے۔

اسی میں ہے:

تحقیق آنست کہ گریبان پیراہن نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر سینہ بود۔

(اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۳/ ۵۴۴)

تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک کرتے کا گریبان آپ کے سینہ مبارک پر تھا۔

دامن کے چاک کھلے ہونا ثابت ہے کہ ان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ تھی اور گوٹ کھلے ہوئے چاکوں پر لگاتے ہیں۔ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

انها اخراجت جبة طيالة كسروانية لها لبنة ديباج وفرجها مكفوفين بالديباج۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس ۲/ ۱۹۰ و سنن ابی داؤد کتاب اللباس ۲/ ۲۰۵)

سیدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک طیاسی کسروانی جبہ (لوگوں کو دکھانے کے لئے) باہر نکالا جس کے گریبان پر ریشمی کپڑے کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور اس کی دونوں اطراف ریشم گھری ہوئی تھیں۔

اس زمانہ میں گھنڈی تکمے ہوتے جن کو زرد و عروہ کہتے ہیں ثابت نہیں۔ نہ ان میں کوئی حرج ہے۔ رنگ سبز و سرخ بھی ثابت ہے۔ اور محبوب تر سفید۔

حدیث میں ہے:

البسوا الثياب البيض فانها اطهر واطيب وكفنوا فيها موتاكم۔
رواه احمد۔ والاربعة الاعن سمرة بن جندب رضی اللہ تعالیٰ
عنه۔ (مسند امام احمد بن حنبل حدیث سمرة بن جندب المكتب الاسلامی بیروت
۱۷/۵)

سفید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور خوب ہیں۔ اور اپنے اموات کو
سفید کفن دو۔ (امام احمد اور دیگر ائمہ اربعہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن
ماجر) نے حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا
ہے۔) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲ ص ۷۰۰ ارضافاؤنڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خَرَجَ وَهُوَ يَتَكَبَّرُ عَلَى
أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ تَوْبُ
قَطْرِي، قَدْ تَوَخَّعَ بِهِ، فَصَلَّى بِهِمْ۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس
حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ حضرت
اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے
ہوئے تھے اور آپ پر یمنی منقش چادر تھی
جسے آپ نے دونوں کندھوں پر ڈالا ہوتا
تھا، پھر آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ غالباً مرض وفات مراد ہے جس میں حضور انور کا وصال شریف ہو گیا۔
قطری یعنی اعلیٰ درجہ کا کپڑا ہوتا ہے جو سوتی ہوتا ہے مائل بہ سرخی، حاشیہ پر اعلیٰ
درجہ کا کام ہوتا ہے۔ قطر ایک بستی کا نام ہے یمن یا بحرین میں وہاں کا تیار کردہ ہوتا ہے
جیسے ہمارے ہاں ڈھا کہ کی لہلہ۔

جیسے محرم احرام کی چادر میں لپیٹا ہوتا ہے کہ چادر کے دونوں کنارے کندھوں

پر پڑے تھے۔ تو شمع بنا ہے وشاح سے بمعنی کنگن، چونکہ کنگن کلائی سے لپٹ جاتا ہے اس لیے کپڑے میں لپیٹنے کو توشیح کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری نماز پڑھائی تھی۔ اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں آئے گا۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۰۵)

❖ وَقَالَ عَبْدُ بَنٍ مُحَمِّدٍ : قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ : سَأَلَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ ، أَوَّلَ مَا جَلَسَ إِلَيَّ ، فَقُلْتُ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، فَقَالَ : لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ ، فَقُمْتُ لِأُخْرِجَ كِتَابِي فَقَبِضَ عَلَيَّ ثَوْبِي ثُمَّ قَالَ : أَمَلِيهِ عَلَيَّ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَلْقَاكَ ، قَالَ : فَأَمَلَيْتُهُ عَلَيْهِ ، ثُمَّ أَخْرَجْتُ كِتَابِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ .

عبد بن حمید محمد بن الفضل کا قول نقل کرتے ہیں کہ جب یحیی بن معین سب سے پہلے میرے پاس آ کر بیٹھے تو انھوں نے مجھ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا میں نے کہا ہم سے یہ حدیث حماد بن سلمہ نے بیان کی ہے یحیی نے کہا تمہارے پاس لکھا ہوا موجود ہے میں مسودہ لانے کے لئے کھڑا ہوا یحیی نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور کہا مجھ سے حدیث بیان کرو کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میں تم سے دوبارہ نہ مل سکوں میں نے اولاً انھیں حدیث سنائی پھر کتاب لے کر آیا اور اس میں سے وہ حدیث پڑھی۔

❖ عَنْ أَبِي نَصْرَةَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پکڑا پہنتے تو اس کا خاص نام لیتے پگڑی کرتے یا چادر، پھر فرماتے اے اللہ! اس

بِاسْمِهِ عِمَامَةٌ أَوْ قَمِيصًا أَوْ رِدَاءً، كِطْرَے کے پہنانے پر تیری ثنا کرتا ہوں
 ثُمَّ يَقُولُ : اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ میں تجھ سے اس کی اور جس کے لیے یہ بنایا
 كَمَا كَسَوْتَنِيهِ ، أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ گیا اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور تجھ سے
 وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ اس کے شر اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے،
 شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ۔ اس چیز کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ حضور انور حتی الامکان نیا کپڑا جمعہ کو پہنتے تھے اور نیا کپڑا پہن کر پرانا
 خیرات فرمادیتے تھے۔ (مرقات) پھر پہلے اس کا نام معین فرماتے کہ یہ چادر اوڑھتا
 ہوں یا قمیض پہنتا ہوں یا تہبند پھر اسے زیب تن فرماتے، ان کی ہر ہر ادا پر کروڑوں
 درود۔

کپڑے کی خیر یہ ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے اور کپڑے کی شر یہ
 ہے کہ کپڑے پہن کر گناہ کرے، کپڑے پہن کر نماز پڑھنا خیر ہے اور کپڑے پہن کر
 چوری کرنا اس کی شر ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے خیر کر سکتا ہے شر سے بچ سکتا
 ہے، نیز کپڑا پہن کر حمد و شکر کرنا کپڑے کی خیر ہے اس پر فخر کرنا اس کپڑے کی شر۔

یہ حدیث احمد، نسائی، ابن حبان نے اور حاکم نے مستدرک میں ان ہی راوی سے
 روایت کی۔ شرح سنہ بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
 علی کو سفید قمیض پہنے دیکھا تو فرمایا کہ نئی ہے یا دھلی ہوئی عرض کیا نئی، فرمایا البس
 جدیداً عین حیداً و امت شہیداً یعنی نیا لباس پہنوا چھ جیوشہید مرور رضی اللہ عنہ۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۸۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ

قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ قَتَادَةَ ،
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : كَانَ
أَحَبَّ الْغِيَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَلْبَسُهُ
الْحَبْرَةَ .

ترین کپڑا جسے آپ پنتے تھے، یعنی منقش
چادر میں تھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یمن کے تیار کردہ کپڑوں میں سے ایک قسم کے سوتی کپڑے کا نام
حیرہ ہے ح کے کسرہ سے، یہ بہترین قسم کا کپڑا ہوتا ہے، سادہ سفید بھی ہوتا ہے اور
سبز و سرخ دھاری والا بھی۔ حیر کے معنی ہیں سجاوٹ آراستگی، یہ کپڑا بڑا اچھا ہوتا ہے جس
سے دولہنوں کو آراستہ کیا جاتا تھا اس لیے اسے حیرہ کہتے ہیں، قرآن کریم میں ہے فَهَمُّ
فِي رَوْضَةٍ يُحْبَبُونَ۔ یہ کپڑا میل خوردہ ہوتا ہے، میل کو چھپا لیتا ہے جلد جلد دھونا نہیں پڑتا
اس لیے محبوب تھا۔ (مرقات و اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۱)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ
قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي
مُحَيْفَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : رَأَيْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى
بَرِيئِ سَاقِيهِ قَالَ سُفْيَانُ :
أَرَاهَا حَبْرَةً .

حضرت عون اپنے والد ابو محیفہ رضی
اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں
(حضرت ابو محیفہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا،
میں نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ
پر سرخ جوڑا تھا گویا کہ میں اب بھی آپ
کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں،
حضرت سفیان کہتے ہیں کہ میرے خیال
میں وہ یمنی چادر میں تھیں۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَشْرِمٍ ،

حضرت براء بن عازب رضی اللہ

قَالَ: حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَحْسَنَ فِي حُلَّةِ حَمْرَاءَ، مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنْ كَانَتْ بَجْتَهُ لَتَطْرُبُ قَرِيبًا مِنْ مَنَكِبَيْهِ.

عنه فرماتے ہیں میں نے (دھاری دار) سرخ جوڑے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کانوں کے قریب تک پہنچتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کبھی آپ کے بال شریف تا بگوش ہوتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بال شریف کندھوں تک تھے۔

یہاں سرخ سے مراد خالص سرخ نہیں کہ مردوں کے لیے خالص سرخ لباس ممنوع ہے بلکہ مخطط بالا حمر مراد ہے یعنی اس کپڑے میں سرخ خطوط بھی تھے اور ہرے بھی اور کپڑا ریشمی نہ تھا سوتی تھا۔ حله سوتی کپڑے کا بھی ہوتا ہے یہ حله یعنی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی لباس محبوب تھا۔

جو بال کانوں کی گدیوں تک ہوں انہیں وفرہ کہتے ہیں، جو کانوں اور کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے اور جو کندھوں تک پہنچیں انہیں لمہ کہتے ہیں۔ حضور انور کے بال کبھی لمہ بھی ہوتے تھے اسی کا یہاں ذکر ہے۔

خیال رہے کہ عورتوں کی طرح بہت لمبے بال رکھنا مردوں کو ممنوع ہیں، کندھوں تک مردوں کے بالوں کی انتہا ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۲۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ

مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ

بْنُ إِيَادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي رَمَثَةَ،

قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ

أَخْضَرَانِ.

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس

حال میں دیکھا کہ آپ پر دو سبز چادریں

تھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن

یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تمیمی ہیں

اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔

(لمعات ومرقات و اشعة اللمعات)

قمیض اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی

زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سَدُوسٌ

خُضْرًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے اگر اس عمل شریف کی

اتباع میں ہو تو مستحب ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۰۲)

حضرت قبیلہ بنت محرمہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا کہ آپ پر دو پرانی چادریں تھیں جو

رعفران میں رنگی ہوئی تھیں اور اب رنگ کا

اثر زائل ہو چکا تھا۔ اس حدیث میں مزید

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَسَّانَ

الْعَدْرِيُّ، عَنْ جَدَّتَيْهِ دُحَيْبَةَ

وَعُلَيْبَةَ، عَنْ قَبِيلَةَ بِنْتِ مُحْرَمَةَ،

قَالَتْ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَسْمَالُ مُلَيْكَتَيْنِ، كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ، وَقَدْ نَفَضَتُهُ فِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ.

شرح حدیث: شوق علم

حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہو گئیں تو بچوں کو ان کے بچانے لے لیا۔ اب وہ تمام دنیوی جھگڑوں سے آزاد ہو کر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خدمت مبارک میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات و تلقینات سے عمر بھر فائدہ اٹھاتی رہیں۔

(الطبقات الکبریٰ، تذکرۃ قیلہ بنت مخرمہ، ج ۸، ص ۲۴۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ، لِيَلْبِسَهَا أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم سفید کپڑے ضرور پہنو، تمہارے زندہ بھی پہنیں اور مردوں کو بھی یہی کفن دو کیونکہ یہ بہترین کپڑے ہیں۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ، لِيَلْبِسَهَا أَحْيَاؤُكُمْ، وَكَفِنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ، فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے کہ زندوں اور مردوں کے لیے سفید کپڑا مستحب ہے ورنہ عورت میت کے لیے ریشمی، سوتی، سرخ پیلا ہر طرح کا کفن جائز ہے اگرچہ بہتر سفید اور سوتی ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۴۶۳)

❖ عَنْ سَمُرَةَ بِنِ جُنْدَبٍ قَالَتْ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا
أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفْنَا فِيهَا
مَوْتَانَاكُمْ۔
حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خود بھی سفید کپڑے پہنو اور مردوں کو بھی
انہیں میں کفن پہناؤ کیونکہ یہ کپڑے زیادہ
پاکیزہ اور سترے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اطیب بنا ہے طیب سے اگر طیب خبیث کا مقابلہ ہو تو بمعنی حلال ہوتا ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَرَنَّهُ اس کے معنی ہوتے پسندیدہ شرعاً یا عقلاً یا طبعاً یہاں اس ہی آخری معنی میں ہے یعنی سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سا دھبہ دور سے معلوم ہو جاتا ہے اور دھولیا جاتا ہے، رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے، نیز رنگین کپڑے کے دھونے میں رنگ دھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں، نیز سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے رنگین کپڑے کا رنگ عارضی۔ اطیب کے معنی میں دل پسند، جتنا حسن و زیبائش سفید کپڑے میں ہے اتنا دوسرے میں نہیں۔ وہ جو وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا یا سرخ جوڑا یعنی سرخ دھاری والا جوڑا پہنایا عورت کا کپڑا رنگین ہو وہ سب بیان جواز کے لیے ہے یہ فرمان عالی بیان استحاب کے لیے۔ بعض طلباء صوفیاء رنگین کپڑے پہنتے ہیں وہ محض اس لیے کہ جلد جلد دھونا نہ پڑیں ورنہ مسلمان کے لیے سفید کپڑا بہت ہی بہتر

ہے۔

بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عورت کو رنگین کفن دو غلط ہے ہر مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے کہ اب اس کی گفتگو اور ملاقات فرشتوں سے ہونے والی ہے تو اچھے کپڑوں میں ہونی چاہیے اچھے کپڑے سفید ہیں۔ یہاں مرقات نے سفید رنگت پر بہت اعلیٰ گفتگو کی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۶۳)

❖ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر کالی اون کی مخلوط چادر تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب کہ آیت کریمہ یُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا نازل ہوئی۔

خیال رہے کہ یہ آیت کریمہ ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اوپر سے انہیں کا ذکر ہے اور خود اس آیت کے اول میں انہیں سے خطاب ہے اور بعد میں بھی انہیں سے خطاب، اگر اتنے ٹکڑے میں یہ حضرات مراد ہوں تو آیات بلکہ ایک آیت کے اجزاء میں سخت بے ربطی ہو جاوے گی مگر چونکہ انہیں ازواج پاک اہل بیت کے لفظ سے یاد فرمایا گیا لہذا یہ طہر کہ ضمیر جمع مذکر ارشاد ہوئی کہ لفظ اہل بیت مذکر ہے جیسے فرشتوں نے حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا: أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمْتُ اللَّهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وہاں بھی علیکم جمع مذکر کی ضمیر ارشاد ہوئی ہے۔ حضور انور نے چاہا کہ ان حضرات کو بھی اس میں داخل فرمائیں لہذا دعا فرمائی

کہ الہی یہ بھی میرے گھر والے ہی ہیں انہیں بھی خوب پاک فرما دے اسی لیے روایات میں ہے کہ جناب ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی اس کبیل شریف میں داخل فرمائیں فرمایا انت علی خیر تم تو اس آیت خیر میں ہو ہی تمہارے لیے دعا کر کے داخل کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم تو ان کو داخل کرنے کی دعا کر رہے ہیں جو اس میں داخل نہیں۔

ان ساری آیات میں حضور کی ازواج پاک سے خطاب ہے لَیْسَاءَ النَّبِیِّ فَمَا کر انہیں حکم دیا گیا کہ پردے میں رہو، تلاوت قرآن کرو، نماز کی پابندی کرو۔ اس جملہ یعنی لَیْسَاءَ النَّبِیِّ عَنکُمْ الرَّجْسُ الخ میں ان احکام کی حکمت کا ذکر ہے کہ ہم نے تم کو یہ احکام اس لیے دیئے کہ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے زمانہ جاہلیت کی گھنونی عادات کی گندگی دور رکھے اور تم کو پاک و صاف رکھے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے یہ حضرات پاک و صاف نہ تھے اب پاک ہوں گے۔ خیال رہے کہ سوا انبیاء کرام اور فرشتوں کے معصوم کوئی نہیں ہاں حضرت صحابہ اور بعض اولیاء اللہ محفوظ ہیں۔ اس آیت سے ان حضرات کی معصومیت ثابت نہیں ہوتی جیسا کہ روافض نے سمجھا۔ معصوم وہ جو گناہ نہ کر سکے، محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے حضور سے اس موقع پر عرض کیا حضور میں بھی آپ کی اہل بیت ہوں فرمایا تم بھی اہل بیت ہو، بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے ام سلمہ کو بھی کبیل میں لے لیا پھر یہ دعا فرمائی۔ (مرقات) خیال رہے کہ لفظ پنچتن پاک اس حدیث سے لیا گیا ہے اور یہ واقعہ بہت بار ہوا کبھی ام سلمہ کو کبیل شریف میں داخل نہیں کیا اور کبھی داخل فرمایا ہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۷۷۷)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنے

❖ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمَغِيرَةَ بْنِ

والد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت

شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

اللہ علیہ وسلم لَبَسَ جُبَّةً رُومِيَّةً ضَبِيقَةَ الْكُتَيْبِ
 کرتے ہیں، انہوں نے (حضرت مغیرہ
 نے) فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ
 آتینوں والا رومی جبہ پہنا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے شامی جبہ پہنا، چونکہ اس
 زمانہ میں شام روم کا ماتحت تھا اس لیے ملک شام کو بھی روم کہہ دیا جاتا تھا یا مطلب ہے
 کہ بنا ہوا روم کا تھا سلا ہوا شام کا بہر حال احادیث میں تعارض نہیں۔ یہ کپڑا اونی ہوتا
 تھا موٹا بنا ہوا بہت سادہ۔ حضرات صوفیاء کرام بھی اکثر صوف یعنی اونی کپڑے پہنتے
 ہیں اس لیے انہیں صوفی کہا جاتا ہے یعنی صوف پہننے والے حضرت آدم و حوا نے زمین
 پر آ کر پہلے اونی کپڑا پہنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکثر صوف پہنتے اور درختوں کے پھل
 وغیرہ کھاتے تھے، جہاں شام آجاتی سو رہتے تھے۔ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ
 میں نے ستر بدری صحابہ سے ملاقات کی سب کا لباس صوف یعنی اون کا تھا، فقہاء
 فرماتے ہیں کہ سفر میں تنگ آستین کی قمیض افضل ہے اور گھر کھلی آستین کی قمیض بہتر
 ہے۔ صحابہ کرام کی آستین ایک بالشت چوڑی ہوتی تھیں۔ (مرقات)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۲)

9- بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آپ کی معیشت

❖ حدثنا قتيبة بن سعيد
 حضرت محمد بن سيرين رضی اللہ عنہ
 قال: حدثنا حماد بن زيد، عن
 فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی
 أيوب، عن محمد بن سيرين
 اللہ عنہ کے پاس تھے۔ ان پر گیسو سے
 قال: كنا عند أبي هريرة، وعليه
 رنگے ہوئے کتان کے دو کپڑے تھے

ثوبان ممشقان من کتان
فتبخط فی أحدہما، فقال: «بخ
بخ یتبخط أبو ہریرۃ فی الکتان
لقد رأیتنی وانی لأخر فیما بین
منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وحجرۃ عائشۃ مغشیا
علی فیجیء الجائی فیضع رجلہ
علی عنقی یری أن بی جنونا، وما
بی جنون، وما هو إلا الجوع۔

آپ نے ایک کپڑے سے ناک صاف کیا
اور فرمایا واہ واہ! ابو ہریرہ کتان میں ناک
صاف کرتا ہے (پھر فرمایا) میں نے دیکھا
کہ میں منبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کے
درمیان غش کھائے ہوئے گرا پڑا ہوں،
ایک آدمی آیا اور اس نے مجھ کو میری
گردن پر پاؤں رکھ دیا حالانکہ میں مجنون
نہ تھا بلکہ وہ حالت صرف بھوک کی وجہ سے
تھی۔

شرح حدیث: پیارے بھائیو! حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
علمی ذوق تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر سرور کونین، رحمت دارین، راحت قلب بے چین،
نانائے حسنین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدمین شریفین میں
پڑے رہتے تھے۔ فاقوں پر فاقے سہتے اور علم حاصل کرتے تھے اور آپ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ سب سے زیادہ احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں۔

❖ حدثنا قتیبۃ قال:
حدثنا جعفر بن سلیمان
الضبعی، عن مالک بن دینار
قال: ما شبع رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من خبز قط

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی
بھی روٹی یا گوشت پیٹ بھر کر نہیں کھایا
البتہ جماعت کے ساتھ ضرور کھایا
حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ولا لحم، إلا علی ضعف. قال
مالك: سألت رجلا من أهل
البادية: ما الضعف؟ قال: أن
يتناول مع الناس.

میں نے ایک دیہاتی سے پوچھا کہ ضعف
کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ لوگوں کے ساتھ
مل کر کھانا۔

شرح حدیث: سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتیں

حضرت سیدنا اہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: (۱) بروز
قیامت کوئی عمل ضرورت سے زیادہ کھانے کو ترک کرنے سے افضل نہ ہوگا کیونکہ یہ
سنت نبوی ہے (۲) سمجھدار لوگ دین و دنیا میں بھوک کو بہت زیادہ نفع بخش قرار دیتے
ہیں (۳) آخرت کے طلبگاروں کے لیے کھانے سے زیادہ کسی چیز کو میں نقصان دہ نہیں
سمجھتا (۴) علم و حکمت کو بھوک میں اور گناہ و جہالت کو شکم سیری میں رکھا گیا ہے (۵) جو
اپنے نفس کو بھوکا رکھتا ہے اس سے وسوسے ختم ہو جاتے ہیں (۶) بندہ جب بھوکا، بیمار اور
امتحان میں مبتلا ہوتا ہے اس وقت اللہ عزوجل کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے مگر
جسے اللہ عزوجل چاہے۔ (احیاء العلوم، ج ۳، ص ۹۱)

جاندار بدن کی آفتیں

حضرت سیدنا یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جو پیٹ بھر کر
کھانے کا عادی ہو جاتا ہے اس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے اور جس کے بدن پر
گوشت بڑھ جاتا ہے وہ شہوت پرست ہو جاتا ہے اور جو شہوت پرست ہو جاتا ہے اس
کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور
جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ دنیا کی آفتوں اور رنگینیوں میں غرق ہو جاتا ہے۔

(المہبات للعسقلانی، باب الخماسی، ص ۵۹)

10- بَابُ مَا جَاءَ فِي خُفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

موزہ مبارک

❖ عَنْ ابْنِ بَرِيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ،
 أَنَّ النَّجَّاشِيَّ أَهْدَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خُفَّيْنِ،
 أَسْوَدَيْنِ، سَادَجَيْنِ، فَلَبِسَهُمَا
 ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ
 اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں
 نے فرمایا نجاشی (شاہ حبشہ نے) حضور
 اکرم ﷺ کے لیے دو سیاہ اور سادہ
 موزے تحفہ بھیجے، آپ نے ان کو پہنا پھر
 وضو کیا اور ان پر مسح فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں ابو ہریدہ ہے مگر غلط ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ
 ابو بریدہ کنیت ہے عبداللہ ابن مریدہ کی، بریدہ ابن خصیب اسلمی صحابی ہیں، عبداللہ ابن
 بریدہ مرو کے حاکم تھے سلیمان ابن بریدہ کے بھائی ہیں دونوں بھائی ثقہ ہیں مگر حضرت
 عبداللہ بہت شاندار ہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

اصحہ یعنی نجاشی جو شاہ حبشہ تھے پہلے عیسائی تھے پھر حضرت عبداللہ ابن جعفر
 وغیرہم صحابہ کرام کی تبلیغ پر مسلمان ہوئے، انہوں نے خالص سیاہ رنگ کے چمڑے کے
 موزے حضور انور کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجے حضور نے انہیں پہنے، بعض علماء فرماتے
 ہیں کہ موزے سیاہ رنگ کے بہتر ہیں اور جوتے پیلے رنگ کے افضل۔ بہتر یہ ہے کہ
 موزے سادہ ہوں ان پر دھاگے وغیرہ کے نقش و نگار نہ ہوں۔

یہاں مرقات نے فرمایا کہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں
 ایک خط بھیجا اور قمیص پاجامہ چادر اور موزوں کا جوڑا بھیجا خط میں لکھا تھا کہ میں نے
 آپ کا نکاح بی بی ام حبیبہ سے کر دیا ہے آپ کی قوم سے ہیں میرے ملک میں ہیں

حضور قبول فرمائیں اور یہ حقیر سے ہدایا تحفے میں منظور کریں سرکار نے منظور فرمائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا جوتے اگرچہ کفار نے بنائے ہوں بغیر تحقیق کیے پہنے جاسکتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ پاک ہوں گے بلا وجہ ناپاک نہ سمجھو۔ (مرقات)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۶۱)

موزے

فتاویٰ دیدار یہ جلد اول ص 665 پر ہے: فرعون کے موزے سرخ رنگ کے تھے، ہامان کے موزے سفید رنگ کے تھے اور سیاہ رنگ کے موزے علماء کے موزے ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۳)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا بْنُ
أَبِي زَائِدَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ
عِيَّاشٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ
الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ
شُعْبَةَ: أَهْدَى دِحْيَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ،
فَلَبِسَهُمَا وَقَالَ إِسْرَائِيلُ: عَنْ
جَابِرٍ، عَنْ عَامِرٍ، وَجِبَّةٌ فَلَبِسَهُمَا
حَتَّى مَخَّرَقَا لَا يَذُرِي النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَذِي هُمَا أُمَّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ
نے رسول اللہ ﷺ کو بطور تحفہ دو
موزے پیش کیے، آپ نے انہیں پہنا اور
اسرائیل نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ
کے واسطے سے حضرت عامر رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ ایک جبہ بھی (پیش کیا)
آپ نے انہیں پہنا یہاں تک کہ وہ
(پرانے ہو کر) پھٹ گئے اور حضور اکرم
ﷺ کو یہ بتایا نہیں گیا تھا کہ وہ ذبح
کیے ہوئے جانوروں کے ہیں یا نہیں۔

لا

شرح حدیث: حضرت وحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بہت ہی بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ جنگ احد اور اس کے بعد کے تمام اسلامی معرکوں میں کفار سے لڑتے رہے۔ ۶ھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو روم کے بادشاہ قیصر کے دربار میں اپنا مبارک خط دے کر بھیجا اور قیصر روم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک پڑھ کر ایمان لے آیا مگر اس کی سلطنت کے ارکان نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں چمڑے کا موزہ بطور نذرانہ پیش کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا۔ یہ مدینہ منورہ سے شام میں آ کر مقیم ہو گئے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الدال، فضل فی الصحابہ، ص ۵۹۳ و اسد الغابہ، وحیہ بن خلیفہ، ج ۲، ص ۱۹۰)

11- بَابُ مَا جَاءَ فِي نَعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نعلین مبارک

❖ قَالَ : قُلْتُ لِأَنْسِ بْنِ مَالِكٍ : كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: لَهَا قَبْلَانِ.

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کیسے تھے انہوں نے فرمایا کہ ان میں دو تسمے لگے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی پاک مثل چمڑی کے تھی اور اس کے دونوں چمڑے کے فیتے آپ کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان سے ہو کر پنجے مبارک

کے دائیں بائیں جڑے ہوئے تھے جس طرح نقشہ نعلین پاک ہے وہ شکل نہیں بلکہ جس طرح آج کل سپنج کی چپل بناتے ہیں، نقشہ پاک والی چپل نبی کریم نے اکثر پہنی ہے مگر یہ چپل کبھی کبھی۔ (مراة المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۲)

نعلین اقدس

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین اقدس کا تسمہ ٹوٹ گیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے اس کو درست فرمانے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھے دیجئے میں اس کو درست کر دوں، میری اس درخواست پر ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ تم اس کو ٹھیک کر دو گے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تم لوگوں پر اپنی برتری اور بڑائی ظاہر کروں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی کام میں مشغول دیکھ کر بار بار درخواست عرض کرتے کہ یا رسول اللہ! (عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ خود یہ کام نہ کریں اس کام کو ہم لوگ انجام دیں گے مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ یہ سچ ہے کہ تم لوگ میرا سب کام کر دو گے مگر مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کے درمیان کسی امتیازی شان کے ساتھ رہوں۔

(المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما کرّمہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۳۹)

❖ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ

لِنَعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَبْلَانِ، مَفْنَعِي شَرًّا كَهَمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک میں دو تسمے تھے جو دوہرے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ قبائل اور شرک دونوں کے معنی ہیں تسمہ مگر شرک اکہرے تسمہ کو کہتے ہیں قبائل بٹے ہوئے کو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جوتا شریف میں دو تسمہ ہوتے تھے ہر تسمہ بٹا ہوا، اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق کے نعلین پاک کا حال تھا ایک تسمہ کا جو تاسب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے پہنا بیان جواز کے لیے اب مروجہ جوتوں میں تسموں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں چپل کا رواج عام تھا وہ بھی تسمہ والی۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۷)

❖ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ طَهْمَانَ،
قَالَ : أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ
مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ، لَهَا
قِبَالَانِ فَقَالَ : فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ
بَعْدَ عَنِ أَنَسٍ، أَنَّهَا كَانَتَا نَعْلَيِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عیسیٰ بن طہمان رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک رضی
اللہ عنہ نے ہمیں دو پاپوش (جوتے) جن
پر بال نہیں تھے، نکال کر دکھائے (یعنی
کسی صندوق وغیرہ سے) راوی کہتے ہیں
مجھ سے حضرت ثابت نے بیان کیا اور ان
کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک تھے۔

شرح حدیث: مرشد کامل کے نعلین کا ادب

حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ کو اپنے مرشد سے بہت عقیدت و محبت تھی، بلکہ کمال
درجہ کا عشق بھی تھا۔ اس کی ایک نادر مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی درویش نے خواجہ
نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کی خدمت میں آکر سوال کیا۔
اتفاق سے لنگر خانے میں کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جو اسے دی جاتی۔ خواجہ
صاحب علیہ الرحمۃ نے درویش سے کہا کہ اتفاق سے آج کوئی شے نہیں آئی۔ البتہ کل
کی فتوح تمہیں دیدی جائے گی، مگر دوسرے دن بھی کوئی شے نہ آئی۔ تب خواجہ صاحب

علیہ الرحمۃ نے اپنے پاؤں سے نعلین شریف (یعنی جوتیاں) اتار کر درویش کو دے دیں اور رخصت کیا۔

مرشد کی خوشبو اتفاق سے اس وقت امیر خسرو علیہ الرحمۃ بادشاہ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں وہی درویش مل گیا۔ آپ علیہ الرحمۃ کو جب پتا چلا کہ یہ شہر مرشد سے آرہا ہے تو، آپ نے درویش سے اپنے پیرو مرشد (حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ) کی خبر پوچھی۔ جب درویش گفتگو کرنے لگا تو امیر خسرو علیہ الرحمۃ بے ساختہ بول اٹھے۔ مجھے اپنے پیروشن ضمیر کی خوشبو آرہی ہے۔ شاید ان کی کوئی نشانی تیرے پاس ہے۔ درویش نے یہ سن کر خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نعلین شریف سامنے کر دی اور کہا یہ مجھے عنایت کی گئی ہیں۔

نعلین شریف امیر خسرو علیہ الرحمۃ اپنے مرشد کامل کے نعلین شریف دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور درویش سے کہا کیا تم انہیں فروخت کرنے کو تیار ہو۔ درویش آمادہ ہو گیا۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے پاس اس وقت پانچ لاکھ نقرئی ٹنکے تھے۔ جو سلطان نے دیئے تھے۔ آپ نے وہ سب کے سب درویش کو دے کر اپنے مرشد کامل کے نعلین شریف لے لئے۔ اور اپنے سر پر رکھ کر چل پڑے۔

پھر مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ درویش نے نعلین کے بدلے میں پانچ لاکھ برہی اکتفا کر لیا۔ ورنہ وہ ان نعلین شریف کے بدلہ میں میری جان بھی مانگتا تو بھی میں دینے سے دریغ نہ کرتا۔ (الوار الاصفیاء ص ۳۳۵)

فتاویٰ رضویہ اور تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تبرک آثار شریفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیسا اور اس کے لئے ثبوت یقینی درکار ہے۔ یا صرف شہرت کافی ہے

اور نعلین شریفین کی تمثال کو بوسہ دینا کیسا ہے اور اس سے توسل جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ تمثال نعل شریف کے اوپر بعد بسم اللہ کے لکھتے ہیں: اللهم ارئی برکتہ ہذین النعلین الشریفین۔ یا اللہ! مجھے ان نعلین پاک کی برکت سے نواز۔ اور اس کے نیچے دعائے حاجت لکھتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟ بیوا تو جروا

الجواب: فی الواقع آثار شریفہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تبرک سلفا و خلفا زمانہ اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک بلا تکثیر رائج و معمول اور باجماع مسلمین مندوب و محبوب بکثرت احادیث صحیحہ بخاری و مسلم وغیرہما صحاح و سنن و کتب حدیث اس پر ناطق جن میں بعض کی تفصیل فقیر نے کتاب البارقۃ الشارقة علی مارقة الشارقة میں ذکر کی۔ اور ایسی جگہ ثبوت یقینی یا سند محدثانہ کی اصلاح حاجت نہیں اس کی تحقیق و تنقیح کے پیچھے پڑنا اور بغیر اس کے تعظیم و تبرک سے باز رہنا سخت محرومی کم نصیبی ہے ائمہ دین نے صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے اس شے کا معروف ہونا کافی سمجھا ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من اعظامہ و اکبارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظام جمیع

اسبابہ و اکرام مشاہدہ و امکنتہ من مکة و البیدینہ و معاہدہ

و مالسہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و اعرف بہ۔

(الشفاء جعفری حقوق المصطفیٰ فصل من اعظامہ و اکبارہ الخ عبدالنواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/۲۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام متعلقات کی تعظیم اور آپ کے نشانات اور مکہ

مکرمہ و مدینہ منورہ کے مقامات اور آپ کے محسوسات اور آپ کی طرف منسوب ہونے

کی شہرت والی اشیاء کا احترام یہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم ہے۔

اسی طرح طریقت فطریقہ شرقا غربا عجمائے دین و ائمہ معتزین نعل مطہر حضور

سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام کے نقشے کاغذوں پر بناتے کتابوں میں تحریر فرماتے آئے اور انھیں بوسہ دینے آنکھوں سے لگانے سر پر رکھنے کا حکم فرماتے رہے اور دفع امراض و حصول اغراض میں اس سے توسل فرمایا کئے، اور بفضل الہی عظیم و جلیل برکات و آثار اس سے پایا کئے۔

علامہ ابوالیمن ابن عسا کر و شیخ ابوالسخت ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی وغیرہما علماء نے اس باب میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور علامہ احمد مقتدری کی فتح المتعال فی مدح خیر المتعال اس مسئلہ میں اجمع و نفع تصانیف سے ہے۔ محدث علامہ ابوالربیع سلیمان بن سالم کلاعی و قاضی شمس الدین ضیف اللہ رشیدی و شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقتدری و سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح و شیخ محمد بن فرج سبتی و شیخ محمد بن رشید فہری سبتی و علامہ احمد بن محمد تلمسانی موصوف و علامہ ابوالیمن ابن عسا کر و علامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمن بن علی مغربی و امام ابوبکر احمد ابو محمد عبداللہ بن حسین انصاری قرطبی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نقشہ نعل مقدس کی مدح میں قصائد عالیہ تصنیف فرمائے ان سب میں اسے بوسہ دینے سر پر رکھنے کا حکم و استحسان مذکور اور یہی مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی و شرح مواہب علامہ زرقانی وغیرہما کتب جلیلہ میں مسطور و قد لخصنا اکثر ذلك فی کتابنا السزود (اور ہم نے اکثر کا خلاصہ اپنی مذکور کتاب میں ذکر کیا ہے۔)

علماء فرماتے ہیں جس کے پاس یہ نقشہ متبرکہ ہو ظلم ظالمین و شر شیطان و چشم زخم حاسدین سے محفوظ رہے عورت و روزہ کے وقت اپنے داہنے ہاتھ میں لے آسانی ہو، جو ہمیشہ پاس رکھے نگاہ خلق میں معزز ہو، زیارت روضہ مقدس نصیب ہو یا خواب میں زیارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہو، جس لشکر میں ہونہ بھاگے جس قافلہ میں ہونہ لٹے، جس کشتی میں ہونہ ڈوبے جس مال میں ہونہ بچرے، جس حاجت

میں اس سے توسل کیا جائے پوری ہو جس مراد کی نیت سے پاس رکھیں حاصل ہو، موضع درد و مرض پر اسے رکھ کر شفا میں ملی ہیں، مہلکوں مصیبتوں میں اس سے توسل کر کے نجات و فلاح کی راہ ہیں کھلی ہیں، اس باب میں حکایت صلحاء و روایات علماء بکثرت ہیں کہ امام تلمسانی وغیرہ نے فتح المتعال وغیرہ میں ذکر فرمائیں اور بسم اللہ شریف اس پر لکھنے میں کچھ حرج نہیں، اگر یہ خیال کیجئے کہ نعل مقدس قطعاً تاج فرق اہل ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام و کلام ہر شے سے اجل و اعظم و ارفع و اعلیٰ ہے۔ یوہیں تمثال میں بھی احتراز چاہئے تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نام الہی یا بسم اللہ شریف حضور کی نعل مقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال و تمثال محفوظ عن الابدال میں تفاوت بدیہی ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانوران صدقہ کی رانوں پر جیس فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں وقف ہے۔ ت) داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں۔

بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:

اخبرنا مالک بن اسعیل ثنا مندل بن علی الغزی حدثنی جعفر بن ابی المغیرة عن سعید بن جبیر قال کنت اجلس الی ابن عباس فاكتب فی الصحیفة حتی تبتل ثم اقلب نعلی فاكتب فی ظهوره
والله تعالیٰ اعلم وعلیه جل مجدہ انہم واحکم۔

(سنن الدارمی باب من اخص فی کتابہ العلم حدیث ۵۰۵۰ دارالماہرین قاہرہ ۱/۱۰۵)

مالک بن اسمعیل نے خبر دی کہ مندل بن علی الغزی نے بیان کیا کہ مجھے جعفر بن ابی مغیرہ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے فرمایا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا ایک کاغذ پر لکھ رہا تھا کہ وہ کاغذ

پر ہو گیا پھر میں نے اپنا جوتا الٹا کر کے لکھا، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ
اتم و احکم! (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱ ص ۲۱۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ، أَنَّهُ
قَالَ لَابْنِ عُمَرَ: رَأَيْتُكَ تَلْبَسُ
التِّعَالَ السَّبْتِيَّةَ، قَالَ: إِنِّي
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَلْبَسُ التِّعَالَ الَّتِي
لَيْسَ فِيهَا شَعْرٌ، وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا،
فَأَنَا أَحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا.

حضرت عبید بن جریج رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی
اللہ عنہما سے پوچھا (کیا وجہ ہے) میں
دیکھتا ہوں کہ آپ بغیر بالوں والی
جوتیاں پہنے ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا
میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ
آپ کے نعلین پاک پر بال نہیں ہوتے
تھے اور آپ انہی میں وضو فرماتے تھے اور
میں بھی وہی نعلین پہننا پسند کرتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، آپ کا نام عبد اللہ ہے، فقہاء صحابہ میں سے
ہیں، عبادلہ ثلاثہ میں سے ایک ہیں۔

کھال اچھی طرح صاف کر کے سب بال اتار دیئے ہوں جس طرح ہمارے
ملک میں رواج ہے اس طرح بہت خوبصورت جوتا بنتا ہے، ایسا جوتا بھی زینت انسانی
میں شامل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرد کو زینت کرنی جائز ہے جب کہ اس میں شرعی
ممانعت نہ ہو نہ اس میں کفر سے مشابہت ہو نہ عورتوں سے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۱)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعْلَانِ
وَسَلَّمَ قِبَالَانَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین
مبارک میں تسے لگے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: فتاویٰ رضویہ اور نقش نعل پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی شمس الدین صیف اللہ رشیدی فرماتے ہیں:

لمن قدمس شکل نعال ظہ
جزیل الخیر فی یوم الحسان
وفی الدنیا یكون بخیر عیش
وعز فی النہاء بلا ارتیاب
فبادروا لثم الآثار منها
بقصد الفوز فی یوم حسان

نقش نعل طہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے من کرنے والے کو قیامت میں خیر کثیر ملے
گی اور دنیا میں یقیناً نہایت اچھے عیش و عزت و سرور میں رہے گا تو روز قیامت مراد ملنے
کی نیت سے جلد اس اثر کریم کو بوسہ دے)

شیخ فتح اللہ بیلونی حلبی معاصر علامہ مقری نعل مقدس سے عرض کرتے ہیں:

فی مملک یا نعال اعلی النجبا
اسرار بینہا شہدنا العجبا
من مرع خدہ بہ منہلا
قد قام لہ بعض ما قد وجب

(اے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک! تیرے نقشہ میں
وہ اسرار ہیں جن کی عجیب برکتیں ہم نے مشاہدہ کیں جو اظہارِ عجز و نیاز کے
ساتھ اپنا رخسار اس پر رگڑے وہ بعض حق اس نقشہ مقدسہ کے جو اس پر
واجب ہیں ادا کرے)

وہی فرماتے ہیں:

مثال نعل بوطی البصطفی سعدا

فامد الی لشہہ بالذل منک یدا

واجعلہ منک علی العینین معترفا

بحق توقیرہ بالقلب معتقدا

وقبلہ واعلن بالصلاة علی

خیرالانام وکرر ذاک مجتهدا

(یہ نقشہ اس نعل مبارک کا جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم سے
ہمایوں ہوئے تو اس کے بوسہ دینے کو تذلل کے ساتھ ہاتھ بڑھا اور زبان
سے اس کے وجوب و توقیر کا اقرار اور دل سے اعتقاد کرتا ہوا اسے آنکھوں
پر رکھ اور بوسہ دے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر باعلان درود بھیج اور
کوشش کے ساتھ اسے بار بار بجالا)

سید محمد موسیٰ حسینی مالکی معاصر علامہ ممدوح فرماتے ہیں:

مثال نعل البصطفی اشرف الوری

بہ مورد لا تبغی عنہ مصدرا

فقبلہ لثما وامسح الوجه موقنا

بنیت صدق تلی ما کنت مضیا

(مصطفیٰ اشرف المخلوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشہ نعل اقدس میں وہ

مقام حضور ہے جس سے تو نے رجوع نہ چاہے تو اسے یقین اور سچی نیت

کے ساتھ چہرہ سے لگا دل کی مراد پائے گا)

محمد بن سنی فرماتے ہیں:

فمی قبلہا مثل نعل کریمہ

بتقبیلہا یشفی سقام من اسمہ استشفی

(اے میرے منہ سے بوسہ دے یہ نعل کریم کا نقشہ ہے اس کے بوسہ سے شفا طلب کر مرض دور ہوتا ہے)

علامہ احمد بن مقرئ تلمسائی صاحب فتح المتعال میں فرماتے ہیں:

اکرم بتمثال حکى نعل من
فاق الوری بالشرف الباذخ
طوبى لمن قبله منباء
یلثبه عن حبه الراخ

(فتح المتعال)

(کس قدر معزز ہے ان کی نعل مقدس کا نقشہ جو اپنے شرف عظیم میں تمام عالم سے بالا ہیں خوشی ہو اسے جو اسے بوسہ دے اپنی راسخ محبت ظاہر کرتا ہوا)

علامہ ابوالیمن ابن عسا کر فرماتے ہیں:

الشم ثری الاثر الکریم فحبذا

ان غزت منه بلغم ذا التمثال

(نعل مبارک کی خاک پر بوسہ دے کر اس کے نقشے ہی کا بوسہ دینا تجھے

نصیب ہو تو کیا خوب بات ہے)

علامہ ابوالحکم مالک بن عبدالرحمن بن علی مغربی جنہیں علامہ عبدالباقی زرقانی نے

شرح مواہب شریف میں احد الفضلاء البغاربة (فضلاء مغرب میں سے ایک

ت) کہا۔ اپنی مدحیہ میں فرماتے ہیں:

مثل نعل من احب هویتہ

فہا انا فی یوم ولیلئ الشہ

(شرح الزرقانی علی المواہب نعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصر ۵/ ۵۷)

(میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعلین مبارک دوست رکھتا اور
رات دن اسے بوسہ دیتا ہوں)

امام ابوبکر احمد ابن امام ابو محمد بن حسین انصاری قرطبی فرماتے ہیں:

ونعل خضعنا هیبة لبہائہا وانا

متی نخضع لها ابدًا نعلو

فضعها علی اعلی البفارق انہا

حقیقتہا تاج و صورتہا نعل

(المواہب اللدنیہ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷۰)

(اس نعل مبارک کے جلال انور سے ہم نے اس کے لئے خضوع کیا اور
جب تک ہم اس کے حضور جھکیں گے بلند رہیں گے تو اسے بالائے سر رکھ
کہ حقیقت میں تاج اور صورت پر نعل ہے)

شرح مواہب میں ان امام کا ترجمہ عظیمہ جلیلہ مذکور اور ان کا فقیہ محدث و ماہر و
ضابط و متین الدین و صادق الودع و بے نظیر ہونا مسطور امام علامہ احمد بن محمد خطیب
قسطلانی صاحب ارشاد الساری شرح صحیح بخاری نے مواہب اللدنیہ و منہج محمدیہ میں ان
امام کے یہ اشعار ذکر نقشہ نعل اقدس میں انشاد کئے اور مدحیہ علامہ ابوالحکم مغربی کو ما
احسنہا (کیا ہی اچھا ہے۔ ت) اور نظم علامہ ابن عسا کر سے اللہ درہ ۲ (اللہ
اکلیلے اس کی بھلائی ہے) فرمایا۔

(۱) مواہب اللدنیہ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۶۸)

(۲) مواہب اللدنیہ بحوالہ القرطبی لبس النعل المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۶۷)

علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

الشم التراب الذي حصل له الندادة من اثر النعل الكريمة ان
امكن ذلك والاقبل مثالها۔

(شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۵/۲۸)

اگر ہو سکے تو اس خاک کو بوسہ دے جسے نعل مبارک کے اثر سے نم حاصل
ہوئے ورنہ اس کے نقشہ ہی کو بوسہ دے۔

علامہ تاج الدین فاکہانی نے فجر منیر میں ایک باب نقشہ قبور لامعۃ النور کا لکھا اور
فرمایا:

من فوائد ذلك ان من لم يكنه زيارة الروضة فليزر مثالها
وليشبه مشتاقا لانه ناب مناب الاصل كما قد ناب مثال نعله
الشريفة مناب عينها في المنافع والخواص بشهادة التجربة
الصحيحة ولذا جعلوا له من الاكرام ولا احترام ما يجعلون
للسنوب عنه۔ الخ۔ (الفجر المنير)

یعنی اس نقشہ کے لکھنے میں ایک فائدہ یہ ہے کہ جسے اصل روضہ عالیہ کی
زیارت نہ ملی وہ اس کی زیارت کر لے اور شوق سے اسے بوسہ دے کہ یہ
مثال اس اصل کے قائم مقام ہے جیسے نعل مقدس کا نقشہ منافع و خواص
میں یقیناً یہ اس کا قائم مقام ہوا جس پر تجربہ صحیحہ گواہ ہے ولہذا علمائے دین
نے نقشہ اعزاز و احترام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں الخ۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲ ص ۳۹۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ سَمِعَ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ،

يَقُولُ: رَأَيْتُكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُصَلِّي فِي

نَعْلَيْنِ مَخْضُوفَتَيْنِ۔

حضرت عمرو بن حرث رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا کہ آپ دو (دوہرے) نعلے پہنے ہوئے
جو تون میں نماز پڑھتے تھے۔

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَمْشِيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، لِيُنْعِلُهَا جَمِيعًا، أَوْ لِيُخْفِهَا جَمِيعًا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایک جوتے میں نہ چلے، یا تو دونوں جوتے پہنے یا دونوں اتار دے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت کراہت تزیہی کی ہے اسی حکم میں کرتہ اچکن وغیرہ کا پہننا ہے کہ کرتے اچکن کی ایک آستین پہن لینا دوسری یوں ہی لٹکتی رکھنا ممنوع ہے۔ یہاں مرقاۃ میں اس حکم کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں: ایک یہ ہے کہ یہ طریقہ شیطان کا ہے کہ وہ ایک جوتہ پہن کر چلتا ہے، نیز اس طرح چلنا کچھ دشوار بھی ہوتا ہے خصوصاً جب کہ جوتی کچھ اونچی ہو اور جگہ ناہموار ہو، نیز یہ طریقہ شرفاء کا نہیں اور یہ کم عقلی کی علامت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں جو آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک جوتا شریف میں چلتے دیکھا وہ یا تو اس حکم سے منسوخ ہے یا وہ عمل شریف گھر کے اندر کا ہے اور یہ حکم شریف یا باہر مڑک کا یا وہ حکم بیان جواز سے لیے ہے اور یہ حکم بیان استحباب کے لیے یا وہ اتفاقاً نادر تھا، یہ ممانعت ہمیشگی اور عادت ڈال لینے سے ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس کی پوری تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۵)

❖ عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَأْكُلَ يَعْجَى الرَّجُلِ، بِشِمَالِهِ، أَوْ يَمْشِيَ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے اور ایک جوتے میں چلنے سے منع فرمایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عربی میں خف چڑے کے موزے کو کہتے ہیں جس پر مسح ہو سکے اور جو راب سوتی اونی ریشمی موزے کو کہا جاتا ہے جو قابل مسح نہیں۔ اہل عرب کبھی چڑے کے موزے کو جوڑنے کی طرح استعمال کرتے ہیں، صرف ایک موزہ پہننا کہ دوسرا پاؤں کھلا رہے ممنوع ہے خواہ موزہ چڑے کا ہو یا سوتی اونی۔

کیونکہ داہنا ہاتھ افضل ہے اور کھانا اعلیٰ کام ہے تو اعلیٰ کام افضل ہاتھ سے کرنا بہتر ہے۔ عرب میں مالدار سردار لوگ اظہار فخر کے لیے بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اور غرباء مساکین داہنے ہاتھ سے۔ اسلام نے سب کے لیے داہنا ہاتھ معین فرمایا کہ اس سے کھایا پیا جاوے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۶)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ ، وَإِذَا تَرَغَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ ، فَلَتَكُنَّ الْيَمِينُ أَوْلَاهُمَا تُنْعَلُ ، وَآخِرُهُمَا تُنْزَعُ .
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے دایاں پہنے اور جب اتارے تو پہلے بائیں اتارے، پس دایاں، پہنے میں اول اور اتارنے میں آخر ہونا چاہیے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم استحبابی ہے۔ اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اچھا و اعلیٰ کام داہنی طرف سے شروع کیا جاوے اور اذنی اور گھٹیا کام بائیں طرف سے، مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے داخل کرے بائیں پاؤں پیچھے، جب نکلے تو اس کے برعکس کرے کہ بائیں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پیچھے اور پاخانہ جاتے وقت بائیں پاؤں پاخانہ میں داخل کرے بعد میں داہنا مگر وہاں سے نکلتے وقت اس کے برعکس۔ جوتے پہننا اعلیٰ

کام ہے اور اتارنا اونی کام لہذا یہ حکم دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جوتے یکدم اتارنا پہننا بھی سنت کے خلاف ہے، اولاً داہنے پاؤں میں پہنے پھر بائیں میں۔ اسلام میں داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اس لیے یہ حکم دیا گیا حتیٰ کہ وضو میں داہنے ہاتھ پاؤں پہلے دھولے جائیں بائیں بعد میں یہ ترتیب بہت جگہ ہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۵۴)

❖ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الشَّيْئَانَ مَا اسْتَطَاعَ فِي تَرَجُّلِهِ، وَتَنَعَلِهِ وَظُهُورِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے جوتا پہننے اور وضو کرنے میں حتیٰ الامکان دائیں (سے ابتدا) کو پسند فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سزمہ لگانا، ناخن و بغل کے بال لینا، حجامت اور موچھیں کٹوانا، مسجد میں آنا اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتیٰ کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے۔ (اشعۃ اللغات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بائیں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضہ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضہ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی۔ چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ

نماز میں داہنی جانب نہ تھو کو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔

(مراة المناجیح، ج ۱، ص ۳۸۱)

❖ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَاحِدًا عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نعلین مبارک میں دو تسمے تھے اور ایک تسمہ لگانے والے پہلے شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

شرح حدیث: جوتا پہننے کی سنتیں اور آداب

نعلین پہننا سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ جوتے پہننے سے کنکر، کانٹے وغیرہ چھنے سے پاؤں کی حفاظت رہتی ہے۔ نیز موسم سرما میں سردی سے بھی پاؤں محفوظ رہتے ہیں اور گرمیوں میں دھوپ میں چلنے کے لئے جوتے نہایت ہی کارآمد ہیں۔ جوتا پہننے کی چند سنتیں اور آداب ملاحظہ ہوں:

(۱) کسی بھی رنگ کا جوتا پہننا اگرچہ جائز ہے لیکن پیلے رنگ کے جوتے پہننا بہتر

ہے کہ مولا مشکل کشا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو پیلے جوتے پہنے

گا اس کی فکروں میں کمی ہوگی۔ (کشف الخفاء، الحدیث ۲۵۹۵، ج ۲، ص ۲۴۶)

(۲) پہلے سیدھا جوتا پہنیں پھر الٹا اور اتارنے وقت پہلے الٹا جوتا اتاریں پھر سیدھا۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل کے

پیارے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (کوئی

شخص) جب جوتا پہنے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے اور جب اتارے تو پہلے

بائیں پاؤں کا اتارے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، باب لبس النعال وغل، الحدیث ۳۶۱۶، ج ۴، ص ۱۶۶)

(۳) جب بیٹھیں تو جوتے اتار لینا سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ بیٹھے تو سنت ہے کہ اپنے جوتے اتار لے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الاعتعال، الحدیث ۴۱۳۸، ج ۴، ص ۹۵)

12- بَابُ مَا جَاءَ فِي ذِكْرِ خَاتِمِ

رسول الله صلى الله عليه وسلم

انگوٹھی مبارک

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
كَانَ خَاتِمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی
وَسَلَّمَ مِنْ وَرْقٍ، وَكَانَ فَضُّهُ چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبش کا تھا۔
حَبَشِيًّا

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہاں مرقات میں ہے کہ اس انگوٹھی کا نگینہ عقیق کا تھا جس کا رنگ مائل بہ سیاہی تھا یعنی سرخ مائل بہ سیاہی، یہ عقیق تو یمنی تھا مگر اس کو بنایا گیا تھا حبشہ میں اس لیے اسے حبشی کہا گیا۔ پیداوار یمنی صنعت حبشی عقیق کا نگینہ بہت مبارک ہے، حدیث شریف میں ہے تختہ بالعقیق فانہ مبارک چاندی کی انگوٹھی عقیق سیاہ کا نگینہ بہت اعلیٰ ہے۔ (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ پہلے یاقوت کی انگوٹھی طاعون سے محفوظ رکھتی ہے، بعض میں ہے کہ عقیق کی انگوٹھی فقیری دور کرتی ہے، یہ احادیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں لہذا قوی ہیں۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۳۳)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے
عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ نَافِعٍ، ہیں بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ ، فَكَانَ يَخْتُمُ بِهِ وَلَا يَلْبَسُهُ .

کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ آپ اس سے مہر لگاتے تھے اور پہنتے نہیں تھے۔

شرح حدیث: خواب میں انگوٹھی علم کی نشانی

حضرت سیدنا امام ذراوردی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: میں نے خواب میں اپنے آپ کو مسجد نبوی میں یوں حاضر پایا کہ میں نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلوہ گور بار سے ضیا بار ہو رہا ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ اسی دوران حضرت سیدنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ارشاد فرمایا: ادھر میرے پاس آؤ۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب ہوئے تو سرکارِ دو عالم، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتاری اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھنگلیا میں پہنا دی۔ میرے خیال میں اس سے مراد علم ہے جو حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا۔ علم کے سبب علمائے کرام رَحْمَةُ اللهِ السَّلَامُ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتے۔ امراء آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے روشنی پاتے۔ عام لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان دل و جان سے تسلیم کرتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم بغیر دلیل کے نافذ ہوتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی سوال کا جواب ارشاد فرمادیتے تو اس میں مزید مشورے کی ضرورت نہ رہتی۔

(سیر اعلام النبلاء، الرقم ۱۱۸، مالک الامام، ج ۷، ص ۴۰۲، حنفیہ الاولیاء، مالک بن انس،

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ خَاتَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ فِضَّةٍ، فَضَّهُ مِنْهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اور اس کا نگینہ (دونوں) چاندی کے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھیاں مختلف رہی ہیں۔ کبھی ایسی انگوٹھی پہنی ہے جس کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا اور کبھی ایسی کہ اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا یہاں اس دوسری قسم کی انگوٹھی کا ذکر ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ انگوٹھی خالص چاندی کی تھی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ انگوٹھی لوہے کی تھی اس پر چاندی کا خول تھا اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہ روایت مرقات نے مکحول اور ابراہیم نخعی سے کی اور کہیں نہیں ملتی۔ واللہ اعلم! حق یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی کبھی نہیں پہنی۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۳۲)

❖ حَدَّثَنَا اسْتَحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ قِيلَ لَهُ: إِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُونَ إِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ، فَأَضْطَمَعَ خَاتَمًا، فَكَانِي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي كَفِيهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمی بادشاہوں کی طرف خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو بتایا گیا کہ عجمی لوگ صرف اسی خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہو، آپ نے ایک انگوٹھی بنوائی گویا کہ میں (راوی) آپ کی ہتھیلی مبارک میں اس کی سفید (اب بھی دیکھ رہا ہوں۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے شاہ روم قیصر اور شاہ فارس کسریٰ وغیرہم کو دعوت نامہ لکھنے کا ارادہ فرمایا کہ انہیں دعوت اسلام دیں تو واقف کار صحابہ کرام نے عرض کیا یہ بادشاہ بغیر مہر والے خط کو نہیں پڑھا کرتے تب حضور انور نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں نقش کروایا محض رسول اللہ یوں کہ پہلے محمد پھر اس کے اوپر رسول پھر اس کے اوپر اللہ اور ان سلاطین کو فرامین لکھے جیسا کہ ابھی احادیث میں آرہا ہے۔ مہر والی انگوٹھی بادشاہ، قاضی اور مفتی کے لیے سنت ہے۔ (ازمرقات) (مراۃ المناجیح، ج 5، ص 820)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى،
قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي،
عَنْ ثُمَامَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،
قَالَ: كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُحَمَّدٌ
سَطْرٌ، وَرَسُولٌ سَطْرٌ، وَاللَّهُ
سَطْرٌ.

❖ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ
الْجَهْضِيُّ أَبُو عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا
نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ
قَيْسٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف خط لکھا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ (عجمی بادشاہ) مہر کے بغیر خط قبول نہیں کرتے تو آپ نے ایک

وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ
وَالنَّجَاشِي، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُمْ لَا
يَقْبَلُونَ كِتَابًا، إِلَّا بِخَاتَمِ
فَصَاحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، خَاتَمًا حَلَقَتْهُ فِضَّةٌ
وَنُقِشَ فِيهِ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ دعوت اسلام دینے کے لیے فرمان عالیہ، کسریٰ لقب تھا شاہ فارس کا
اور قیصر لقب تھا شاہ روم کا اور نجاشی شاہ حبشہ کا، وہ نجاشی جو پہلے ہی اسلام لا چکا تھا اس کا
نام اصمہ تھا، یہ ۶ھ میں اسلام لائے اور ۹ھ میں ان کی وفات ہوئی، حضور انور
نے مدینہ منورہ میں ان کا جنازہ پڑھا ان کے بعد جو نجاشی تخت پر بیٹھا اسے حضور انور
نے دعوت اسلام دی اس کا نام اس کا اسلام لانا معلوم نہ ہو سکا۔ اصمہ نجاشی کو تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ کے ساتھ اپنے نکاح کی قبولیت کا فرمان لکھا تھا انہیں
دعوت اسلام نہ دی گئی تھی۔ (مرقات)

یعنی ان بادشاہوں کا قانون یہ ہے کہ جس خط پر بھیجنے والے کے نام کی مہر نہ ہو
اسے نہ قبول کرتے ہیں نہ سنتے ہیں وہ لوگ دنیاوی وجاہت والوں کے خطوط ہی پڑھتے
سنتے ہیں عوام کے نہیں اور ان کے ہاں وجاہت کی علامت مہر ہے۔

ان علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انگوٹھی شریف کا صرف حلقہ چاندی کا تھا
نگینہ کسی اور چیز کا تھا مگر حضور نے ایسی انگوٹھی بھی پہنی ہے جس کا حلقہ بھی چاندی کا تھا۔
اس انگوٹھی کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا جس پر صرف یہ ہی عبارت لکھی تھی اس سے زیادہ
عبارت نہ تھی۔ جن روایات میں ہے کہ حضور کی انگوٹھی کا نقش پورا کلمہ طیبہ تھا وہ ضعیف

ہیں۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۳۱)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ .
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔

شرح حدیث: میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ محترکہ جلد ۲ صفحہ ۵۸۲ پر فرماتے ہیں: کیونکہ امام ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے کیونکہ اس میں محمد رسول اللہ کا منقش تھا اہ میں کہتا ہوں بلکہ اسے چاروں محدثین (امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی بعض سندیں صحیح ہیں۔ پھر امام طحاوی نے فرمایا: طبی نے کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ استنجا کرنے والا اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی نیز قرآن پاک کو الگ کر دے اہ اور ابہری نے کہا اسی طرح باقی تمام رسولوں کے نام الگ کر دے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کا ارادہ کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ہر وہ چیز الگ کر دے جس میں کوئی قابل تعظیم بات مثلاً اللہ تعالیٰ، کسی نبی یا فرشتے کا نام ہو اگر اس کے خلاف کرے گا تو ترک تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہوگا اہ یہی بات ہمارے مذہب کے موافق ہے جیسا کہ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

(حاشیہ الطحاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی)

(ص ۳) (حاشیہ الطحاوی مع مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب خانہ کراچی)

ص ۳۰) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۴ ص ۵۸۲ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ،
 عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:
 اخْتَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، خَاتَمًا مِنْ وَرَقٍ، فَكَانَ فِي
 يَدِهِ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ، وَيَدِ
 عُمَرَ، ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ عُمَرَ، حَتَّى
 وَقَعَ فِي يَدِ أَرِيْسٍ، نَقَشَهُ: مُحَمَّدٌ
 رَسُولُ اللَّهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جو آپ کے
 دست مبارک میں رہی، پھر (بالترتیب)
 حضرت ابوبکر صدیق، حضرت فاروق اعظم
 اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے
 ہاتھوں میں رہی اور بعد ازاں اریس کے
 کنوئیں میں گر گئی۔ اس کا نقش محمد رسول
 اللہ تھا۔

شرح حدیث: مرد کو چاندی کا چھلا پہنا کیسا؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مردوں کو
 چاندی کا چھلا ہاتھ یا پاؤں میں پہننا کیسا ہے؟ بیّنوا تروجر و (بیان فرماؤ تا کہ اجر پاؤں۔)
 الجواب: حرام ہے، فقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم في الذهب
 والفضة انها محرمان على ذكور امته اذ قلت ولا يجوز القياس
 على خاتم الفضة لانه لا يختص بالنساء بخلاف مانح فيه
 فينهى عنه الاترى الى ماني رد المحتار عن شرح النقاية انما يجوز
 التختم بالفضة لو على هيئة خاتم الرجال اما لوله فسان او اكثر
 حرام انتهى ولان الخاتم يكون للترين وللختم اما هذا
 فلا شبي فيه الا لترين وقد قال في الدر المختار لا يتحل الرجل

بفضة الا بخاتم اذا لم يرد به التزين ۳۔ اھ ملخصاً۔ وفي الكفاية
قوله الا بخاتم هذا اذا لم يرد به التزين ۴۔ اھ انتهى، والله
تعالی اعلم

(۱) حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ دار المعرفۃ بیروت ۴ / ۱۷۲ (۲)
رد المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ / ۲۳۱ (۳) در مختار
کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبع مجتہبی دہلی ۲ / ۲۴۰ (۴) الکفاية مع فتح القدير کتاب
الکراہیۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸ / ۴۵۷

سوں نے چاندی کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ
دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں میں کہتا ہوں اس کو چاندی کی
انگٹھی پر قیاس کرنا جائز نہیں (کہ یہ جائز ہے تو وہ بھی جائز ہونا چاہئے)
کیونکہ چاندی کی انگٹھی عورتوں کے ساتھ مختص نہیں بخلاف اس کے جس کی
ہم بحث کر رہے ہیں (یعنی چاندی کا چھلا) کہ اس سے مردوں کو منع کیا جا
ئے گا کیا تم اس کی طرف نہیں دیکھتے جو فتاویٰ شامی میں شرح نقایہ کے
حوالے سے آیا ہے کہ چاندی کی انگٹھی پہننا اگر مردانہ ہیئت کے مطابق ہو
تو جائز ہے لیکن اگر اس کے دو یا تین گینے ہو تو حرام ہے اور اس لئے کہ
انگٹھی زیب وزینت اور مہر کے لئے ہوا کرتی ہے لیکن چھلے میں زیب
وزینت کے علاوہ کوئی مقصد باقی نہیں رہتا حالانکہ در مختار میں فرمایا کہ مرد
سوائے انگٹھی کے چاندی کا کوئی زیور نہ پہنے اور اس سے بھی زیب
وزینت مراد نہ ہو، تلخیص پوری ہوگئی، کفایہ میں ہے کہ مصنف کا یہ کہنا الا
بالخاتم اس استشہاد کا جواز اس وقت ہے جبکہ انگٹھی پہننے سے زیب وزینت
کا ارادہ نہ ہو، عبارت پوری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۲ ص ۱۳۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

13- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَخْتُمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَمِينِهِ .
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

شرح حدیث: انگوٹھی کون سے ہاتھ میں پہنے؟

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء کا اجماع ہے کہ (انگوٹھی) سیدھے ہاتھ میں پہننا جائز ہے اور بائیں ہاتھ میں بھی پہننا جائز ہے۔ نیز کسی ایک ہاتھ میں پہننا بھی مکروہ نہیں ہے۔ البتہ انگوٹھی پہننے میں کونسا ہاتھ افضل ہے؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کیونکہ سلف صالحین کی ایک بڑی تعداد سیدھے ہاتھ میں پہنتی تھی اور ایک بڑی تعداد بائیں ہاتھ میں پہنتی تھی؛ لہذا اس سلسلے میں دونوں کی گنجائش ہے۔

(شرح مسلم: جلد ۷: ۳۱/۹۵)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ ، قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي رَافِعٍ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ .
حضرت حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابورافع کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی، انھوں نے فرمایا میں نے عبداللہ بن جعفر کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی کبھی اپنے دائیں ہاتھ میں بھی پہنتے تھے بیان جواز کے لیے۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۳۶)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

حضرت ابو الصلت بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور میرا یہی خیال ہے کہ انہوں (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ اس کا گلینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے اور اس میں محمد رسول اللہ کاندہ تھا اور آپ نے دوسروں کو یہ نقش کھدوانے سے منع فرمایا اور یہی وہ انگوٹھی تھی جو معقیب (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم) کے ہاتھ سے اریں

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ.

❖ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ.

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ تَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَدَّ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، وَجَعَلَ فِيهِ نَقْشًا مِثْلَ نَقْشِ رَسُولِ اللَّهِ، وَنَهَى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلَيْهِ وَهُوَ

الَّذِي سَقَطَ مِنْ مُعَيَّقِيْبٍ فِي بَدْرٍ كَعُنُوسٍ فِي بَدْرٍ

آریسین۔

شرح حدیث: بیرار لیس

یہ کنواں مسجد قبا سے متصل پچھم کی جانب ہے اس کو بیر خاتم بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے مہر نبوت کی انگوٹھی اس کنوئیں میں گر گئی اور بڑی تلاش و جستجو کے باوجود نہیں ملی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنوئیں کا پانی پیا اور اس سے وضو فرمایا اور اس میں اپنا لعاب دہن بھی ڈالا تھا۔

❖ حَدَّثَنَا قَتِيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ

حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلٍ عَنْ

اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ

جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :

عَنْهُمَا بَايَعْنَا فِي بَدْرٍ كَعُنُوسٍ فِي بَدْرٍ

تھے۔

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يَتَخْتَمُ فِي يَمِينِهِ

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

شرح حدیث: دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا کیسا؟

در مختار میں ہے:

يَجْعَلُهُ لِبَطْنِ كَفِّهِ فِي يَدِهِ الْيَسَارَى ، وَقِيلَ الْيَمْنَى الْإِثْمُ مِنْ

شَعَارِ الرِّوَاقِصِ فَيَجِبُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ ، قَهْطَانِي وَغَيْرُهُ ، قُلْتُ وَلَعَلَّهُ

كَانَ وَبَانَ فَتَبَصَّرَ

(در مختار کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ انجمن سعید کہنی کراچی ۶/۳۶۱)

(مرد) انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کی طرف کرے، اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہنے، مگر یہ رافضیوں کا شعار ہے، تو اس سے بچنا ضروری ہے، (قہستانی وغیرہ) میں نے کہا یہ کسی زمانے میں رہا، ہوگا پھر ختم ہو گیا، تو اس پر غور کر لو۔

ردالمحتار میں ہے:

ای کان ذلك من شعارهم في الزمن السابق ثم انفصل وانقطع في هذه الازمان فلا ينهي عنه كيفما كان۔

(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۶۱/۳)

یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہو گیا تو اب اس سے ممانعت نہ ہوگی، جیسے بھی ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۸ ص ۱۳۳، رضافاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ وَهُوَ حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ أَيْضًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، آپ اسے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے (آپ کو دیکھ کر) لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتار دیا اور

❖ عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ : اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ، فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِي يَمِينِهِ، فَأَتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ : لَا

الْبَسَةُ أَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ
 فرمایا کہ اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا
 چنانچہ اور لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار
 دیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جب کہ سونا پہننا مرد کو حرام نہ تھا حرام
 ہو جانے پر یہ عمل ممنوع ہو گیا۔ خیال رہے کہ عورتوں کو چاندی سونے کی انگوٹھی جائز
 ہے، مردوں کو ساڑھے چار ماشہ سے کم چاندی کی انگوٹھی جائز ہے جس میں نگینہ صرف
 ایک ہو۔ تانبہ پیتل، لوہا وغیرہ کی انگوٹھی چھلا مرد و عورت دونوں کو حرام ہے۔ اس کی
 پوری بحث کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

یہ حکم منسوخ ہے حضور کا آخری عمل یہ ہے کہ حضور نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی
 ہے اب یہ ہی سنت ہے اگرچہ سیدھے ہاتھ میں پہننا بھی جائز ہے۔
 کیونکہ سونا پہننا مردوں کے لیے اب حرام ہو گیا۔

اس طرح کہ محمد ایک سطر، رسول دوسری سطر، اللہ تیسری سطر سب سے اوپر۔ اس
 طرح محمد رسول اللہ، یہ انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ شریف تک خلفاء کی
 انگلیوں میں رہی، حضرت عثمان کے ہاتھ سے بیرازیس میں گر گئی جسے بیر خاتم بھی کہتے
 ہیں، مسجد قبا کے سامنے ہے۔

یعنی آپ لوگ ایسی انگوٹھی بنا کر پہن سکتے ہو مگر نگینہ میں یہ نقش نہیں کھود سکتے
 کیونکہ بادشاہوں کے فرمان نامے اور احکام نبوی اس مہر سے مزین کر کے بھیجے جاتے
 ہیں۔ اگر دوسروں کی انگوٹھی پر بھی یہ نقش ہو تو بڑے فساد پھیلیں گے۔ مفتی صاحبان آج
 بھی اپنی مہر والی انگوٹھی بڑی احتیاط سے رکھتے ہیں کہ اور کوئی شخص ان کے نام کی مہر
 سے غلط فتویٰ یا فیصلہ صادر نہ کر دے، حکومت کی مہریں بڑی محفوظ رکھی جاتی ہیں ان

سب کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ یہ ممانعت اس زمانہ میں تھی اب اگر کوئی یہ نقش اپنی انگوٹھی میں کندہ کرے اور تبرک کے لیے اپنے پاس رکھے تو بالکل جائز ہے کہ وجہ ممانعت اب باقی نہیں۔

اس بات کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انگوٹھی نہ پہنتے تھے جب پہنتے تو نگینہ ہتھیلی سے متصل رکھتے۔ دوسرے یہ کہ پہنتے تو ہمیشہ تھے مگر بعض اوقات استنجاء وغیرہ کے وقت اتار دیتے تھے پھر جب پہنتے تو اس طرح پہنتے۔ خیال رہے کہ اس طرح پہننے سے معلوم ہوا کہ حضور زینت کے لیے نہیں بلکہ ضرورت کے لیے پہنتے ورنہ زینت کی چیز تو نگینہ ہے وہ ہی چھپایا جاتا تھا۔ اس وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ سوا بادشاہوں، قاضیوں، مفتیوں کے اور لوگ انگوٹھی نہ پہنیں تو اچھا ہے کہ انگوٹھی کی ضرورت ان ہی لوگوں کو رہتی ہے دوسروں کو ضرورت نہیں۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۲۸)

تشریحی امور میں اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

نہانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن خاتم الذهب۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذهب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲)

(۱۸۸/ صحیح البخاری کتاب اللباس باب خواتیم الذهب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۱)

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع

فرمایا۔

بایں ہمہ خود براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ انگشتری طلائی (سونے کی) پہنتے۔ ابن ابی

شیبہ نے صحیح ابواسحاق اسفرائینی سے روایت کی:

قال رأیت علی البراء یحاتبنا من ذهب۔ وروای نحوه البغوی فی

الجعدیات عن شعبة عن ابی اسحق -

(المصنف لابن ابی شیبہ کتاب اللباس الخ نمبر ۶۲ حدیث ۲۵۱۳۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۹۵)

فرمایا: میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔
(ایسے ہی بغوی نے جعدیات میں شعبہ سے انہوں نے ابی اسحق سے
روایت کیا۔ ت)

امام احمد مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابو عبد الرحمن ثنا ابو رجاء ثنا محمد بن مالك قال رأيت
على البراء خاتماً من ذهب وكان الناس يقولون له لم تختتم
بالذهب وقد نهى عنه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وبين
يديه غنينة يقسبها سبي وخرش قال فقنسبها حتى بقي هذا الخاتم
فرفع طرفه فنظر الى اصحابه ثم خفض ثم رفع طرفه، ثم خفض ثم
طرفه، فنظر اليهم قال اى براء فجئته حتى قعدت بين يديه فاخذ
الخاتم فقبض على كرسوعى ثم قال خذ البس ما كساك الله
ورسوله -

(مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۴)

یعنی محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی
پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں
حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام و متاع
حاضر تھے حضور تقسیم فرما رہے تھے سب اونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہ

گئی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء! میں حاضر ہو کر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ و رسول نے پہنایا، جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰ ص ۵۳۶-۵۳۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

14- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ سَيْفِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تلوار مبارک

❖ عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ ،
 قَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ
 رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مِنْ فِطْرَةٍ
 حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ
 چاندی کا بنا ہوا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ قبیعہ بروزن سینکھ تلوار کے قبضہ کا کنارہ جو پکڑتے وقت مٹھی سے
 باہر رہتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلوار کے دستے وغیرہ کو چاندی سے آراستہ
 کرنا جائز ہے، بعض علماء نے اس حدیث کے بناء پر فرمایا کہ گھوڑے کی کاٹھی اور زین
 کو چاندی سے آراستہ کر سکتے ہیں، بعض علماء نے اس کا انکار فرمایا، وہ فرماتے ہیں کہ

تلوار اور چیز ہے کاٹھی دوسری چیز، کاٹھی میں چاندی استعمال کرنا جانور کو آراستہ کرنا ہے۔ (مرقات) (مراة المتاجج، ج 5، ص 448)

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ،
قَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ سَيْفِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ.

حضرت سعید بن ابی الحسن رضی اللہ
عنه فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ
صُدَّانَ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا
طَالِبُ بْنُ مَجْبَرٍ، عَنْ هُوْدٍ وَهُوَ
ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَدِّهِ،
قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ
وَعَلَى سَيْفِهِ ذَهَبٌ، وَفِضَّةٌ، قَالَ
طَالِبٌ: فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْفِضَّةِ،
فَقَالَ: كَانَتْ قَبِيْعَةُ السَّيْفِ
فِضَّةً.

حضرت عبداللہ بن سعید کے لڑکے
حضرت ہود اپنے دادا حضرت سعید رضی
اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں
نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے
دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ کی
تلوار پر سونا اور چاندی چڑھے ہوئے
تھے، طالب (راوی) کہتے ہیں کہ میں
نے (ہود سے) چاندی کے بارے میں
پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تلوار کا قبضہ
چاندی کا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ ہودھ کے پیش واو کے سکون سے ہے حضرت ہود نبی کے نام پر نام
ہے، بعض نسخوں میں ہودہ ذال کے ساتھ ہے یہ صحیح نہیں مزیدہ بروزن مسعدہ حضرت
ہود کے نانا ہیں صحابی ہیں اور ہود تابعی ہیں بعض نے مزیدہ بروزن سبعیہ کہا۔ (مرقات)
یعنی جب حضور انور فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی تلوار میں

سونے چاندی کا زیور تھا۔ اسی حدیث کی بنیاد پر بعض لوگوں نے تلوار میں سونے کا زیور بھی جائز فرمایا مگر یہ درست نہیں اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ تلوار میں سونے کا استعمال حرام ہے۔ (اشعور ومرقات)

استیعاب میں فرمایا کہ یہ حدیث مزیدہ کی اسناد قوی نہیں بہر حال اس سے استدلال درست نہیں۔ (مرآة المناجیح، ج 5، ص 559)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شِجَاعٍ
الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ
الْحَدَّادُ عَنْ عَثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ
ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: صَنَعَتْ سَيْفِي
عَلِيٌّ سِمْرَةَ بِنَ جَنْدَبٍ:
وَزَعَمَ سِمْرَةَ أَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ
عَلَى سَيْفِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ حَنِيفِيًّا.

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار سمرہ بن
جندب کی تلوار کی طرح بنوائی اور سمرہ نے
کہا کہ میں نے اپنی تلوار رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز پر بنوائی ہے اور وہ تلوار
بنو حنیف قبیلہ (کی تلواروں) کی ساخت
پر تھی۔

شرح حدیث: البتار

یہ تلوار سرکارِ دو عالم نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینے کے یہودی قبیلے (بنو قینقاع) سے مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ اس تلوار کو (سيف الانبياء) نبیوں کی تلوار بھی کہا جاتا ہے۔ اس تلوار پر حضرت داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، یسع علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ کنندہ ہیں۔ یہ تلوار حضرت داؤد علیہ السلام کو اس وقت مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی جب ان کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔ اس تلوار پر ایک تصویر بھی بنی ہوئی ہے جس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو جالوت کا سر قلم

کرتے دکھایا گیا ہے جو کہ اس تلوار کا اصلی مالک تھا۔ مزید تلوار پر ایک ایسا نشان بھی بنا ہوا ہے جو بترہاء شہر کے قدیم یعر ب باشندے (البادیون) اپنی ملکیت یا شیاء پر بنایا کرتے تھے۔ بعض روایات میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ یہ وہ تلوار ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں واپس آنے کے بعد اللہ کے دشمن 'کانے دجال' کا خاتمہ کریں گے اور دشمنانِ اسلام سے جہاد کریں گے۔

اس تلوار کی لمبائی 101 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کچی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

البائور

یہ تلوار حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والد ماجد کی وراثت کے طور پر نبوت کے اعلان سے قبل ملی تھی۔ یہ تلوار ایک اور نام 'بائور الفجر' سے بھی مشہور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں جب یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تو یہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تلوار بمع دیگر چند آلات حرب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادیں تھے۔ اس تلوار کا دستہ سونے کا بنا ہوا ہے اور دونوں اطراف سے مڑا ہوا ہے۔ مزید خوبصورتی کیلئے اس پر زرد اور فیروزے جڑے ہوئے ہیں۔ اس تلوار کی لمبائی 99 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کچی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

الحنف

یہ تلوار بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یثرب کے یہودی قبیلے بنو قینقاع سے مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ یہ تلوار حضرت داؤد علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے بنی ہوئی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوہے کے ساز و سامان خاص طور پر ڈھالیں،

تلواریں اور دیگر آلاتِ حرب بنانے میں خصوصی مہارت عطا فرمائی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس تلوار کو 'بٹاز' سے ملتا جلتا لیکن سائز میں اُس سے بڑا بنایا۔ یہ تلوار یہودیوں کے قبیلے لاوی کے پاس اپنے آباء و اجداد بنو اسرائیل کی نشانیوں کے طور پر نسل در نسل محفوظ چلی آرہی تھی حتیٰ کہ آخر میں یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں مالِ غنیمت کے طور پر پہنچی۔ اس تلوار کی لمبائی 112 سینٹی میٹر اور چوڑائی 8 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

الذوالفقار

یہ تلوار ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوہ بدر میں مالِ غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ تاریخی مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تلوار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادی تھی۔ غزوہ احد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی تلوار کے ساتھ میدانِ جنگ میں اترے اور مشرکین مکہ کے کئی بڑے بڑے سرداروں کو واصلِ جہنم کیا۔ اکثر حوالے اس بات کا اشارہ دیتے ہیں کہ تلوار خاندانِ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں باقی رہی۔ اس تلوار کی وجہ شہرت یا تو دو دھاری ہونے کی وجہ سے ہے یا پھر اس پر بنے ہوئے دو نوک نقش و نگار کی وجہ سے ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

لافتی الاعلیٰ لاسیف الاذوالفقار

علی کرم اللہ وجہہ کے بغیر کوئی بہادر جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی

تلوار نہیں۔ (الاسرار المرفوعہ حدیث ۱۰۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۶۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس تلوار ذوالفقار حضرت زین العابدین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھی۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد وہ مدینہ منورہ واپس آئے تو حضرت مسور بن مخرمہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ بنو امیہ آپ سے اس تلوار کو چھین لیں گے۔ اس لئے آپ مجھے وہ تلوار دے دیجئے جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی اس کو مجھ سے نہیں چھین سکتا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی... الخ، الحدیث: ۳۱۱۰، ج ۲، ص ۳۲۲)

الرئوب

یہ تلوار ہمارے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیتی 9 تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ تلوار بالکل ویسے ہی محفوظ منتقل ہوتی رہی جس طرح 'تابوت العہد' بنو اسرائیل میں خاندان در خاندان محفوظ رہا اور نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ تلوار پر سنہری دائرے بنے ہوئے ہیں جن پر حضرت جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی کندہ ہے۔ اس تلوار کی لمبائی 140 سینٹی میٹر ہے۔ اور آجکل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپپی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

المخزم

اس تلوار کے حوالے سے دو مختلف آراء سامنے آتی ہیں۔ اول یہ تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی اور بعد میں اولاد علی میں وراثت کے طور پر نسل در نسل چلتی رہی۔ دوم یہ تلوار سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل شام کے ساتھ ایک معرکہ میں مالی غنیمت کے طور پر حاصل ہوئی۔ اس تلوار پر زین الدین العابدین کے الفاظ کندہ ہیں۔ اس تلوار کی لمبائی 97 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپپی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

القضیب

یہ تلوار نحیف اور بہت کم چوڑائی والی ہے بلکہ اسی طرح جس طرح کسی تنگ راستے کی مثال دی جاتی ہے۔ یہ تلوار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دفاعی رفیق سفر کے طور پر تو ضرور موجود رہی مگر اس تلوار سے کبھی کوئی جنگ نہیں لڑی گئی۔ تلوار پر چاندی کے ساتھ 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کے الفاظ کندہ ہیں۔ کوئی ایسا تاریخی حوالہ اس بات کی طرف اشارہ نہیں دیتا کہ تلوار کسی طور سے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کسی جنگ میں استعمال ہوئی۔ تلوار ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں موجود رہی۔ لیکن فاطمیوں کے عہدِ خلافت میں اس تلوار کو استعمال کیا گیا۔ اس تلوار کی لمبائی 100 سینٹی میٹر ہے اور اس تلوار کی میان کسی جانور کی کھال کی بنی ہوئی ہے۔ اور آج کل یہ تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپی'۔ استنبول میں محفوظ ہے۔

العضب

یہ تلوار (العضب یعنی تیز دھار والی) پیارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے صحابی حضرت سعد بن عبادہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ احد سے قبل تحفہ دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد والے دن یہ تلوار حضرت ابو جحش الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمادیتا کہ وہ میدانِ جنگ میں اتر کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں پر اسلام کی قوت و عظمت کا مظاہرہ کریں۔ آج کل یہ تلوار مصر کے شہر قاہرہ کی مشہور جامع مسجد الحسین بن علی میں محفوظ ہے۔

القلعی

لفظ قلعی کا تعلق یا تو شام کے کسی علاقہ سے دکھائی دیتا ہے یا پھر ہندوستان اور چین کے کسی سرحدی علاقے سے ہے۔ جب کہ ایک طبقہ کے علماء یہ بھی دلیل دیتے ہیں

کہ کیونکہ قلعی ایک قسم کی دھات کا نام ہے جو دیگر دھاتی چیزوں کو چمکاتے یا ان پر
 پالش چڑھانے کے کام آتی ہے اس تلوار کی وجہ تسمیہ ہو سکتی ہے۔ یہ تلوار ان تین
 تلواروں میں سے ایک ہے جو ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کو یثرب کے یہودی قبیلے بنو قینقاع سے جنگ میں مالِ غنیمت کے طور پر
 حاصل ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ اس تلوار کے بارے میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ
 حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اس تلوار اور سونے
 کے بنے ہوئے دو ہرنوں کو زمزم کے کنویں سے نکلوایا تھا جو کہ قبیلہ جرہم الحمیر یہ
 (حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سسرالی قبیلہ) نے یہاں پر ایک زمانہ قبل دن کئے
 تھے۔ بعد میں حضرت عبدالمطلب نے اس تلوار کو بمعہ دیگر قیمتی سامان (سونا) بیت اللہ
 میں حفاظت سے رکھوا دیا۔ تلوار پر دستہ کے قریب یہ الفاظ کندہ ہیں (هذه السيف
 المشرفيل بيت محمد رسول الله: یہ تلوار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 گھرانے کی عزت کی علامت ہے)۔ تلوار کی خوبصورت میان اس کو دوسری تلواروں
 میں ایک نمایاں مقام دیتی ہے۔ اس تلوار کی لمبائی 100 سینٹی میٹر ہے۔ اور آج کل یہ
 تلوار بھی ترکی کے مشہور زمانہ عجائب گھر 'توپ کپچی' استنبول میں محفوظ ہے۔

لکڑی کی تلوار

جنگ بدر کے دن حضرت عکاشہ بن محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو
 حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک درخت کی ٹہنی دے کر فرمایا کہ تم اس
 سے جنگ کرو وہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں آتے ہی ایک نہایت نفیس اور بہترین تلوار بن گئی
 جس سے وہ عمر بھر تمام لڑائیوں میں جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت
 امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں وہ شہادت سے سرفراز
 ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار جنگِ احد کے دن ٹوٹ گئی تھی تو ان کو بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کھجور کی شاخ دے کر ارشاد فرمایا کہ تم اس سے لڑو وہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں آتے ہی ایک براق تلوار بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تلوار کا نام عرجون تھا یہ خلفاء بنو العباس کے دور حکومت تک باقی رہی یہاں تک کہ خلیفہ معتمد باللہ کے ایک امیر نے اس تلوار کو بائیس دینار میں خریدا اور حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کا نام معون تھا، یہ دونوں تلواریں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے تصرفات کی یادگار تھیں۔ (مدارج النبیوت، قسم سوم، باب چہارم، ج ۲، ص ۱۲۳ ملخصاً)

15- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دِرْعِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

زرہ مبارک

❖ عَنْ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ،

قَالَ: كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ،

فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ

يَسْتَطِعْ، فَأَقْعَدَ ظُلْمَةَ تَحْتَهُ،

وَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى

الصَّخْرَةِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

أَوْجَبَ ظُلْمَةُ.

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ جنگِ احد کے دن نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو زرہیں تھیں آپ ایک

چٹان پر چڑھنے لگے لیکن (زخموں کی کثرت

کے سبب) آپ نہ چڑھ سکے چنانچہ آپ

نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو نیچے بٹھایا

اور اوپر چڑھے یہاں تک کہ چٹان پر جا

بیٹھے (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے

(اپنے لیے جنت) واجب کر لی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ زرہ لوہے کی قمیض ہے جو جنگ میں پہنی جاتی تھی، یہ بہت وزنی ہوتی تھی، دوزرہ بہت بڑا طاقت ور ہی پہن سکتا تھا کہ اتنے وزن کو پہن کر چلنا دوڑنا معمولی کام نہ تھا۔

یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے تھے آپ اونچی جگہ کھڑے ہو کر جنگ کا حال اور مسلمانوں میں دوڑنے والے اور کھڑے رہنے والوں کو دیکھنا چاہتے تھے، اسی جنگ میں عتبہ ابن ابی وقاص نے آپ کے دانت پر تیر مارا جس سے آپ کا دانت شہید ہوا اور نیچا ہونٹ زخمی ہو گیا، عبداللہ ابن شہاب نے آپ کا چہرہ زخمی کر دیا، ابن حمیہ نے حضور کی کنپٹی زخمی کر دی اس زرہ کے دو حلقے آپ کے سر میں گڑھ گئے، عامر نے ایک خفیہ گڑھا کھودا ہوا تھا اس میں حضور گر گئے، ابو سعید خدری نے حضور کے چہرہ کا خون چوسا حضور نے فرمایا کہ جو میرا خون اپنے خون سے ملا دے وہ جنتی ہے۔ (مرقات)

یہ حضرت طلحہ کی انتہائی ہمت و قوت ہے کہ بازنہوت مع دوزرہ ہوں کے اپنی پشت پر اٹھالیا یہ طاقت رب نے عطا فرمائی حضور انور دوزرہ ہوں کا بوجھ لے کر اس چٹان پر نہ بڑھ سکے ابو طلحہ سیرھی بن کر نیچے بیٹھ گئے اور حضور انور چٹان پر چڑھ گئے آپ کی پیٹھ پر قدم رکھ کر۔

یہ خدمت پسند آگئی فرمایا طلحہ کے لیے جنت واجب ہوگئی اسی خدمت کی وجہ سے معلوم ہوا کہ لاکھوں نماز روزے سجدے سجدے جہاد سے حضور کی خدمت افضل ہے، اسی غزوہ میں حضرت طلحہ نے اپنے جسم کو حضور کی ڈھال بنا کر اسی ۸۰ زخم کھائے، یہ جنتی نہ ہوں تو کون ہو آپ اتنے زخم کھا چکنے کے بعد حضور انور کے نیچے سیرھی بن کر بیٹھے تھے۔ (مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۲۶۲)

❖ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانٍ، قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا. حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن دو زرہیں ایک دوسری کے اوپر پہنی ہوئی تھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ بہت کم عمر صحابہ میں سے ہیں، چنانچہ آپ کی پیدائش ۲ھ میں ہے، آپ کی کنیت ابو یزید ہے، کنڈی ہیں، اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اس وقت آپ کی عمر صرف سات سال تھی، ۸۰ھ میں وفات پائی آپ کے والد یزید ابن سعید ہیں۔

ظاہر بنا ہے مظاہرۃ سے، و تظاہر سے جس کے معنی ہیں تعاون یعنی ایک دوسرے سے مدد لینا، چونکہ غازی زرہ سے جہاد ہی میں مدد لیتا ہے اس لیے زرہ کے استعمال کو تظاہر یا مظاہر کہہ دیتے ہیں یہاں جمع کرنا مراد ہے یعنی حضور انور نے احد کے دن دو زرہیں اوپر تلے پہنی تھیں کہ اوپر والی کو ظہار (ابرہ) بنایا تھانچے والی کو بطانہ (استر) اس میں حضور انور کی کمال شجاعت کا ذکر ہے کیونکہ زرہ بہت بھاری ہوتی ہے دو زرہ پہن کر چلنا پھرنا جہاد کرنا آسان نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کا استعمال توکل کے خلاف نہیں، دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید التوکلین ہیں پھر بھی ہتھیار زرہ وغیرہ استعمال فرماتے ہیں، زرہ لوہے کا لباس ہے قمیص کی طرح اس سے تلوار وغیرہ اثر نہیں کرتی۔ (مرآة المناجیح، ج ۵، ص ۷۸۰)

16- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مِغْفَرٍ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خود مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مِغْفَرٌ، فَقِيلَ لَهُ : هَذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ : أَقْتُلُوهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ آپ سے عرض کیا گیا یہ ابن خطل (مرتد) کعبہ شریفہ کے پردوں کو پکڑنے کھڑا ہے، آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آپ بغیر احرام مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ورنہ سر مبارک کھلا ہوتا، آج چونکہ زمین حرم حضور انور کے لیے حلال ہو گئی تھی کہ وہاں قتال حلال ہو گیا تھا اس لیے آج بغیر احرام داخلہ بھی حضور انور کا درست ہو گیا لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں کہ کسی نیت سے مکہ معظمہ جائے احرام و عمرہ ضروری ہے اور نہ یہ حدیث شوافع کی دلیل ہے کہ جو کسی اور کام کے لیے مکہ معظمہ جائے وہ بغیر احرام جاسکتا ہے۔

یہ خبر دینے والے فضل ابن عبید یعنی ابو برزہ اسلمی تھے، ابن خطل کا نام عبد اللہ اور لقب غالب تھا، یہ پہلے مسلمان ہوا پھر اپنے ایک خادم مسلمان کو قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ معظمہ بھاگ آیا تھا، آج دُر کے مارے غلاف کعبہ میں چھپ گیا، چونکہ آج زمین حرم

میں قتال جائز تھا اس لیے اسے قصاصاً یا مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کرادیا گیا یا تو حرم شریف میں یا وہاں سے باہر نکال کر ورنہ باہر کا مجرم اگر حرم میں آجائے تو اسے قتل نہیں کیا جاتا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا** بعض امام حرم شریف میں حد و قصاص جائز مانتے ہیں اس حدیث کی بنا پر مگر یہ استدلال ضعیف ہے، ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میقات سے آگے بغیر احرام نہ بڑھو، نیز فرماتے ہیں کہ میرے لیے ایک ساعت کے واسطے یہ حرم کی زمین حلال کر دی گئی تھی اب پھر اس کی حرمت لوٹ آئی۔

(مرآة المناجیح، ج ۴، ص ۳۲۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کی دو خود [جنگی ٹوپیاں] تھیں۔

(۱) الموحج: ۱۰

(۲) السبوع یا ذوالسبوع: یہ خود فتح مکہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر

مبارک پر تھا۔

❖ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ أَحْمَدَ
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ،
 عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ
 مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ
 الْفَتْحِ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْبِغْفُرُ،
 قَالَ: فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح
 مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اس
 وقت آپ کے سر پر خود تھا (راوی کہتا
 ہے) جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص
 نے آکر بتایا یہ ابن خطل کعبہ کے
 پردوں کو پکڑے کھڑا ہے، نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل کر دو ابن شہاب

فَقَالَ لَهُ : ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ
بِاسْتَارِ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ : اقْتُلُوهُ،
قَالَ ابْنُ شَهَابٍ : وَبَلَغَنِي أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحَرَّمًا

کہتے ہیں اسے قتل کرو۔ ابن شہاب کہتے
ہیں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس دن احرام نہیں باندھا ہوا تھا۔

شرح حدیث: چند ناقابل معافی مجرمین

جب مکہ فتح ہو گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔
مگر چند ایسے مجرمین تھے جن کے بارے میں تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
یہ فرمان جاری فرما دیا کہ یہ لوگ اگر اسلام نہ قبول کریں تو یہ لوگ جہاں بھی ملیں قتل
کر دیئے جائیں خواہ وہ غلافِ کعبہ ہی میں کیوں نہ چھپے ہوں۔ ان مجرموں میں سے
بعض نے تو اسلام قبول کر لیا اور بعض قتل ہو گئے ان میں سے چند کا مختصر تذکرہ تحریر کیا
جاتا ہے:

1- عبدالعزیٰ بن خطل یہ مسلمان ہو گیا تھا اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
زکوٰۃ کے جانور وصول کرنے کے لئے بھیجا اور ساتھ میں ایک دوسرے مسلمان کو
بھی بھیج دیا کسی بات پر دونوں میں تکرار ہو گئی تو اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا
اور قصاص کے ڈر سے تمام جانوروں کو لے کر مکہ بھاگ نکلا اور مرتد ہو گیا۔ فتح
مکہ کے دن یہ بھی ایک نیزہ لے کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔
لیکن مسلم افواج کا جلال دیکھ کر کانپ اٹھا اور نیزہ پھینک کر بھاگا اور کعبہ کے
پردوں میں چھپ گیا۔ حضرت سعید بن حریش مخزومی اور ابو بکر بن زہرہ سلمی رضی اللہ
تعالیٰ عنہما نے مل کر اس کو قتل کر دیا۔

- 2- حویرث بن نقید یہ شاعر تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو لکھا کرتا تھا اور خونی مجرم بھی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔
- 3- مقیس بن صبابہ اس کو نمیلہ بن عبد اللہ نے قتل کیا۔ یہ بھی خونی تھا۔
- 4- حارث بن طلاطلہ یہ بھی بڑا ہی موذی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کیا۔
- 5- قریبہ یہ ابن خطل کی لونڈی تھی۔ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی یہ بھی قتل کی گئی۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب ہفتم، ج ۲، ص ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۰۳ ملخصاً)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہیں

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات زرہیں تھیں۔
- (۱) ذات الفضول۔ یہ لمبی زرہ تھی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ابوالشحم یہودی کے پاس اپنے اہل و عیال کے لیے جو کے بدلے زرہن رکھی تھی۔
- (۲) ذاتا لوشاح۔
- (۳) ذاتا لجواشی۔
- (۴) السعدیہ۔ یہ سعد نامی ایک علاقے کی طرف منسوب ہے جہاں زرہیں بنتی تھیں بعض حضرات کا فرمانا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جو آپ نے جالوت کو قتل کرتے وقت پہن رکھی تھی۔
- (۵) فضہ۔
- (۶) البترا۔
- (۷) الخزریق۔

17- بَابُ مَا جَاءَ فِي عِمَامَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دستار مبارک

❖ عَنْ جَابِرٍ ، قَالَ : دَخَلَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ
سَوْدَاءٌ .
حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے
دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے (اس وقت)
آپ کے سر مبارک پر سیاہ رنگ کا عمامہ
تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یا تو حد و حرم میں داخلہ کے وقت حضور انور نے خود بھی پہنا ہوا تھا
یعنی لوہے کی ٹوپی اور عمامہ شریف بھی یا حد و حرم شریف میں داخلہ کے وقت تو خود پہنے
تھے اور بیت اللہ شریف میں یعنی مسجد حرام میں داخلہ کے وقت خود اتار دیا تھا اور عمامہ
پہن لیا تھا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ لباس سفید افضل
ہے مگر عمامہ سیاہ بھی جائز ہے، خصوصاً خطبہ کے وقت سارے کپڑے کالے پہننا خصوصاً
محرم میں روافض سے تشبیہ ہے۔ (ازمرقات مع زیادت) (مرآة المناجیح، ج ۳، ص ۳۲۸)

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُسَاوِرِ
الْوَرَّاقِ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ
حُرَيْثٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : رَأَيْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَحْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ ، وَعَلَيْهِ
حضرت جعفر اپنے والد حضرت عمرو
بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ
دیکھا۔

عِمَامَةُ سَوْدَاءٍ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایک یہ کہ خطبہ و نماز عمامہ سے بہتر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز ستر نمازوں سے افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ سیاہ عمامہ بھی سنت ہے۔ تیسرے یہ کہ بغیر شملہ کا عمامہ سنت کے خلاف ہے، شملہ ضرور چاہیے۔ چوتھے یہ کہ عمامہ کے دو شملے ہونا افضل ہیں اور دونوں پشت پر پڑے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سات ہاتھ کا تھا اور شملہ ایک بالشت سے کچھ زیادہ، امیر معاویہ اور حضرت ابو درداء اکثر سیاہ عمامہ باندھتے تھے، اسی سنت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمان ابن عوف کے سیاہ عمامہ باندھا تھا یہ واقعہ جو یہاں مذکور ہوا آپ کے مرض وفات کے خطبہ کا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۶۳۶)

❖ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خَطَبَ النَّاسَ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءٌ.

اور حضرت جعفر ہی سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور آپ (کے سر) پر سیاہ عمامہ تھا۔

شرح حدیث: جمعہ کے دن عمامہ

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حضور حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو میری طرف التفات کر کے فرمایا: تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں! فرمایا: اسے دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا، اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ باندھنے والوں پر سلام بھیجتے رہتے

ہیں۔ (قاوی رضویہ، ج ۶، ص ۲۱۵)

❖ عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ،
 قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ ، سَدَّلَ
 عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ . قَالَ نَافِعٌ :
 وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ ، يَفْعَلُ ذَلِكَ . قَالَ
 عُبَيْدُ اللَّهِ : وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ بْنَ
 مُحَمَّدٍ ، وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذَلِكَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے
 ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تو
 دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے ،
 حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر
 رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔
 حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے
 قاسم بن محمد اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو
 بھی ایسا ہی کرتے دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یعنی عمامہ شریف کا کنارہ مبارک جسے فارسی میں شملہ اور عربی میں
 عذیبہ کہتے ہیں نصف پیٹھ تک ہوتا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا تھا خواہ پیٹھ
 پر یا سینہ پر مگر سینہ پر ہونا افضل ہے یعنی سامنے۔ (مرقات و لمعات)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۸۳)

❖ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ
 النَّاسَ ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ دَسَمَاءُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
 فرماتے ہیں نبی پاک نے خطبہ دیا اور اس
 وقت آپ پر سیاہ عمامہ تھا۔

شرح حدیث: عمامہ کے فضائل

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت ہی پیاری
 سنت ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سر اقدس پر اپنی مبارک
 ٹوپی پر عمامہ مبارک کو بجا کر رکھا۔ امام اہلسنت، مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان

علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں عمامہ سنت متواترہ دائمہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۶، ص ۲۰۸، ۲۰۹)

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ ۸ ارشادات

(۱) عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر (۷۰) رکعتوں سے افضل ہیں۔

(فردوس الاخبار، باب الرءاء، فصل رکعتان، الحدیث ۳۰۵۴، ج ۱، ص ۳۱۰)

(۲) عمامہ کے ساتھ نمازوں ۱۰ ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب الصاد، الحدیث ۳۶۲۱، ج ۲، ص ۳۱)

(۳) بے شک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(الجامع الصغیر، حرف الهمزة، الحدیث ۱۸۱۷، ص ۱۱۳)

(۴) ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر چیچ پر کہ مسلمان اپنے سر پر دیگا اس پر

روز قیامت ایک نور عطا کیا جائیگا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۴۷)

(۵) عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔

(المستدرک، کتاب اللباس، باب اعتموا تزدادوا حلما، الحدیث ۷۴۸۸، ج ۵، ص ۲۷۲)

(۶) عمامہ مسلمانوں کا وقار اور عرب کی عزت ہے تو جب عرب عمامہ اتار دیں گے اپنی

عزت اتار دیں گے۔ (فردوس الاخبار، باب العین، الحدیث ۴۱۱۱، ج ۲، ص ۹۱)

(۷) تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(کنز العمال، کتاب المعیشتہ والعادات، باب آداب النعم، الحدیث ۱۹۰۶، ج ۱۵، ص ۲۰۵)

(۸) عمامہ کیساتھ ایک جمعہ بغیر عمامہ کے ستر (۷۰) جمعہ کے برابر ہے۔

(فردوس الاخبار، باب النعم، الحدیث ۲۳۹۳، ج ۱، ص ۳۲۸)

عمامہ کے آداب

عمامہ مبارک کے پیچ سیدھی جانب ہونے چاہیں چنانچہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت تمولینا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن عمامہ شریف اس طرح باندھتے کہ شملہ مبارک سیدھے شانہ پر رہتا۔ نیز باندھتے وقت اسکی گردش بائیں (یعنی الٹے) ہاتھ سے فرماتے جبکہ سیدھا ہاتھ مبارک پیشانی پر رکھتے اور اسی سے ہر پیچ کی گرفت فرماتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، ج ۱، ص ۱۴۴)

(۱) عمامہ سات بے ہاتھ (ساڑھے تین گز) سے چھوٹا نہ ہو اور بارہ ۱۲ ہاتھ (چھ گز سے بڑا نہ ہو)۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس تحت الحدیث ۴۳۴۰، ج ۸، ص ۱۴۸)

(۲) عمامہ کے شملے کی مقدار کم از کم چار انگل اور زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶ عمامہ کا بیان، ج ۳، ص ۵۵)

(۳) عمامہ اتارنے وقت بھی ایک ایک کر کے پیچ کھولنا چاہے۔ عمامہ قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے کھڑے باندھے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، باب التاسع فی اللباس، ج ۵، ص ۳۳۰)

اے ہمارے پیارے اللہ! عزوجل ہمیں عمامہ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عمامہ شریف کی سنت کے طبعی فوائد

عمامہ شریف ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی پیاری سنت مبارک ہے۔ ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سزاقدس پر ٹوپی مبارک پر عمامہ شریف سجا کر رکھا اور ہمیں اس کی ترغیب بھی دلائی۔ سنت پر عمل کرنے سے جہاں دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں جسمانی فوائد بھی کثیر تعداد میں ہیں۔

فزیا لوجی کی تحقیق اور ریسرچ کے مطابق جب حرام مغز محفوظ رہے گا تو جسم کا اعصابی نظام اور عضلاتی نظام درست اور منظم رہے گا اور ایسا عمامہ کے شملے میں ممکن ہے۔ عمامہ کا شملہ نچلے دھڑ کے فالج سے بچاتا ہے کیونکہ عمامے کا شملہ حرام مغز کو سردی گرمی اور موسمی تغیرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس لئے ایسے آدمیوں کو سرسام کے خطرات بہت کم رہتے ہیں۔ عمامہ کا شملہ ریڑھ کی ہڈی کے ورم سے بھی بچاتا ہے۔ درد سر کے لئے عمامہ شریف بہت مفید ہے۔ جو عمامہ باندھے گا اسے درد سر کا خطرہ بہت کم ہو جائے گا۔ عمامہ شریف دماغی تقویت اور یادداشت بڑھانے میں عجیب الاثر ہے۔ عمامہ باندھنے سے دائمی نزلہ نہیں ہوتا اگر ہو بھی جائے تو اس کے اثرات کم ہوتے ہیں۔ جو آدمی عمامہ باندھے گا وہ لو لگنے سے بچ جائے گا۔ جمالیاتی نقطہ نظر سے بھی عمامہ چہرہ کو بارعب اور پرکشش بنا دیتا ہے۔ جنگ اور زلزلوں کے دھماکوں کے فلک شگاف آوازوں یا طوفانی باد و باراں کی کڑک سے کانوں کو صدموں سے بچانے کے لئے عمامہ کا استعمال نہایت مفید رہتا ہے۔ چنانچہ ہوائی حملوں سے بچاؤ کے لئے منہ کے بل لیٹ کر سر اور چہرے کو ڈھانپنے کے احکام دیئے جاتے ہیں۔ اگر سر پر شملہ کی سنت ہے تو ہم ان تمام خطرات سے بیک وقت بچ سکتے ہیں۔ غرضیکہ اس پیاری سنت میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہے۔ مشہور روسی ماہر نے بالوں کے گرنے سے متعلق لکھا ہے کہ پگڑی اور اوڑھنی یا بغیر ٹوپی کے ننگے سر چلانا بالوں کے لئے مضرت رساں ہے۔ ننگے سر بالوں پر براہر اس تڑھو کی گرمی سردی کے اثرات سے نہ صرف بال بلکہ پورا چہرہ اور دماغ بھی متاثر ہوتا ہے۔ جس سے صحت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔

18- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ إِزَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تہبند مبارک

❖ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ہمیں دکھانے کے لیے) ایک پیوند لگی چادر اور ایک موٹا تہبند نکال لائیں اور فرمایا ان دونوں کپڑوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض حضرات ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضور کے تبرکات کی زیارت کرنے آیا کرتے تھے اور آپ انہیں زیارت کراتی تھیں۔ ملبد کے معنی ہیں لبادہ کیا ہوا یعنی پیوند پر پیوند لگتے لگتے نمده کے لباس کی طرح موٹا ہو چکا تھا۔

یہ اس دعا کا اثر ہے اللھم احینئ مسکیننا وامتنئ مسکیننا کہ میری زندگی و موت مسکین ہو کر ہو۔ شعر

بوریا ممنوں خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

ہم جیسے کمینے غلام ان کے نام پر عیش کر رہے ہیں اور وہ خود اس حالت میں دنیا سے پردہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ و عمدہ لباس بھی پہنے ہیں مگر ان کی عادت نہ ڈالی، ہر قسم کا لباس بے تکلف پہن لیتے تھے، آخر وقت یہ لباس جسم اطہر پر تھا لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ سہری اثر

نعبة ربك عليك۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ،
 قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ، عَنْ
 شُعْبَةَ ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ
 ، قَالَ : سَمِعْتُ عَمِّي ، يُحَدِّثُ عَنْ
 عَمِّيهَا ، قَالَ : بَيْنَا أَنَا أَمْشِي
 بِالْمَدِينَةِ ، إِذَا إِنْسَانٌ خَلْفِي
 يَقُولُ : اِرْفَعْ إِزَارَكَ ، فَإِنَّهُ اتَّقَى
 وَأَبْقَى فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقُلْتُ : يَا
 رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ ،
 قَالَ : أَمَّا لَكَ فِي أُسْوَةٍ ، فَتَنْظَرْتُ
 فَإِذَا إِزَارُهُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ .

حضرت اشعث بن سلیم رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں میں نے اپنی بھوپھی سے سنا
 اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کی، وہ
 فرماتے ہیں میں مدینہ طیبہ میں چلا جا رہا
 تھا کہ اچانک ایک آدمی نے پیچھے سے کہا
 اپنا تہبند اونچا کر کیونکہ یہ نہایت
 پرہیزگاری ہے اور پھر کپڑا بھی دیر تک
 باقی رہتا ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ایک معمولی چادر
 ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے لیے
 میرا عمل نمونہ نہیں ہے پھر میں نے دیکھا تو
 آپ کا تہبند پندلیوں کے نصف تک تھا۔

شرح حدیث: بہترین نمونہ

سرکارِ مدینہ، قرارِ قلبِ سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی
 زندگی قابلِ تقلید نمونہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ خود ربِّ کائناتِ عَزَّ وَجَلَّ نے آپ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو بہترین نمونہ قرار دیا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے
 قرآن مجید، فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

(پ ۲۱، الاحزاب: ۲۱)

اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیبِ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود ادب کے بارے میں ارشاد فرمایا: مجھے میرے رب نے اچھا ادب سکھایا۔

(الجامع الصغیر سیوطی، باب الہمزہ، الحدیث ۳۱۰، ص ۲۵)

علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فیض القدر میں اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے میرے رب نے ریاضتِ نفس اور ظاہری و باطنی اخلاق کی تعلیم فرمائی اس طرح کہ مجھ پر ایسے علومِ کسبیہ و وہبیہ (۱) کے ذریعے لطف و کرم فرمایا جن کی مثل کسی انسان کو عطا نہیں کئے گئے۔

(فیض القدر، حرف الہمزہ، تحت الحدیث ۳۱۰، ج ۱، ص ۲۹۰)

رسولِ کریم، صاحبِ خلقِ عظیمِ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مجددِ دین و ملت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں:

ترے خلق کو حق نے جمیل کیا

ترے خالقِ حُسن و ادا کی قسم

حضرت ایسا اپنے والد سلمہ بن

اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

انہوں (حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ) نے

فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پینڈلی

کے نصف تک تہبند باندھتے تھے اور فرمایا

اسی طرح میرے آقا یعنی نبی پاک

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا

❖ عَنِ إِيَّاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ

الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ

عُمَانُ بْنُ عَفَّانَ، يَأْتِرُ إِلَى

أَنْصَافِ سَاقِيهِ، وَقَالَ: هَكَذَا

كَانَتْ إِزْرَةَ صَاحِبِي، يَعْنِي النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند مبارک تھا۔

❖ عَنْ حُدَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِعَضَلَةِ سَاقِي أَوْ سَاقِيهِ، فَقَالَ: هَذَا مَوْضِعُ الْإِزَارِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَلَا حَقَّ لِلْإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کا موٹا گوشت پکڑا اور فرمایا یہ تہبند کی جگہ ہے اگر یہ نہیں تو کچھ نیچے اور اگر یہ بھی نہیں تو تہبند کو ٹخنوں پر لٹکانے کا کوئی حق نہیں۔

شرح حدیث: میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ مخزجہ جلد ۲۲ صفحہ ۱۶۶ پر فرماتے ہیں: حدیث بخاری ونسائی میں کہ:

ما أسفل الكعبين من الإزار ففي النار۔

(اصح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۶۱)

ازار کا جو حصہ لٹک کاٹخنوں سے نیچے ہو گیا وہ آگ میں ہوگا۔

اور حدیث طویل مسلم و ابوداؤد میں:

ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر اليهم ولا يزكهم ولهم عذاب اليم المسبيل والبنان والبنفق سلعتة بالحلف الكاذب۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلط تحریم اسبال الازار قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۱) (سنن

ابی داؤد کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹)

تین شخص (یعنی تین قسم کے لوگ) ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے

دن نہ تو انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: (۱)

ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتلانے والا (۳) جھوٹی قسم

کھا کر اپنے اسباب کو رانج کر نیوالا (یعنی فروغ دینے والا ہے)۔
 علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ
 ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر علماء در صورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے
 ہیں:

فی الفتاوی العالمگیری اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان
 لم یکن للخیلاء ففیہ کراہۃ تنزیہیہ کذا فی الغرائب۔

(فتاوی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳)

فتاوی عالمگیری میں ہے مرکا اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر
 نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔

باجملہ اسبال اگر براہ عجب و تکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولی، نہ حرام مستحق
 وعید، اور یہ بھی اسی صورت میں ہے کہ پائے جانب پاشنہ نیچے ہوں، اور اگر اس طرف
 کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں۔ اس طرح
 کالٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے ثابت ہے۔

روی ابو داؤد فی سننہ قال حدثنا مسدد نا یحییٰ عن محمد بن
 ابی یحییٰ حدثنی عکرمۃ انه رای ابن عباس یاتر فیضع حاشیۃ
 ازارہ من مقدمہ علی ظہر قدمہ ویرفعه مؤخرہ قلت لم یاتر
 هذه الازارۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یاترہا اب قلت ورجال الحدیث کلہم ثقات عدول من یروی
 عنہم البخاری کما لا یخفی علی الفطن الناہر بالفن۔

(ابن سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب ما جاء فی الکبر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۰)

امام ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن ابو داؤد میں روایت فرمائی ہے کہ ہم سے مسدد نے بیان کیا اس سے سیکھی نے اس نے محمد بن ابی سحیبی سے روایت کی ہے اس نے کہا مجھ سے عکرمہ تابعی نے بیان فرمایا اس نے ابن عباس کو دیکھا کہ جب ازار باندھتے تو اپنی ازار کی اگلی جانب کو اپنے قدم کی پشت پر رکھتے اور پچھلے حصہ کو اونچا اور بلند رکھتے۔ میں نے عرض کی آپ اس طرح تہبند کیوں باندھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) حدیث کے تمام روای ثقہ (معتبر) اور عادل ہیں۔ ان سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ذہبی، فہیم اور ماہرن پر پوشیدہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید، ج ۲۲، ص ۱۶۶)

19- بَابُ مَا جَاءَ فِي مَشِيَّةِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رفتار مبارک

❖ عَنْ أَبِي يُونُسَ ، عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ ، قَالَ : وَلَا رَأَيْتُ شَيْئًا

أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي

فِي وَجْهِهِ ، وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ

فِي مَشِيَّتِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا أَنَّ الْأَرْضَ

تُطَوَّى لَهُ إِذَا لُجِّهْدَ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔

آپ کے چہرہ انور میں سورج چلتا ہوا

معلوم ہوتا تھا اور میں نے آپ سے زیادہ

تیز چلنے والا کوئی نہیں دیکھا، گویا کہ آپ

کہ لیے زمین سمیٹی جاتی تھی، ہم اپنے آپ

کو مشقت میں ڈالتے تھے اور آپ

لَغَيْرِ مُكْتَرِبٍ
بے تکلف چلتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کوئی چیز میں چاند سورج تارے اور تمام حسین انسان سب ہی داخل ہیں حضور ان سب سے بہتر ہیں۔

یعنی نور اور نورانی کر نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور میں ایسی چکر کاٹتی معلوم ہوتی تھیں جیسے سورج اپنے فلک میں گردش کرتا ہے۔ (مرقات) اور اگر تجری کے معنی کر لیے جائیں جگمگا رہا ہے تو مطلب بالکل ظاہر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کی تیزی رستہ طے ہونے کے لحاظ سے تھی نہ کہ سرکار کے چلنے کے لحاظ سے حضور انور نہایت وقار سے آہستہ چلتے تھے، رب فرماتا ہے: **وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ** مگر آپ کے آہستہ چلنے کے باوجود راستہ جلد اور بہت زیادہ طے ہوتا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

یہ بھی حضور انور کا معجزہ تھا کہ آہستہ چلنے پر زمین زیادہ طے ہوتی تھی، بعض صوفیاء کو بھی یہ کرامت عطا ہوتی ہے اسے طے الارض کہتے ہیں، معراج میں جو حضور انور نے طے الارض ہی نہیں کی بلکہ زمین و آسمان، عرش و کرسی، لوح و قلم سب ہی طے فرمائے، آصف ابن برخیا کی طے الارض تو قرآن مجید سے ثابت ہے، رب فرماتا ہے: **إِنَّكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ** میں ملکہ بلقیس کا تخت یمن سے آپ کے پاس ایک جھکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

رب کا منشا یہ تھا کہ کوئی شخص میرے محبوب سے آگے نہ چل سکے **لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ** پر عمل خود رب تعالیٰ نے ان سے کرا لیا تھا۔

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۵۴)

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَعَلِيُّ بْنُ

وَاحِدٍ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ
مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ:
كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ إِذَا
مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّهَا يَنْحَطُّ مِنْ
صَبَبٍ.

(حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے
پوتے) فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اوصاف بیان کیے اور فرمایا جب حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو (یوں معلوم ہوتا) گویا
آپ بلندی سے اتر رہے ہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی چال میں ضعف بھی نہ تھا اور تکبر بھی
نہیں، قوت والی تواضع والی چال تھی، سر جھکا ہوا قدم پوری طاقت سے اٹھتا پوری طاقت
سے زمین پر پڑتا تھا۔ یہ لفظ بنا ہے کفو سے بمعنی قدم پر اعتماد۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۹)

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ،
قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى، تَكَفَّأَ تَكْفُؤًا،
كَأَنَّهَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
چلتے تو کسی قدر آگے جھک کر چلتے۔ گویا
بلندی سے اتر رہے ہیں۔

20- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقْنِيعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رومال مبارک

❖ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ، عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ، كَانَ قُوْبَهُ
قُوْبَ زَيْتٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر
عمامہ مبارک کے نیچے چھوٹا رومال مبارک
رکھتے تھے اور وہ کپڑا تیل سے بھیگا ہوا ہوتا
تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ رات کو حضور کے سرہانے مسواک اور کنگھی رکھی جاتی تھی جب شب اٹھتے تو یہ دونوں چیزیں استعمال فرماتے، حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات چیزیں سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے: پیشاب کا برتن، آئینہ، سرمہ دانی، مسواک، قینچی، سرمہ کی سلانی۔ (مرقات) قناع ق کے کسرہ سے وہ کپڑا جو ٹوپی کے نیچے پہنا جاوے تاکہ تیل ٹوپی و عمامہ میں نہ لگے وہ کپڑا ہی تیل میں تر رہے یعنی چونکہ آپ سر میں تیل زیادہ استعمال کرتے تھے اس لیے ٹوپی شریف کے نیچے ایک کپڑا تیل سے بچاؤ کے لیے استعمال فرماتے تھے۔

یہ قناع تیل میں ایسا بھیگا رہتا تھا جیسے تیل والے کے کپڑے تیل سے تر رہتے ہیں دوسرے کپڑے مراد نہیں کیونکہ حضور کے کپڑے بہت صاف اور چمے رہتے تھے آپ سفید کپڑے پسند فرماتے تھے جو صاف ہوں۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۸۸)

21- بَابُ مَا جَاءَ فِي جَلْسَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نشست مبارک

حضرت قبیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا
 فرماتی ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
 مسجد میں بغلوں میں ہاتھ دبائے دو زانو
 بیٹھے دیکھا (آپ فرماتی ہیں) نبی پاک
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر عاجزی سے بیٹھا دیکھ کر
 میں ہیبت اور خوف سے کانپ اٹھی۔

عَنْ قَبِيلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ، أَنَّهَا
 رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، وَهُوَ قَاعِدٌ
 الْقُرْفُصَاءَ، قَالَتْ: فَلَمَّا رَأَيْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، الْمَتَّخِشِعَ فِي الْجَلْسَةِ،
 أَرَعَلْتُ مِنَ الْفَرْقِ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ قرفصاء ایک خاص بیٹھک کا نام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پنڈلیاں زمین سے لگائے اور دونوں ران پنڈلیوں سے پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہو اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں یہ بیٹھک انتہائی عاجزی اور تواضع کی ہے، قرفصاء کی اور صورتیں بھی بیان کی گئیں ہیں۔ (مرقات و اشعہ) اشعہ نے فرمایا کہ یہ بیٹھک عرب کے چرواہوں اور غریب لوگوں کی ہے یا ان لوگوں کی جو کسی خاص اہم کام میں غور و فکر کر رہے ہوں بہر حال اس بیٹھک میں عجز و انکسار یا فکر کا اظہار ہے۔

کیونکہ میں نے یہ خیال کیا کہ جب سید المرسلین امام الاولین والآخرین کی یہ نشست ہے اور آپ کے انکسار کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں یہ خیال کر کے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔

خویشتن راعبدہ فرمودہ است

پیش او گیتی جبین فرسودہ است

تاج کسریٰ زیر پائے امتش

بور یا ممنوں خواب راحتش

اپنی تواضع کا یہ حال ہے اور دنیا ان کے آستانہ کی خاک چاٹ رہی ہے ان کی

چوکھٹ پر پیشانی رگڑ رہی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۵۱)

❖ عَنْ عَبَادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ،

أَنَّه رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأَبْنَاهُ يَجْتَمِعَانِ فِي مَسْجِدِ

مُسْتَلْقِيَا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا أَحَدِي نِي فِي رِجْلَيْهِ وَتَمِيمٌ يَدِينُ

رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى. (مسنون حدیثیں، ج ۱، ص ۱۰۰)

دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ عباد ابن تمیم ابن زید ابن عاصم تابعی ہیں، انصاری مازنی ہیں، ان

کے چچا کا نام عبداللہ ابن زید انصاری ہے وہ غزوہ حرہ میں ۶۳ھ تریسٹھ میں شہید ہوئے۔

قدم کا قدم پر رکھنا یہ ہے کہ دونوں پاؤں پورے پھیلے ہوئے ہیں اور قدم قدم پر رکھا ہو اس صورت میں ستر نہیں کھل سکتا۔ پاؤں پر پاؤں رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک پاؤں کھڑا ہو اور دوسرا پاؤں کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھا ہو۔ پہلی صورت جائز یہ دوسری صورت ممنوع لہذا احادیث میں تعارض نہیں پاؤں پر پاؤں رکھنے میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے خصوصاً جب کہ تہبند بندھا ہوا ہو، آئندہ حدیث میں پاؤں پر پاؤں رکھنے سے ممانعت آرہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لیٹنا جائز ہے خصوصاً ضرورت کے وقت یا یہ بحالت اعتکاف۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۵۴۵)

حضرت ربیع اپنے والد عبدالرحمن کے واسطے سے اپنے دادا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں (حضرت ابوسعید خدری) نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھتے تو دونوں ہاتھوں سے گھٹنے باندھ لیتے۔

❖ عَنْ رَبِيعِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ، أَحْتَبَى بِيَدَيْهِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ احتباء کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ دونوں زانوں کھڑے ہوں سیرین زمین پر لگے ہوں اور دونوں ہاتھوں سے زانو پکڑے ہوئے کہ ہاتھوں کے حلقے میں انہیں لے لیا جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ اور وقت میں مسجد میں اس طرح بیٹھتے تھے وہ بھی کبھی کبھی۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۵۵۰)

22- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَكَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تکیہ مبارک

❖ عَنْ سَيْمَاطِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ
جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، مُتَّكِنًا عَلَى وَسَادَةٍ عَلَى
يَسَارِهِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ پر اپنی بائیں جانب سہارا
لیے ہوئے دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ گاؤ تکیہ پر بائیں ہاتھ کی ٹیک لگا کر بیٹھنا سنت ہے بلکہ
اگر سادہ تکیہ پر ٹیک لگائی جاوے تو وہ بھی اس میں داخل ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی
بھی ہو سکتے ہیں کہ حضور انور تکیہ پر سر مبارک رکھے بائیں کروٹ پر لیٹے تھے۔ (مرقات
واشعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ بہت پسند تھا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تم کو تکیہ دے تو
اسے رو نہ کرو۔ (اشعہ) (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۴۹)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ،

قَالَ: حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ الْبُقَظَلِ،

قَالَ: حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ،

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ

بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قَالُوا: بَلَى يَا

رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: الْإِشْرَاقُ بِاللَّهِ،

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی
اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں
کبیرہ گناہوں میں سے بھی کبیرہ گناہوں
میں سے بھی کبیرہ گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ
کرام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ
کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور مان باپ کی

وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ قَالَ: وَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا، قَالَ: وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَوْ قَوْلُ الزُّورِ، قَالَ: فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَّتْ.

نافرمانی کرنا۔ راوی کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا اور جھوٹی گواہی بھی۔ یا فرمایا جھوٹی بات راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواتر یہی کلمہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم کہہ اٹھے کاش! آپ خاموش ہو جائیں۔

شرح حدیث: جھوٹی گواہی

کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دینا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، اس کی مذمت کرتے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد تین مرتبہ فرمایا: جھوٹی گواہی، شرک کے برابر ہے، پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ

(پ ۱۷، الحج: ۳۰)

ترجمہ کنز الایمان: تو دور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے۔ ایک مقام پر تین مرتبہ ارشاد فرمایا: سن لو! تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں بتاتا ہوں۔ (۱) شرک (۲) والدین کی نافرمانی (۳) جھوٹی گواہی (صحیح البخاری، کتاب الادب، رقم: ۵۹۷۶، ج ۴، ص ۹۵)

مان باب کی ایذا رسانی

مان باب کی نافرمانی حرام، سخت حرام، اور گناہ کبیرہ ہے۔ بلکہ ہر ایک پر فرض ہے کہ اپنے مان باب کا فرمان بردار ہو کر ان کے ساتھ بہترین سلوک کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٍ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا

جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا ۝

ترجمہ کنزالایمان: اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کیلئے عاجزی کا بازو بچھانرم دلی سے اور عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا

کہ ان دونوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔ (پ 15، بنی اسرائیل: 23، 24)

حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے گناہ کبیرہ کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وَعَقُوقِ الْوَالِدَيْنِ یعنی ماں باپ کی نافرمانی وایذارسالی گناہ کبیرہ ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان والحدود، باب الیمین الغموس، الحدیث ۶۶۷۵، ج ۲، ص ۲۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے، اُس شخص کی ناک مٹی میں مل جائے اِن الفاظ کو سن کر کسی صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کس کی ناک مٹی میں مل جائے؟ تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو پائے کہ ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں پھر وہ اُن کی خدمت کر کے جنت میں نہیں داخل ہوا تو اس کی ناک مٹی میں مل جائے۔ (یعنی وہ ذلیل و خوار اور نامراد ہو جائے۔)

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب غم من ادرك... الحدیث ۲۵۵۱، ص ۱۲۸)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حضرت ابو حمزہ رضی اللہ عنہ فرماتے

قَالَ : حَدَّثَنَا شَرِيكٌ ، عَنْ عَلِيٍّ
 بْنِ الْأَقْمَرِ ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ ، قَالَ :
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ : أَمَا أَنَا ، فَلَا أَكُلُ
 مَيْكِنًا .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام وہب بن عبد اللہ سوائی ہے یعنی سواہ ابن عامر سے
 ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی
 ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ
 تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں آئے تھے، آپ سے آپ کے
 کے بیٹے عوذ نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔

(اشعہ ومرقات)

کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے
 قریب کر کے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر
 اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یہ چاروں تکیے
 مناسب نہیں۔ دوزانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے طبعی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے
 ہو کر کھانا اچھا نہیں۔ (اشعہ للمعات) (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۰)

پیارے بھائیو! ٹیک لگا کر کھانا سنت نہیں۔ اس سنت پر عمل نہ کرنے میں تین طبعی
 نقصانات بھی ہیں:

(۱) کھانا اچھی طرح چنایا نہیں جاسکے گا اور اس میں لغاب جس مقدار میں ملنا چاہئے

انتہا نہیں ملے گا جو کہ معدے میں جا کر شہاستہ دار غذاؤں کو ہضم کر سکے اور یوں

نظام انہضام (یعنی ہاضمہ) سراثر ہوگا۔

(۲) ٹیک لگا کر بیٹھنے سے معدہ پھیل جاتا ہے لہذا اس طرح غیر ضروری خوراک

معدے میں چلی جائے گی اور ہاضمہ خراب ہوگا۔

(۳) ٹیک لگا کر کھانے سے آنتوں اور جگر کو نقصان پہنچتا ہے۔

حُجَّةُ الْإِسْلَام حضرت سیّدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں، ٹیک لگا

کر پانی پینا بھی معدے کیلئے نقصان دہ ہے۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵)

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيٍّ

حضرت علی بن اقر رضی اللہ عنہ

بْنِ الْأَقْمَرِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا

فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جحیفہ رضی اللہ

مُحَيِّفَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

عنه کو کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

صلى الله عليه وسلم: لَا أَكُلُ

نے فرمایا میں تکیہ لگا کر (کھانا) نہیں

مُتَكِيًّا.

کھاتا۔

شرح حدیث: ٹیک لگا کر کھانے کی چار صورتیں

کھاتے وقت تکیہ (یعنی ٹیک) لگانے کی چار صورتیں ہیں:۔ (۱) ایک پہلو زمین

کی طرف کر کے (یعنی دائیں یا بائیں جھکے ہوئے) بیٹھنا (۲) چار زانو (یعنی چوکڑی

مار کر) بیٹھنا (۳) ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر (اُس پر) ٹیک لگا کر بیٹھنا (۴) دیوار (یا

کرسی کی پشت) وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھنا۔ یہ چاروں صورتیں مناسب نہیں۔ دوزانو یا

اکڑوں (یعنی دونوں گھٹنے کھڑے کر کے) بیٹھ کر کھانا اچھا ہے، طبی لحاظ سے بھی مفید

ہے۔ کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں۔ (بیراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۶ ص ۱۲)

ٹیک لگا کر کھانے کے طبی نقصانات

ٹیک لگا کر کھانا سنت نہیں۔ اس سنت پر عمل نہ کرنے میں تین طبی نقصانات بھی

ہیں:۔ (۱) کھانا اچھی طرح چبا یا نہیں جاسکے گا اور اس میں لعاب جس مقدار میں ملنا

چاہئے اتنا نہیں ملے گا جو کہ معدے میں جا کر نشاستہ دار غذاؤں کو ہضم کر سکے اور یوں نظام انہضام (یعنی ہاضمہ) سراثر ہوگا (۲) ٹیک لگا کر بیٹھنے سے معدہ پھیل جاتا ہے لہذا اس طرح غیر ضروری خوراک معدے میں چلی جائے گی اور ہاضمہ خراب ہو گا (۳) ٹیک لگا کر کھانے سے آنتوں اور جگر کو نقصان پہنچتا ہے۔

حُجَّةُ الْإِسْلَامِ حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں، ٹیک لگا کر پانی پینا بھی معدے کیلئے نقصان دہ ہے۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵)

❖ عَنْ بِيهَاتِكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكِيهًا لَكَانَ يَدْرُسُ فِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ لگائے ہوئے دیکھا۔

مُتَّكِنًا عَلَى وَسَادَةٍ.

23- بَابُ مَا جَاءَ فِي إِتِّكَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تکیہ مبارک لگانا

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَنَسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَكَّأُ عَلَى أَسَامَةِ بْنِ زَيْدٍ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَطْرِي، قَدْ تَوَلَّى بِهِ فَصَلَّى بِهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض کی حالت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے گھر سے باہر تشریف لائے اس وقت آپ نے یمنی منقش چادر دونوں کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی پھر آپ نے نماز پڑھائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ غالباً مرض وفات مراد ہے جس میں حضور انور کا وصال شریف ہو گیا۔
قطری یعنی اعلیٰ درجہ کا کپڑا ہوتا ہے جو سوتی ہوتا ہے مائل بہ سرخی، خاشبیہ پر اعلیٰ
درجہ کا کام ہوتا ہے۔ قطر ایک بستی کا نام ہے یمن یا بحرین میں وہاں کا تیار کردہ ہوتا ہے
جیسے ہمارے ہاں ڈھا کہ کی لمبل۔

جیسے محرم احرام کی چادر میں لپٹا ہوتا ہے کہ چادر کے دونوں کنارے کندھوں
پر پڑے تھے۔ توشع بنا ہے وشاح سے بمعنی کنگن، چونکہ کنگن کلانی سے لپٹ جاتا ہے
اس لیے کپڑے میں لپیٹنے کو توشع کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری نماز پڑھائی تھی۔ اس کا تفصیلی بیان ان
شاء اللہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں آئے گا۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۰۵)

❖ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ
الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ:
دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي مَرَضِهِ الَّذِي
تَوُفِّي فِيهِ، وَعَلَى رَأْسِهِ عِصَابَةٌ
صَفْرَاءٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ:
يَا فَضْلُ قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ، قَالَ: اشْدُدْ بِهَذِهِ الْعِصَابَةَ
رَأْسِي قَالَ: فَفَعَلْتُ، ثُمَّ قَعَدَ
فَوَضَعَ كَفَّهُ عَلَى مَنْكِبِي، ثُمَّ قَامَ
فَدَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَفِي الْحَدِيثِ
قِصَّةٌ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
مرض وصال میں آپ کے پاس حاضر ہوا
اور (اس وقت) آپ کے سر مبارک پر
زر درنگ کی پٹی (لپیٹی ہوئی) تھی، میں نے
سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا اے فضل!
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حاضر ہوں!
آپ نے فرمایا یہ پٹی میرے سر پر زور
سے باندھ دو! حضرت فضل فرماتے ہیں
میں نے ایسا ہی کیا پھر آپ بیٹھ گئے اور اپنا
دست مبارک میرے کندھے پر رکھ کر
کھڑے ہوئے اور مسجد میں داخل

ہو گئے۔ اس حدیث میں اور بھی لمبا قصہ

ہے۔

شرح حدیث: سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

اور وہی ذات ہے جس نے حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبی عربی، امین و مامون، صاحب عزت و مرتبہ اور محافظ عزت ہونے کی حیثیت سے منتخب فرمایا اور چین لیا۔ باوجود یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا قرب و مرتبہ عطا فرمایا جس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نفسِ کریمہ کو بھی وصالِ ظاہری کی خبر دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حوادثِ زمانہ سے آگاہ فرمایا، اور ماقبل وصال فرمانے والے حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام (کی ظاہری وفات) سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی و اطمینان بخشا۔ چنانچہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ اپنی محفوظ کتاب میں ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ (پ ۲۳، الزمر: ۳)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

24- بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کھانا مبارک

❖ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حَضْرَتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكِ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ قَلَامًا

ابن لکعب بن مالک، عن ابيہ، ان صاحبزادے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چانتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حَضْرَتِ انسِ بْنِ مَالِكِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَتْ: قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ قَلَامًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ
الثَّلَاثَ.

شرح حدیث: کھانا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کی سنت کے طبی فوائد

کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 14
صدی پہلے دیا اور اس میں جو حکمت کارفرما ہے اس کی تصدیق طبی سائنسداں اس دور
میں کر رہے ہیں۔ انگلیاں چاٹنے میں کیا فائدہ مضمحل ہے اس کی ایک حالیہ سائنسی تحقیق
میں شائع کی گئی خبر میں ملاحظہ کیجئے: جرمن کے طبی ماہرین نے تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ
کیا ہے کہ انسان کی انگلیوں کے پوروں پر موجود خاص قسم کی پروٹین اسے دست،
تے اور پیٹھے جیسی بیماریوں سے بچاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق وہ بیکٹیریا جنہیں
ایکولائی کہتے ہیں، جب انگلیوں کے پوروں پر آتے ہیں تو پوروں پر موجود پروٹین ان
مضر صحت بیکٹیریا کو ختم کر دیتی ہے۔ اس طرح یہ جراثیم انسانی جسم پر رہ کر مضر اثرات
پیدا نہیں کرتے، خاص طور پر جب انسان کو پسینہ آتا ہے تو جراثیم کش پروٹین متحرک ہو
جاتی ہے۔ ماہرین کا حیا ہے کہ اگر یہ پروٹین نہ ہوتی تو بچوں میں پیٹھے، دست اور تے
کی بیماریاں بہت زیادہ ہوتیں۔

حدیث شریف: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی کھانا کھائے تو
سیدھے دائیں ہاتھ سے کھائے اور پانی پیئے تو سیدھے ہاتھ سے پیئے۔ (مسلم شریف
راوی: حضرت عمر رضی اللہ عنہ) جدید سائنسی تحقیق: سیدھے ہاتھ سے غیر مرنی شعاعیں نکلتی
ہیں اور اٹے ہاتھ سے بھی نکلتی ہیں لیکن سیدھے ہاتھ کی شعاعیں فائدہ مند ہیں اور
اٹے ہاتھ والی شعاعیں نقصان دہ ہیں یعنی سیدھے ہاتھ سے شفاء ہے اور اٹے ہاتھ
سے کھانے میں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں لہذا سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانا شفاء کو اپنے

اندر ڈالتا ہے۔

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي جَحِيْفَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا أَنَا فَلَا أَكُلُ مُشَكَّمًا.

حضرت ابو جحيفة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے یعنی سواء ابن عامہ سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں آئے تھے، آپ سے آپ کے بیٹے عوز نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔ (اشعہ و مرقات)

کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے قریب کر کے بیٹھے، دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے، تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یہ چاروں تکیے مناسب نہیں۔ دوزانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے طبی لحاظ سے بھی مفید ہے، کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں۔ (اشعہ للمعات) (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۰)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ ابْنِ لِكْعَبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ وَيَلْعَقُهُنَّ.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے اور پھر ان کو چاٹتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ روٹی کا لقمہ تین انگلیوں سے کھاتے تھے انگوٹھا، کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی۔ سنت یہ ہی ہے کہ روٹی ان تینوں انگلیوں سے ہی کھائے بلا ضرورت زیادہ انگلیاں استعمال نہ کرے، چاول تو بغیر پانچ انگلیوں کے کھائے جاسکتے ہی نہیں اس لیے پانچوں انگلیوں سے ان کا لقمہ بنایا جائے۔ عموماً اہل عرب فرنی چاولوں کا سلیقہ چار انگلیوں سے کھاتے ہیں۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انگلیاں چاٹتے تھے پھر رومال سے پونچھتے تھے، پھر دھوتے تھے اب بھی ایسا کرنا سنت ہے، سنی ہوئی انگلیاں صرف دھو ڈالنا طریقہ منکرین ہے۔ جن روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا برا ہے وہاں یا پتلی چیز کا کھانا مراد ہے یا وہ عمل کبھی کبھی تھا یہاں جواز کے لیے، بہر حال سنت یہ ہے جو یہاں بیان ہوا۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک کھجور پیش کی گئی، میں نے دیکھا کہ آپ بھوک کی وجہ سے اکڑوں بیٹھے ہوئے تناول فرما رہے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ،

قَالَ : حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ ،

قَالَ : حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ

سُلَيْمٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ

مَالِكٍ ، يَقُولُ : أَرَى رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَرُّ

فَرَأَيْتُهُ يَأْكُلُ وَهُوَ مُفْجِعٌ مِنَ

الْجُوعِ .

شرح حدیث: تواضع

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تواضع بھی سارے عالم سے نرالی تھی، اللہ

تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تواضع دیکھ کر فرمایا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کی اس تواضع کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔

(الغناء جعفر بن عقیق لمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، فصل واما تواضعه، ج ۱، ص ۱۳۰)

25- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خُبْرِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رونی مبارک

❖ بِحَدِيثِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ
 عَنِ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ:
 مَا شِيعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مِنْ خُبْرِ الشَّعْبِ يَوْمَئِذٍ
 مَتَّاعِينَ حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے (کبھی) دو دن
 متواتر پیٹ بھر کر جوئی روٹی (بھی) نہیں
 کھائی یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
 وصال ہو گیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہمارے تو گھروں کا یہ حال تھا کہ کسی گھر میں مسلسل دو دن تک گیہوں کی روٹی کافی نہیں پکی کہ ہم لوگ شکم سیر ہو کر کھا لیتے، ایک دن روٹی ایک دن چھوہارے۔ گندم کی قید اس لیے لگائی کہ جو کی روٹی مسلسل پک جاتی تھی خصوصاً فتح خیبر کے بعد کہ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج پاک کو ایک ایک سال کے جو اور چھوہارے عطا فرمادیتے تھے جیسا کہ احادیث شریفہ میں آتا ہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۴۳)

حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے جو کی ایک روٹی بھی نہیں بچا کرتی تھی (یعنی روٹی کم ہوتی تھی۔)

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ

الدُّورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ

أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرِيْزُ بْنُ

عُمَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ،

قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ،

يَقُولُ: مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنِ أَهْلِ

بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيرِ.

شرح حدیث: اہل بیت نبوت کی سخاوت

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت فضہ رضی اللہ عنہم نے ان شاہزادوں کی صحت کے لئے تین روزوں کی منت مانی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں شاہزادوں کو شفا دے دی۔ جب نذر کے روزوں کو ادا کرنے کا وقت آیا تو سب نے روزے کی نیت کر لی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے۔ ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور تینوں روزہ داروں کے سامنے روٹیاں رکھی گئیں تو ایک دن

مسکین، ایک دن یتیم، ایک دن قیدی دروازے پر آگے اور روٹیوں کا سوال کیا تو تینوں دن سب روٹیاں سائلوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ حضرت فضہ رضی اللہ عنہا حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی خادمہ تھیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۰۴۳، پ ۲۹، الدر: ۸-۹)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی کے گھر کی اس سرگزشت کو ان لفظوں میں بیان فرمایا:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ

لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا ۝ (پ 29، الدر: 8-9)

ترجمہ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

سبحان اللہ! اس واقعہ سے اہل بیت نبوت کی سخاوت کا عجیب و غریب اور عظیم المثال حال معلوم ہوتا ہے۔ مسلسل تین روزے اور سحری و افطار میں صرف پانی پی کر روزے رکھنا اور خود بھوکے رہ کر روٹیاں سائلوں کو دے دینا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اللہ اکبر کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

بھوکے رہتے تھے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے

کیسے صابر تھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھرانے والے

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ

مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا

ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ

خَبَابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ

حَضْرَتِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهَا فَرَمَاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

آپ کے اہل بیت کئی راتیں متواتر

بھوکے گزارتے تھے (اور) شام کا کھانا نہ

عَبَّاسٍ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَبِيتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا هُوَ وَأَهْلُهُ ، لَا يَجِدُونَ عِشَاءً وَكَانَ أَكْثَرَ خُبْزِهِمْ ، خُبْزَ الشَّعِيرِ .

شرح حدیث: اہل بیت کی فیاضی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے انتہا فیاض تھیں جو کچھ مال آتا اسے غریبوں میں تقسیم کر دیتی تھیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں۔ انھوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھاتیں اور جو آئے فوراً خرچ کر دیتیں ایک مرتبہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کس طرح روکنا چاہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا۔ اس پر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خالہ کی ناراضگی سے بہت صدمہ ہوا، بہت لوگوں سے سفارش کرائی مگر انھوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا۔

آخر جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے وہ دونوں حضرات اجازت لیکر اندر گئے یہ بھی چھپ کر ساتھ ہوئے جب وہ دونوں سے پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی تاب نہ لا سکیں اور رونے لگیں آخر معاف فرما دیا اور بولنے لگیں، لیکن اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں، حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کئے اور جب بھی اس قسم کے توڑنے کا خیال آجاتا اتنا رو تیں کہ دوپٹا تک آنسوؤں سے بھیک جاتا۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الهجرة، الحدیث ۶۰۷۳، ج ۳، ص ۱۱۹)

جو کے طبی فوائد

Health Benefits of Barley

Barley Controls Blood Sugar Better:

Dutch researchers used a crossover study with 10 healthy men to compare the effects of cooked barley kernels and refined wheat bread on blood sugar control. The men ate one or the other of these grains at dinner, then were given a high glycemic index breakfast (50g of glucose) the next morning for breakfast. When they had eaten the barley dinner, the men had 30% better insulin sensitivity the next morning after breakfast.

American Journal of Clinical Nutrition, January 2010

91(1):90-7 Epub 2009 Nov 4

Barley Lowers Glucose Levels:

White rice, the staple food in Japan, is a high glycemic index food. Researchers at the University of Tokushima found that glucose levels were lower after meals when subjects switched from rice to barley.

Rinsho Byori, August 2009, 57 (8):797-805

Barley Beta-Glucan Lowers Glycemic Index:

Scientists at the Functional Food Centre at Oxford Brookes University in England fed 8 healthy human subjects chapatis (unleavened Indian flatbreads) made with either 0g, 2g, 4g, 6g or 8g of barley beta-glucan fiber. They found that all amounts of barley beta-glucan lowered the glycemic index of the breads, with 4g or more making a significant difference.

Nutrition Research, July 2009, 29(7):4806

Insulin Response better with Barley Beta-Glucan:

In a crossover study involving 17 obese women at increased risk for insulin resistance, USDA scientists studied the effects of 5 different breakfast cereal test meals on subjects' insulin response. They found that

consumption of 10g of barley beta-glucan significantly reduced insulin response.

European Journal of Nutrition, April 2009 ;48(3):170-5

Epub 2009 Feb 5.

Barley Beats Oats in Glucose Response Study:

USDA researchers fed barley flakes, barley flour, rolled oats, oat flour, and glucose to 10 overweight middle-aged women, then studied their bodies responses. They found that peak glucose and insulin levels after barley were significantly lower than those after glucose or oats. Particle size did not appear to be a factor, as both flour and flakes had similar effects.

Journal of the American College of Nutrition, June 2005;

24(3):182-8

Barley Reduces Blood Pressure:

For five weeks, adults with mildly high cholesterol were fed diets supplemented with one of three whole grain choices: whole wheat/brown rice, barley, or whole wheat/brown rice/barley. All three whole grain combinations reduced blood pressure, leading USDA researchers to conclude that "in a healthful diet,

increasing whole grain foods, whether high in soluble or insoluble fiber, can reduce blood pressure and may help to control weight".

Journal of the American Dietetic Association, September 2006; 106 (9): 1445-9

Barley Lowers Serum Lipids:

University of Connecticut researchers reviewed 8 studies evaluating the lipid-reducing effects of barley. They found that eating barley significantly lowered total cholesterol, LDL bad cholesterol, and triglycerides, but did not appear to significantly alter HDL good cholesterol.

Annals of Family Medicine, March-April 2009; 7 (2): 157-63

Cholesterol and Visceral Fat Decrease with Barley:

A randomized double-blind study in Japan followed 44 men with high cholesterol for twelve weeks, as the men ate either a standard white-rice diet or one with a mixture of rice and high-beta-glucan pearl barley. Barley intake significantly reduced serum cholesterol and visceral fat, both accepted markers of

cardiovascular risk.

Plant Foods and Human Nutrition, March 2008, 63 (1):21-5

Epub 2007 Dec 12.

Barley Significantly Improves Lipids:

25 adults with mildly high cholesterol were fed whole grain foods containing 0g, 3g or 6g of barley beta-glucan per day for five weeks, with blood samples taken twice weekly. Total cholesterol and LDL bad cholesterol significantly decreased with the addition of barley to the diet.

American Journal of Clinical Nutrition, November 2004, 80

(5):1185-93

Barley Pasta Lowers Cholesterol:

University of California researchers fed two test meals to 11 healthy men, both containing beta-glucan. One meal was a high-fiber (15.7g) barley pasta and the other was lower-fiber (5.0g) wheat pasta. The barley pasta blunted insulin response, and four hours after the meal, barley-eaters had significantly lower cholesterol concentration than wheat-eaters.

American Journal of Clinical Nutrition, January 1999, 69

(1):55_63

Barley's Slow Digestion may help Weight Control:

Barley varieties such as Prowashonupana that are especially high in beta-glucan fiber may digest more slowly than standard barley varieties. Researchers at USDA and the Texas Children's Hospital compared the two and concluded that Prowashonupana may indeed be especially appropriate for obese and diabetic patients. Journal of Nutrition, September 2002, 132 (9):2593_6

Greater Satiety, Fewer Calories Eaten with Barley:

In a pilot study not yet published, six healthy subjects ate a 420-calorie breakfast bar after an overnight fast, then at lunch were offered an all-you-can-eat buffet. When subjects ate a Prowashonupana barley bar at breakfast they subsequently ate 100 calories less at lunch than when they ate a traditional granola bar for breakfast.

❖ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ، عَنْ
سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّهُ قِيلَ لَهُ:

حَضْرَتِ اہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ

عَنْهُ سَعْدٌ سَأَلَ عَنْهُ كَيْفَ كَانَتْ رِيسَالَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّعْنَئِ؟ يَعْنِي الْحَوَّازِي فَقَالَ سَهْلٌ: مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّعْنَئَ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ تَعَالَى، فَقِيلَ لَهُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلٌ قَبْلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ؟ قَالَ: كُنَّا نَنْفَعُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ، ثُمَّ نَعِجْنُهُ.

نے سفید میدہ کی روٹی کھائی حضرت سہل نے فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال تک سفید میدہ نہیں دیکھا، پس پوچھا گیا (حضرت سہل) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تمہارے پاس چھلنیاں ہوا کرتی تھیں انہوں نے فرمایا ہمارے پاس چھلنیاں نہیں تھیں، پھر پوچھا گیا تم جو کے آٹے کو کیا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہم اسے پھونکتے، اس سے جو اڑنا ہوتا اڑ جاتا، پھر ہم اسے پکا لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی میدہ کھانا تو بہت دور کبھی ملاحظہ بھی نہ فرمایا۔ اللہ کی شان ہے کہ اب مدینہ منورہ میں میدہ کی روٹی عام ہے آٹے کی روٹی بہت کم ملتی ہے اور کہتے ہیں میدہ کی روٹی بہت قسم کی ہوتی ہے مغربی، شامی وغیرہ۔

یعنی ظہور نبوت کے بعد میدہ کی روٹی ملاحظہ نہ فرمائی۔ اس سے پہلے حضور انور نے شام کا سفر کیا ہے اور بحیرہ راہب کی دعوت میں میدہ کی روٹی ملاحظہ فرمائی ہے۔ اس زمانہ میں شام و روم میں میدہ کی روٹی بہت مروج تھی۔ بعد اعلان نبوت حضور حجاز میں رہے اور مال سے بے رغبتی بھی بہت رہی۔ (مرقات)

سبحان اللہ! یہ ہے حضور کی سادہ اور بے تکلف زندگی۔

بعض روایات میں ہے کہ کسی صاحب نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تمنا کی کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھاؤں، آپ فرمانے لگیں تم نہ کھا سکو گے یہ تو ان کی ہی شان تھی جو کھا گئے اور واقعہ ہے کہ ہم گندم کی روٹی بے چھنے آٹے کی نہیں کھا سکتے چہ جائیکہ جو کی روٹی وہ بھی بے چھنے آٹے کی۔

شعر

کھانا جو دیکھو جو کی روٹی

بے چھنا آٹا روٹی بھی موٹی

وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم

جس کی تمنا روز نہ کھانا

اک دن نافع اک دن کھانا

جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم

قبضہ میں جس کے ساری خدائی

اس کا بچھونا ایک چٹائی

نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ،

قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يُونُسَ،

عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،

قَالَ: مَا أَكَلَ نَبِيُّ اللَّهِ عَلَى خِوَانٍ

وَلَا فِي سُكَّرَجَةٍ، وَلَا خُبْزٍ لَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

نے نہ تو چوکی پر رکھ کر کھانا کھایا، نہ چھوٹی

پیالی میں کھایا اور نہ ہی آپ کے لیے

چپاتی پکائی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

مَرَقٌ قَالَ : فَقُلْتُ لِقَادَةَ : (تو پھر) تم کھانا کس چیز پر رکھ کر کھاتے
فَعَلَامَ كَانُوا يَأْكُلُونَ ، قَالَ : عَلَى هَذِهِ الشَّفْرِ
تھے؟ انہوں نے فرمایا اس (چمڑے کے) دسترخوان پر۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ قنادہ تابعی ہیں، بصری ہیں، نابینا تھے، ان کی ولادت ۶۰ھ میں
ہے اور وفات ۱۱۰ھ ہجری میں حضرت انس اور ابو طفیل سے روایات لیتے ہیں۔
کیونکہ میز پر کھانا طریقہ منکرین ہے تاکہ کھانے کے آگے جھکنا نہ پڑے اور
بہت چھوٹی پیالی میں کھانا طریقہ بخیلوں کا ہے تاکہ دوسرا آدمی ساتھ نہ کھا سکے، ساری
بوٹیاں اور سالن ہم اکیلے ہی کھائیں۔ سنت یہ ہے کہ کھانے کے آگے قدرے جھک کر
بیٹھے۔ (مرقات و اشعۃ اللمعات)

بہت باریک روٹی اب بھی عرب شریف میں نہیں ہوتی، روٹی قدرے موٹی ہوتی
ہے وہ صحت کے لیے بھی مفید ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے چپاتی نہیں پکائی گئی لیکن اگر کوئی شخص چپاتی پیش کرتا تو حضور انور قبول فرماتے
اور کھاتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات)

دسترخوان کپڑے کا، چمڑے کا اور کھجور کے پتوں کا ہوتا تھا، ان تینوں قسم کے
دسترخوانوں پر کھانا حضور نے کھایا ہے، دسترخوان بھی نیچے زمین پر بچھتا تھا اور خود سرکار
بھی زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھانا ملاحظہ
فرماتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ میز پر کھانا بدعت جائزہ ہے اور دسترخوان پر
کھانا سنت ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۱)

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ

قَالَ : حَدَّثَنَا عَبَادُ بْنُ عَبَّادٍ : فرماتے تھے میں حضرت عائشہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا نے پس نماز پڑھ کر، ہوا تو انہوں نے
میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمایا جب میں
پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہوں تو رو دیتی ہوں
(حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے
ہیں) میں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتی
ہیں؟ تو انہوں (حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا) نے فرمایا میں اس حال کو یا
دکرتی ہوں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ اللہ کی قسم! آپ
نے ایک دن میں دو مرتبہ روٹی سیر ہو کر
تناول فرمائی نہ گوشت۔

الْمُهَلِّبِيُّ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ،
عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى
عَائِشَةَ، فَدَعَتْنِي لِطَعَامٍ
قَالَتْ: مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ
فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِيَ إِلَّا بِكِتَابِكُمْ قَالَ:
قُلْتُ لِمَ؟ قَالَتْ: أَذْكَرُ الْحَالِ
الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا،
وَاللَّهُ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَنَحْمٍ
مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال
مبارک تک (کبھی) دوران متواتر جو کی
روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

❖ يُحَدِّثُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ
يَزِيدَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا
شَبِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ يَوْمَئِذٍ
مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہمارے تو گھروں کا یہ حال تھا کہ کسی گھر میں مسلسل دو دن تک
گیہوں کی روٹی کافی نہیں پکی کہ ہم لوگ شکم سیر ہو کر کھا لیتے، ایک دن روٹی ایک دن
چھوہارے۔ گندم کی قید اس لیے لگائی کہ جو کی روٹی مسلسل پک جاتی تھی خصوصاً فتح خیبر
کے بعد کہ اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج پاک کو ایک ایک سال کے جو اور

پھر ہمارے عطا فرمادیتے تھے جیسا کہ احادیث شریفہ میں آتا ہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۴۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر نہ تو چوکی پر رکھ کر کھانا کھایا اور نہ ہی چپاتی کھائی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے سادگی پسند فرمائی اور فقر کو خود اختیار فرمایا۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْبَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ، قَالَ: مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ، وَلَا أَكَلَ خُبْزًا مَرَّقًا حَتَّى مَاتَ.

شرح حدیث: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان سرکار کا فقر اختیار فرمایا

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خدا عزوجل نے اشرف ترین مخلوق بنایا اور محبوبیت خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔ اللہ اللہ! محبوبیت کی تو وہ ادا نہیں کہ فرمایا جاتا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا. اے محبوب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اگر تم کو نہ

پیدا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔ (فردوس الاخبار، الحدیث: ۸۰۹۵، ج ۲، ص ۳۵۸ بلفظ ما خلقت)

علم و مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختار کل بنا دیا کہ جو

چاہو کرو، سیاہ و سپید کا تمہیں اختیار ہے۔

ایسے بادشاہ جن کے مقدر سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا،

ایسے رفعت پناہ، جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر، سلاطینِ عالم، سلطانی باڑے کے محتاج، شاہانِ معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔ اب کا شانہ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان و تمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسائش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو درکنار، خشک کھجوریں اور جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش)

شاہی لباس دیکھئے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا۔ دنیوی عیش و عشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھئے تو اس تاجدارِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شوکت اور اس سادگی پسندی و جاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کر دینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی

سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔

ایک بار آپ کے یہی خواہ اور رضا جو دوست جل جلالہ نے پیام بھیجا کہ تم کہو تو مکہ

کے دو پہاڑوں کو سونے کا بنا دوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں، عرض کی: یہ چاہتا ہوں کہ

ایک دن دے کہ شکر بجالاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔

(سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الکفاف... الخ، ج ۴، ص ۱۵۵، الحدیث: ۲۳۵۴)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو نفس مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش و عشرت میں بسر فرماتے اور آسائش و راحت محبوب رکھتے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پروردگار عزوجل آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی پر خوش ہونے والا دنیا میں جنتوں کو اتار کر رکھ دیتا، اور یہ سامانِ عیش آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے برگزیدہ اور پاک نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کر سکتا، ایسی حالت میں یہ بلا پسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہو سکتی ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہو کر آئے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عیش و عشرت میں مشغول رہتے تو تکلیف و مصیبت جن سے عاقبت میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرما رہے تھے، مولیٰ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا: جاؤ! تم بھی اپنے لئے کوئی کنیز لے آؤ۔ حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ چکیاں پیتے پیتے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا: اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز و غلام سے زیادہ کام دے، تورات کو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۳ بار پڑھ کر سورا کر۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی التبیح... الخ، الحدیث: ۳۴۱۹، ج ۵، ص ۲۶۰)

ایک بار حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرت فاطمہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرت بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ چوڑیاں حاضر کر دیں کہ انہیں تصدق کر دیجئے، مساکین کو عطا فرمادی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا:

فاطمہ! دنیا، محمد اور آل محمد کے لائق نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بورے کے نشان بن گئے ہیں، یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم، قیصر و کسریٰ، خدا کے دشمن، ناز و نعمت میں بسر کریں اور خدا عزوجل کا محبوب تکلیف و مصیبت میں؟ ارشاد ہوا: کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تو عقبیٰ کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو؟ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب مہجعی مرضاة... الخ، الحدیث ۴۹۱۳، ج ۳، ص ۳۶۰)

اللہ عزوجل کے حقیقی دوست

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بذریعہ الہام فرمایا گیا اے سری ارضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے مخلوق پیدا فرما کر اس سے پوچھا: کیا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو؟ سب نے بالاتفاق عرض کی کہ تیرے سوا اور کون ہے جسے ہم دوست رکھیں گے؟ پھر میں نے دنیا بنائی تو حصے اس کی طرف ہو گئے، ایک حصہ نے کہا: ہم اس کی خاطر تجھ سے جدائی نہ کریں گے۔ پھر آخرت خلق فرمائی، اس ایک حصہ سے نو حصے اس کے خریدار ہو گئے، باقیوں نے عرض کی: ہم دنیا کے سائل نہ آخرت پر مائل، ہم تو تیرے چاہنے والے ہیں۔ پھر بلائیں پیش کیں ان میں سے بھی نو حصے گھبرا کر پریشان ہو گئے، ایک حصہ نے عرض کی: تو زمین اور آسمان کے چودہ طبق کو بلا کا ایک طوق بنا کر ہمارے گلے میں ڈال دے، مگر ہم تیری طرف سے منہ پھیرنے والے نہیں۔ ان کی نسبت ارشاد ہوا: أولئك أوليائي حقا یہ میرے سچے دوست ہیں۔

اب اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بلا پسندی حیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلا و نعمت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا: ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

ع انچہ از دوست می رسد نیکوست
(یعنی دوست سے جو کچھ پہنچے اچھا ہوتا ہے۔)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی، ارشاد ہوا: اللہ عزوجل ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے مگر ہم اہل بیت کے نزدیک بلا، نعمت سے افضل ہے کہ نعمت میں نفس کا بھی حصہ ہے اور بلا محض رضائے دوست ہے۔ (آئینہ قیامت ص ۱۵-۱۷)

26- بَابُ مَا جَاءَ فِي إِدَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سالن مبارک

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نِعْمَ الْإِدَامُ الْخُلُّ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فِي حَدِيثِهِ: نِعْمَ الْإِدَامُ أَوْ الْأَدْمُ الْخُلُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین سالن سرکہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عبد الرحمن اپنی روایت میں کہتے ہیں کہ اچھے سالن یا اچھا سالن سرکہ ہے۔

شرح حدیث: سرکہ کے فوائد

سرکہ کے فوائد ہزاروں سال سے معلوم ہیں۔ جدید طب میں اس پر کچھ تحقیق بھی ہوئی ہے۔ جدید طب میں اسے واضح طور پر کولسٹراول اور ٹرائی گلیسرائیڈ (Triglyceride) کم کرنے کے لیے فائدہ مند مانا گیا ہے۔ یہ بھی پایا گیا کہ دل کے امراض میں ایک واضح کمی اس گروپ میں ہوئی جو سلاڈ میں سرکہ اور زیتون کے تیل

کا استعمال کرتے تھے۔ ذیابیطس سرکہ کا استعمال جدید تحقیق میں ذیابیطس اور خون میں گلوکوز کی مقدار کو درست کرنے کے لیے فائدہ مند پایا گیا ہے۔ انسولین کی دریافت سے پہلے اسے اس مرض کے لیے استعمال کروایا جاتا تھا۔ جدید طبی تحقیق کے کئی تجربات میں اسے خون میں گلوکوز کی مقدار (glycemic index) کم کرنے کے لیے واضح طور پر مؤثر مانا گیا ہے۔ یہ اثر نہ صرف ذیابیطس کے مریضوں میں نہیں پایا گیا بلکہ تندرست افراد میں بھی پایا گیا۔ بعض دیگر جدید طبی تجربات میں یہ پایا گیا کہ سرکہ کا کھانے میں کچھ عرصہ مسلسل استعمال خون میں شکر کی مقدار کو 30 فیصد تک کم کر کے ذیابیطس کو بہتر کرتا ہے اور یہ اثر قائم رہتا ہے۔ نظام انہضام طبی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ سرکہ کا کھانے میں استعمال اس احساس کو بڑھا دیتا ہے کہ اب بھوک نہیں یعنی انسان کم کھاتا ہے اور اس طرح نظام انہضام بہتر رہتا ہے۔ کم کھانے سے اس سے متعلقہ امراض مثلاً ذیابیطس میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔

قدیم طب میں سرکہ کا استعمال

اوپر درج کی گئی تحقیقات کے نتائج قدیم طب میں پہلے سے ہی معلوم تھے اور ان تمام مقاصد کے لیے سرکہ کو استعمال کیا جاتا تھا۔ اوپر دیے گئے تجربات قدیم طب میں (جس میں چینی و اسلامی طب بھی شامل ہیں) دی گئی باتوں کی تصدیق کے لیے جدید طب میں کیے گئے۔ ان تمام فوائد کے علاوہ قدیم طب میں درج ذیل فوائد بھی بتائے جاتے ہیں:

محلل، قابض، مجفف اور مسکن درو ہے۔ زائد رطوبت کو خشک کرتا ہے۔ مسامات میں جلد سیرایت کرتا ہے اس لیے دوائی کو اس میں ملا کر دیا جاسکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تلی میں سرکہ کے لیے خصوصی رغبت ہے۔ اس لیے سرکہ کی جو بھی مقدار پیٹ میں جاتی ہے، فوراً تلی میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس لیے وہ ادویہ جو تلی کے علاج میں دی

جائیں، اگر اس کے ساتھ سرکہ بھی شامل کر دیا جائے تو اثر جلد ہوتا ہے۔ بھوک پیدا کرتا ہے اور سردے کھولتا ہے۔ وبائی امراض مثلاً ہیضہ کے خلاف مدافعت پیدا کرتا ہے۔ (بیکٹیریا کے خلاف کام بھی کرتا ہے)۔ سرکہ میں پکائے ہوئے گوشت کو یرقان میں مفید سمجھا جاتا ہے۔ پیاس کو کم کرتا ہے۔ پیٹ کے امراض میں مفید ہے۔ سرکہ بالوں میں دیگر کچھ اشیاء کے ساتھ ملا کر لگانے سے گرتے ہوئے بال اگتے ہیں۔

مدینہ: آجکل جو Synthetic سرکہ دستیاب ہے، ان احادیث میں اس کی

بات نہیں ہو رہی۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؛ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقْلِ مَا يَمَلَأُ بَطْنَهُ.

حضرت سماک بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ کیا تم لوگ اپنے کھانے پینے کی پسندیدہ چیزیں نہیں تناول کرتے؟ بے شک میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پاس اتنی بھی خشک کھجور نہیں تھی جسے آپ سیر ہو کر کھاتے۔

شرح حدیث: کھانے پینے کو پسند کرنا

شکم سیری اگرچہ حلال اور پاکیزہ اشیاء ہی سے ہو لیکن شہوات کو قوت دیتی ہے جو کہ شیطان کا ہتھیار ہیں، اسی لئے حضرت سیدنا یحییٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے شیطان کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کے پاس ہر چیز کو پھانسنے کے لئے کچھ پھندے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ان پھندوں کے بارے میں پوچھا تو شیطان نے جواب دیا: یہ وہ شہوات ہیں جن کے ذریعے میں آدمی پر قابو پاتا ہوں۔

حضرت سیدنا یحییٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ اس سے دریافت فرمایا کیا ان میں میرے لئے بھی کچھ ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا بعض اوقات آپ خوب سیر ہو کر کھانا کھا لیتے ہیں، تو میں نماز اور ذکر کو آپر بھاری کر دیتا ہوں۔ پھر آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید دریافت فرمایا کیا کوئی اور چیز بھی ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا نہیں۔ تو آپ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! میں کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ تو شیطان بولا: اللہ عزوجل کی قسم! میں بھی کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔ (حلیۃ الاولیاء، وہیب بن ورد، الحدیث: ۱۱۷۰۳، ج ۸، ص ۱۵۷، بخیر قلیل)

❖ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ،
 قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الْإِدَامُ
 حَضْرَت جَابِر بن عبد اللہ رضی اللہ
 تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا، سرکہ بہترین سالن ہے۔
 الْأُدْمُ: الْخَلُّ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سرکہ طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ ارزاں غذا ہے، حضرات انبیاء کرام نے عموماً سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں۔ عرب میں عموماً کھجور کا سرکہ ہوتا ہے، ہمارے ملک میں رس انگوز کا سرکہ ہوتا ہے گنے کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء نے فرمایا کہ سرکہ بھی سالن ہے جو کوئی سالن نہ کھانے کی قسم کھالے وہ سرکہ کھانے سے حائث ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا مگر خیال رہے کہ قسم کا مدار عرف پر بھی ہوتا ہے۔

(مرآة البناجیح، ج ۶، ص ۳۳)

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ ، حَدَّثَنَا
 وَكَيْعٌ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَيُّوبَ ،
 حَضْرَت زہد جری فرماتے ہیں کہ ہم
 حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ زُهْدِمِ
الْجَرْمِيِّ ، قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أَبِي
مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ، فَأَتَى بِلَحْمِ
دَجَاجٍ فَتَنَحَّى رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ ،
فَقَالَ : مَا لَكَ؟ فَقَالَ : إِنِّي رَأَيْتُهَا
تَأْكُلُ شَيْئًا فَخَلَفْتُ أَنْ لَا أَكُلَهَا .
قَالَ : ائْتِنِي رَأَيْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَأْكُلُ
لَحْمَ دَجَاجٍ .

پاس تھے کہ آپ کے پاس مرغ کا گوشت
لایا گیا، حاضرین میں سے ایک آدمی دور
ہٹ گیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ
میں نے اس مرغ، کو گندی چیز کھاتے
ہوئے دیکھا تو میں نے قسم کھالی کہ اسے
نہیں کھاؤں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا
قریب ہو جا، بیشک میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت کھاتے
ہوئے دیکھا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ دجاج نرمادہ دونوں کو کہتے ہیں، دیکھ فقط نرم مرغ کو۔ یہاں مرقات
نے فرمایا کہ فقراء کو مرغیاں پالنا چاہیے اور اغنیاء بکریاں پالیں اور یہاں انہوں نے
عجیب عجیب حکایات نقل کیں۔ بہر حال اس حدیث سے دو مسئلہ معلوم ہوئے: ایک یہ کہ
مرغ حلال ہے۔ دوسرے یہ کہ مرغ کھانا تقویٰ کے خلاف نہیں، اللہ دے تو اعلیٰ نعمتیں
بھی کھاؤ مگر اپنے کو مزید ارغزاؤں کا عادی نہ بناؤ اپنی طبیعت کو ہر طرح کا عادی رکھو۔

(مرآة المناجیح، ج 5، ص 1005)

❖ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ
الْأَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ
الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ

حضرت ابراہیم بن عمر اپنے والد
کے واسطے سے اپنے دادا حضرت سفینہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں
انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ

بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ،
عَنْ جَدِّهِ ، قَالَ : أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ
حُبَارَى :

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں یا حضرت ام سلمہ
رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں، ام المؤمنین نے آپ کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ زندگی
بھر حضور کی خدمت کریں۔ آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے، ایک بار حضور صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں تلوار، ڈھال نیزہ، کچھ اور سامان ان پر لاد دیا اور فرمایا تم
ہماری سفینہ یعنی کشتی ہو تب سے آپ کا لقب سفینہ ہو گیا، آپ کے چار بیٹے
ہیں، عبدالرحمن محمد، زیاد اور کثیر۔

معلوم ہوا کہ بٹیر حلال ہے اس کا کھانا سنت ہے، نہایت سیدھا پرندہ ہے، عرب
والے بے وقوف آدمی کو کہتے ہیں انت حباری تو تو نرا بٹیر ہے، حباری واحد بھی ہے جمع
بھی ہے، مذکر بھی ہے مؤنث بھی اس کا الف اصلی ہے۔ (مرآة المناجیح، ج 5، ص 101)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ،
عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ ،
عَنْ زُهْدِ الْجَزْمِيِّ ، قَالَ : كُنَّا
عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ، قَالَ :
فَقَدَّمَهُ طَعَامَهُ وَقَدَّمَهُ فِي طَعَامِهِ
لَحْمَ دَجَاجٍ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ

حضرت زہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے
ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے پاس تھے، جب آپ کا کھانا لایا
گیا تو اس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔
حاضرین مجلس میں ایک شخص سرخ رنگ
قبیلہ نبی تیم اللہ سے تھا گویا کہ وہ رووی
غلام ہے راوی کہتے ہیں کہ وہ (کھانے

(سے) کنارہ کش ہو گیا تو اس سے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قریب ہو (اور کھا) کیونکہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے کھاتے ہوئے دیکھا ہے، اس نے کہا میں نے اس (مرغ) کو کچھ چیز (نجاست) کھاتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے اسے مکروہ جانتے ہوئے قسم کھائی ہے کہ اسے کبھی نہ کھاؤں گا۔

بَنِي تَيْمِ اللَّهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مَوَى، قَالَ: فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: اذْنُ فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْهُ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا، فَقَدِرْتُهُ فَخَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ أَبَدًا.

6 Health Benefits of Chicken: شرح حدیث:

Chicken is one of the most popular foods in the world, and for good reason. It is a lean source of protein that contains essential nutrients and vitamins. When we talk about the health benefits of chicken, we are talking only about organic, free-range, hormone and antibiotic free chicken. Factory farmed chicken is full of antibiotics and added hormones that are not good for the human body.

Here are six health benefits of chicken.

Cancer Protection:

Chicken is rich in niacin (vitamin B3) a vitamin

that is essential for cancer protection. One small serving of chicken can meet your niacin requirements for the entire day. The selenium in chicken is also believed to be protective against cancer.

Brain Health:

The niacin in chicken is also essential for brain health and may have protective effects against Alzheimer's disease and dementia.

Heart Health:

The vitamin B6 in chicken keeps the heart healthy by keeping homocysteine levels low. High homocysteine levels cause damage to the walls of the blood vessels.

Thyroid Health:

The selenium in chicken helps to keep thyroid function normal. One study found that selenium deficiency may lead to thyroid problems such as low T3 levels.

Weight Loss:

Chicken is a great food to eat if you're trying to lose weight because it's lower in fat and calories than

other meats such as beef and pork, while also being higher in protein.

Energy Booster:

Chicken boosts your energy thanks to vitamins B6 and B3, both of which are important in the body's If you are starting to feel a little tired or worn out, try eating some chicken to give your body a boost of nutrients, lean protein, and calories that will boost your energy levels. Health Diaries Published on September 30, 2011

❖ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا الزَّيْتِ، وَادَّهِنُوا بِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ.

حضرت ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیتون کا تیل کھایا کرو اور بدن پر (بھی) لگایا کرو کیونکہ وہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ابو اسید الف کے پیش سین کے فتح سے حضرت مالک ابن ربیعہ کی کنیت ہے جو مشہور صحابی ہیں، تمام غزوات میں شریک رہے، صحابہ بدر میں سب سے آخر میں آپ ہی کی وفات ہوئی، ۶۰ سالہ ہجری میں وفات پائی، اٹھتر سال عمر ہوئی، آخر میں نابینا ہو گئے تھے اور ابو اسید الف کے فتح سین کے کسرہ سے ان کا نام عبد اللہ ابن ثابت ہے، مدنی ہیں، انصاری ہیں، یہاں پہلے ابو اسید مراد ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم! (مرقات)

روغن زیتون روٹی کے ساتھ سالن بنا کے کھاؤ، سر میں اس کی مالش کرو، یہ حکم بطور مشورہ ہے لہذا استحباب کے لیے ہے۔

کیونکہ درخت زیتون برکت والی زمین فلسطین میں ہوتا ہے جو حضرات انبیاء کرام کا مسکن ہے، نیز اسے رب تعالیٰ نے شجرہ مبارکہ فرمایا، اس کے فوائد بہت ہیں، بہت سے امراض میں زیتون کا پھل اس کا تیل کام میں آتا ہے، یہ سالن بھی ہے، جسم اور سر کی مالش کا تیل بھی، چراغ میں روشنی بھی دیتا ہے، بہت مرضوں کا علاج بھی ہے، بو اسیر میں بہت مفید ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ روغن زیتون میں ستر مرضوں کا علاج ہے جن میں جذام بھی ہے۔ (ابونعیم و مرقات)

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۶۹)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیتون کا تیل کھایا کرو اور بدن پر بھی لگایا کرو کیونکہ وہ مبارک درخت سے نکلتا ہے۔

❖ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى،

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ:

حَدَّثَنَا مَعْبَرٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ

أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ

الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا

الزَّيْتِ وَأَدْبِنُوا بِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ

شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ.

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ

عنه اپنے والد کے واسطے سے اسی طرح

کا قول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

کرتے ہیں اور اس میں حضرت عمر رضی

❖ حَدَّثَنَا السِّنْدِيُّ وَهُوَ أَبُو

دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بْنِ مَعْبَدِ السِّنْدِيِّ،

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ

مَعْبَرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ

أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ
عُمَرَ.

شرح حدیث: زیتون اور اس کے فائدے

بوعلی سینا نے اپنی کتاب اور قلبیہ میں جن ۶۴ ادویہ کا ذکر کیا ہے ان میں زیتون کا تیل بھی شامل ہے اس پین میں مسلمان طباء نے اپنے دور عروج میں جن سینکڑوں ادویہ پر داد تحقیق دیا ان میں روغن زیتون سرفہرست ہے۔ جدید دور کی مشینی زندگی نے جہاں انسان کو بہت سی آسائشیں فراہم کی ہیں وہیں فطرت سے دور کر دیا ہے۔ صبح سویرے کی سیر کا رواج بہت کم ہو گیا ہے چکنی اشیاء اور فاسٹ فوڈز کا رجحان بڑھ گیا ہے۔ زندگی تیز رفتار ہو گئی ہے ذہنی دباؤ اور عصبی تناؤ میں اضافہ ہو گیا ہے۔ موٹاپا اور کولیسرول کا مسئلہ بڑھتا جا رہا ہے جس سے امراض قلب میں اضافہ ہو رہا ہے تو وہاں پھر ایک دفعہ روغن زیتون کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کی اصل زمین فلسطین اور شام ہے یہیں سے یہ بحیرہ روم کے باقی ماندہ علاقوں خصوصاً تیونس، اسپین، یونان، ترکی اور اٹلی میں پھیلا۔ یہاں سے امریکہ پہنچا اور اب زیتون کے درخت امریکہ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ میں بھی پائے جاتے ہیں یہ پہاڑوں پر پھلتا پھولتا ہے اور اس کے پتے پورے سال موجود رہتے ہیں جو اسے تروتازہ اور پھلدار رکھتے ہیں۔ یہ درخت طویل عمر پاتا ہے زیتون کا پھل عام طور پر ۶۷ فیصد پانی، ۲۳ فیصد تیل اور پانچ فیصد پروٹین اور ایک فیصد معدنی نمکیات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس پین کی یہ کہانوت آج بھی ضرب المثل ہے کہ زیتون کا تیل تمام امراض کا علاج ہے۔ غذا میں روغن زیتون، کھجور، جربنی اور مکھن سے بہتر ہے جاہد تحقیقات بھی یہ ثابت کرتی ہیں کہ زیتون جسم میں جا کر دوسرے جربوں کی صورت اختیار نہیں کرتا اس لئے اس کا استعمال امراض قلب

اور موٹاپے سے بچنے کے لئے مفید ہے۔ یہ واحد تیل ہے جو نفوذ کر کے مائش کے ذریعے جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔ اس میں قوت نافذہ بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے اسے دوسرے تیلوں پر فوقیت حاصل ہے۔ حالیہ تحقیقات اس بات کی گواہ ہیں کہ جن علاقوں میں روغن زیتون کا استعمال ہوتا ہے یا جو لوگ روغن زیتون استعمال کرتے ہیں۔ ان کے ہاں امراض قلب کی شرح بہت کم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصلب شریان (شریانوں کی تنگی) انجماد خون اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کم پائے جاتے ہیں۔ پرانے اطباء نے زیتون کے تیل کو غذا اور دوا کے طور پر استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے۔ زیتون میں تقریباً دو تہائی تیل پایا جاتا ہے جو کھانا پکانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اسے بطور سلاوا، چھوٹے بچوں کے مساج اور عطریات کے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ روغن زیتون تو انائی سے بھرپور ہے اس کے خاص جز کو اولین کہتے ہیں یہ طویل عرصے تک خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی بدبو پیدا ہوتی ہے۔ یورپ میں امن کی نشانی کے طور پر فاختہ کو اس طرح پرواز کرتے دکھایا جا رہا ہے کہ اس کی چونچ میں زیتون کی ڈالی ہوتی ہے۔ روغن زیتون کی مختلف اقسام کے ذائقے بھی مختلف ہوتے ہیں اور اس کا انحصار استعمال کیے جانے والے زیتون، ان کے پکنے کی کیفیت اور انہیں ذخیرہ کرنے کے غرض پر ہے روغن زیتون میں آٹھ سو نو اجزاء پائے جاتے ہیں اور وٹامن ای بھی ہے۔ دافع سرطان اور خون میں تھکے بننے سے روکتا ہے۔ روغن زیتون کو لیسٹرال کو جسم میں جذب ہونے سے روکتا ہے چھوٹے بچوں کے لئے اچھی غذا ہے۔ پتے کے اندر پتھری نہ بننے کے عمل میں مدد فراہم کرتا ہے اور خون کے اندر زہریلے مادہ کو خارج کرنے میں معاون ہے۔ یوں اسے دافع سرطان کے طور پر اہمیت حاصل ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق خارش کا جراثیمہ روغن زیتون سے ہلاک ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ موسم سرما میں شدت اختیار کرنے والی خارش کے لئے روغن

زیتون تجویز کیا جاتا ہے۔ جلنے کے زخم پر زیتون کے نمکین تیل لگانے سے زخم جلد مندمل ہو جاتے ہیں۔ روغن زیتون کو کئی قسم کے مرہموں اور جلد کے لئے مخصوص صابن میں استعمال کیا جاتا ہے۔ زیتون کی لکڑی کی آگ جلائیں تو اس سے نکلنے والا تیل پھپھوندی سے پیدا شدہ امراض داد اور خارش میں مفید ہے۔ روغن زیتون کا استعمال معدہ کے السر اور آنتوں کے امراض میں مفید ہے اگر روغن زیتون جو کے پانی میں ملا کر پیا جائے تو قبض دور ہوتی ہے اس کا اچار بھی مفید ہے جو یونان سے سرکہ میں آتا ہے اور مغرب میں شوق سے استعمال ہوتا ہے۔ جاپان میں روغن زیتون کو آنتوں کے امراض میں مفید قرار دیا جاتا ہے۔

جوڑوں اور پٹھوں کا درد

کسی سبب اگر ہڈیوں میں درد رہتا ہو تو روغن زیتون کی مالش سے آرام محسوس ہوتا ہے جن کی ٹانگوں میں درد رہتا ہو یا ہاتھ پاؤں میں کڑل پڑتے ہوں وہ روغن زیتون نمک ملے نیم گرم پانی میں جلا کر ٹکور کریں تو فائدہ ہوتا ہے۔ روغن زیتون کی مالش سے نہ صرف پٹھے مضبوط ہوتے ہیں بلکہ اعضاء کو تقویت ملتی ہے۔ روغن زیتون جلد بڑھانے کو روکتا ہے جلد خوبصورت بناتا ہے۔ پیدائشی کمزور بچوں کو روغن زیتون بلانا ان کی ہڈیاں مضبوط کرتا ہے اور اچھی صحت کی ضمانت ہے۔

امراض سانس

دمہ کے مریضوں کیلئے روغن زیتون بہت مفید ہے اس کا استعمال دمہ کے دورے روکتا ہے۔ روغن زیتون نزلہ زکام کو بھی روکتا ہے۔ دورے کے دوران شہد ملا کر استعمال کیا جائے۔ بالوں کے لئے روغن زیتون کا استعمال کرتے بالوں کو روکتا ہے۔ بالوں کو لہبا کرتا اور سیاہی کو قائم رکھتا ہے۔ مزید بالوں کو مضبوط تو انا بناتا ہے۔

کولیسٹرول کے لئے

روغن زیتون کولیسٹرول کو بڑھنے سے روکنے میں مفید ہے۔ جدید تحقیقات کے مطابق روغن زیتون استعمال کرنے والوں میں مضر صحت کولیسٹرول کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ شریانوں کو سخت ہونے اور ان میں خون کے ٹھکے ختم کرنے میں مفید ہے جو کہ امراض قلب اور نجماد کا سبب بنتے ہیں۔

بلڈ پریشر

جدید تحقیقات کے مطابق جو لوگ روغن زیتون کا استعمال کرتے ہیں ان کا بلڈ پریشر نہیں بڑھتا بلکہ متوازن رہتا ہے۔

گردوں کے لئے

روغن زیتون گردوں کی اصلاح کرتا ہے اور گردے اور مثانے کی پتھریوں کو نکالنے میں مفید ہے۔

موٹاپا

جن لوگوں میں موٹا ہونے کی استعداد پائی جائے وہ جما چکناہٹ اور گھی ترک کر کے روغن زیتون کا استعمال کر کے موٹاپے کو روک سکتے ہیں۔

دانتوں کے لئے

روغن زیتون کا استعمال دانتوں پر ملنے سے نہ صرف دانت بلکہ مسوڑھے بھی مضبوط ہوتے ہیں اور کیڑا نہیں لگتا۔

جسمانی طاقت اور فالج کیلئے

روغن زیتون کا استعمال جسم میں طاقت اور توانائی فراہم کرتا ہے۔ اس کی مالش فالج میں مفید ہے۔

وجع المفاصل اور دردوں کے لئے

روغن زیتون کا استعمال اور مالش اعصابی اور ریاحی دردوں کے ساتھ جوڑوں میں درد اور کمر درد کو ختم کرتا ہے۔

آنٹوں کی سوزش کے لئے

ٹائیفائیڈ کے مریض جو کہ صحت یاب ہو جاتے ہیں اکثر انہیں بعد ازاں آنٹوں کی سوزش کا اثر رہتا ہے جو پرانی ہو کر نظام ہضم کو خراب کرتی ہے اور قبض کا باعث بنتی ہے۔ ان کے لئے روغن زیتون کا استعمال بہت کارگر ثابت ہوتا ہے۔ بوا سیر کے مسوں کی سوزش اور درد کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ (حکمت کے خزانے صفحہ ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا:
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ
الدُّبَابُ فَأَتَى بِطَعَامٍ، أَوْ دُعَى لَهُ
فَجَعَلَتْ أَتْتَبِعُهُ، فَأَضَعَهُ بَيْنَ
يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ مُحِبُّهُ.

شرح حدیث: کدو شریف

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: جب کدو یا پکا تو اس میں کدو زیادہ ڈالو کیونکہ وہ نمکین دلوں کو تقویت دیتا ہے۔

(الفوائد الثمیر بالعیالیات لابن بکر الشافعی، باب فی اکل النبی القرع، الحدیث ۹۱۲، ج ۲، ص ۴۵۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و جو چیز محبوب ہوتی وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی محبوب ہو جاتی۔ کدو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و بہت مرغوب تھا اس لئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے، چنانچہ ایک روز کدو کھا رہے تھے تو خود بخود بول اٹھے، اس بنا پر کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تجھ سے محبت تھی، تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ماجاء فی اکل الرباء، الحدیث: ۱۸۵۶، ج ۳، ص ۳۳۶)

حضرت حکیم بن جابر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کدو دیکھے جنہیں آپ کاٹ رہے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہم اس کے ذریعے کھانا زیادہ کرتے ہیں۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ،

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ

حَكِيمِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَّاءَ

يُقَطِّعُ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ:

نُكِّرُهُ بِهَ طَعَامَنَا.

شرح حدیث: انبیاء کی غذا

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شہر نینوی کے باشندوں کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ یہاں کے لوگ بت پرستی کرتے تھے اور کفر و شرک میں مبتلا تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا۔ مگر ان لوگوں نے اپنی سرکشی اور تمرد کی وجہ سے اللہ عزوجل کے رسول علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے انہیں خبر

دی کہ تم لوگوں پر عنقریب عذاب آنے والا ہے۔ یہ سن کر شہر کے لوگوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہی ہے۔ اس لئے یہ دیکھو کہ اگر وہ رات کو اس شہر میں رہیں جب تو سمجھ لو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے اور اگر انہوں نے اس شہر میں رات نہ گزاری تو یقین کر لینا چاہے کہ ضرور عذاب آئے گا۔ رات کو لوگوں نے یہ دیکھا کہ حضرت یونس علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ اور واقعی صبح ہوتے ہی عذاب کے آثار نظر آنے لگے کہ چاروں طرف سے کالی بدلیاں نمودار ہوئیں اور ہر طرف سے دھواں اٹھ کر شہر پر چھا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر شہر کے باشندوں کو یقین ہو گیا کہ عذاب آنے والا ہی ہے تو لوگوں کو حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش و جستجو ہوئی مگر وہ دور دور تک کہیں نظر نہیں آئے۔ اب شہر والوں کو اور زیادہ خطرہ اور اندیشہ ہو گیا۔ چنانچہ شہر کے تمام لوگ خوفِ خداوندی عزوجل سے ڈر کر کانپ اٹھے اور سب کے سب عورتوں، بچوں بلکہ اپنے مویشیوں کو ساتھ لے کر اور پھٹے پرانے کپڑے پہن کر روتے ہوئے جنگل میں نکل گئے اور رو کر صدقِ دل سے حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لانے کا اقرار و اعلان کرنے لگے۔ شوہر بیوی سے اور ماہیں بچوں سے الگ ہو کر سب کے سب استغفار میں مشغول ہو گئے اور دربارِ باری میں گڑگڑا کر گریہ و زاری شروع کر دی۔ جو مظالم آپس میں ہوئے تھے ایک دوسرے سے معاف کرانے لگے اور جتنی حق تلفیاں ہوئی تھیں سب کی آپس میں معافی تلافی کرنے لگے۔ غرض سچی توبہ کر کے خدا عزوجل سے یہ عہد کر لیا کہ حضرت یونس علیہ السلام جو کچھ خدا کا پیغام لائے ہیں ہم اس پر صدقِ دل سے ایمان لائے، اللہ تعالیٰ کو شہر والوں کی بے قراری اور مخلصانہ گریہ و زاری پر رحم آیا اور عذاب اٹھا لیا گیا۔ ناگہاں دھواں اور عذاب کی بدلیاں رفع ہو گئیں اور تمام لوگ پھر شہر میں آ کر امن و چین کے ساتھ رہنے لگے۔

بہر حال عذاب ٹل جانے کے بعد جب حضرت یونس علیہ السلام شہر کے قریب آئے تو آپ نے شہر میں عذاب کا کوئی اثر نہیں دیکھا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی قوم میں تشریف لے جائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کس طرح اپنی قوم میں جاسکتا ہوں؟ میں تو ان لوگوں کو عذاب کی خبر دے کر شہر سے نکل گیا تھا، مگر عذاب نہیں آیا۔ تو اب وہ لوگ مجھے جھوٹا سمجھ کر قتل کر دیں گے۔ آپ یہ فرما کر اور غصہ میں بھر کر شہر سے پلٹ آئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے یہ کشتی جب بیچ سمندر میں پہنچی تو کھڑی ہو گئی۔ وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہی کشتی سمندر میں کھڑی ہو جایا کرتی تھی جس کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کشتی والوں نے قرعہ نکالا تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا۔ تو کشتی والوں نے آپ کو سمندر میں پھینک دیا اور کشتی لے کر روانہ ہو گئے اور فوراً ہی ایک مچھلی آپ کو نگل گئی اور مچھلی کے پیٹ میں جہاں بالکل اندھیرا تھا آپ مقید ہو گئے۔ مگر اسی حالت میں آپ نے آیت کریمہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (پ ۱۷، الانبیاء: ۸۷) کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اندھیری کوٹھڑی سے نجات دی اور مچھلی نے کنارے پر آ کر آپ کو اُگل دیا۔ اس وقت آپ بہت ہی نحیف و کمزور ہو چکے تھے۔ خدا عزوجل کی شان کہ اُس جگہ کدو کی ایک بیل اُگ گئی اور آپ اُس کے سایہ میں آرام کرتے رہے پھر جب آپ میں کچھ توانائی آگئی تو آپ اپنی قوم میں تشریف لائے اور سب لوگ انتہائی محبت و احترام کے ساتھ پیش آ کر آپ پر ایمان لائے۔

(تفسیر الصاوی، ج ۳، ص ۸۹۳، پ ۱۷، یونس: ۹۸)

کدو شریف بہت سی بیماریوں کا علاج

کدو ایک مسکن، سرد مزاج، دافع صفرا اور پیشاب آور غذائی اور دوائی اثرات رکھنے والی سبزی ہے۔ لہذا اس کی افادیت کے پیش نظر اسے معدے کے امراض کیلئے

خاص طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کدو کا جوس پینے سے نہ صرف پیشاب کی جلن ختم ہو جاتی ہے بلکہ یہ آنتوں سے اور معدے سے تیزابیت اور انفیکشن بھی ختم کرتا ہے۔ اس کا جوس حاصل کرنے کیلئے ایک پودے کو کدو کش کرنے کے بعد نچوڑ لیا جائے تو خاصی مقدار میں جوس حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو گرمیوں میں نیند نہیں آتی اور ان کا سر چکراتا رہتا ہے ایسے لوگ کدو کاٹ کر پاؤں کے تلوؤں کی مالش کریں۔ کدو کا جوس تلوں کے تیل میں ملا کر روزانہ رات کو سر پر مالش کر کے لگایا جائے تو گہری نیند آتی ہے۔ کدو کا ایک پاؤ کا سالن اور چپاتیوں کے ساتھ کھا لینے سے بدن کو ایک وقت کی ضروری غذا حاصل ہو جاتی ہے۔ گرم مزاج لوگوں، جوانوں اور گرمی، خشکی اور قبض کے مریضوں کیلئے یہ غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ پرانے حکیموں نے گھی میں چنے کی دال شامل کر کے ایک سستی اور مکمل غذا ہمارے لیے تجویز کر دی ہے۔ عام زندگی میں ہم کدو کو صرف خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے اور بہت سے فائدے ہیں۔ حکماء نے اس کے استعمال سے بہت سی لاعلاج اور خطرناک بیماریوں کا علاج کیا ہے۔ یہاں چند بیماریوں کے نسخے دیئے گئے ہیں جن میں کدو کو دوا کے طور پر شامل کیا گیا ہے۔

سر درد سے فوری نجات

تازہ کدو کا گودا حسب منشا لے کر کھرنے میں باریک کر کے پیشانی پر ضاد (لیپ) کر دیں انشاء اللہ تھوڑی دیر میں سر درد رفع ہو جائے گا۔ کدو کا پانی روغن گل برابر وزن لے کر آپس میں ملا لیں بس دوا تیار ہے۔ اسے شیشی میں محفوظ کر لیں اور بوقت ضرورت دو سے تین قطرے کان میں پکائیں، درد سے فوراً نجات ملے گی۔

دانتوں کے امراض سے نجات

ذیل کا نسخہ دانت کے درد کیلئے آسان اور مجرب نسخہ ہے۔ کدو کا گودا پانچ تولے

لہسن ایک تولہ دونوں کو ملا کر ایک سیر پانی میں خوب پکائیں۔ جب پانی آدھا رہ جائے تو نیم گرم پانی سے کلیاں کریں۔

آنکھوں کی بیماریاں ختم

کدو کا چھلکا سائے میں خشک کر کے جلا لیں اور کھل میں بار یک پیس کر شیشی میں بھر لیں۔ صبح و شام تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگایا کریں انشاء اللہ چند روز کے استعمال سے آنکھوں کی بیشتر بیماریاں ختم ہو جائیں گی۔

ہونٹوں کے امراض کیلئے

مغز تخم کدو شیریں، گوند کثیر برابر وزن لے کر خوب بار یک کر لیں اور شب کو سوتے وقت ہونٹوں پر لپ کر کے سو جائیں۔ صبح گرم پانی سے صاف کر دیں۔ اپنے ہونٹ طبعی حالت میں پائیں گے۔ پھنسیوں سے نجات کیلئے کدو کا پانی پھنسیوں پر لگانے سے پھنسیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔ اس کے گودے کا لپ کرنے سے بھی یہی فائدہ ہوتا ہے۔

بواسیر اور خونی اسہال کیلئے

کدو کا چھلکا حسب ضرورت لے کر سائے میں خشک کریں اور بار یک پیس کر محفوظ رکھیں، بس دوا تیار ہے۔ صبح و شام چھ ماشے سے ایک تولے تک تازہ پانی کے ساتھ پھانک لیا کریں۔ دو تین دن کے استعمال سے بواسیر کا خون آنا بند ہو جائیگا۔ یہ خونی اسہال کی بھی لاجواب دوا ہے۔

پیاس کی شدت میں مفید

کدو کا گودا بار یک پیس کر ایک چھٹانک پانی چھوڑ لیں۔ اسے دو تولہ مصری کی ساتھ ایک پاؤ سادہ پانی میں حل کر لیں۔ دو تولے تھوڑے تھوڑے وقفے سے پینا پیاس کی شدت میں مفید رہتا ہے۔

یرقان سے نجات

کدو ایک عدد لے کر نرم آگ میں دبا کر بھرتا بنا لیں اور اس کا پانی نچوڑ لیں۔ اس پانی میں تھوڑی سی مصری ملا کر پینے سے دل کی گرمی اور یرقان سے نجات ملتی ہے۔ کدو کا رس ایک تولہ، قلمی شورہ ایک ماشہ، مصری دو تولہ، سادہ پانی دستولہ یہ سب ملا کر پیشاب بند کے مریض کو پلائیں، اگر ایک بار پلانے سے پیشاب نہ کھلے تو ایک خوراک اور دے دیں۔ (حکیم عبدالعزیز)

حضرت عبداللہ بن ابوطحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک دردی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا گیا۔ آپ کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا جس میں کدو اور (نمک لگا کر) سکھایا ہوا گوشت تھا حاضر کیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے تھے۔ میں اس دن سے مسلسل کدو پسند کرتا ہوں۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: إِنَّ خِيَاظًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِيَطْعَمَ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَاءٌ وَقَدِيدٌ، قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُ الدُّبَاءَ حَوْلَ الْقِصْعَةِ فَلَمْ أَزَلْ أَحِبُّ الدُّبَاءَ مِنْ

یَوْمِئِذٍ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یا تو اس درزی نے حضرت انس کی بھی دعوت کی تھی یا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور مخدوم کے ساتھ عموماً خاص خادم جایا ہی کرتے ہیں، گھر والے ان کی آمد سے راضی ہوتے ہیں عرفاً یہ بات مروج ہے اس لیے آپ بھی حضور انور کے ساتھ گئے۔ جس حدیث میں آتا ہے کہ پانچ صاحبوں کی دعوت پر چھٹا آدمی ساتھ گیا تو حضور انور نے اس کے لیے علیحدہ اجازت مانگی، صاحب خانہ نے اجازت دے دی تب اسے کھانے میں شریک کیا وہ چھٹا آدمی خادم خاص نہ تھا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔

قدید بنا ہے قدا سے بمعنی کاٹنا، عرب میں گوشت کے بڑے بڑے پارچے نمک لگا کر سکھائے جاتے ہیں جو عرصہ تک کھائے جاتے ہیں انہیں قدید کہتے ہیں۔ ہم نے بھی منی شریف میں بدویوں کو قربانی کا گوشت سکھاتے دیکھا ہے۔

حوال جمع ہے حول کی بمعنی گھومنا، کناروں کو حوال کہا جاتا ہے کہ اس طرف گھومنا ہوتا ہے۔ قصعہ یا صفہ وہ بڑا پیالہ جس سے پانچ چھ آدمی کھا سکیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ہر طرف سے کدو کے ٹکڑے اٹھا کر کھانے لگے۔ معلوم ہوا کہ کدو مرغوب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مخدوم و خادم ایک پیالے سے کھائیں تو مخدوم ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ وہ جو ارشاد ہے کل مہایلیک اپنے سامنے سے کھاؤ، وہاں چھوٹوں یا برابر والوں سے خطاب ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ جب ایک ساتھی کے ہر طرف ہاتھ ڈالنے سے دوسرے ساتھی نفرت کریں تب یہ حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے چیز لگ کر تبرک بن جاتی ہے، حضرات صحابہ نے تو حضور کا پیشاب بلکہ خون بھی پیا ہے تبرکاً لہذا حضور کا حکم

دوسرا ہے۔ (مرقات) بہر حال یہ حدیث بہت واضح ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت انس بھی کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے حضور انور کے سامنے رکھنے لگے۔

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اپنے خدام و غلاموں کی دعوت قبول کرنا چاہیے اگرچہ وہ اپنے سے درجہ میں کم ہو۔ دوسرے یہ کہ خادم کو اپنے ساتھ ایک پیالے میں کھلانا بہت اچھا ہے۔ تیسرے یہ کہ کدو پسند کرنا سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ ہر سنت سے محبت کرنا خواہ سنت زائد ہو یا سنت ابدی طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شعر

فقط اتنی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی

کہ اس جان جہاں کے حسن پر دیوانہ ہو جانا

پانچویں یہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ کھائے تو پیالے میں سے ہر طرف سے کھا سکتا ہے خادم کو یہ حق نہیں۔ چھٹے کہ خادم پیالہ سے بوٹیاں یا کدو وغیرہ چن کر مخدوم کے سامنے رکھ سکتا ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۳۰)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ
 فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اور شہد پسند فرماتے تھے۔
 مِحْبَ الْخُلُوعِ وَالْعَسَلِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عموماً بزرگان دین میٹھی چیز سے محبت کرتے رہے اس لیے عموماً فاتحہ و نیاز میٹھی چیز پر ہوتی ہے اس کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن میٹھا ہوتا ہے میٹھائی پسند کرتا ہے۔ حلوے میں ہر میٹھی چیز داخل ہے حتیٰ کہ شربت اور میٹھے پھل اور عام میٹھائیاں اور عرفی حلوہ۔ (مرقات) مروجہ حلوہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے بنایا حضور انور کی خدمت میں پیش کیا جس میں آٹا گھی اور شہد تھا

حضور انور نے بہت پسند کیا اور فرمایا کہ فارسی لوگ اسے دخیص کہتے ہیں۔ (مرقات)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۳۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے بھنا ہوا پہلو پیش کیا آپ نے اس

سے کھایا اور پھر نماز کے لیے تشریف لے

گئے اور آپ نے وضو نہ فرمایا۔

❖ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ،

أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّهَا

قَرَّبَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَنْبًا مَشُوبًا،

فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ،

وَمَا تَوَضَّأَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ نہ وضو شرعی نہ لغوی، یعنی ہاتھ دھونا بلکہ ہاتھ پونچھے بھی نہیں تاکہ معلوم

ہو کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا یا پونچھنا فرض یا واجب نہیں، سنت ہے جس کے کرنے

پر ثواب، نہ کرنے پر گناہ نہیں۔ (مرآة المناجیح، ج ۱، ص ۳۱۰)

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت

کھایا۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ:

حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ

بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

الْحَارِثِ، قَالَ: أَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِوَاءً

فِي الْمَسْجِدِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، جنگ بدر میں حاضر ہوئے، پھر عہد فاروقی میں جہاد مصر

میں شرکت کی، وہاں ہی وفات پائی ۸۸ھ اٹھاسی ہجری میں وفات ہے۔ (اشعۃ ومرقات)

غالباً حضور انور معتکف تھے یا مہمان مسافر آئے تھے جنہیں مسجد میں ٹھہرایا گیا تھا یا یہ کھانا پینا بیان جواز کے لیے تھا۔ خیال رہے کہ معتکف اور مسافر کو مسجد میں کھانا پینا بلا کراہت جائز ہے ان دونوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے لیے چھوہارے وغیرہ خشک چیزیں کھانا جس سے مسجد کا فرش خراب نہ ہو جائز ہے، روٹی سالن وغیرہ تر چیزیں جس سے مسجد کے تلوٹ کا اندیشہ ہو نہ کھانا چاہئے اور کھانا اس طرح کہ فرش مسجد خراب ہو ہر شخص کو حرام ہے خواہ معتکف و مسافر ہو یا ان کے غیر۔ احناف کے نزدیک غیر معتکف و مسافر کو مسجد میں کھانا پینا سونا مکروہ ہے، دیکھو کتب فقہ۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۶۱)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ
 قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ قَالَ:
 حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ أَبِي صَخْرَةَ
 جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ الْبُغَيْرَةِ بْنِ
 عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْبُغَيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ،
 قَالَ: ضِيفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَتَى
 بِحَنْبِ مَشْوِيٍّ، ثُمَّ أَخَذَ الشَّفْرَةَ
 فَجَعَلَ يَحْزُرُ، فَحَزَّرَ بِهَا مِثْلَهُ، قَالَ:
 فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤَدِّنُهُ بِالصَّلَاةِ فَأَلْقَى
 الشَّفْرَةَ، فَقَالَ: مَا لَهُ تَرِبَتْ
 يَدَاؤُهُ؟ قَالَ: وَكَانَ شَارِبُهُ قَدْ
 وَفَى، فَقَالَ لَهُ: أَقْصُهُ لَكَ عَلَى

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (کسی کا) مہمان
 ہوا آپ کے سامنے بھنا ہوا پہلو پیش کیا گیا
 آپ نے چھری لے کر اس سے میرے
 لیے کاٹنا شروع کیا، اتنے میں حضرت
 بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر نماز کے
 وقت کی اطلاع دی تو آپ نے چھری رکھ
 دی اور فرمایا کہ اسے کیا ہوا، اس کے
 دونوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں (یہ محبت بھرا
 کلمہ ہے بددعا نہیں) راوی کہتے ہیں
 میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، آپ
 نے فرمایا لاؤ میں مسواک رکھ کر کاٹ دوں

سِوَالِكِ أَوْ قُصَّةُ عَلَي سِوَالِكِ - یا تم خود مسواک رکھ کر کاٹ لو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اہل کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے، آپ خندق کے سال ایمان لائے، صلح حدیبیہ میں حاضر تھے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر ہے، بڑے مدبر نہایت عقلمند صاحب الرائے صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔

یعنی ایک شب میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے گھر بطور مہمان تشریف لے گئے، یہ معنی نہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مہمان اپنا بنایا جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، یہ پتہ نہیں کہ میزبان کون صحابی تھے یا تو صاحب خانہ نے اپنے خادم کو یہ حکم دیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ کو حکم دیا۔ اگر میزبان سے بے تکلفی ہو تو مہمان اپنے پسندیدہ کھانوں کی فرمائش کر سکتا ہے کہ وہ گویا اس کا اپنا ہی گھر ہوتا ہے۔

یہ حضور انور کی بندہ نوازی کی شان ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے خادم کے لیے گوشت کاٹتے ہیں۔ خیال رہے کہ سکین ہر چھری کو کہتے ہیں مگر شفرہ چوڑی اور پرانی چھری کو کہا جاتا ہے۔

حضرت بلال ابن ابی رباح کی کنیت شریف ابو عبد الرحمن ہے، مزار پر انوار دمشق میں ہے، آپ نے اولاد کوئی نہ چھوڑی۔ (مرقات) فقیر نے مزار مقدس پر حاضری دی ہے جس کا ذکر ہمارے سفر نامہ قبلتین میں ہے۔ یہ اطلاع دینا علاوہ اذان کے تھا، حضرت بلال اذان کے بعد خصوصی طور پر نماز کے لیے حضور کی خدمت میں عرض کرتے تھے۔

یعنی وقت نماز ابھی کافی ہے اور بلال جلدی کر رہے ہیں، کھانا کھایا جا رہا تھا کہ

حضرت بلال نے نماز کے لیے عرض کیا۔ عشاء کا وقت بڑا وسیع ہوتا ہے اس زمانہ میں جماعت کے لیے گھنٹہ، منٹ مقرر نہ تھے۔

کہ موچھوں کے بال ہونٹ کے کنارہ سے آگے تھے۔ یہاں ضمیر بجائے متکلم کے غائب ارشاد ہوئی جیسے ہم اپنے کو کہتے ہیں یہ گنہگار حاضر ہے اور ہو سکتا ہے کہ شاربہ کی ضمیر حضرت بلال کی طرف لوٹی ہو یعنی جناب بلال کی موچھیں بڑی تھیں۔

یعنی یا تو ہم تمہاری موچھوں کے بڑے بال مسواک پر رکھ کر کاٹ دیں یا تم خود ہی اس طرح ابھی کاٹ لو۔ معلوم ہوا کہ حضور انور کو لمبی موچھیں سخت ناپسند ہیں، ان سے ایسی نفرت ہے کہ گھر جا کر قینچی سے کاٹنے کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا ابھی کاٹ لو یا ہم خود کاٹ دیں، مسلمان اس سے عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ موچھیں منڈانا بھی منع ہے اور بہت پست کرنا بھی منع بلکہ اتنی کاٹنا کہ ہونٹ کا کنارہ بھی بخوبی کھل جائے۔ اخفاء شارب کے یہ معنی ہیں اس سے موچھیں پانی پیتے وقت پانی میں ڈوبتی نہیں۔ (مرقات) اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۸۴)

❖ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ التَّدَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَتَمَسَّ مِنْهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا اور اس میں سے آپ کو شانہ پیش کیا گیا اور یہ آپ کو مرغوب تھا۔ آپ نے اسے دانتوں سے توڑ کر کھایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ دستی کا گوشت جلد گل جاتا ہے اس میں چھترے نہیں ہوتے، نہایت لذیذ ہوتا ہے اس کی مثل دوسرے گوشت سی نہیں۔ گندگی یعنی پیشاب و گوبر سے بہت دور رہتا ہے، جلد ہضم ہوتا ہے، دانتوں میں اس کے چھترے نہیں پھنستے کیونکہ چھترے ہوتے ہی نہیں۔

بوٹی دانت سے نوچ کر کھانا بھی سنت ہے اس میں بے تکلفی بھی ہے، لذت بھی تواضع اور انکسار بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا پر لاکھوں سلام، ان کی ہر ادا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۶۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ،
 قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ، عَنْ زُهَيْرِ
 يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ ، عَنِ أَبِي اسْمَاقٍ ،
 عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَّاضٍ ، عَنِ ابْنِ
 مَسْعُودٍ ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدِّدَاعُ ،
 قَالَ : وَسُمِّيَ فِي الدِّدَاعِ ، وَكَانَ
 يَرَى أَنَّ الْيَهُودَ سُمُوكًا .

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو (بکری
 کا) بازو مرغوب تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ
 آپ کو اسی میں زہر ملا کر دیا گیا۔ صحابہ کا
 گمان تھا کہ یہودیوں نے آپ کو زہر دیا
 ہے۔

شرح حدیث: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا

فتح خیبر کے بعد چند روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر میں ٹھہرے۔ یہودیوں کو
 مکمل امن و امان عطا فرمایا اور قسم قسم کی نوازشوں سے نوازا مگر اس بدباطن قوم کی
 فطرت میں اس قدر خباثت بھری ہوئی تھی کہ سلام بن مشکم یہودی کی بیوی ”زینب“
 نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا۔ خدا کے حکم سے
 گوشت کی بوٹی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زہر کی خبر دی اور آپ نے ایک ہی لقمہ

کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکم سیر کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہو گئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اس زہر کے لقمہ سے عمر بھرتا لو میں تکلیف رہی۔ آپ نے جب یہودیوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان ظالموں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور کہا کہ ہم نے اس نیت سے آپ کو زہر کھلایا کہ اگر آپ سچے نبی ہوں گے تو آپ پر اس زہر کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ورنہ ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے تو کبھی کسی سے انتقام لیا ہی نہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زینب سے کچھ بھی نہیں فرمایا مگر جب حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہو گئی تو ان کے قصاص میں زینب قتل کی گئی۔

(المواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، باب غزوة خیبر، ج ۳، ص ۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۲ ملخصاً)

حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

فرماتے ہیں میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ

کے یے ہانڈی پکائی، آپ بازو پسند فرمایا

إِبْرَاهِيمَ. قَالَ: حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ

کرتے تھے، میں نے آپ کا بازو دیا، پھر

يَزِيدَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ

آپ نے فرمایا مجھے اور بازو دو، میں نے

حَوْشِبٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، قَالَ:

پیش کیا پھر فرمایا مجھے اور بازو دو، میں عرض

طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے کتے

وَسَلَّمَ، قَدًّا، وَقَدْ كَانَ يُعْجِبُهُ

بازو ہوتے ہیں (یعنی بازو دو ہی تھے جو

النِّدَاعِ، فَنَآوَلْتُهُ النِّدَاعَ، ثُمَّ

میں خدمت اقدس میں پیش کر دیے) اس

قَالَ: نَآوَلْتِي النِّدَاعَ، فَنَآوَلْتُهُ

پر آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس

ثُمَّ قَالَ: نَآوَلْتِي النِّدَاعَ

کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تو خاموش

فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَمْ

لِلشَّاهَةِ مِنْ خِذَاجٍ، فَقَالَ: وَالَّذِي
 نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ سَكَّتْ لَنَاوَلْتَنِي
 الذِّدَاعُ مَا دَعَوْتُ.
 رہتا تو میرے (بار بار) مانگنے پر تو مجھے
 بازو پکڑائے (ہی) جاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ اپنے غلاموں یا دوستوں سے کوئی چیز بے تکلفی سے مانگنا
 ناجائز نہیں۔ جس سوال سے منع کیا گیا وہ ذلت کا سوال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
 دست پسند تھا کیونکہ گلتا بھی جدای ہے، لذیذ بھی ہوتا ہے، اس میں ریشہ یعنی دھاگہ بھی
 نہیں ہوتا۔

غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ہوگی اور سب
 کے ساتھ یہ گوشت کھایا ہوگا۔

یعنی ہم مطالبہ کئے جاتے تم دیتے رہتے، اسی ہانڈی میں سے سینکڑوں دست نکل
 آتے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر
 ہر قسم کی اشیاء عالم غیب سے مہیا ہو جاتی ہے۔ حضرت طلحہ کے گھر تین چار سیر گوشت
 سینکڑوں کو کھلا دیا، بوٹیاں اور شوربے کا پانی اور مصالحہ عالم غیب ہی سے آرہا تھا۔
 دوسرے یہ کہ بزرگوں کے سامنے ایسے موقع پر انکار یا تردد نہ چاہیے، بلکہ بے دریغ ان
 کے حکم پر عمل چاہیے، بحث و انکار سے فیض بند ہو جاتا ہے۔

یعنی پورا ہاتھ تو کیا، پوری انگلیاں بھی نہ دھوئیں بیان جواز کے لئے ورنہ کھانے
 سے اول اور بعد دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے۔

غالباً پہلی بار نفل پڑھے ہوں گے اور دوبارہ فرائض۔ واللہ اعلم!

(مرآة الساجد، ج ۱ ص ۳۱۲)

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عَنْ عَائِشَةَ . قَالَتْ : مَا كَانَتْ
الذِّدَاعُ أَحَبَّ اللَّحْمِ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
وَلَكِنَّهُ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ إِلَّا
غَيْبًا ، وَكَانَ يَعْجَلُ إِلَيْهَا ، لِأَنَّهَا
أَعْجَلُهَا نُضْجًا .

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بازو کو
گوشت (ان کے اپنے خیال کے مطابق)
زیادہ پسند نہ تھا لیکن چونکہ آپ کبھی کبھی
گوشت استعمال فرماتے تھے اور بازو
جلدی پک جاتا ہے اس لیے اس کی طرف
رغبت فرماتے۔

شرح حدیث: پسندیدہ کھانا

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ کھانا گوشت تھا۔

(مُلَخَّصًا جَامِعُ تَرْمِذِي ج 5 ص 533 حدیث 148)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے، گوشت کانوں کی سماعت بڑھاتا
ہے اور دنیا و آخرت میں کھانوں کا سردار ہے۔ اگر میں اللہ عزوجل سے سوال کرتا کہ
مجھے روزانہ گوشت عطا کرے تو عنایت فرماتا۔ (مُلَخَّصًا اتِّحَافُ السَّادَةِ لِلسُّنَّيْنِ ج 8 ص 238)
سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گردے (کھانا) ناپسند فرماتے تھے کیوں کہ وہ
پیشاب کے قریب ہوتے ہیں۔ (مُلَخَّصًا كُنُزُ الْعَمَالِ ج 7 ص 31 حدیث 1822)

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بلی (کھانے سے) نفرت تھی مگر اس کو حرام
قرار نہیں دیا۔ (مُلَخَّصًا اتِّحَافُ السَّادَةِ لِلسُّنَّيْنِ)
سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بکری (اور بکرے) کے گوشت میں دست
(یعنی بازو) اور شانہ (یعنی کندھا) پسند تھا۔

(مُلَخَّصًا جَامِعُ تَرْمِذِي ج 3 ص 330 حدیث 1822، 1823)

سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ
يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
حَضْرَتُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ جَعْفَرِ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ میں نے نبی

اللہ علیہ وسلم ، یَقُولُ : إِنَّ پاك صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ
أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ۔ بلاشبہ پشت کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاویٰ رضویہ جلد 20 صفحہ
321 پر لکھتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس
کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں؟ اس کا ثبوت نہیں۔ شہزادہ اعلیٰ
حضرت، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ رحمۃ الممتان نے اس پر حاشیہ لکھا کہ
حدیث مسلم کتاب الزکوٰۃ کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشتِ گاو (یعنی گائے کا
گوشت) صدقہ میں آیا، وہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لایا گیا اور
حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو آیا۔ فرمایا: اس
کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔ اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۰، ص ۳۲۱)

گوشت کے 22 اجزا جو نہیں کھائے جاتے

میرے آقا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: حلال
جانور کے سب اجزا حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا ممنوع یا مکروہ ہیں {1} رگوں کا خون
{2} پٹا {3} پھکنا (یعنی مٹانا) {4، 5} علامات مادہ وئر {6} بیضے (یعنی
کیورے) {7} غدود {8} حرام مغز {9} گردن کے دوپٹھے کہ شانوں تک کھینچے ہوتے
ہیں {10} جگر (یعنی کلیجی) کا خون {11} تلی کا خون {12} گوشت کا خون کہ بعد ذبح
گوشت میں سے نکلتا ہے {13} دل کا خون {14} پت یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں
ہوتا ہے {15} ناک کی رطوبت کہ بھیرا میں اکثر ہوتی ہے {16} پاخانے کا مقام
{17} اوجھڑی {18} آنتیں {19} نطفہ {20} وہ نطفہ کہ خون ہو گیا {21} وہ
(نطفہ ۱) کہ گوشت کا لوتھڑا ہو گیا {22} وہ کہ (نطفہ) پورا جانور بن گیا اور مردہ نکلا یا

بے وزن مرگیا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۳۰، ۲۳۱)

❖ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ
عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، قَالَ: نِعْمَ الْإِدَامُ
الْخَلُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ سرکہ اچھا سالن ہے۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ
عَيَّاشٍ، عَنْ ثَابِتِ أَبِي حَمْزَةَ
الذَّمَلِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أُمِّ هَانِيَةَ
قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:
أَجْنَدُكَ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: لَا، إِلَّا
خُبْزٌ يَابِسٌ، وَخَلٌّ فَقَالَ: هَانِيَةُ،
مَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أَدَمٍ فِيهِ الْخَلُّ.

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے
پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تیرے
پاس (کھانے کے لیے) کوئی چیز ہے؟
میں نے عرض کیا کہ صرف خشک روٹی اور
سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس گھر میں
سرکہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں ہوتا۔

شرح حدیث: مکہ میں صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ

بخاری کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے
اور وہاں غسل فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت پڑھی۔ یہ نماز بہت ہی مختصر طور پر ادا
فرمائی لیکن رکوع و سجدہ مکمل طور پر ادا فرماتے رہے۔

(کنز البخاری، کتاب المغازی، باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح، الحدیث: ۴۲۹۲، ج ۳، ص ۱۰۳)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ کیا گھر میں کچھ کھانا بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خشک روٹی کے چند ٹکڑے ہیں۔ مجھے بڑی شرم دامن گیر ہوتی ہے کہ اس کو آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ ارشاد فرمایا کہ ”لاؤ“ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان خشک روٹیوں کو توڑا اور پانی میں بھگو کر نرم کیا اور حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان روٹیوں کے سالن کے لئے نمک پیش کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی سالن گھر میں نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے گھر میں ”سرکہ“ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”سرکہ“ لائو۔ آپ نے سرکہ کو روٹی پر ڈالا اور تناول فرما کر خدا کا شکر بجالائے۔ پھر فرمایا کہ ”سرکہ بہترین سالن ہے اور جس گھر میں سرکہ ہوگا اس گھر والے محتاج نہ ہوں گے“۔ پھر حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے حارث بن ہشام (ابو جہل کے بھائی) اور زہیر بن امیہ کو امان دے دی ہے۔ لیکن میرے بھائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کو اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج سے جنگ کی ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام ہانی! رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس کو تم نے امان دے دی اس کے لئے ہماری طرف سے بھی امان ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواہب، باب غزوة الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۶۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو
 حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوسری عورتوں

بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِي، عَنْ
 أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:
 فَضَّلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ
 كَفَضَّلِ الْكُرَيْدَ عَلَى سَائِرِ
 الطَّعَامِ.

پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو
 دوسرے کھانوں پر (روٹی اور گوشت
 کے شوربے کو ملا کر جو مجموعہ تیار ہوتا ہے
 اسے ثرید کہتے ہیں۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ یہاں کمال سے مراد نبوت و رسالت نہیں کیونکہ یہ کمال
 تو صرف انسان مردوں کو ہی ملا ہے کوئی عورت اور کوئی غیر انسان نبی نہیں ہوئے بلکہ
 مراد ولایت کاملہ قطبیت غوثیت وغیرہ ہے اور رب تعالیٰ سے قرب خاص کہ یہ صفات
 مردوں کو زیادہ عورتوں کو کم ملے، نبوت کے متعلق رب فرماتا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ
 قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا مُّؤْتَوِي إِلَيْنِهِمْ - نبوت کے فرائض عورت انجام نہیں دے سکتی، پردہ میں
 رہ کر عام تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں نساء سے مراد اس زمانہ کی عورتیں
 ہیں لہذا اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضرت آسیہ و مریم جناب فاطمہ زہرا خدیجہ اور
 عائشہ صدیقہ سے افضل ہوں، یہ یہاں حضرت آسیہ و مریم سے افضل ہیں۔ شعر

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
 نور چشم رحمتہ للعالمین
 آن امام الاولین و آخرین
 مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
 از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
 مادر آن قافلہ سالار عشق!
 مادر آن مرکز پر کار عشق

یعنی جناب عائشہ صدیقہ از آدم علیہ السلام تا روز قیامت تمام عورتوں سے ایسی
 افضل ہیں جیسے ثرید کھانا باقی تمام کھانوں سے افضل، ثرید شوربے میں روٹی بھگو کر پکا ہوا

کھانا۔ اس میں گفتگو ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فاطمہ زہرا خدیجۃ الکبریٰ ان تینوں میں افضل کون ہے۔ محققین علماء کا قول ہے کہ یہ تینوں مختلف جہات سے افضل ہیں، اس میں بحث نہ کی جاوے تو بہتر ہے، حضرت عائشہ جیسی عالمہ حسن خلقت حسن خلق شیریں گفتار ذہینہ ذکیہ بی بی نہ پیدا ہوئی نہ پیدا ہو، آپ بڑی عالمہ محدثہ فقیہہ ہیں، آپ کی براءت میں سورہ نور کی اٹھارہ آیتیں نازل ہوئیں۔ شعر

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ

ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

بنت صدیق آرام جان نبی

اس حریم براءت پہ لاکھوں سلام

نبوت کے بعد صدیقیت ہے اور عائشہ صدیقہ ہیں، ابو بکر صدیق ہیں۔

یعنی وہ حدیثیں مصابیح میں یہاں مذکور تھیں، ہم نے مشکوٰۃ شریف میں وہاں یعنی

باب الفاخرۃ میں بیان کر دیں ان کی شرح وہاں ہی دیکھو۔ (مرآۃ المناجیح، ج ۷، ص ۵۵۵)

ہاشم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا "ہاشم" بڑی شان و شوکت کے مالک

تھے۔ ان کا اصلی نام "عمرو" تھا انتہائی بہادر، بے حد سخی، اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز

تھے۔ ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو

یہ ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورا

کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ترید بنا کر تمام جا جیوں کو خوب پیٹ بھر کر

کھلایا۔ اس دن سے لوگ ان کو "ہاشم" (روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے۔

(مدارج النبوت، قسم اول، باب اول، ج 2، ص 8 و شرح الزرقانی علی المواہب، المقصد الاول فی

تشریف اللہ تعالیٰ... الخ، ج 1، ص 138)

دجال کا ثرید

ایک دن ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر تھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے خلاف عادت سمجھتے تھے پس اعرابی نے کچھ پوچھنا چاہا تو صحابہ کرام نے اسے منع کر دیا اور فرمایا: ہم آپ کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں۔ اعرابی نے کہا: مجھے پوچھنے دو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں آپ کو ہنسائے بغیر نہ چھوڑوں گا چنانچہ اس نے عرض کی: یا رسول عزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں خبر ملی ہے کہ مسیح دجال لوگوں کے لئے ثرید (یعنی شوربے میں ملی ہوئی روٹی) لائے گا اور لوگ اس وقت بھوک سے مر رہے ہوں گے، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیا فرماتے ہیں کہ میں اس ثرید کے کھانے سے رکا رہوں اور اس سے بچتے ہوئے کمزور ہو کر مر جاؤں یا میں اس کے ثرید سے کھاؤں یہاں تک کہ جب خوب سیر ہو جاؤں تو اللہ عزَّ وَجَلَّ پر ایمان لاؤں اور دجال کا انکار کر دوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں: یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ عزَّ وَجَلَّ جس چیز کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بے نیاز کرے گا تجھے بھی مستغنی کر دے گا۔

(صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، الحدیث ۷۱۲۲، ص ۵۹۳، مفہوماً)

❖ سَمِعَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ
 يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضَّلْتُ عَائِشَةَ عَلَيَّ
 نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

النِّسَاءِ كَقَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَيَّ دوسری عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے
سَائِرِ الطَّعَامِ۔ جیسے ترید کو دوسرے کھانوں پر۔

شرح حدیث: ہاشم

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پردادا "ہاشم" بڑی شان و شوکت کے مالک تھے۔ ان کا اصلی نام "عمرو" تھا انتہائی بہادر، بے حد سخی، اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔ ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے تو یہ ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر حج کے دنوں میں مکہ پہنچے اور روٹیوں کا چورا کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ترید بنا کر تمام حاجیوں کو خوب پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے لوگ ان کو "ہاشم"، (روٹیوں کا چورا کرنے والا) کہنے لگے۔

(مدارج النبوت، قسم اول، باب اول، ج 2، ص 8 و شرح الزرقانی علی المواہب، المقصد الاول فی

تشریف اللہ تعالیٰ... الخ، ج 1، ص 138)

دجال کا ترید

ایک دن ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا رنگ متغیر تھا، صحابہ کرام علیہم الرضوان اسے خلاف عادت سمجھتے تھے پس اعرابی نے کچھ پوچھنا چاہا تو صحابہ کرام نے اسے منع کر دیا اور فرمایا: ہم آپ کا رنگ بدلا ہوا دیکھتے ہیں۔ اعرابی نے کہا: مجھے پوچھنے دو اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں آپ کو ہنسائے بغیر نہ چھوڑوں گا چنانچہ اس نے عرض کی: یا رسولِ عَزَّ وَجَلَّ و صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ہمیں خبر ملی ہے کہ مسیح دجال لوگوں کے لئے ترید (یعنی شوربے میں ملی ہوئی روٹی) لائے گا اور لوگ اس وقت بھوک سے مر رہے ہوں گے، میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے کیا فرماتے ہیں کہ میں

اس شریذ کے کھانے سے رکا رہوں اور اس سے بچتے ہوئے کمزور ہو کر مر جاؤں یا میں اس کے شریذ سے کھاؤں یہاں تک کہ جب خوب سیر ہو جاؤں تو اللہ عزَّ وَّجَلَّ پر ایمان لاؤں اور دجال کا انکار کر دوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے ہیں: یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ عزَّ وَّجَلَّ جس چیز کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو بے نیاز کریگا تجھے بھی مستغنی کر دے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، الحدیث ۷۱۲۲، ص ۵۹۲، مفہوماً)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ
مُحَمَّدٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ،
عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ
رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، تَوَضَّأَ مِنْ أَكْلِ ثَوْرِ أَقِطٍ،
ثُمَّ رَأَاهُ أَكَلَ مِنْ كَيْفِ شَاةٍ، ثُمَّ
صَلَّى، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا کہ آپ نے پنیر کا ٹکڑا کھایا اور وضو
فرمایا (صرف ہاتھ دھونے کو بھی وضو کہا
جاتا ہے، اس لیے یا تو آپ نے صرف
ہاتھ مبارک دھوئے یا ویسے ہی تازہ وضو
فرمایا) پھر (دوبارہ) دیکھا کہ آپ نے
بکری کا بازو کا گوشت کھایا اور وضو نہیں
فرمایا۔

Health Benefits of Cheese: شرح حدیث

The health benefits of cheese include the following:

Dental Care: Cheese has a very high calcium content, the first and foremost thing you need for

strong teeth. Moreover, it is very low in lactose content. The older the cheese, the lower the lactose content. This also is beneficial for the teeth as any form of sugar (glucose, maltose or lactose) in food can harm the teeth.

Bone Health: Apart from having a very high calcium content, cheese is also rich in vitamin-B, which is very good for children, women (particularly when pregnant or lactating) and elderly people, for the formation and strengthening of bones and cartilage. The vitamin-B in cheese aids to the proper absorption and distribution of calcium.

Other Benefits: Cheese contains conjugated linoleic acid and sphingolipids which help prevent cancer. It contains a lot of vitamin-B which develops in it during the fermentation process. Vitamin-B is very good for maintaining many functions in the body and also for protection against diseases like Beriberi. It also enhances blood formation, strengthens the liver, and facilitates the absorption of nutrients in the body.

حضرت عبید اللہ بن علی اپنی دادی
 حضرت سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے
 شک حضرت امام حسن، حضرت ابن عباس
 اور حضرت ابن جعفر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
 اجمعین ان کے پاس آئے اور کہا کہ
 ہمارے لیے وہ کھانا تیار کریں جو حضور
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور آپ اسے شوق
 سے تناول فرماتے تھے، انہوں (حضرت
 سلمی) نے فرمایا اے میرے بیٹے! آج
 تو وہ کھانا خوشی سے نہیں کھائے گا؟ عرض
 کیا کیوں نہیں (یعنی ضرور کھائیں گے)
 آپ ہمارے لیے وہ (کھانا)
 پکائیں۔ اس پر حضرت سلمی نے تھوڑے
 سے جو لے کر ان کو پیسا اور ہنڈیا میں ڈال
 دیا پھر اس میں کچھ زیتون کا تیل ڈالا اور
 کچھ سیاہ مرچ اور مصلے لکھے کوٹ کر ڈالے
 اور پھر یہ کھانا ان کے قریب کرتے ہوئے
 فرمایا یہ وہ کھانا ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 پسند فرماتے اور خوشی سے تناول فرماتے
 تھے۔

❖ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ
 الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ
 بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي فَايِدُ،
 مَوْلَى عَبِيدِ اللَّهِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي
 رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: حَدَّثَنِي
 عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ جَدِّهِ
 سَلْمَى، أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، وَابْنَ
 عَبَّاسٍ، وَابْنَ جَعْفَرٍ أَتَوْهَا
 فَقَالُوا لَهَا: اصْنَعِي لَنَا طَعَامًا
 مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ
 فَقَالَتْ: يَا بَنِي لَا تَشْتَهِيهِ الْيَوْمَ،
 قَالَ: بَلَى اصْنَعِيهِ لَنَا قَالَ:
 فَقَامَتْ فَأَخَذَتْ مِنْ شَعِيرٍ
 فَطَحَنَتْهُ، ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِي قَدْرِ
 وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ
 وَذَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالشَّوَابِلَ
 فَكَرَّبَتْهُ إِلَيْهِمْ، فَقَالَتْ: هَذَا مِمَّا
 كَانَ يُعْجِبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ

شرح حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی

خوراک، پوشاک، سامان زندگی، رہن سہن ہر چیز میں بے جا تکلفات سے بچنا، اور زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی رکھنا یہ بہت ہی پیاری عادت اور نہایت ہی نفیس خصلت ہے۔ سادہ طرز زندگی میں امیری ہو یا فقیری، ہر جگہ ہر حال میں راحت ہی راحت ہے اس عادت والا آدمی نہ کسی پر بوجھ بنتا ہے نہ خود قسم قسم کے بوجھوں سے زیر بار ہوتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی مقدس بیویوں کا وہ مبارک طریقہ ہے جو تمام دنیا کے مردوں اور عورتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت کو چاہے کہ سادگی کی زندگی بسر کر کے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت کریمہ پر عمل کرے اور دنیا و آخرت کی راحتوں اور سعادتوں سے سرفراز ہو۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے آپ

لیے بکری ذبح کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے (اپنے صحابہ کرام) سے فرمایا گویا کہ

یہ (گھر والے) جانتے ہیں کہ ہمیں

گوشت پسند ہے۔ اس حدیث میں اور

واقعہ بھی ہے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ،

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، قَالَ:

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ

قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحِ الْعَنْزِيِّ، عَنْ

جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: أَتَانَا

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي

مَوْلَانَا، فَذَبَحَ لَهُ شَاةً، فَقَالَ:

كَأَنَّهُمْ عَلِمُوا أَنَّ لِحْبُ اللَّحْمِ وَفِي

الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فاقون سے شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا

دیکھ کر میرا دل بھر آیا چنانچہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس قدر شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ کو صبر کی تاب نہیں رہی کیا گھر میں کچھ کھانا ہے؟ بیوی نے کہا کہ گھر میں ایک صاع جو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، میں نے کہا کہ تم جلدی سے اس جو کو پیس کر گوندھ لو اور اپنے گھر کا پلا ہو ایک بکری کا بچہ میں نے ذبح کر کے اس کی بوٹیاں بنا دیں اور بیوی سے کہا کہ جلدی سے تم گوشت روٹی تیار کر لو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کر لاتا ہوں، چلتے وقت بیوی نے کہا کہ دیکھنا صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور چند ہی اصحاب کو ساتھ میں لانا کھانا کم ہی ہے کہیں مجھے رسوا مت کر دینا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندق پر آ کر چپکے سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک صاع آٹے کی روٹیاں اور ایک بکری کے بچے کا گوشت میں نے گھر میں تیار کرایا ہے لہذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف چند اشخاص کے ساتھ چل کر تناول فرمائیں، یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے دعوت طعام دی ہے لہذا سب لوگ ان کے گھر پر چل کر کھانا کھا لیں پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آ جاؤں روٹی مت پکوانا، چنانچہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو گوندھے ہوئے آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی اور گوشت کی ہانڈی میں بھی اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ پھر روٹی پکانے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ہانڈی چولھے سے نہ اتاری جائے پھر روٹی پکنی شروع ہوئی اور ہانڈی میں سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے گوشت نکال نکال کر دینا شروع کیا ایک ہزار آدمیوں نے آسودہ ہو کر کھانا کھا لیا مگر گوندھا ہوا آٹا جتنا پہلے تھا اتنا ہی رہ گیا اور ہانڈی چولھے پر بدستور جوش مارتی رہی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق... الخ، الحدیث: ۴۱۰۱، ۴۱۰۲، ج ۳، ص ۵ ملخصاً)

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا (ح) قَالَ سَفْيَانُ: وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً، فَأَكَلَ مِنْهَا، وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطْبٍ، فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ، وَصَلَّى، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَأَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ، فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ ایک انصاری عورت کے گھر داخل ہوئے تو اس نے آپ کے لیے بکری ذبح کی، آپ نے اس سے کچھ کھایا پھر وہ آپ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک تھال لے کر آئی تو آپ نے اس میں سے کچھ کھایا اور پھر ظہر (کی نماز) کے لیے وضو فرمایا اور نماز پڑھی جب آپ واپس تشریف لائے تو وہ (انصاری عورت) آپ کی خدمت میں بکری کا بقیہ گوشت لائی، آپ نے اسے کھایا اور (دوبارہ) وضو کیے بغیر عصر کی نماز پڑھی۔

شرح حدیث: Benefits of Goat Meat for Heart

Contains Low Level of Saturated Fat and Cholesterol:

It contains lower value of saturated fats, cholesterol and high value of unsaturated fats thus it is safe for the heart and reduces the risk of cardiovascular

disease and other chronic problems.

Balances Cholesterol Level:

Unsaturated fats found in it improves the good blood cholesterol levels, provides relief from inflammations and etc.

Keeps Heart Healthy:

It helps in maintaining the heart beats, lowering down the blood pressure and reduces the risk of atherosclerosis, coronary heart diseases and etc, by keeping the heart healthy.

Benefits of Goat Meat for Weight Control

Reduces Risk of Obesity:

It contains lean proteins in high amount, low saturated fat thus helps in controlling weight and reduces the risk obesity.

Controls Weight:

Proteins found in it acts as a hunger suppressing agent and keeps the stomach full for longer time thus helps in controlling weight.

Full of Vitamins and Nutrients:

It contains lots of vitamins and nutrients which

help in burning fat.

Benefits of Goat Meat for Cancer

Reduces Risk of Cancer:

It contains B group vitamins, selenium and choline which is very beneficial to be prevented from cancer.

Benefits of Goat Meat for Skin

Makes Skin Glowing and Healthy:

It provides better nourishment to the skin and makes it healthy, soft, supple, glowing and smooth.

Provides Relief from Skin Problems:

It provides relief from the skin problems like psoriasis, eczema or acne and other problem by nourishing the skin.

Effective for Dry Skin:

It also provides relief from the dry skin and rashes problems by making the skin soft and supple.

Other Benefits of Goat Meat

Reduces Risk of Many Diseases:

It reduces the risk of infections, type 2 diabetes and other diseases if eaten regularly.

Reduces Risk of Heart Disorders:

It contains low sodium level and high potassium level thus safe food for the heart and prevents from the high blood pressure, risk of stroke, kidney diseases and etc.

Healthy Food for Bone, Teeth and Hair

It provides better nourishment to the bones, teeth and hairs thus prevents from osteoporosis, joints pain, tooth ache and hair loss.

Strengthens Immunity System

It helps in improving the power of immune system and prevents from various infections.

Prevents from Early Ageing

It helps in maintaining the functioning of thyroid gland and prevents from the early ageing as it protects from the free radicals.

Keeps Blood Sugar under Control

It normalizes the blood sugar level thus keeps blood sugar level under control among diabetic patients.

Reduces Stress Level

It enhances the mood level by preventing from the depression and stress.

Promotes Brain Development

It enhances the memory power among kids by helping in proper brain development.

(Source: USDA Nutrient database)

حضرت ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ہاں تشریف لائے، ہمارے ہاں کھجور کے کچھ خوشے لگے ہوئے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں کھانی شروع کر دیں، جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھانے لگے تو آپ نے فرمایا اے علی تو نہ کھا کیونکہ تو ابھی تک کمزور ہے۔ (یعنی آپ کا معدہ ابھی اسے قبول نہیں کرتا) (حضرت ام منذر کا بیان ہے) کہ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے رہے (راویہ کہتی ہیں) پھر میں نے ان

❖ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، عَنْ أُمِّ الْمُثَنِّدِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَعَهُ عَلِيٌّ، وَلَنَا كَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ، قَالَتْ: فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَعَلِّي: مَهْ يَا عَلِيُّ، فَإِنَّكَ نَاقِيَةٌ، قَالَتْ: فَجَلَسَ عَلِيٌّ، وَالنَّبِيُّ

صلى الله عليه وسلم يَأْكُلُ، كے لیے چقدر اور جو کو ملایا تو آپ نے
 قَالَتْ : فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا فرمایا اے علی! اس سے کھائیں کیونکہ یہ
 وَشَعِيرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تہمارے لیے بہت موافق ہے۔
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِّي: مِنْ هَذَا
 فَأَصِبَ فَإِنَّ هَذَا أَوْفَى لَكَ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام لیلی بنت قیس ہے، انصاریہ عدویہ ہیں، کنیت ام
 المنذر، صحابیہ ہیں، قدیم الاسلام ہیں، چنانچہ آپ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی
 ہے۔

حوالی جمع ہے دالیہ کی، دالیہ کچی کھجوروں کے خوشوں کو کہتے ہیں۔ اس زمانہ
 میں باغ والے لوگ اپنے باغوں اور گھروں میں کھجوروں کے خوشے لٹکا دیتے تھے تاکہ
 جو بلی ملاقاتی آئے پہلے ان میں سے کھائے گویا یہ بھی خاطر تواضع کا ایک طریقہ تھا۔
 ظاہر یہ ہے کہ دونوں حضرات نے کھڑے کھڑے کھائے مگر یہ کھڑے کھڑے
 کھانا فیشن کے طور پر نہ تھا بلکہ اس خوشے سے توڑ توڑ کر کھانا کھڑے ہو کر ہی ممکن تھا
 اور ہو سکتا ہے کہ بیٹھ کر کھاتے ہوں مگر بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد جناب علی
 رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانا کھڑے ہو کر تھا، مرقاات نے
 اس کو ترجیح دی۔

یعنی تم نہ کھاؤ کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لو وجہ آگے آرہی ہے۔

فاقہ بنا ہے نقاہت سے۔ نقاہت وہ کمزوری ہے جو بیماری سے اٹھنے کے بعد

بیمار میں رہتی ہے، غالباً آپ بیمار رہ چکے ہوں گے۔

یعنی میں ان حضرات کے لیے چقدر اور جو کا لپٹا (سیرا) تیار کیا۔ لہم کا مرجع حضور

صلی اللہ علیہ وسلم میں ضمیر کا جمع لانا تعظیماً ہے یا اس کا مرجع حضرت علی رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عرب والے کبھی دو کو جمع بول دیتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ کچھ اور صحابہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ واللہ اعلم!

یہاں اوفق بمعنی موافق ہے، مقابل ضرر کا، یعنی تمہارے لیے کھجوریں مضر ہیں، یہ لپٹا (سیرا) موافق و مفید ہے کیونکہ جو بہت ہی زود ہضم ہے۔ اطباء پیاروں کو آتش جو بتاتے ہیں، چقدر بھی ہلکی غذا ہے اور معتدل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم جسمانی بھی ہیں۔ دوائیں، پرہیز، مضر و مفید غذائیں سب کچھ جانتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار بلکہ بیماری سے اٹھنے والے کمزور کو پرہیز لازم ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ دوا سے زیادہ پرہیز ضروری ہے دوا بغیر پرہیز ایسی ہے جیسے نماز بغیر وضو۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۶۴)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس (کچھ دن چڑھے) تشریف لاتے اور فرماتے کیا تیرے پاس اس وقت کا کھانا ہے (آپ فرماتی ہیں) میں عرض کرتی نہیں، تو آپ فرماتے میں نے روزے کی نیت کر لی۔ پھر ایک دن آپ ہمارے ہاں تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (کہیں سے) یہ تحفہ آیا ہے تو آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں عرض کیا کھجور کا جلوہ۔ آپ نے

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فَيَقُولُ: أَعِنْدَكَ خَدَاءٌ؟ فَأَقُولُ: لَا قَالَتْ: فَيَقُولُ: إِيَّيْ صَائِمٌ قَالَتْ: فَأَتَانِي يَوْمًا، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ أَهْدَيْتَ لَنَا هَدِيَّةً، قَالَ: وَمَا

هِيَ، قُلْتُ: حَيْسٌ، قَالَ: أَمَا لِي فَرَمَا فِي صَبْحٍ مِنْ رُزْهِ دَارِ هَوِيٍّ مَعْرُوفٌ
أَصْبَحْتُ صَائِمًا، قَالَتْ: ثُمَّ تَنَاوَلَتْ فَرَمَا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال تمام ازواج پاک سے تھا اور یہ جواب بھی سب کی طرف سے ہوا یعنی نوا ازواج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں جو مالک کونین ہے ان کے اپنے گھر کا یہ حال ہے۔ شعر
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیاری ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

یعنی چونکہ آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں لہذا ہم اب اس وقت سے روزہ نفل کی نیت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزے نفل کی نیت ضحوی کبرائے یعنی نصف بہار شری سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے رات سے ہونا ضروری نہیں۔ مصنف اسی مقصد کے لیے یہ حدیث یہاں لائے۔

یعنی کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں۔ عربی میں حیس کے معنی ہیں خلط یا مخلوط چیز۔ اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو مکھن، پنیر، کھجور سے یا آٹے، مکھن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے۔ حریرہ اس سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ فقیر نے مدینہ طیبہ میں حیس بھی کھایا ہے اور حریرہ بھی۔

یہ صورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے روزے کی نیت کر لی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نفل روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے امام

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ یا نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ اور فرماتا ہے: فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَائِهَا یعنی اہل کتاب نے نیک اعمال شروع کیے انہیں نبھایا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیکی شروع کر کے پوری کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کر کے توڑ دے تو اس کی قضاء واجب ہے ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اور اس حدیث کی وجہ سے جو بروایت حضرت عائشہ صدیقہ آگے آرہی ہیں اور نفلی حج و عمرہ پر قیاس کی وجہ سے کہ یہ دونوں چیزیں احرام باندھتے ہی واجب ہو جاتی ہیں کہ اگر انہیں پورا نہ کر سکے تو قضاء کرنا واجب ہے۔ خیال رہے کہ نفلی روزہ اور نمازیں بلا عذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عذر ہیں یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ توڑنا عذر تھا یعنی کئی روز سے کھانا ملاحظہ نہ فرمایا اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے کی قضا نہ کی لہذا یہ حدیث نہ شافعیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور نہ حنفیوں کے خلاف۔

نوٹ: شوافع کے ہاں نفلی روزہ توڑنے سے مطلقاً قضاء واجب نہیں اور مالکیوں کے ہاں اگر بلا عذر توڑا ہو تو قضاء واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقاً قضا واجب۔

(مرآة المناجیح، ج ۳، ص ۳۰۲)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ الْأَعْوَرِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی لیا اور اس پر کھجور رکھ کر فرمایا یہ (کھجور) اس کا (روٹی) کا (سالن) ہے اور پھر تناول فرمایا۔

بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ
كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ فَوَضَعَ
عَلَيْهَا تَمْرَةً وَقَالَ: هَذِهِ إِذَا
هَذِهِ، وَاكَل.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، یوسف علیہ
السلام کی اولاد میں ہیں ان کے یہ صاحبزادہ بھی صحابی ہیں، آپ کا نام حضور انور نے
یوسف رکھا، کنیت ابو یعقوب ہے، ۱۰۰ سو ہجری میں آپ کی وفات ہے، آپ سے
تین احادیث مروی ہیں۔

کھجور کو سالن فرمانا مجاز ہے یعنی روٹی اس سے کھائی جاسکتی ہے اور یہ مثل سالن
کے ہے۔ خیال رہے کہ جو سرد خشک ہیں اور کھجور گرم لہذا جو کی روٹی کی اصلاح بھی
کھجور سے ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں صبر و قناعت کی بے مثال تعلیم ہے۔

(مرقات) (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۷۱)

Health benefits of dates

Wonderfully delicious, dates are one of the most popular fruits packed with an impressive list of essential nutrients, vitamins, and minerals that are required for normal growth, development and overall well-being

Fresh dates compose of soft, easily digestible flesh

and simple sugars like fructose and dextrose. 100g of mejdool dates hold 277 calories. When eaten, they replenish energy and revitalize the body instantly. For these qualities, they are being served to break the fast during Ramadan month since ancient times .

The fruit is rich in dietary fiber, which prevents LDL cholesterol absorption in the gut. Additionally, the fiber works as a bulk laxative. It, thus, helps to protect the colon mucous membrane from cancer-causing chemicals binding to it in the colon.

They contain health benefiting flavonoid polyphenolic antioxidants known as tannins. Tannins are known to possess anti-infective, anti-inflammatory, and anti-hemorrhagic (prevent easy bleeding tendencies) properties.

They are moderate sources of vitamin-A (contains 149 IU per 100g) which is known to have antioxidant properties and essential for vision. Additionally, it is also required maintaining healthy mucus membranes and skin. Consumption of natural fruits rich in vitamin A is known to help protect from lung and oral cavity

cancers.

They compose antioxidant flavonoids such as β -carotene, lutein, and zea-xanthin. These antioxidants found to have the ability to protect cells and other structures in the body from harmful effects of oxygen-free radicals. Thus, eating dates found to offer some protection from colon, prostate, breast, endometrial, lung, and pancreatic cancers.

Zea-xanthin is an important dietary carotenoid that selectively absorbed into the retinal macula lutea, where it thought to provide antioxidant and protective light-filtering functions. It thus offers protection against age-related macular degeneration, especially in elderly populations.

Dates are an excellent source of iron, carry 0.90 mg/100 g of fruits (about 11% of RDI). Iron, being a component of hemoglobin inside the red blood cells, determines the oxygen-carrying capacity of the blood.

Further, they are an excellent sources of potassium. 100 g contains 696 mg or 16% of daily-recommended levels of this electrolyte. Potassium is

an important component of cell and body fluids that help regulate heart rate and blood pressure. They, thus, offers protection against stroke and coronary heart diseases.

Date fruits are also rich in minerals like calcium, manganese, copper, and magnesium. Calcium is an important mineral that is an essential constituent of bone and teeth, and required by the body for muscle contraction, blood clotting, and nerve impulse conduction. Manganese is used by the body as a co-factor for the antioxidant enzyme, superoxide dismutase. Copper is required for the production of red blood cells. Magnesium is essential for bone growth. Further, the fruit has moderate levels of B-complex group of vitamins as well as vitamin K. It contains very good amounts of pyridoxine (vitamin B-6) niacin, pantothenic acid, and riboflavin. These vitamins are acting as cofactors help body metabolize carbohydrates, protein, and fats. Vitamin K is essential for many coagulant factors in the blood as well as in bone metabolism. (nutrition facts of the food u.s.a)

Health Benefits of Dates

Constipation: Dates are often categorized as a laxative food. This is why dates are so frequently eaten by people suffering from constipation. In order to achieve the desired laxative effect of dates, you should soak them in water over night. Then, eat the soaked dates in the morning like syrup to get the most optimal results. Dates have high levels of soluble fiber, which is essential in promoting healthy bowel movements and the comfortable passage of food through the intestinal tract, which can relieve symptoms of constipation.

Bone Health and Strength: The significant amounts of minerals found in dates make it a super food for strengthening bones and fighting off painful and debilitating diseases like osteoporosis. Dates contain selenium, manganese, copper, and magnesium, all of which are integral to healthy bone development and strength, particularly as people begin to age and their bones gradually weaken. So, eat your dates and give a boost to your bones!

Intestinal Disorders: The nicotine content in dates

is thought to be beneficial for curing many kinds of intestinal disorders. Continuous intake of dates helps to inhibit growth of the pathological organisms and thus, they help stimulate the growth of friendly bacteria in the intestines. In terms of digestive issues, dates contain those insoluble and soluble fibers, as well as many beneficial amino acids which can stimulate the digestion of food and make it more efficient, meaning that more nutrients will be absorbed by the digestive tract and enter your body for proper usage.

Anemia: Dates have a high mineral content, which is beneficial for many different health conditions, but their impressive levels of iron make them a perfect dietary supplement for people suffering from anemia. The high level of iron balances out the inherent lack of iron in anemic patients, increasing energy and strength, while decreasing feelings of fatigue and sluggishness.

Allergies: One of the most interesting facets of dates is the presence of organic sulfur in them. This is not a very common element to find in foods, but it does have a worthwhile amount of health benefits,

including the reduction of allergic reactions and seasonal allergies. According to a study done in 2002, organic sulfur compounds can have a positive impact on the amount of suffering people experience from S A R (Seasonal Allergic Rhinitis) which affects approximately 23 million people in the United States alone. Dates are a great way to somewhat stem the effects of those seasonal allergies through its contributions of sulfur to the diet.

Weight Gain: Dates should be included as a part of a healthy diet. They consist of sugar, proteins and many essential vitamins. If dates are consumed with cucumber paste, you can also keep your weight at a normal, balanced level, rather than over-slimming. One kilogram of dates contains almost 3,000 calories, and the calories in dates are sufficient to meet the daily requirements for a human body. Of course, you should not eat just dates throughout the day. If you are thin and slim and want to increase your weight, or if you are trying to build your muscles to impress some girl, or you have become weak due to a serious medical

problem you need to eat dates!

Energy Booster: Dates are high in natural sugars like glucose, fructose, and sucrose. Therefore, they are the perfect snack for an immediate burst of energy. Many people around the world use dates for a quick afternoon snack when they are feeling lethargic or sluggish.

Nervous System Health: The vitamins present in dates make it an ideal boost to nervous system health and functionality. Potassium is one of the prime ingredients in promoting a healthy and responsive nervous system, and it also improves the speed and alertness of brain activity. Therefore, dates are a wonderful food source for people as they begin to age and their nervous system becomes sluggish or unsupported, as well as for people who want to keep their mind sharp.

Healthy Heart: Dates are quite helpful in keeping your heart healthy. When they are soaked for the night, crushed in the morning and then consumed, they have been shown to have a positive effect on weak hearts.

Dates are also a rich source of potassium, which studies have shown to reduce the risk of stroke and other heart related diseases. Furthermore, they are suggested as a healthy and delicious way to reduce the levels of LDL cholesterol in the body, which is a major contributing factor heart attacks, heart disease, and stroke. Therefore, when taken twice a week, dates can seriously improve the overall health of the heart.

Diarrhea: Ripe dates contain potassium, which is known as an effective way of controlling diarrhea. They are also easy to digest, which further helps alleviate the unpredictable nature of chronic diarrhea. The soluble fiber in dates can also help relieve diarrhea, by providing bulk to the bowel movements and promoting normal, healthy functioning of the excretory system.

Abdominal Cancer: Research has pointed towards dates being a legitimate way to reduce the risk and impact of abdominal cancer. They work as a useful tonic for all age groups, and in some cases, they work better than traditional medicines, and are natural, so

they don't have any negative side effects on the human body. They can be quickly and easily digested for a quick boost of energy.

Although dates carry tremendous nutritional values, great care should be taken in their selection because their surface is very sticky, which often attracts various impurities. Therefore, you should only consume dates that are processed and packaged properly. Also, make sure to wash them thoroughly before you eat them, as this will help remove the impurities present on the surface.

References: American Cancer Society

❖ عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّقُلُ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: يَعْنِي مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثقل پسند تھا۔ حضرت عبد اللہ (راوی) کہتے ہیں (ثقل سے مراد) ہانڈیا کا بقیہ ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ثقل کے بہت معانی ہیں: تل چھٹ، ستو اور کھجور، کھرچن، یہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔ ہانڈی کی کھرچن لذیذ بھی ہوتی ہے زود ہضم بھی، تمام ہانڈی کی طاقت ایک طرف اور کھرچن کی طاقت ایک طرف، غرضیکہ چاول وغیرہ کی کھرچن

میں بہت خوبیاں ہیں اس جملہ کے اور بہت معنی کیے گئے ہیں۔ بعض شارحین نے یہ معنی کیے کہ حضور انور تمام اہل و عیال، مہمانوں، زائرین، مساکین کو شوربا وغیرہ پہلے کھلا دیتے تھے خود آخر میں شوربے کا تلچھٹ ملاحظہ فرماتے تھے، مگر میرے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔ حضور انور مہمانوں، زائرین، مساکین کے ساتھ ہی کھانا کھاتے تھے پھر آخر میں اکیلے کھانے کے کیا معنی۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۶۵)

27- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ وُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الطَّعَامِ

کھانے کے وقت وضو

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ، فَقَرَّبَ إِلَيْهِ الطَّعَامَ، فَقَالُوا: أَلَا تَأْتِيكَ بِوُضُوءٍ؟ قَالَ: إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ، إِذَا أَتَيْتُ إِلَى الصَّلَاةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے (باہر) تشریف لائے تو آپ کو کھانا پیش کیا گیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے لیے وضو کا پانی نہ لائیں؟ آپ نے فرمایا مجھے اس وقت وضو کا حکم ہے جب میں نماز کا ارادہ کروں۔

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَأَتَى بِطَّعَامٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے (باہر) تشریف لائے تو آپ کو کھانا پیش کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ

فَقِيلَ لَهُ : أَلَا تَتَوَضَّأُ ؟ فَقَالَ :
 أَصَلِّي ، فَأَتَوَضَّأُ .
 کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے
 فرمایا کیا میں نماز پڑھنے لگا ہوں کہ وضو
 کروں؟

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ وہ حضرات سمجھے تھے کہ کھانے سے پہلے شرعی وضو کرنا واجب ہے
 اس لیے وضو کے لیے پانی لانے کی اجازت مانگی۔

یہ حصر غالب حالت کے لحاظ سے ہے ورنہ سجدہ تلاوت، قرآن پاک
 چھونے، طواف کعبہ کرنے کے لیے بھی وضو کرنے کا حکم ہے، سجدہ تلاوت کے لیے وضو
 شرط ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے اس فرمان میں کہ کھانا وضو کر کے کھاؤ وضو سے مراد
 عرفی وضو ہے اور حکم استجابی ہے، شرعی وضو کھانے کے لیے نہ فرض ہے نہ سنت، اس میں
 امت پر آسانی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۸)

❖ عَنْ زَادَانَ ، عَنْ سَلْتَانَ ،
 قَالَ : قَرَأْتُ فِي التَّوْرَةِ ، أَنَّ
 بَرَكَهَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ بَعْدَهُ ،
 فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَأَخْبَرْتُهُ بِمَا
 قَرَأْتُ فِي التَّوْرَةِ ، فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بَرَكَهَ
 الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ ، وَالْوُضُوءُ
 بَعْدَهُ .
 حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ میں نے تو رات شریف
 میں پڑھا کہ (کھانا) کھانے کے بعد وضو
 کرنے میں برکت ہے، یہ بات میں نے
 نبی کریم ﷺ سے عرض کی اور جو کچھ تو
 رات میں پڑھا تھا آپ کو سنایا تو آپ نے
 فرمایا کھانے سے پہلے اور بعد وضو کرنا
 (یعنی ہاتھ دھونا) کھانے کی برکت ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ آپ سلمان فارسی ہیں۔

یعنی مسلمان ہونے سے پہلے میں نے توریت میں پڑھا تھا۔

یہاں وضو لغوی معنی میں ہے جو بنا ہے وضو سے بمعنی صفائی اور اچھائی، لہذا اس کے معنی ہیں ہاتھ و منہ کی صفائی کرنا کہ ہاتھ دھونا کلی کر لینا۔

یا تو توریت شریف کے اس فرمان کی تصدیق و تائید کے لیے یا یہ پوچھنے کے لیے کہ اب اسلام میں بھی یہ حکم ہے یا دیگر احکام کی طرح منسوخ ہو گیا۔

یعنی توریت شریف میں دو بار ہاتھ دھونے کلی کرنے کا حکم تھا کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد مگر یہود نے صرف بعد رکھا پہلے کا ذکر مٹا دیا۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کلی کرنے کی ترغیب اس لیے ہے کہ عموماً کام کاج کی وجہ سے ہاتھ میلے دانت میلے ہو جاتے ہیں اور کھانے میں ہاتھ و منہ چکنے ہو جاتے ہیں لہذا دونوں وقت یہ صفائی کر لو کھانا کھا کر کلی کر لینے والا شخص ان شاء اللہ پائور یا سے محفوظ رہتا ہے، وضو میں مسواک کرنے کا عادی دانتوں اور معدے کے امراض سے بچا رہتا ہے، کھانے کھانے کے فوراً بعد پیشاب کر لینے کی عادت ڈالو اس سے گردہ و مثانہ کے امراض سے حفاظت ہے بہت مجرب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۷)

28- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنْهُ

کھانے سے قبل اور بعد کے کلمات مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ

قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ، عَنْ

يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ رَاشِدِ

بْنِ جَعْدَلِ بْنِ الْبَاقِعِيِّ، عَنْ حَبِيبِ

حَضْرَتِ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ رَاشِدِ

بْنِ جَعْدَلِ بْنِ الْبَاقِعِيِّ، عَنْ حَبِيبِ

حَضْرَتِ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ رَاشِدِ

بْنِ جَعْدَلِ بْنِ الْبَاقِعِيِّ، عَنْ حَبِيبِ

بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ
الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
يَوْمًا، فَقَرَّبَ طَعَامًا، فَلَمْ أَرِ
طَعَامًا كَانَ أَعْظَمَ بَرَكَهَ مِنْهُ.
أَوَّلَ مَا أَكَلْنَا، وَلَا أَقَلَّ بَرَكَهَ فِي
آخِرِهِ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ
هَذَا؟ قَالَ: إِذَا ذَكَّرْنَا اسْمَ اللَّهِ
حِينَ أَكَلْنَا، ثُمَّ قَعَدَ مَنْ أَكَلَ
وَلَمْ يُسَمِّ اللَّهَ تَعَالَى فَأَكَلَ مَعَهُ
الشَّيْطَانُ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ یا تو اس زمانہ کا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر
میں رونق افروز تھے یا اسکے بعد اور کسی وقت کا، حضرت ابو ایوب حضور کے پہلے میزبان
ہیں۔

یعنی جب ہم نے کھانا شروع کیا تو اس میں بڑی برکت دیکھی اور جب فارغ
ہونے لگے تو اس کھانے میں بہت ہی بے برکتی محسوس کی۔ برکت اور کثرت کا فرق ہم
بارہا بیان کر چکے کثرت کمال نہیں برکت کمال ہے، اللہ تعالیٰ ہر دینی و دنیاوی کاموں
چیزوں میں برکت دے۔

یعنی کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ صرف بسم اللہ
پڑھنا کافی ہے۔ باقی الرحمن الرحیم کہہ لینا بھی بہتر ہے مگر صحیح یہ ہے کہ پوری بسم اللہ

پڑھنی چاہیے اور ہر کھانے پر ہر شخص پڑھے حتیٰ کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی پڑھیں، حرام اور مکروہ کھانے پر نہ پڑھے بھنگ، چرس، حقہ پر بسم اللہ نہ پڑھے، شراب نوشی پر بسم اللہ پڑھنا کفر ہے۔ (مرقات وغیرہ) اس کے پورے مسائل کتب فقہ میں مطالعہ کرو۔

یعنی کھانا شروع کرتے وقت ہم میں سے ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی دوران کھانے میں ایک شخص کھانے میں ایسا شریک ہو گیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانا شروع کر دیا تو اس کے ساتھ جو شیطان قرین تھا وہ اس کے ہمراہ ہمارے کھانے سے کھانے لگا اس لیے بے برکتی آخری میں ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ رہنے والا شیطان ہے جسے قرین کہتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت ہر شخص کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کے ساتھی شیطان کے لیے مفید ہوگا دوسرے کے قرین کے لیے مفید نہیں لہذا ہر شخص کو بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اگر پچاس آدمی کی جماعت کھانے بیٹھے تو ہر شخص علیحدہ بسم اللہ پڑھے لہذا بسم اللہ پڑھنا سنت عین ہے سنت کفایہ نہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت کھانے بیٹھے تو بسم اللہ پڑھنا سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص نے پڑھ لی تو سب کے لیے کافی ہو گئی اور جو شخص بعد میں کھانے میں شریک ہوا اسے علیحدہ بسم اللہ پڑھنی پڑے گی، وہ حضرات لفظ تم سے دلیل پکڑتے ہیں مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے جیسا کہ انا ذکرنا جمع فرمانے سے معلوم ہوا ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۵۱)

❖ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى عَنْ حَضْرَتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ بَدَائِلِ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو (یاد

عَبِيدُ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ كَلْبُومٍ،
عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا
أَكَلْتُمْ أَحَدُكُمْ، فَتَنَسَى أَنْ يَذْكُرَ
اللَّهَ تَعَالَى عَلَى طَعَامِهِ، فَلْيَقُلْ:
بِسْمِ اللَّهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے مراد بسم اللہ شریف پڑھنا ہے کہ کھانے کے وقت یہ
ہی ذکر اللہ سنت ہے ہر وقت کا ذکر علیحدہ ہے۔ خوشی کی خبر سننے کے وقت کا ذکر ہے
الحمد للہ، غم کی خبر کا ذکر ہے انا للہ، بری بات سننے کے وقت کا ذکر ہے لاحول ارج تو
کھانے کے وقت کا ذکر ہے بسم اللہ بلکہ وضو کرتے وقت، سوتے وقت، مسجد میں داخل
ہوتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اس جگہ بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے
مراد یہ ذکر ہے حتیٰ کہ اگر کھاتے وقت کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے تو بھی یہ فائدہ حاصل
ہو جائے گا۔ شاید یہ حضرت کھاتے وقت ادا للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کو
بھی مفید کہتے ہوں بہر حال قوی یہ ہے کہ یہاں ذکر اللہ سے مراد بسم اللہ شریف ہے۔

اصل میں فی اولہ و آخرہ تھافی کو دور کر دیا گیا اور اول آخر کو فتح دیا گیا۔ اول
آخر سے مراد کھانے کی ساری حالات ہیں، اول آخر درمیانی حالت جیسے رب تعالیٰ
فرماتا ہے: وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا یہاں صبح شام سے مراد تمام اوقات ہیں
یعنی جو شخص کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب یاد
آجائے تب یہ کہہ لے بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ کھانا کھا چکنے ہاتھ دھونے لینے کلی
کر لینے کے بعد یاد آوے تب بھی یہی کہہ دے مگر صحیح یہ ہے کہ دوران کھانے میں یاد

آتے وقت ہی کہے تاکہ شیطان کھایا ہوا کھانا قے کر دے بعد فراغ یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۵۲)

❖ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ طَعَامٌ، فَقَالَ: ائْتِنِي يَا بُنَيَّ، فَسَمَّ اللَّهُ تَعَالَى، وَكُلَّ بَيْنِيكَ، وَكُلَّ مَعَا بَلِيكَ.

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس کھانا (رکھا ہوا) تھا، آپ نے فرمایا بیٹے قریب ہو جاؤ! اور اللہ کا نام لے کر دائیں ہاتھ کے ساتھ اپنے آگے سے کھاؤ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ عمر ابن عبداللہ ابن عبدالامہ ہیں، قرشی مخدومی ہیں، جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں، ۲۱ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے، حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی، ۸۳ھ میں عبدالملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی، جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے، جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لیے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی، ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگولیا۔

یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کر دیا ہاٹھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ہر طرف سے نہ کھاؤ، یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں، بعض آئمہ کے ہاں دانہ ہاتھ سے کھانا واجب ہے۔ خیال رہے کہ ہر چیز پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے اور

داہنے ہاتھ سے پئے یہ ہی سنت ہے، یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کر لے تو کافی نہیں ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے، ہر شخص بسم اللہ پڑھے، ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے، ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ (مرقات) (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۱)

❖ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ،
قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ
طَعَامِهِ، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا
مُسْلِمِينَ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوتے تو
فرماتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس
نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور مسلمان
بنایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر والوں کے ساتھ خواہ
مہمانوں کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر یا کسی اور کے گھر مہمان بن کر ہر کھانے کے بعد یہ
دعا پڑھتے۔

کھانے پانی سے جسم کی پرورش ہے، اسلام و ایمان سے جان و دل کی پرورش،
ان دونوں نعمتوں پر شکر کرتے تھے کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے، قرآن مجید کا وعدہ
ہے، فقط پانی پی کر یہ دعا پڑھتے تھے وہاں صرف الحمد للہ کہتے تھے۔ اس سے معلوم
ہوا کہ ہر نئی نعمت پا کر نیا شکر کرے چونکہ کھانا اصل مقصود ہے اور پانی اس کے تابع اس
لیے نعمت ظاہری کا ذکر پہلے فرماتے تھے باطنی کا بعد میں، نیز دعا کو اسلام کے ذکر پر ختم
فرمانا اس لیے تھا کہ خاتمہ ایمان پر میسر ہو۔ (مرقات)

یہ حدیث احمد اور نسائی نے بھی روایت کی، ابن سنی نے اپنی کتاب ایوم واللیلۃ میں نقل فرمائی۔ غرضیکہ بہت محدثین نے نقل فرمائی۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۵۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ
 خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ،
 قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَتِ الْمَائِدَةُ
 مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ، يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ
 حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ،
 غَيْرَ مُودَعٍ، وَلَا مُسْتَغْنَى عَنْهُ
 رَبَّنَا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ یہاں ماندہ سے مراد کپڑے کا دسترخوان ہے یا کھجور کے پتوں کا نہ کہ لکڑی کا خوان کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے خوان اور میز پر کھانا نہ کھاتے تھے۔

یعنی ایسی حمد جو ریاض وغیرہ سے پاک ہو، اخلاص سے شامل ہو یہ تینوں کلمے یعنی کثیر، طیب اور مبارک حمد کی صفات ہیں اور حمد ا مفعول ہے نحمدہ فعل پوشیدہ کا۔ ظاہر یہ ہے کہ غیر پیش سے ہے جو پوشیدہ کی خبر اور یہ کلام دعائیہ ہے، جو کا مرجع بچا ہوا وہ کھانا ہے جو سامنے سے اٹھایا جا رہا ہے یعنی ابھی یہ کام ہم کو کافی نہ ہو چکا ہو، ہم سے وداع نہ ہو گیا ہو، ہم اس سے بے نیاز نہ ہو گئے ہوں، ہم کو پھر بھی عطا ہو۔ یہ تینوں

لفظ اسم مفعول ہیں مکفی۔ مودع اور مستغنی اور ہو سکتا ہے کہ غیر کو فتح ہو اور یہ حمد کی صفت یا حال ہو یعنی ہم رب کی ایسی حمد کرتے ہیں جو نہ تو کفایت کی جا چکی ہے اور بس ہو چکی اور نہ آخری حمد ہے اور نہ ہم آئندہ کے لیے اس حمد سے بے نیاز ہو چکے ہم پھر بھی اپنے رب کی حمد کرتے رہیں اس کی نعمتوں کے گن گاتے رہیں اور ہو سکتا ہے کہ مکفی، مودع اور مستغنی تینوں اسم فاعل ہوں اور یہ عبارت نحمدہ کے مفاعل سے حال ہو تب معنی ہوں گے کہ ہم اتنی حمد پر کفایت ہی نہ کریں آئندہ بھی حمد کریں نہ حمد کی وداع کریں نہ آئندہ حمد الہی سے مستغنی و بے نیاز ہو جائیں مگر پہلی توجیہ ظاہر بھی ہے قوی بھی اور موقعہ کے مناسب بھی کہ کھانا کھا چکنے پر یہ دعا ہے تو کھانے کے متعلق ہونی چاہیے۔ ربنا مرفوع بھی ہو سکتا ہے منصوب بھی مجرور بھی۔ انت ربنا یا ربنا یہ اللہ کا بدل ہے تو مجرور ہے۔ (مرقات وغیرہ) (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۴۹)

❖ عَنْ أُمِّ كَلثُومٍ، عَنْ
عَائِشَةَ، قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الطَّعَامَ
فِي سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ،
فَأَكَلَهُ بِلُحْمَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ
سَكَمِي لَكَفَاكُمُ .

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چھ صحابہ
کرام (کی مجلس) میں کھانا تناول فرما
رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور وہ
(کھانا) دو لقموں میں کھا گیا، نبی پاک
ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص بسم اللہ
پڑھ لیتا تو یہ کھانا تم سب کو کافی ہو جاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں
کہ امام غزالی فرماتے ہیں کہ صرف بسم اللہ پڑھنا کافی ہے۔ باقی الرحمن الرحیم کہہ لینا
بھی بہتر ہے مگر صحیح یہ ہے کہ پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے اور ہر کھانے پر ہر شخص پڑھے
حتیٰ کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی پڑھیں، حرام اور مکروہ کھانے پر نہ پڑھے

بھنگ، چرس، حقہ پر بسم اللہ نہ پڑھے، شراب نوشی پر بسم اللہ پڑھنا کفر ہے۔ (مرقات وغیرہ) اس کے پورے مسائل کتب فقہ میں مطالعہ کرو۔

یعنی کھانا شروع کرتے وقت ہم میں سے ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی دوران کھانے میں ایک شخص کھانے میں ایسا شریک ہو گیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانا شروع کر دیا تو اس کے ساتھ جو شیطان قرین تھا وہ اس کے ہمراہ ہمارے کھانے سے کھانے لگا اس لیے بے برکتی آخری میں ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ رہنے والا شیطان ہے جسے قرین کہتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت ہر شخص کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کے ساتھی شیطان کے لیے مفید ہوگا دوسرے کے قرین کے لیے مفید نہیں لہذا ہر شخص کو بسم اللہ پڑھنی چاہیے، اگر چچاس آدمی کی جماعت کھانے بیٹھے تو ہر شخص علیحدہ بسم اللہ پڑھے لہذا بسم اللہ پڑھنا سنت عین ہے سنت کفایہ نہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت کھانے بیٹھے تو بسم اللہ پڑھنا سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص نے پڑھ لی تو سب کے لیے کافی ہو گئی اور جو شخص بعد میں کھانے میں شریک ہوا اسے علیحدہ بسم اللہ پڑھنی پڑے گی، وہ حضرات لفظ تم سے دلیل پکڑتے ہیں مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے جیسا کہ انا ذکرنا جمع فرمانے سے معلوم ہوا ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۱)

❖ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بَرْزَةَ،
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: إِنْ اللَّهُ لَيَرْضَى عَنِ
الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ، أَوْ
يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيُحَمِّدُهَا
حَضْرَتِ اَنْسِ بْنِ مَالِكِ رَضِيَ اللهُ
تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص
سے راضی ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھانے
یا ایک گھونٹ پانی پینے پر (بھی) اس کا
شکر ادا کرتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اگر کسی وقت تھوڑا سا کھانا بھی کھائے ایک آدھ لقمہ تب بھی خدا کی حمد کرے۔ دوسرے یہ کہ کھاتے وقت ہر لقمہ پر اللہ کی حمد کرے ہم نے بعض بزرگوں کو کھانے کے ہر لقمے اور پانی کے ہر گھونٹ پر حمد کرتے دیکھا ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۵۰)

29- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَدْحِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پیالہ مبارک

❖ قَالَ : حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ طَهْتَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ : أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ، قَدْحَ خَشَبٍ ، غَلِيظًا ، مُضَبَّبًا بِحَدِيدٍ فَقَالَ : يَا ثَابِتُ ، هَذَا قَدْحُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں لکڑی کا ایک موٹا پیالہ لا کر دکھایا جس میں لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے اور فرمایا اے ثابت! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

شرح حدیث: تبرکات نبوت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان متروکہ سامانوں کے علاوہ بعض یادگاری تبرکات بھی تھے جن کو عاشقانِ رسول فرطِ عقیدت سے اپنے اپنے گھروں میں محفوظ رکھے ہوئے تھے اور ان کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ موکے مبارک، نعلین شریفین اور ایک لکڑی کا پیالہ جو چاندی کے تاروں سے جوڑا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تینوں آثارِ تبرکہ کو اپنے گھر میں محفوظ رکھا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج ۲، ص ۳۲۳، ۳۲۴ ملخصاً وفتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی۔۔۔ الخ، تحت الحدیث: ۳۱۰۷، ۳۱۰۹، ج ۶، ص ۱۷۳، ۱۷۴ ملحقاً)

اسی طرح ایک موٹا کبیل حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا جن کو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مبارکہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے ایک موٹا کبیل نکالا اور فرمایا کہ یہ وہی کبیل ہے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ (صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، الحدیث: ۳۱۰۸، ج ۲، ص ۳۲۳)

❖ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْقَدَاحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ: الْمَاءَ، وَالنَّبِيذَ، وَالْعَسَلَ، وَاللَبَنَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی، نبیذ (جس پانی میں کھجوری ڈالی گئی ہوں) شہد اور دودھ پلایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ایک لکڑی کا پیالہ حضرت انس کے ہاتھ میں تھا، آپ نے لوگوں کو دکھا کر فرمایا کہ اس پیالہ سے میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی قسم کے شربت اور دودھ پلایا ہے یعنی یہ پیالہ بڑا ہی متبرک ہے کہ اسے حضور انور کے ہاتھ اور لب بارہا لگے ہیں، آپ نے بصرہ میں لوگوں کو اس پیالہ کی زیارت کرا کے یہ فرمایا، یہ پیالہ حضرت انس کی اولاد کے پاس بطور تبرک رہا، پھر نضر ابن انس کی اولاد سے آٹھ

لاکھ روپیہ کے عوض خریدا گیا۔ (مرقات) یہاں اشعة اللمعات میں ہے کہ امام بخاری نے اس پیالہ کی بصرہ میں زیارت کی اور اس سے پانی پیا۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ حضور کے استعمالی برتنوں کو برکت کے لیے اپنے پاس رکھتے تھے اور لوگوں کو زیارت کراتے تھے، آنکھ والے ان چیزوں کی قدر جانتے ہیں۔ ابھی گزر گیا کہ حضرت کبش نے مشکیزے کا وہ چمڑا کاٹ کر رکھ لیا جس سے حضور نے پانی پیا تھا۔ مثنوی میں ہے کہ حضرت جابر کے گھر وہ کپڑے کا دسترخوان تھا جس سے حضور نے ہاتھ و منہ پونچھ لیے تھے جب وہ میلا ہو جاتا تھا تو اسے آگ میں ڈال دیتے میل جل جاتا کپڑا محفوظ رہتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

قوم گفتند اے صحابی عزیز

چوں نہ سوزید و منقی گشت نیز

گفت روزے مصطفیٰ دست و دہاں

بس بما لید اندرین دستار خواں

اے دل ترسندہ از تار و عذاب

باچنیں دست و دہاں کن انتساب

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۳۳)

30- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ فَاكِهَةٍ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھل کا استعمال

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کھجور کے ساتھ ککڑی استعمال فرمایا کرتے

يَأْكُلُ الْقَيْءَاءَ بِالرُّطْبِ.

تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب ہیں یعنی حضرت علی کے بھتیجے، آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں، حبشہ میں آپ کی ولادت ہوئی، وہاں اسلام میں پہلے آپ ہی پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں وفات ہوئی، نوے سال عمر شریف ہوئی، آپ بڑے ہی سخی تھے اس سے آپ کا لقب بحر الجود پڑ گیا تھا، آپ سے بہت حضرات نے احادیث کی روایت کی۔ (اکمال)

کھجور طبعاً گرم و خشک ہے اور ککڑی سرد و تر، ان دونوں کے ملنے سے اعتدال ہو کر فائدہ بڑھ جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی اور کھجور کو کبھی تو معدہ میں جمع فرمایا کہ بیک وقت کبھی کھجور کھائی کبھی ککڑی اور چبانے میں جمع فرمایا کہ کھجور منہ شریف میں رکھ لی اور ککڑی بھی کتر لی اور دونوں ملا کر چبائیں، کبھی کھجور اور تربوز بھی ملا کر کھائے ہیں، کھجور ککڑی ملا کر کھانا صحت کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میری رخصتی حضور انور کے پاس ہونے والی تھی مگر میں بہت کمزور تھی میری ماں نے مجھے کھجور ککڑی ملا کر کھلائیں میں چند روز میں موٹی ہو گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت چند کھانے کھانا جائز ہیں۔ جن روایت میں اس سے ممانعت آئی ہے وہاں اس کی عادت ڈالنا مراد ہے یعنی عادت رکھے ایک کھانے کی مگر کبھی کبھی چند کھانے بھی کھالے تو حرج نہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جمع کرنا ممنوع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور تو مرغوب تھی ہی ککڑی بھی بہت مرغوب تھی۔ (مرقات و اشعہ) بعض بزرگان دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتحہ میں دوسرے کھانوں کے ساتھ کھجوریں اور ککڑیاں اور تربوز بھی رکھتے ہیں ان کے اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۱، ص ۵۳)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَأْكُلُ الْبَيْطِيعَ بِالرُّطْبِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تر کھجور کے ساتھ تربوز تناول فرمایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس سے تربوز تو کھجور سے بیٹھا ہو جاتا اور کھجور تربوز سے تر ہو جاتی تھی، نیز تربوز ٹھنڈا ہے کھجور گرم، دونوں مل کر معتدل ہو جاتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بطیخ اصغر خر بوزہ کو کہتے ہیں اور بطیخ اخضر تربوز یعنی تربوز مراد ہے لیکن تربوز ہی ٹھنڈا ہوتا ہے خر بوزہ تو خود گرم ہے۔ بعض شارحین نے اس کے معنی خر بوزہ کئے مگر قوی وہ ہی ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۷۳)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَجْتَمِعُ بَيْنَ الْخَزِيرِ وَالرُّطْبِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خر بوزہ اور تر کھجور کھانے میں جمع کرتے ہوئے دیکھا۔

شرح حدیث: Here are some benefits of melon, namely:

Melon fruit to maintain skin health:

Melon fruit that contains collagen protein compounds that affect the integrity of the cell structure in all connective tissue such as skin. Collagen also serve For accelerates wound healing and maintain skin firmness. If you often eat melon means the skin will not be

rough and dry.

Melon Fruit as Anti-cancer:

Melon fruit contains high carotenoid that this fruit can prevent cancer and reduce the risk of lung cancer. Melon fruit can prevent and kill cancer seeds that will invade our bodies. So try to avoid eating melon cancer.

Melon Fruit as Anti stroke/heart:

Melon contains an anticoagulant called adenosine to stop clotting of blood cells which can lead to stroke or heart disease. So the melons will help smooth the blood in the body so that a small risk of stroke or heart disease incidence.

Melon Fruit for Relieves heartburn:

Water levels on melon fruit reached 95 % giving the effect that menyejukan. Karena, melons can be useful to relieve heartburn.

Melon Fruit for Smooth CHAPTER:

Melons can launch BAB (big water baung) when we have digestive problems then eat melon to be easy and smooth bowel movement. Water content in the

melon is very good for digestion. Mineral content is able to eliminate the acidity of the body need to be eliminated because it can interfere with digestion, particularly in the stomach organ.

Melon fruit helps heal kidney disease and eczema.

Melon has a very good diuretic power so that it can help cure kidney disease and severe eczema and akut. Jika combined with lemon, melon can suppress the disease gout.

Those are some of the benefits of melon fruit is very good for maintaining a healthy body. Hopefully this article can be useful for all of us.

❖ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ
التَّبِيحَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ
الْبَيْضِيعَ بِالرُّطْبِ.
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ترکھجور کے ساتھ تربوز تناول فرمایا کرتے
تھے۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت اور کلکڑی

میرے آقا علی حضرت، امام اہلسنت، ولی نعمت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت،
پروانہ شمع رسالت، محمد و دین و ملت، حاکم سنت، ماحی بدعت، عالم شریعت، پیر
طریقت، باعین خیر و برکت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ امام احمد
رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک بار کہیں مدعو تھے، کھانا لگا دیا گیا، سب کو سرکار

علیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کھانا شروع فرمانے کا انتظار تھا، علیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ککڑیوں کے تھال میں سے ایک قاش اٹھائی اور تناول فرمائی، پھر دوسری پھر تیسری۔۔۔۔ اب دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی ککڑی کے تھال کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب کو روک دیا اور فرمایا، ساری ککڑیاں میں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب ختم کر دیں، حاضرین متعجب تھے کہ علیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو بہت قلیل الغذاء یعنی کم غذا استعمال فرمانے والے ہیں، آج اتنی ساری ککڑیاں کیسے تناول فرما گئے! لوگوں کے استفسار پر فرمایا، میں نے جب پہلی قاش کھائی تو وہ کڑوی تھی اس کے بعد دوسری اور تیسری بھی۔ لہذا میں نے دوسروں کو روک دیا کہ ہو سکتا ہے کوئی صاحب ککڑی منہ میں ڈال کر کڑوی پا کر ٹھوٹھو کرنا شروع کر دیں چونکہ ککڑی کھانا میرے پیٹھے پیٹھے آقا مدینے والے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اس لئے مجھے گوارا نہ ہوا کہ اس کو کھا کر کوئی ٹھوٹھو کرے۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح)
وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى، قَالَ:
حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا
مَالِكٌ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ،
عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:
كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الشَّعْرِ
جَاءُوا بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ جب لوگ نیا پھل دیکھتے تو
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
کرتے آپ اسے لے کر یہ دعا کرتے کہ
اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت فرما!
ہمارے مدینہ ہمارے صاع اور ہمارے
مد میں برکت دے (صاع اور مد وزن
کرنے دو پیمانے ہیں) اے اللہ بے شک
ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل ہیں

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَمَارَاتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا، اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ، وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِبَكَّةَ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ، بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِبَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ، قَالَ: ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَوَلِيدَ يَرَاهُ، فَيُعْطِيهِ ذَلِكَ الثَّمَرَ.

اور میں تمہارا بندہ اور رسول ہوں۔ انہوں (حضرت ابراہیم السلام) نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا کی اور میں تجھ سے مدینہ طیبہ کے لیے اتنی دعا کرتا ہوں جتنی انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے کی اور اتنی مزید دعا (بھی) کرتا ہوں۔ (راوی کہتے ہیں) پھر آپ کسی چھوٹے جو سامنے نظر آنے والے بچے کو بلا کر وہ پھل دیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی باغ والے اپنے باغ کا پہلا پھل، یوں ہی مدینہ والے جب بازار میں نیا پھل دیکھتے تو حضور انور کی خدمت میں ہدیہ لاتے تاکہ باغ میں اور گھروں میں برکت رہے، بعض لوگ پہلے پھل پر فاتحہ دے کر بچوں میں تقسیم کرتے ہیں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، فاتحہ میں ثواب کا نذرانہ ہوتا ہے اگر ہم کو وہ میسر نہ ہو تو ہدیہ ثواب ہی کریں۔

مدینہ کی آبادی میں بھی برکت دے اور یہاں کے پھل فروٹ میں بھی حضور کی دعائیں قبول ہوئیں۔ چنانچہ زمانہ فاروقی میں مدینہ میں چالیس ہزار سوار فوجی تھے، پیادے ان کے علاوہ دوسری آبادی ان کے سواء اور وہاں کے پھلوں کی برکت تو مشہور ہی ہے۔ (مرقات)

صاع و مد سے مراد ان پیانوں میں نپنے والے دانہ ہیں جیسے گندم جو وغیرہ، پھلوں کی برکت کی دعا پہلے گزر گئی اور غلہ کی برکت کی دعا یہ ہے، ہمارے لیے فرما کر یہ بتایا کہ یہ برکتیں مسلمانوں کے لیے ہوں۔

حضور انور نے حضرت ابراہیم کے خلیل ہونے کا تو ذکر فرمایا مگر اپنے حبیب ہونے کا ذکر نہ فرمایا تو واضح و انکسار کے لیے۔ خلیل وہ جو رب کی مانے، حبیب وہ کہ رب اس کی مانے، خلیل بیرونی دوست، حبیب اندرونی دوست، دوستوں سے ملاقات پردہ کے باہر ہوتی ہے حبیب سے ملاقات پردہ کے اندر۔ شعر۔

تم تو مغز اور پوست اور ہیں باہر کے دوست

تم ہو درون سراقم پہ کروڑوں درود

نبی و رسول کبھی ہم معنی ہوتے ہیں اور کبھی نبی رسول سے عام نبوت میں رب تعالیٰ سے فیض لیتا ہے اور رسالت میں دوسروں کو فیض دیتا ہے۔ حق یہ ہے نبوت سے رسالت افضل ہے رسول تین سو تیرہ ہیں، نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش، نبی کی ولایت ان کی نبوت سے بعض کے نزدیک افضل ہے، بعض کے ہاں برعکس۔

(مرقات)

جناب خلیل نے مکہ معظمہ کے لیے دعا کی تھی فَاجْعَلْ أَقْبَدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَأَنْزِلْهُمْ مِنَ الشَّمَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ خدا یا لوگوں کے دل مکہ معظمہ کی طرف مائل فرمادے اور یہاں کے باشندوں کو پھل دے تاکہ وہ شکر ادا کریں۔

اور سے مراد صرف دو گنی نہیں بلکہ کئی گنی یعنی مدینہ کی طرف لوگوں کے دل خوب مائل کر دے اور یہاں بہت پھل فروٹ پیدا فرما، برکتیں دے، اس دعا شریف کا اثر آج بھی دیکھا جا رہا ہے کہ مکہ معظمہ سے زیادہ مدینہ پاک کی طرف لوگوں کا میلان قلبی ہے، مدینہ کی تعریف میں ہزار ہا قصیدے لکھے گئے، وہاں کا سا پانی، کھانا پھل اور جگہ

دیکھے نہ گئے۔

اس حدیث سے پہلے پھل پر، پھل سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بچوں میں تقسیم کرنا سب کچھ ثابت ہے کہ حضور انور پھل سامنے رکھ کر یا ہاتھ میں لے کر یہ دعا پڑھتے تھے، فاتحہ میں کھانا، پھل سامنے ہوتے ہیں، ایصالِ ثواب اور دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں، حضور انور نے بچہ کو یہ پھل دیئے، اب بھی بچوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

(مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۳۴۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ
الرَّازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ
بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ
بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، عَنِ الرَّبِيعِ
بِنْتِ مَعْوِذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ:
بَعَثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ
مِنْ رُطْبٍ وَعَلَيْهِ أَجْرٌ مِنْ قِنَاءِ
رُغْبٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِنَاءَ، فَأَتَيْتُهُ بِهِ
وَعِنْدَهُ جَلِيَّةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ
مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَمَلَأَ يَدَهُ مِنْهَا
فَأَعْطَانِيهِ.

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں مجھے میرے چچا
معاذ بن عفرا نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال
دے کر بھیجا جس کے اوپر روئیں دار
خر بوزے رکھے ہوئے تھے، میں یہ تھال
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئی
کیونکہ آپ کو خر بوزے پسند تھے۔ آپ کے
پاس وقت بحرین سے آئے ہوئے بہت
سے زیور رکھے ہوئے تھے، اس میں سے
آپ نے ہاتھ بھر کر مجھے دیا۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرَّبِيعِ
بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ:
أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ، وَأَجْرٍ
رُغَبٍ، فَأَعْطَانِي مِلءَ كَفِّهِ حُلِيًّا
أَوْ قَالَتْ: ذَهَبًا.

پاس تازہ کھجوروں کا ایک تھال لے کر آئی
جس پر چھوٹی چھوٹی روئیں والے
خربوزے تھے تو آپ نے ہاتھ بھر کر مجھے
زیورات دیے یا (راویہ نے کہا) سونا
دیا۔

شرح حدیث: حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ انصاریہ صحابیہ ہیں اور جنگ بدر میں ابو جہل کو قتل کرنے والے صحابی حضرت
معوذ بن عفرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں انہوں نے بیعت الرضوان میں حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان
پر بڑا خاص کرم تھا ان کی شادی کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکان
پر تشریف لے گئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی خدمت میں کھجور کا ایک خوشہ نذر کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
اس کو قبول فرما کر کچھ سونا یا چاندی ان کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم اس کے زیور بنو لو
امام واقدی نے ان کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک عورت اسماء
بنت مخزومہ مدینہ منورہ میں عطر بیچا کرتی تھی وہ عطر لے کر حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کے پاس آئی اور کہا کہ تم اس شخص کی بیٹی ہو جس نے اپنے سردار یعنی ابو جہل کو
قتل کر دیا؟ تو انہوں نے تڑپ کر جواب دیا میں اس شخص کی بیٹی ہوں جس نے اپنے
غلام یعنی ابو جہل کو قتل کر دیا یہ جواب سن کر عطر بیچنے والی عورت جھلا گئی اور کہا کہ مجھ پر
حرام ہے کہ میں تمہارے ہاتھ اپنا عطر بیچوں تو حضرت ربیع نے بھی جوش میں آ کر یہ کہہ
دیا کہ مجھ پر حرام ہے کہ میں تیرا عطر خریدوں تیرے عطر سے تو بدبودار میں نے کسی کا

عطر ہی نہیں پایا حضرت ربیع کہتی ہیں اس کا عطر بدبودار نہیں تھا مگر میں نے اس کو جلانے کے لئے اس کے عطر کو بدبودار کہہ دیا تھا کیونکہ وہ ابو جہل کی مداح تھی۔

(الاستیعاب، باب النساء، باب الزاء، ۳۳، الربیع بنت معوذہ، ج ۴، ص ۳۹۶)

31- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مشروبات مبارک

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَعْبَرٍ، عَنِ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا
الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، میٹھا پانی زیادہ پسند تھا۔
قَالَتْ: كَانَ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، الْحُلُوُّ الْبَارِدُ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ امام زہری بھی تابعی ہیں اور عروہ ابن زبیر ابن عوام بھی تابعی ہیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ عروہ علم کے دریا ناپیدا کنار ہیں۔ (مرقات)

یعنی عموماً ٹھنڈا میٹھا پانی پسند فرماتے تھے، دودھ کی لسی بھی پسند تھی مگر وہ کبھی کبھی

ملاحظہ فرماتے تھے لہذا یہ حدیث ان احادیث کی خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی میں دودھ ملا ہوا پسند تھا یا شہد سے میٹھا کیا ہوا پانی مرغوب تھا کہ وہ خاص حالات کا ذکر ہے اور یہاں عام حالات کا۔

اس لیے کہ سفیان ابن عیینہ کے سوا باقی تمام محدثین نے اسے عن الزہری عن

ابن ابی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا، صرف سفیان ابن عیینہ نے عن عروہ عن عائشہ کی زیادتی کی ہے مگر ثقہ کی زیادتی مقبول ہے، نیز امام احمد نے اور حاکم نے ابی

متدرک میں اسے بروایت عائشہ صدیقہ روایت فرمایا۔ (مرقات)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، آپ دودھ کا ایک برتن لائیں جس میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا، میں آپ کی دائیں جانب تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بائیں جانب، آپ نے مجھ سے فرمایا کہ پینے کا حق تمہارا ہے لیکن اگر تم چاہو تو حضرت خالد کو ترجیح دے سکتے ہو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے بقیہ پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دوں گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے وہ یہ دعا پڑھے کہ اے اللہ! ہمارے لیے اس میں برکت دے اور ہمیں اس سے اچھا کھلا، اور جسے اللہ تعالیٰ دودھ عطا کرے وہ یہ دعا مانگے، اے اللہ!

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُمَرَ هُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَا، وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَلَى مَيْمُونَةَ، فَجَاءَتْنَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا عَلَى يَمِينِهِ، وَخَالِدٌ عَلَى شِمَالِهِ، فَقَالَ لِي: الشَّرْبَةُ لَكَ، فَإِنْ شِئْتَ أَتْرُكُ بِهَا خَالِدًا، فَقُلْتُ: مَا كُنْتُ لِأَوْثَرٍ عَلَى سُورِكَ أَحَدًا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَطْعَمَهُ اللَّهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَأَطْعَمَنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَمَنْ سَقَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَبَنًا، فَلْيَقُلْ:

اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ، وَزِدْنَا مِنْهُ
 ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ شَيْءٌ
 يُجْزِي مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ،
 غَيْرُ اللَّبَنِ.
 ہمارے لیے اس میں برکت دے اور اس
 سے زیادہ عطا فرما، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا دودھ کے سوا اور کوئی ایسی چیز
 نہیں جو کھانے اور پانی (دونوں کو)
 کفایت کرے۔

شرح حدیث: محبت کے انداز

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
 نزدیک آپ کی ہر چیز کو محبوب بنا دیا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معمول تھا کہ
 ہر کام کی ابتداء داہنے جانب سے فرماتے اس لئے آپ نے ابن عباس سے فرمایا۔
 ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانی
 رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا، بولیں، میں اگرچہ روزے سے ہوں لیکن آپ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی ہوں۔

(المسند امام احمد بن حنبل، حدیث ام خانی، الحدیث: ۲۶۹۵۸، ج ۱۰، ص ۲۶۰)

ایک بار ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت مبارک میں حاضر ہوئے، آپ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانا کھا رہے تھے، ان کو بھی شریک کرنا چاہا، وہ روزے سے
 تھے اس لئے ان کو افسوس ہوا کہ ہائے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا
 کھانا نہ کھایا۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب عرض الطعام، الحدیث: ۳۲۹۹، ج ۴، ص ۲۶)

Health Benefits of Milk

Milk is an extremely beneficial drink for the health
 of the human body. Some of the advantages of
 drinking this life-giving nectar are as follows:

Calcium: Milk is the best source of calcium that we can supply to our body. Calcium protects the body from major chronic ailments such as cancer, bone loss, arthritic conditions, migraine headaches, pre-menstrual syndrome, and obesity in children. It also functions as a healthy aid in losing unwanted fats and reducing weight. Calcium is an essential mineral in the creation of bone matter, and bone mineral density measurements rely highly on calcium as the main support structure of our body. Milk is the quickest, least expensive, and most readily available source of calcium on the market.

Heart Health: Although most of the focus of calcium is on bones, it has also been shown to reduce cardiovascular disease and the chances of strokes. Two long-term studies in Japan have positively shown a correlation between daily calcium intake and a reduction in stroke, atherosclerosis, and cardiovascular disease. Therefore, grab some milk for a healthier heart! Furthermore, the magnesium and potassium content in milk both act as vasodilators, which reduces

blood pressure, increases blood flow to vital organs, and reduces the stress on the heart and cardiovascular system. The peptides found in milk are also believed to inhibit the creation of ACEs, (angiotensin-converting enzymes) which increase blood pressure.

Healthy Bones: As mentioned above, milk is rich in calcium, which is essential for growth and the proper development of strong bone structure. Bone disorders such as osteoporosis can be prevented with a significant daily intake of milk. Children deprived of cow's milk have an increased chance of suffering from bone fractures when injured, and their healing time will be significantly higher if they don't have a steady stream of calcium to aid in the regrowth of bone matter.

Healthy Teeth: Encouraging children and youngsters to drink milk will give them excellent dental health, as milk protects the enamel surface against acidic substances. Drinking milk for energy and health would also lessen the frequency of children consuming soft drinks, thus reducing the risk of

decaying teeth and weak gums. (Medical News u.k)

32- بَابُ مَا جَاءَ فِي شُرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَاءِ كَالسُّدِّ

پانی کا استعمال

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،
قَالَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، قَالَ :
حَدَّثَنَا عَاصِمُ الْأَحْوَلُ ، وَمُغِيرَةُ ،
عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،
شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ ، وَهُوَ قَائِمٌ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی پیا اس حال میں
کہ آپ کھڑے ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ بھی سنت ہے کہ آب زمزم کھڑے ہو کر پئے تعظیم کے لیے۔ اس
پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے: ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے
پیدا ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ان
حضور سرکار نے ایک بار زمزم شریف پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ بعض شارحین
نے فرمایا اثر دہام کی وجہ سے وہاں بیٹھنے کی جگہ تھی اس لیے کھڑے ہو کر پیا یہ غلط ہے
کہ آب زمزم ہمیشہ کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۱۶)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ،
عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ ، عَنْ عَمْرِو
بْنِ شُعَيْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ،

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ
تعالیٰ عنہما اپنے والد کے واسطے سے اپنے
دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے پانی

قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَشْرَبُ قَائِمًا، وَقَاعِدًا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے موقعہ پر تھا یا زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا باقی پانی بیٹھ کر پئے یا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لیے تھا بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لیے لہذا دونوں عمل درست ہی ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۱۱۶)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارِكِ، عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ زَمْرَةٍ، فَشَرِبَ، وَهُوَ قَائِمٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آب زم زم پیش کیا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا۔

شرح حدیث: آب زمزم کے فضائل

خاتم المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ”جس وقت جبرائیل امین (علیہ السلام) نے اپنی ایڑی مار کر زمین سے چاہ زمزم جاری کیا تو حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی والدہ ماجدہ اسے وادی میں جمع کرنے لگیں، اللہ عزوجل ان پر رحم فرمائے اگر وہ اسے اسی طرح چھوڑ دیتیں تو ساری وادی بھر جاتی۔“ (سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الناقب، باب ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، الحدیث ۷۶۸۳، ج ۵، ص ۹۹)

سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

”آب زمزم جبرائیل (علیہ السلام) کا ”هَزْمَةٌ“ (یعنی ہاتھ یا پاؤں سے زمین میں بننے والا گڑھا) ہے، اور پھر ان دونوں (یعنی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جبرائیل علیہ السلام) نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا۔

(سنن الدارقطنی، کتاب الحج، باب المواقیف، الحدیث: ۲۷۱۳، ج ۲، ص ۳۶۵)

شفیع المذنبین، انیس الغریبین، سراج السالکین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آب زمزم دنیا و آخرت کے جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے کافی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب المناسک، باب الشرف من زمزم، الحدیث: ۳۰۶۲، ص ۲۶۶۲، بدون

من امرالدنیا والآخرۃ)

محبوب رب العالمین، جناب صادق و امین عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: آب زمزم پیٹ بھر کر پینا نفاق سے چھٹکارا دیتا ہے۔

(فردوس الاخبار، باب التاء، الحدیث: ۲۲۵۵، ج ۱، ص ۳۰۹)

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب و سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: آب زمزم سطحِ زمین پر موجود ہر پانی سے بہتر ہے۔

(المعجم الکبیر، الحدیث: ۱۱۱۶۷، ج ۱۱، ص ۸۰)

فقط زمزم پر زندگی

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے تو روزانہ مسجد حرام میں جا کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہتے اور کفار کو ان کو اس قدر مارتے تھے کہ یہ مرنے کے قریب ہو جاتے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو لوگوں سے یہ کہہ کر بچایا کرتے تھے کہ یہ قبیلہ غفار کے آدمی ہیں جو تم قریشیوں کی شامی تجارت کی شاہراہ پر واقع ہے۔ لہذا ان کو ایذا مت دو ورنہ تمہاری شامی تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پندرہ دن اور پندرہ رات اسی حرم کعبہ میں روزانہ اپنے اسلام کا اعلان کرتے اور کفار سے مار کھاتے رہے اور ان پندرہ دنوں اور راتوں میں زمزم شریف کے پانی کے سوا ان کو گیہوں یا چاول کا ایک دانہ یا ذرہ برابر کوئی دوسری غذا میسر نہیں ہوئی مگر یہ صرف زمزم شریف پی کر زندہ رہے اور پہلے سے زیادہ تندرست اور فرہہ ہو گئے۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ زمزم، الحدیث: ۳۵۲۲، ج ۲، ص ۳۸۰ فتح الباری

شرح صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ زمزم، تحت الحدیث: ۳۵۲۲، ج ۲، ص ۳۵۹)

حضرت نزال بن سبرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ دارالقضا میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس پانی کا ایک کوزہ لایا گیا، آپ نے اس سے چلو بھر کر ہاتھوں کو دھویا، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، چہرے، بازوؤں اور سر مبارک کا مسح کیا اور پھر باقی پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا، پھر آپ نے فرمایا یہ اس شخص کا وضو ہے جو بے وضو نہ ہو اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ ظَرِيفِ
الْكُوْفِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ
الْفُضَيْلِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ
عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ
النَّزَالِ بْنِ سَبْرَةَ، قَالَ: أَتَى عَلِيَّ
بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ، وَهُوَ فِي الرَّحْبَةِ،
فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا، فَغَسَلَ يَدَيْهِ،
وَمَضَضَ، وَاسْتَشَقَّ، وَمَسَحَ
وَجْهَهُ وَخِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ، ثُمَّ
شَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا
وُضُوءٌ مِنْ لَمَّا يُحَدِّثُ، هَكَذَا
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، فَعَلَّ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ صاف معلوم ہوا کہ اعضاء کا دھونا تین تین بار سنت ہے مگر مسح ایک ہی بار۔ یہ حدیث حقیقوں کی قوی دلیل ہے۔

یعنی مع ٹخنوں کے تین بار دھوئے۔ الیٰ بمعنی مع ہے اور چونکہ پہلے تین تین بار کا ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہاں ذکر نہ کیا۔

معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے، چونکہ اس پانی سے ایک عبادت ادا کی گئی اس لئے یہ برکت والا بھی ہے اور حرمت والا بھی، جیسے آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا اس لئے اس کی بھی حرمت ہے وہ بھی کھڑے ہو کر پیا جاتا ہے، صحابہ کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا غسلہ پیتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے۔ بعض مریدین اپنے پیر کا جھوٹا پانی اور ان کا دیا ہوا تبرک کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں اس احترام کی اصل یہ احادیث ہیں۔

یعنی مجھے اس وقت وضو کی ضرورت نہ تھی تمہاری تعلیم کے لیے تمہیں وضو کر کے دکھایا۔ معلوم ہوا کہ عمای تبلیغ بھی ضروری ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۱، ص ۳۸۹)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
وَيُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا
عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي
عَصَامٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
جب پانی پیتے، تین سانس لیتے اور فرماتے
یہ زیادہ خوشگوار اور سیراب کرنے والا
ہے۔

كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَامِ فَلَا نَأ إِذَا
شَرِبَ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے میں برتن سے علیحدہ منہ کر کے تین

سانس لیتے تھے۔ پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت پھر کچھ پی کر سانس لیتے یہ دوسرا سانس شریف ہوا، پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے یہ تیسرا سانس ہوا یعنی دوران پینے میں دو سانس لیتے تھے اور کل تین سانس، یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت یا کوئی اور چیز اور یہ ہی سنت ہے مگر خیال رہے کہ یہ سانس برتن سے منہ الگ کر کے ہیں۔

اروی بنا ہے روی سے بمعنی سیرابی اس لیے مشکیزہ کو رویہ کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ سیری ہے اور ابوی بنا ہے بوء سے بمعنی دوری صحت کو براءت کہتے ہیں کہ اس میں مرض سے دوری ہو جاتی ہے، ابوا کا معنی زیادہ صحت بخش ہے اور امراء بنا ہے مر الطعام سے بمعنی کھانا ہضم ہو جانا یعنی تین سانسوں میں پینے سے یہ تین فائدے ہیں، ان فوائد کا آج بھی مشاہدہ ہوتا ہے، ایک سانس میں پانی پینے سے زیادہ پیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سرکار اول میں بسم اللہ پڑھتے اور تیسری بار پی کر الحمد للہ پڑھتے تھے، یہی سنت ہے اور فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینا شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے مرض کبدا یعنی جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے، یہ حدیث بہت اسنادوں پر مروی ہے اس کی تفصیل یہاں مرقات میں ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۱۱)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ،
 عَنْ رِشْدِيِّ بْنِ كُرَيْبٍ، عَنْ
 أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا
 شَرِبَ، تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب
 پانی پیتے، دو مرتبہ سانس لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ بہتر تو یہ ہی ہے کہ تین سانسوں میں پودو سانسیں درمیان میں لو ایک آخر میں یا دو سانسوں میں پودو کہ ایک سانس پینے کے بیچ میں لو دوسری آخر میں مگر ہر سانس برتن کو منہ سے الگ کر کے لو۔

یعنی جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے پہلی سانس لینے پر کہے الحمد للہ، دوسری سانس لینے پر کہے الحمد للہ رب العالمین، تیسری سانس پر کہے الرحمن الرحیم۔ (اشعۃ اللمعات) اس کے متعلق اور دعا میں بھی منقول ہیں۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۲۶)

(مدینہ) پانی کی کمی یا زیادتی کی بنا پر یا بیان جواز کے لیے کبھی ایسا کرتے ورنہ عادت مبارکہ تین مرتبہ سانس لینے ہی کی تھی، یا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درمیان والے دو سانس مراد لیے، لہذا روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ:

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ

يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بْنِ أَبِي عُمَرَ، عَنْ جَدِّهِ كَبْشَةَ،

قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَةٍ

مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا، فَكُنْتُ إِلَى فِيهَا

فَقَطَعْتُهُ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد رضا خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ کبشہ دو ہیں: ایک کبشہ بنت ثابت ابن منذر انصاریہ ہیں جو حضرت

حسان ابن ثابت کی بہن ہیں انہیں کبیشہ بھی کہا جاتا ہے، ان کا لقب برضاء ہے۔ دوسری کبیشہ بنت کعب ابن مالک انصاریہ یعنی عبداللہ ابن قتادہ کی بیوی، نہ معلوم یہ کون سی کبیشہ ہیں۔ بعض محدثین نے فرمایا پہلی کبیشہ ہیں، بعض نے فرمایا دوسری، چونکہ دونوں کبیشہ صحابیہ ہیں اس لیے یہ ناواقفیت مضر نہیں کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں۔ (مرقات)

اس سے معلوم ہوا کہ مشکیزے سے منہ لگا کر پینا اور کھڑے کھڑے پینا دونوں جائز ہیں۔ جہاں ممانعت آئی وہاں ممانعت تتریبی یا خلاف اولیٰ مراد ہے۔

یعنی مشکیزے کے منہ کا چمڑا جسے حضور انور کے لب لگے تھے میں نے کاٹ کر رکھ لیا کیوں، اس کی تین وجہ ہیں: ایک شفاء کے لیے کہ مدینہ کے بیماروں کو اس چمڑہ کو ڈبو کر پانی پلایا کروں، تبرک کے لیے کہ اپنے پاس برکت کے لیے رکھوں اور اس لیے کہ کسی اور کا منہ اسے نہ لگے کہ یہ بے ادبی ہے اسے حضور کا منہ شریف لگا ہے۔ (مرقات) ترمذی نے حضرت ام سلیم کا یہ ہی واقعہ نقل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو مقبول بندوں کا منہ لگ جائے وہ شفاء بن جاتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کی شفا بن گئی۔ (دیکھو قرآن مجید) یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جسم شریف سے لگی ہوئی چیز سے برکت لینا جائز ہے وہ متبرک ہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۲۹)

❖ عَنْ مُتَمِّمَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
قَالَ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ
يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ قَلْبًا، وَرَعِمَ
أَنَسُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ

حضرت ثمانہ بن عبد اللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی
اللہ تعالیٰ عنہ (پانی پیتے وقت) تین مرتبہ
سانس لیتے اور فرماتے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
(بھی) تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔

تَلَاثًا .

شرح حدیث: پانی پینے کا طریقہ

جو کچھ بھی پیو بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے پیو بائیں ہاتھ سے پینا شیطان کا طریقہ ہے جو چیز بھی پیو تین سانس میں پیو اور ہر مرتبہ برتن سے منہ ہٹا کر سانس لو چاہے کہ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ ایک گھونٹ پئے اور تیسری سانس میں جتنا چاہے پی لے کھڑے ہو کر ہرگز کوئی چیز نہ پیئے۔

حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے پانی چوس چوس کر پینا چاہے غٹ غٹ بڑے بڑے گھونٹ نہ پئے جب پی چکے تو الحمد للہ کہے پینے کے بعد گلاس یا کٹورے کا بچا ہوا پانی پھینکنا اسراف و گناہ ہے صراحی اور مشک کے منہ میں منہ لگا کر پانی پینا منع ہے۔ (بہار شریعت، ج ۱۶، ص ۲۶)

اسی طرح لوٹے کی ٹونٹی سے بھی پانی پینے کی ممانعت ہے لیکن اگر پانی انڈیلنے کے لئے کوئی برتن نہ ہو تو ٹونٹی وغیرہ میں دیکھ بھال کر پانی پی لینے میں کوئی حرج نہیں۔
مسئلہ: وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم شریف کا پانی کھڑے ہو کر پیا جائے ان دو کے سوا ہر پانی بیٹھ کر پینا چاہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، ج ۱۶، ص ۲۷)

حدیث شریف میں ہے کہ ہرگز تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر کچھ نہ پئے اور اگر بھول کر کھڑے کھڑے پی لے اس کو چاہے کہ تے کر دے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشریۃ، باب کراہیۃ الشرب قائماً، رقم ۲۶۰۲، ص ۱۱۹)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ جب بھول کر پی لینے میں یہ حکم ہے کہ تے کر دے تو قصد اپنے میں تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الاطعمۃ، باب الاشریۃ، ج ۳، ص ۵۵۷)

مسئلہ: سبیل کا پانی مالدار بھی پی سکتا ہے ہاں البتہ وہاں سے پانی کوئی اپنے گھر

نہیں لے جاسکتا کیونکہ وہاں پینے کے لئے پانی رکھا گیا ہے نہ کہ گھر لے جانے کے لئے لیکن اگر سبیل لگانے والے کی طرف سے اس کی اجازت ہو تو گھر میں لے جاسکتا ہے۔ (الفتاویٰ الھندیہ، کتاب الکرہیۃ، الباب الحادی عشر فی الکرہیۃ فی الاکل وما یحصل بہ، ج ۵، ص ۳۴۱)

مسئلہ: جاڑوں میں اکثر جگہ مسجد کے سقایہ میں پانی گرم کیا جاتا ہے تاکہ مسجد میں جو نمازی آئیں اس سے وضو و غسل کریں وہ پانی بھی وہیں استعمال کیا جاسکتا ہے گھر لے جانے کی اجازت نہیں اسی طرح مسجد کے لوٹوں کو بھی وہیں استعمال کر سکتے ہیں گھر نہیں لے جاسکتے بعض لوگ تازہ پانی بھر کر مسجد کے لوٹوں میں گھر لے جاتے ہیں یہ جائز نہیں۔ (بہار شریعت، ج ۶، ص ۲۷)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ وَقَرَّبَتْهُ مُعَلَّقَةً فَشَرِبَ مِنْ قَرْبَتِهَا وَهُوَ قَائِمٌ، فَقَامَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَأْسِ الْقَرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے لٹکے ہوئے ایک مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا پھر حضرت ام سلیم نے کھڑے ہو کر مشکیزے کا منہ کاٹ لیا۔

شرح حدیث: تبرکات

ایک لکڑی کا پیالہ حضرت انس کے ہاتھ میں تھا، آپ نے لوگوں کو دکھا کر فرمایا کہ اس پیالہ سے میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی قسم کے شربت اور دودھ پلایا ہے یعنی یہ پیالہ بڑا ہی متبرک ہے کہ اسے حضور انور کے ہاتھ اور لب بارہا لگے ہیں، آپ نے بصرہ میں لوگوں کو اس پیالہ کی زیارت کرا کے یہ فرمایا، یہ پیالہ حضرت انس کی اولاد کے پاس بطور تبرک رہا، پھر نصر ابن انس کی اولاد سے آٹھ لاکھ روپیہ کے عوض

خریدا گیا۔ (مرقات) یہاں اشعة اللمعات میں ہے کہ امام بخاری نے اس پیالہ کی بصرہ میں زیارت کی اور اس سے پانی پیا۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ حضور کے استعمالی برتنوں کو برکت کے لیے اپنے پاس رکھتے تھے اور لوگوں کو زیارت کراتے تھے، آنکھ والے ان چیزوں کی قدر جانتے ہیں۔ ابھی گزر گیا کہ حضرت کبشہ نے مشکیزے کا وہ چمڑا کاٹ کر رکھ لیا جس سے حضور نے پانی پیا تھا۔ مثنوی میں ہے کہ حضرت جابر کے گھروہ کپڑے کا دسترخوان تھا جس سے حضور نے ہاتھ و منہ پونچھ لیے تھے جب وہ میلا ہو جاتا تھا تو اسے آگ میں ڈال دیتے میل جل جاتا کپڑا محفوظ رہتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر

قوم گفتند اے صحابی عزیز
چوں نہ سوزید و منقی گشت نیز
گفت روزے مصطفی دست و وہاں
بس بما لبید اندریں دستار خواں
اے دل ترسندہ اذنار و عذاب
باچنیں دست و وہاں کن انتساب

❖ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ
أَبِي وَقَّاصٍ، عَنِ أَبِيهَا، أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَشْرَبُ قَائِمًا
حضرت عائشہ بنت سعد رضی اللہ
تعالیٰ عنہا اپنے والد حضرت سعد بن ابی
وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتی
ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی کبھی)
کھڑے ہو کر پانی نوش فرماتے تھے۔

شرح حدیث: وضو کے نیچے ہوئے یا نی میں 70 بیماریوں سے شفا

لوٹے وغیرہ سے وضو کرنے کے بعد بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت بھی ہے

اور شفا بھی چنانچہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ”فتاویٰ رضویہ“ مخزجہ جلد 4 صفحہ 575 تا 576 پر فرماتے ہیں: بَقِيَّةُ وُضُو (یعنی وضو کے بچے ہوئے پانی) کے لیے شرعاً عَظْمَتِ واحترام ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت کہ حُضُور نے وضو فرما کر بَقِيَّةِ آب (یعنی بچے ہوئے پانی) کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا ستر مرض سے شفا ہے۔ (الْفَرْدُوسُ ج 2 ص 362 حدیث 3617) تو وہ ان اُمُور میں آب زمزم سے مُشَابِهَت رکھتا ہے ایسے (یعنی وضو کے بچے ہوئے) پانی سے استیجا مناسب نہیں۔ ”تنویر“ کے آداب وضو میں ہے: ”وضو کے بعد وضو کا پہاوندہ (یعنی بچا ہوا پانی) قبلہ رُخ کھڑے ہو کر پئے۔“ (تنویر الابصار ج 1 ص 245) علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وضو کے بَقِيَّةِ (ب۔ قی۔ یہ) پانی سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ نبی صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس صحیح طب نبوی میں پائے جانے والے ارشاد گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ (رَدُّ الْاِخْتَارِ ج 1 ص 244) وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

33- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعَطُّرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

خوشبو مبارک

حضرت موسیٰ اپنے والد حضرت انس

عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسِ بْنِ

بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ

کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ نبی

لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شیشی تھی جس

وَسَلَّمَ سَكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا

سے آپ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ سکھ سین کے پیش کاف کے شد سے، عرب کی ایک مشہور خوشبو ہے جس میں بہت خوشبوئیں شامل کی جاتی ہیں مگر یہاں مراد وہ ڈبی یا کچی ہے جس میں یہ خوشبو رکھی جاوے اس لیے منہا ارشاد ہوا جس میں من ابتداء یہ ہے۔ (مرقات)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۸۷)

خوشبوئے عنبریں

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں خوشبو کو پسند فرماتے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک سے بھی نہایت نفیس خوشبو پھوٹی تھی جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشام جاں معطر رہتا۔ جسم اطہر کی خوشبو ہی اتنی نفیس تھی کہ کسی دوسری خوشبو کی ضرورت نہ تھی۔ دنیا کی ساری خوشبوئیں جسم اطہر کی خوشبوئے دلنواز کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے بہت سی روایات مروی ہیں۔

امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے صبح میلاد کے حوالے سے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ایک دلنشین قول یوں نقل کیا ہے:

نظرتُ إلیہ فإذا ہو کالقبر لیلۃ البدر، ریحہ یسطع کالبسک

الأذفر (زرقاتی، شرح المواہب اللدیہ، 5: 531)

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا، جس سے تروتازہ کستوری کے جلے پھوٹ رہے تھے۔

(1) وادی بنو سعد میں خوشبوؤں کے قافلے

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رضاعت کے

لئے اپنے گھر کی طرف لے کر چلیں تو راستے خوشبوؤں سے معطر ہو گئے۔ وادی بنو سعد کا کوچہ کوچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن اقدس کی نفیس خوشبو سے مہک اٹھا۔

1- حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

ولما دخلت به إلى منزلي لم يبق منزل من منازل بني سعد إلا
شبهنا منه ريح المسك

جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر لائی تو قبیلہ بنو سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جس سے ہم نے کستوری کی خوشبو محسوس نہ کی۔

(صالحی، سل الہدی والرشاد، 1: 387)

2- حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے بارے میں ایک روایت حضرت ابوطالب کے حوالے سے بھی ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

فإذا هوني غاية الدين وطيب الرائحة كأنه غبس في المسك

(رازی، التفسیر الکبیر، 31: 214)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبودار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈبو یا ہوا ہو۔

3- خوشبوؤں کا قافلہ عمر بھر قدم قدم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أحسن الناس لونا
وأطيب الناس ريحاً (ابن عساکر، السیرة النبویة، 1: 321)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رنگ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور خوشبو کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوشبودار۔

(2) خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکرِ اطہر کا حصہ تھی

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کی تھی نہ کہ وہ خوشبو جو آپ استعمال کرتے۔ ذاتِ اقدس کسی خوشبو کی محتاج نہ تھی بلکہ خود خوشبو جسمِ اطہر سے نسبت پا کر معتبر ٹھہری۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا استعمال نہ بھی فرماتے تب بھی جسمِ اطہر کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر رہتے۔

1۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كانت هذه الريح الطيبة صفتها وان لم يبس طيبا

(نووی، شرح صحیح مسلم، 2: 256)

مہک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر کی صفات میں سے تھی، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشبو استعمال نہ بھی فرمائی ہوتی۔

2۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی تصریح کرتے ہیں:

ان هذه الرائحة الطيبة كانت رائحة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من غير طيب (صالحی، سل الہدی والرشاد، 2: 88)

یہ پیاری مہک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ مقدسہ کی تھی نہ کہ اس خوشبو کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔

3۔ امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس منفرد خصوصیت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ريحها الطيبة طبعياً خلقياً خصه الله به مكرمة ومعجزة لها

(خفاجی، نسیم الریاض، 1: 348)

اللہ تعالیٰ نے بطورِ کرامت و معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر میں خلقاً اور طبعاً مہک رکھ دی تھی۔

4- شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یکے از طبقاتِ عجیبِ آنحضرت طیبِ مریح است کہ ذاتی
وہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود بی آنکہ استعمالِ طیب از
خارج کند و بیچ طیب بدان نمی برسد.

(محدث دہلوی، مدارج النبوة، 1: 29)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ
بغیر خوشبو کے استعمال کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر سے
ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔

5- علامہ احمد عبدالجوواد الدومی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم طيباً من غير طيب، و
لكنه كان يتطيب ويتعطر، تؤكد الرائحة وزيادته في الإذكاء
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ اقدس خوشبو کے استعمال کے بغیر بھی
خوشبودار تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باوجود پاکیزگی و
نظافت میں اضافے کے لئے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

(دومی، الاحتمالات الربانية: 263)

6- شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد كان صلى الله عليه وآله وسلم طيب الرائحة، وان لم ينس
طيباً كما جاء ذلك في الأخبار الصحيحة لكنه كان يستعمل
الطيب زيادته في طيب الرائحة

احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے جسمِ اطہر سے خوشبو کی دلاویز مہرک بغیر خوشبو لگائے آتی

رہتی۔ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا استعمال فقط خوشبو میں
اضافہ کے لئے کرتے۔

(ابراہیم بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل الحمدیہ: 109)

(3) بعد از وصال بھی خوشبوئے جسم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنبر نشاں تھی

1۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

غسلت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فذہبت أنظر ما یكون من

البیت، فلم أجد شیئا، فقلت طبت حیا ومیتا

میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا، جب میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے خارج ہونے والی کوئی ایسی

چیز نہ پائی جو دیگر مردوں سے خارج ہوتی ہے تو پکار اٹھا کہ اللہ کے محبوب!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری حیات اور بعد از وصال دونوں حالتوں

میں پاکیزگی کا سرچشمہ ہیں۔ (قاضی عیاض، الشفاء، 1: 89)

2۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

وسطعت منه ریح طيبة لم نجد مثلها قط (قاضی عیاض، الشفاء، 1: 89)

(غسل کے وقت) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو

کے حلے شروع ہوئے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی ہے۔

3۔ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

فاح ریح البسک فی البیت لبانی بطنہ

تمام گھراس خوشبو سے مہک اٹھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم اطہر

میں موجود تھی۔ (ملا علی قاری، شرح الشفاء، 1: 161)

4۔ یہ روایت ان الفاظ میں بھی ملتی ہے کہ جب حکم اطہر پر ہاتھ پھیرا تو:

انتشار فی المدینة

پورا مدینہ اس خوشبو سے مہک اٹھا۔

5- أم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وضعت یدی علی صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم

مات، فبرنی جمع اکل وأتوضأ ما ینذهب ریح البسک من یدی

میں نے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس پر ہاتھ

رکھا۔ اس کے بعد مدت گزر گئی، کھانا بھی کھاتی ہوں، وضو بھی کرتی ہوں

(یعنی سارے کام کاج کرتی ہوں) لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی

خوشبو نہیں گئی۔ (سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 2: 274)

(4) جسم اقدس کے پسینے کی خوشبوئے دلنواز

1- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان ریح عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریح البسک،

بأبی وأمی! لم أر قبلہ ولا بعدہ أحدا مثله

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پسینے کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر

تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

پہلے میں نے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔ (ابن عساکر، السیرة النبویة، 1: 319)

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک پسینہ کائنات ارض و سماوات کی

ہر خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ یہ خوشبو خوشبوؤں کے جہر مٹ میں اعلیٰ اور افضل ترین

تھی۔ پسینے کی خوشبو لا جواب اور بے مثال تھی۔

2- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما شبت عنبراً قط ولا مسکاً ولا شیثاً أطیب من ریح رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(مسلم، الصحیح، 4: 1814، کتاب الفضائل، رقم: 2330) (بخاری، الصحیح، 3: 1306، کتاب

المناقب، رقم: 3368) (ترمذی، الجامع الصحیح، 4: 368، ابواب البر والصلة، رقم: 2015) (احمد بن

حنبل، المسند، 3: 200) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6: 315، رقم: 31718) (ابو یعلیٰ، المسند، 6: 463،

رقم: 3866) (عبد بن حمید، المسند، 1: 378، رقم: 1268) (بیہقی، شعب الایمان، 2: 154، رقم:

1429) (ابو نعیم، مسند ابی حنیفہ، 1: 51) (ترمذی، شمائل الحمدنیہ، 1: 285، رقم: 346) (ابن حبان،

صحیح، 14: 221، رقم: 6303)

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے پینے) کی خوشبو سے بڑھ کر

خوشبودار عنبر اور کستوری یا کوئی اور خوشبودار چیز کبھی نہیں سونگھی۔

3۔ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پینے کا ذکر جمیل حضرت علی رضی

اللہ عنہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

کان عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی وجہه اللؤلؤ، و

ریح عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أطیب من ریح

السک الأذفر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر پینے کے قطرے خوبصورت

موتیوں کی طرح دکھائی دیتے اور اس کی خوشبو عمدہ کستوری سے بڑھ کر

تھی۔ (صالحی، سبل الهدی والرشاد، 2: 86)

(5) عطر کا بدل نفس۔۔۔ پینے مبارک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جسم اطہر کے مقدس پینے کو محفوظ کر لیتے اور وقتاً فوقتاً اسے

بطور عطر استعمال میں لاتے کہ اس جیسا عطر روئے زمین پر دستیاب نہیں ہو سکتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آقائے مختتم حضور رحمت

عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں قیلولہ بھی فرماتے۔ ایک دن میری والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، اُن کی عدم موجودگی میں تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہوئے اور قیلولہ فرمایا:

فقیل لها هذا النبي صلى الله عليه وآله وسلم نائم في بيتك على

فراشك

انہیں اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں تو سرور کونین حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما رہے ہیں۔

انہوں نے یہ مژدہ جانفزا سنا تو جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف لوٹیں اور دیکھا کہ سید المرسلین حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما رہے ہیں اور جسم مقدس پر پسینے کے شفاف قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ قطرے جسم اطہر سے جدا ہو کر بستر میں جذب ہو رہے ہیں۔

آگے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جاءت أمي بقارورة فجعلت تَسْلُت العرق فيها

میری والدہ ماجدہ نے ایک شیشی لے کر اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کو جمع کرنا شروع کر دیا۔

اس اثنا میں والی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امی جان کو مخاطب کر کے فرمایا:

ما هذا الذي تصنعين؟

تو یہ کیا کر رہی ہے؟

امی جان نے احتراماً عرض کی:

هذا عرقك نجعله في طيبنا وهو من اطيب الطيب
(یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!) یہ آپ کا مبارک پسینہ ہے، جسے ہم
اپنے خوشبوؤں میں ملاتے ہیں اور یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار
ہے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا جواب کچھ یوں تھا:
نرجو برکتہ لصیانتنا
ہم اسے (جسمِ اطہر کے پسینے کو) اپنے بچوں کو برکت کے لئے لگائیں
گے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أصبت

تو نے درست کیا۔

(مسلم، الصحیح، 4: 1815، کتاب الفضائل، رقم: 2331) (نسائی، السنن، 8: 218، کتاب الزینہ،

رقم: 5371) (احمد بن حنبل، المسند، 3: 221) (بیہقی، السنن الکبریٰ، 1: 254، رقم: 1135) (طیالسی،

السنن، 1: 276، رقم: 2078) (عبد بن حمید، المسند، 1: 378، رقم: 1268) (طبرانی، المعجم الکبیر، 25:

119، رقم: 289) (بیہقی، شعب الایمان، 2: 154، رقم: 1429) (ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 8:

(428)

(6) خوشبو والوں کا گھر

ایک صحابی سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس
میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں، عنقریب میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے لیکن
میرے پاس اسے دینے کے لئے کوئی خوشبو نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس

سلسلے میں میری مدد فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا:

إيتني بقارورة واسعة الرأس وعود شجرة

ایک کھلے منہ والی شیشی اور لکڑی کا کوئی ٹکڑا لے آؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سنتے ہی وہ صحابی مطلوبہ شیشی اور لکڑی

لے کر پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکڑی سے

اپنی مبارک کلائی کا پسینہ۔۔۔ جو خوشبوؤں کا خزانہ تھا۔۔۔ اس شیشی میں جمع فرمایا۔ وہ

شیشی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک پسینے سے بھر گئی۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خذها وأمر بنتك تطيب به

اسے لے جا اور اپنی بیٹی سے کہہ کہ اسے خوشبو کے طور پر استعمال کرے۔

خوش نصیب صحابی وہ شیشی جس میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی

کلائی مبارک کا پسینہ اپنے دستِ اقدس سے جمع فرمایا تھا لے کر اپنے گھر پہنچے اور گھر

والوں کو عطاءئے رسول کی نوید سنائی۔ اس صحابی کے افرادِ خانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی کلائی مبارک کے پسینے کو بطور خوشبو استعمال فرمایا تو ان کے گھر کی فضا جسمِ اقدس

کے پسینے کی خوشبو سے مہک اٹھی، درود یوار جھوم اٹھے۔ یہ مقدس خوشبو صرف ان کے گھر

تک محدود نہ رہی بلکہ ساکنانِ ہمبر خنک نے بھی اس خوشبوئے رسول کو محسوس کیا اور اس

کی کیفیت میں گم رہے۔ پورے شہر میں ان کا گھر بیتِ المطہین (خوشبو والوں کا گھر)

کے نام سے مشہور ہو گیا، کتب احادیث میں درج ہے:

فكانت اذا تطيب شم أهل المدينة رائحة ذلك الطيب فسوا بيت

المطہین

جب بھی وہ خوش نصیب خاتون خوشبو لگاتی تو جملہ اہل مدینہ اس مقدس

خوشبو کو محسوس کرتے، پس اس وجہ سے وہ گھر خوشبو والوں کا گھر سے مشہور ہو گیا۔

یوں نسبت رسول نے ان کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

(ابویعلیٰ، المسند، 11: 185، 186، رقم: 6295) (طبرانی، المعجم الاوسط، 3: 190، 191، رقم:

2895) (ابونعیم، دلائل النبوة، 1: 59، رقم: 41) (بیہقی، مجمع الزوائد، 4: 255، 256) (بیہقی، مجمع

الزوائد، 8: 283) (سیوطی، الجامع الصغیر، 1: 44، رقم: 27) (مناوی، فیض القدر، 5: 80) (صالحی،

سل الہدی والرشاد، 3: 86)

(7) اب تک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جدھر سے گزرتے وہ راستے بھی مہک اٹھتے، راہیں قدم بوسی کا اعزاز حاصل کرتیں اور خوشبوئیں جسم اطہر کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتیں۔ مدینے کی گلیاں آج بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبوؤں سے معطر ہیں۔ ہمبر و نواز کے بام و در سے لپٹی ہوئی خوشبوئیں آج بھی کہہ رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی راستوں سے گزرا کرتے تھے، انہی فضاؤں میں سانس لیا کرتے تھے، اسی آسمان کے نیچے خلق خدا میں دین و دنیا کی دولت تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

1۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے!

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إذا مر في طريق من طرق

المدينة وجدوا منه رائحة الطيب، وقالوا: مر رسول الله صلى

الله عليه وآله وسلم من هذا الطريق (سيوطي، الخصائص الكبرى، 1: 67)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے جس کسی راستے سے گزر

جاتے تو لوگ اس راہ میں ایسی پیاری مہک پاتے کہ پکار اٹھتے کہ ادھر

سے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا گزر ہوا ہے۔

2- امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یبرفی طریق فیتبعہ أحد إلا
عُرف أنه سلک من طیب عرافہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے سے بھی گزر جاتے تو بعد میں آنے
والا شخص خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

گزر ہوا ہے۔ (بخاری، التاريخ الکبیر، 1: 399-400، رقم: 1273)

(8) آرزوئے جاں نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اظہارِ عشق کے انداز بھی مختلف ہوتے ہیں، خوشبوئے وفا کے پیرائے بھی جدا جدا
ہوتے ہیں، کبھی کوئی صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چادر مانگ لیتے ہیں کہ میں
اس سے اپنا کفن بناؤں گا اور کوئی حصولِ برکت کے لئے جسمِ اطہر کے پسینے کو شیشی میں
جمع کر لیتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے
ہاں قیلولہ فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقدس
پسینہ اور موئے مبارک جمع کر لیتے تھے اور انہیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملا لیا
کرتے تھے۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ
عنہم کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی:

أن يجعل فی حنوطہ من ذلك الشک

(ان کے وصال کے بعد) وہ خوشبو ان کے کفن کو لگائی جائے۔

(بخاری، المعج، 5: 2316، کتاب الاستیدان، رقم: 5925) (ابن ابی شیبہ، المصنف، 2: 461،

رقم: 11036)

ان کی اس آرزو کو بعد از وصال پورا کیا گیا۔ حضرت حمید سے روایت ہے:
 لباتونی أنس بن مالك جعل في حنوطه مسك فيه من عرق رسول
 الله صلى الله عليه وآله وسلم
 جب حضرت انس رضی اللہ عنہ وصال کر گئے تو ان کی میت کے لئے اس
 خوشبو کو استعمال کیا گیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کی
 خوشبو تھی۔

(بیہقی، السنن الکبریٰ، 3: 406، رقم: 6500) (طبرانی، المعجم الکبیر، 1: 249، رقم: 715) (ابن
 سعد، الطبقات الکبریٰ، 7: 25) (بیہقی، مجمع الزوائد، 3: 21) (شیبانی، الاحاد والمثنائی، 4: 238، رقم:

(2231)

❖ عَنْ مُنَمَّةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ،
 قَالَ: كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، لَا
 يُرِدُّ الطِّيبَ، وَقَالَ أَنَسُ: إِنَّ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
 لَا يُرِدُّ الطِّيبَ.
 حضرت ثمامہ بن عبد اللہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن
 مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کے تحفے سے
 انکار نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کا تحفہ رد نہیں
 فرماتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں
 کہ تحفہ کی قید اس لیے لگائی کہ تجارت کی نوعیت نکل جائے، بعض عطر فروش کسی کو قیمتا
 عطر پیش کرتے ہیں، اگر اسے خریدنا نہ ہو اور وہ انکار کرے تو حدیث پڑھ کر اسے
 خریدنے پر مجبور کرتے ہیں، وہ اس حدیث کی منشاء سے یا تو واقف نہیں یا واقف ہیں
 مگر ان کے ذریعہ اپنا بیوپار چلانا چاہتے ہیں۔ ریحان، ریح سے بنا بمعنی خوشبو اس
 سے ہر خوشبو مراد ہے، پھول ہوں یا عطر چنبیلی وغیرہ کا تیل۔

یعنی اگرچہ دوسرے ہدیے بھی واپس کرنا خلاف اخلاق ہے مگر خوشبو واپس کرنا تو بہت ہی خشک مزاجی کی دلیل ہے کہ اس میں وزن ہلکا قیمت معمولی خوشبو اعلیٰ ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ خوشبو جنت سے آئی ہے اور وہاں کا ہی پتہ دیتی ہے۔ مبسوط سرخسی باب اللمس میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو سونگھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان سے جنت کی مہک آتی ہے اسی لیے آپ کو زہراء کہتے ہیں یعنی جنت کی کلی۔ (مرآة المناجیح، ج ۴، ص ۶۱۲)

❖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ: الْوَسَائِدُ وَالذَّهْنُ، وَاللَّبَنُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں کے لینے سے انکار نہیں کرنا چاہیے تکیہ، تیل، خوشبو اور دودھ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی اگر میزبان اپنے مہمانوں کو آرام کے لیے تکیہ پیش کرے اور سر میں ملنے کے لیے تیل، پینے کے لیے دودھ یا لبتی تو مہمان اسے رد نہ کرے بلکہ بخوشی قبول کرے، عرب شریف میں تیل بھی مہمان کی خاطر پیش ہوتا تھا جیسے بہار میں اب بھی تیل، عطر، پان سے ہر آنے والے کی خاطر کی جاتی ہے۔

یعنی خوشبودار تیل مگر حق یہ ہے کہ ہر تیل مراد ہے، خوشبودار ہو یا نہ ہو، حدیث کے مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا بہتر ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۳)

❖ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ، وَطِيبُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرماتے ہیں، مردوں کو خوشبو وہ ہے جس کو بظاہر اور رنگ چھپا ہوا ہو اور عورت کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر اور مہک

النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ
رِيحُهُ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جیسے گلاب، مشک، عنبر اور کافور وغیرہ مرد کے لیے یہ خوشبوئیں بہتر ہیں کہ ان میں رنگت نہیں مہک ہے۔

خیال رہے کہ عورت مہک والی چیز استعمال کر کے باہر نہ جائے اپنے خاوند کے پاس خوشبو مل سکتی ہے یہاں کوئی پابندی نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ جو عورت خوشبو مل کر باہر نکلے وہ ایسی ایسی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عورت بخور لگا کر ہماری مسجد میں عشاء کے لیے نہ آئے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عورت مہندی لگائے ہوئے باہر نہ پھرے کہ مہندی میں مہک ہے اور عورت کو مہک لگا کر نکلنا ممنوع ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۸۶)

حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو ریحان خوشبودی جائے تو وہ اس کا انکار نہ کرے کیونکہ یہ جنت سے آئی ہے۔

❖ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمْ
الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدُّهُ، فَإِنَّهُ خَرَجَ
مِنَ الْجَنَّةِ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ بصری ہیں، حضور انور کے زمانہ میں اسلام لائے مگر دیدار نہ کر سکے اس لیے تابعی ہیں، ایک سو تیس۔ ۱۳ سال عمر ہوئی، ساٹھ سال سے زیادہ کفر میں گزار دی، باقی اسلام میں ۹۵ھ میں وفات پائی۔

حدیث اپنے ظاہر پر ہے، بہت چیزیں دنیا میں جنت سے آئی ہیں جن میں سے

ایک خوشبو بھی ہے، اسے رد کرنا رب تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت کی ناقدری ہے، مراد وہ ہی ہے جو پہلے عرض کی گئی کہ خوشبو کا ہدیہ واپس نہ کرو، یہ مطلب نہیں کہ خوشبو کا سودا روڈ نہ کرو ضرور خرید لو جیسا کہ عام عطر فروش کہتے ہیں۔ (مرآة المناجیح، ج ۴، ص ۶۲۵)

❖ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
 قَالَ: عَرَضْتُ بَيْنَ يَدَيْ عُمَرَ بْنِ
 الْخَطَّابِ، فَأَلْفَى جَرِيرٌ رِدَاءَهُ
 وَمَشَى فِي إِزَارٍ، فَقَالَ لَهُ: خُذْ
 رِدَائِكَ. فَقَالَ عُمَرُ لِلْقَوْمِ: مَا
 رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ صُورَةً مِنْ
 جَرِيرٍ إِلَّا مَا بَلَّغْنَا مِنْ صُورَةِ
 يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن
 خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش
 کیا گیا (راوی کہتے ہیں) پھر حضرت
 جریر نے اپنی چادر اتار دی اور صرف تہبند
 میں چلے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے فرمایا اسے (چادر کو) لے لو اور ساتھ
 ہی قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ
 میں نے حضرت جریر سے زیادہ
 خوبصورت نہیں دیکھا البتہ حضرت یوسف
 کے بارے میں ہمیں جو خبر ملی ہے (یعنی
 حضرت یوسف سے مقابل نہیں۔)

شرح حدیث: حسن بے مثال

پیارے آقا ﷺ کے حسن کا کسی سے مقابلہ نہیں جو کسی محبوب کو ملا وہ سب
 اور اس سے افضل و اعلیٰ نہیں ملا، اور جو نہیں ملا وہ کسی کو نہ ملا۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری

آنچه خوبان همه دارند تو تنها داری

آپ یوسف (علیہ السلام) کا حسن، عیسیٰ (علیہ السلام) کی پھونک اور روشن ہاتھ

رکھتے ہیں۔ جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔

34- بَابُ كَيْفَ كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کلام مبارک

❖ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سِرْدَكُمْ هَذَا ، وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيْنَ فَصْلِ ، يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح لگاتار گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ (ایسی) صاف صاف اور جدا جدا کلام فرماتے کہ پاس بیٹھنے والا اسے حفظ کر لیتا تھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور کے کلام اور کلمات مسلسل نہیں ہوتے تھے جیسے عام لوگ لگاتار کلام کرتے ہیں بلکہ ایک بات بتائی پھر کچھ خاموشی پھر دوسری بات اور ان دو باتوں کے درمیان اللہ کا ذکر۔

صحابہ کرام کو احادیث قرآن مجید کی طرح حفظ تھیں اسی وجہ سے تو احادیث جمع ہوئیں، اس جمع ہونے کی بڑی وجہ حضور انور کا یہ وقار ہے کہ کلام فرمانا تھا۔

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۸۷)

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيدُ الْكَلِمَةَ فَلَا تَأْتِي لِيُتَعَقَّلَ عَنْهُ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک) بات تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ سے سمجھی جاسکے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ لفظ سے مراد پوری بات ہے، یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں۔ اسی لیے صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو کتاب العلم میں لائے۔ (مرآة المناجیح، ج ۱، ص ۲۰۶)

❖ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ:

سَأَلْتُ خَالِي هِنْدُ بْنَ أَبِي هَالَةَ،

وَكَانَ وَصَافًا، فَقُلْتُ: صِفْ لِي

مَنْطِقَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ

الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ

لَهُ رَاحَةٌ، طَوِيلُ الشَّكْتِ، لَا

يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ، يَفْتَتِحُ

الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِاسْمِ اللَّهِ تَعَالَى،

وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ، كَلَامُهُ

فَضْلٌ، لَا فُضُولَ، وَلَا تَقْصِيرَ،

لَيْسَ بِالْجَانِي، وَلَا الْمُهَيَّبِ،

يُعْظِمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ

مِنْهَا شَيْئًا، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ

يَذُمُّ ذَوَاقًا وَلَا يَمْدَحُهُ، وَلَا

تُعْضِبُهُ الدُّنْيَا، وَلَا مَا كَانَ لَهَا،

فَإِذَا تُعْذِبِي الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ

لِغَضَبِهِ شَيْءٌ حَتَّى يَنْتَصِرَ لَهُ، وَلَا

حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے

ماموں ہند بن ابی ہالہ سے، جو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت غمگین اور تفکر رہتے تھے

اور آپ کو (کسی وقت بھی) چین نہیں

ہوتا تھا، آپ دیر تک خاموش رہتے

اور بغیر ضرورت گفتگو نہیں فرماتے تھے

آپ کے کلام کی ابتدا اور انتہا منہ بھر کے

(واضح) ہوتی اور آپ جامع کلام فرماتے،

آپ کا کلام مفصل ہوتا (لیکن) نہ

ضرورت سے زیادہ اور نہ کم، آپ نہ تو

سخت طبیعت تھے اور نہ دوسروں کو ذلیل

کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر

فرماتے اگرچہ تھوڑی ہی ہوتی، آپ کسی

نعمت کو برا نہیں سمجھتے تھے، کھانے پینے کی

چیزوں کی نہ تو برائی کرتے اور نہ تعریف،

آپ کو دنیا اور اس کا مال و متاع غضب

ناک نہیں کرتا تھا۔ جب (کہیں) حق

بات سے تجاوز کیا جاتا تو کوئی چیز آپ کے

يَغْضَبُ لِنَفْسِهِ، وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا،
 إِذَا أَسَارَ بِكَفِّهِ كُلَّهَا، وَإِذَا
 تَعَجَّبَ قَلْبُهَا، وَإِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ
 بِهَا، وَصَرَبَ بِرِاحَتِهِ الْيُمْنَى بَطْنَ
 إِبْهَامِهِ الْيُسْرَى، وَإِذَا غَضِبَ
 أَعْرَضَ وَأَشَاحَ، وَإِذَا فَرِحَ غَضَّ
 ظَرْفَهُ جُلَّ ضَمِيكِهِ التَّبَسُّمُ، يَفْتَكِرُ
 عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ

غصے کو ٹھنڈا نہ کر پاتی جب تک آپ اس کا
 انتقام نہ لے لیتے، آپ اپنی ذات کے
 لیے نہ ناراض ہوتے اور نہ انتقام لیتے،
 آپ پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے اور
 جب خوش ہوتے تو ہاتھ الٹ لیتے، جب
 گفتگو فرماتے تو دائیں ہتھیلی بائیں ہاتھ
 کے انگوٹھے کے پیٹ پر مارتے، جب
 آپ کو غصہ آتا تو منہ پھیر لیتے اور کنارہ
 کش ہو جاتے، جب خوش، ہوتے تو آنکھ
 مبارک بند فرما لیتے، آپ کی بڑی ہنسی
 مسکراہٹ ہوتی اور اولوں کی طرح سفید
 اور چمکدار دانت مبارک ظاہر ہو جاتے۔

شرح حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک گفتگو

نبی و رسول چونکہ دین کے داعی اور شریعت و ملت کے مبلغ ہوتے ہیں اور تعلیم
 شریعت اور تلقین دین کا بہترین ذریعہ خطبہ اور وعظ ہی ہے اس لئے ہر نبی و رسول کا
 خطیب اور واعظ ہونا ضروریات و لوازم نبوت میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ
 تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت سے سرفراز فرما کر فرعون کے پاس بھیجا
 تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاجْعَلْ لِي قَلْبًا مِّنْ
 لِّسَانٍ ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ (پ: ۱۶، ط: ۲۵-۲۸)

اے میرے رب میرا سینہ کھول دے میرے لئے میرا کام آسان کر اور

میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ لوگ میری بات سمجھیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چونکہ تمام رسولوں کے سردار اور سب نبیوں کے خاتم ہیں اس لئے خداوند قدوس نے آپ کو خطابت و تقریر میں ایسا بے مثال کمال عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصیح العرب (تمام عرب میں سب سے بڑھ کر فصیح) ہوئے اور آپ کو جوامع الکلم کا معجزہ بخشا گیا کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ میں معانی و مطالب کا سمندر موجیں مارتا ہوا نظر آتا تھا اور آپ کے جوش تکلم کی تاثیرات سے سامعین کے دلوں کی دنیا میں انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا تھا۔

چنانچہ جمعہ و عیدین کے خطبوں کے سوا سینکڑوں مواقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ایسے فصیح و بلیغ خطبات اور موثر مواعظ ارشاد فرمائے کہ فصحاء عرب حیران رہ گئے اور ان خطبوں کے اثرات و تاثیرات سے بڑے بڑے سنگدلوں کے دل موم کی طرح پگھل گئے اور دم زدن میں ان کے قلوب کی دنیا ہی بدل گئی۔

چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختلف حیثیتوں کے جامع تھے اس لئے آپ کی یہ مختلف حیثیات آپ کے خطبات کے طرز بیان پر اثر انداز ہوا کرتی تھیں۔ آپ ایک دین کے داعی بھی تھے، فاتح بھی تھے، امیر لشکر بھی تھے، مصلح قوم بھی تھے، فرماں روا بھی تھے، اس لئے ان حیثیتوں کے لحاظ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبات میں قسم قسم کا زور بیان اور طرح طرح کا جوش کلام ہوا کرتا تھا۔ جوش بیان کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات خطبہ کے دوران میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ اور آواز بہت ہی بلند ہو جاتی تھی اور جلال نبوت کے جذبات سے آپ کے چہرہ انور پر غضب کے آثار نمودار ہو جاتے تھے بار بار انگلیوں کو اٹھا اٹھا کر اشارہ فرماتے تھے گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی لشکر کو لگا رہے ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، الحدیث نمبر ۸۶۷، ص ۲۳۰)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پر جوش خطبہ اور تقریر کے جوش و خروش کی بہترین تصویر کھینچتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ خداوند جبار آسمانوں اور زمین کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا، پھر فرمائے گا کہ میں جبار ہوں، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبار لوگ؟ کدھر ہیں متکبرین؟ یہ فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی مٹھی بند کر لیتے کبھی مٹھی کھول دیتے اور آپ کا جسم اقدس (جوش میں) کبھی دائیں کبھی بائیں جھک جھک جاتا یہاں تک کہ میں نے یہ دیکھا کہ منبر کا نچلا حصہ بھی اس قدر ہل رہا تھا کہ میں (اپنے دل میں) یہ کہنے لگا کہ کہیں یہ منبر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے کر گرتا نہیں پڑے گا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر البعث، الحدیث: ۵۰۵، ج ۲، ص ۵۰۵)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر، زمین پر، اونٹ کی پیٹھ پر کھڑے ہو کر جیسا موقع پیش آیا خطبہ دیا ہے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طویل خطبات بھی دیے لیکن عام طور پر آپ کے خطبات بہت مختصر مگر جامع ہوتے تھے۔

میدان جنگ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے اور مسجدوں میں جمعہ کا خطبہ پڑھتے وقت دست مبارک میں عصا ہوتا تھا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاة، باب ماجاء فی الخطبۃ... الخ، الحدیث: ۱۰۷، ج ۲، ص ۱۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خطبوں کے اثرات کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بعض مرتبہ سخت سے سخت اشتعال انگیز موقعوں پر آپ کے چند جملے محبت کا دریا بہا دیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا اثر انگیز اور ولولہ خیز خطبہ پڑھا کہ میں نے کبھی ایسا خطبہ نہیں سنا تھا اور میان خطبہ میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو ہنستے کم اور

روتے زیادہ۔ زبان مبارک سے اس جملہ کا نکلنا تھا کہ سامعین کا یہ حال ہو گیا کہ لوگ کپڑوں میں منہ چھپا چھپا کر زار و قطار رونے لگے۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لا تسئلوا عن اشیاء... الخ، الحدیث: ۴۶۲۱، ج ۳، ص ۲۱۷)

35- بَابُ مَا جَاءَ فِي صَبْحِكَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

تبسم مبارک

❖ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَتْ فِي سَائِقِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوشَةٌ، وَكَانَ لَا يَضَعُكَ إِلَّا تَبَسُّمًا، فَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ: أَتَحُلُّ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَتَحُلُّ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پنڈلیوں میں کسی قدر باریکی تھی اور آپ کی ہمیشہ مبارک صرف تبسم ہوتی تھی، جب میں آپ کو دیکھتا تو آپ کی چشم ہائے مبارک سرمہ لگائے بغیر سرگیں معلوم ہوتیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں بہت موٹی نہ تھیں جو بد نما ہوتی ہیں بلکہ قدرے پتلی تھیں جن سے کمزوری کا نہیں بلکہ لطافت کا ظہور ہوتا ہے، بہت پتلی بھی نہ تھیں جو دوسرے اعضاء کے مناسب نہ ہوں اور اچھی نہ معلوم ہوں۔ (مرقات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹھٹھا مار کر ہنسا کبھی ثابت نہیں۔ بہت ہنسنا دل کو غافل کر دیتا ہے، مسکرانے سے اپنا دل بھی خوش ہوتا ہے سامنے والے کا دل بھی موہ لیتا ہے۔

یعنی حضور پیدائشی طور پر سرگیں آنکھیں والے تھے پھر بھی سوتے وقت ہر آنکھ میں تین سلائی سرمہ لگاتے تھے اگر کبھی سرمہ نہ بھی لگاتے تو وہ قدرتی سرمہ جو رب تعالیٰ نے لگا کر دنیا میں بھیجا تھا وہ نمودار ہوتا تھا۔ حضور انور قدرتی طور پر ناف بریدہ ختنہ شدہ

سرمہ و شانہ کیے ہوئے پیدا ہوئے ولادت پاک اس طرح ہوئی تھی۔ شعر
 بالوں میں شانہ آنکھوں میں سرمہ دیا ہوا
 لپٹے ہوئے حریر میں ختنہ کیا ہوا

(مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۵۵)

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ حضرت عبدالحارث بن جز فرماتے
 بِنِ جَزٍّ، أَنَّهُ قَالَ: مَا رَأَيْتُ ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ
 أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ کر تبسم فرمانے والا کوئی نہیں دیکھا۔
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، زبیدی ہیں، زبیدی ایک قبیلہ ہے جو زبیدی نامی ایک
 شخص کی طرف منسوب ہے، آپ مصر میں سب سے آخری صحابی ہیں جو فوت
 ہوئے، اسی ۸۰ ہجری میں مصر میں وفات پائی۔

تبسم میں ہزار ہا حکمتیں ہیں، حضور کی ہر ادا میں رب تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۸۵)

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ
 قَالَ: مَا كَانَ ضَمِيكَ رَسُولِ اللَّهِ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا کی ہنسی مبارک صرف مسکراہٹ ہوتی
 تَبَسُّمًا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ صحابی ہیں، زبیدی ہیں، زبیدی ایک قبیلہ ہے جو زبیدی نامی ایک
 شخص کی طرف منسوب ہے، آپ مصر میں سب سے آخری صحابی ہیں جو فوت

ہوئے، اسی ۸۰ ہجری میں مصر میں وفات پائی۔

تبسم میں ہزار ہا حکمتیں ہیں، حضور کی ہر ادا میں رب تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۵۸۵)

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ میں سب سے پہلے جنت میں داخل

ہونے والے آدمی کو بھی جانتا ہوں اور

اسے بھی جو جہنم سے سب سے آخر میں

نکلے گا، قیامت کے دن ایک آدمی (اللہ

کے دربار میں) کو لایا جائے گا حکم ہوگا کہ

اس کے سامنے اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو

اور کبیرہ گناہ چھپائے جائیں گے پھر اسے

کہا جائے گا کہ کیا تو نے فلاں دن ایسا ایسا

عمل کیا تھا؟ وہ بغیر کسی انکار کے اقرار

کرے گا اور کبیرہ گناہوں (پر مواخذہ)

سے ڈر رہا ہوگا پھر حکم ہوگا کہ اسے پر برائی

کے بدلے ایک نیکی دو، وہ کہے گا کہ

میرے کچھ اور گناہ بھی ہیں جنہیں میں

یہاں نہیں دیکھ رہا حضرت ابو ذر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے نہیں پڑے

❖ عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ : قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : " إِنِّي لِأَعْلَمُ أَوَّلَ رَجُلٍ

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ، وَآخَرَ رَجُلٍ يَخْرُجُ

مِنَ النَّارِ ، يُؤْتَى بِالرَّجُلِ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ : اعْرِضُوا عَلَيْهِ

صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَيُجَبَّأُ عَنْهُ كِبَارُهَا ،

فَيُقَالُ لَهُ : عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا

وَكَذَا كَذَا ، وَهُوَ مُقِرٌّ لَا يُبْكِرُ ،

وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِهَا

فَيُقَالُ : أَعْطَوْهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ

عَمِلَهَا حَسَنَةً ، فَيَقُولُ : إِنَّ لِي

ذُنُوبًا مَا أَرَاهَا هَهُنَا ، قَالَ أَبُو ذَرٍّ :

فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَمِكَ حَتَّى بَدَتْ

تَوَاجِدُهُ .

یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دانت
مبارک ظاہر ہو گئے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں جو دوزخ سے آخر میں نکلے گا وہ ہی
جنت میں آخر میں جائے گا۔ مرد سے مراد نوع مرد ہے نہ کہ شخصی مرد، اس قسم کے بہت
لوگ ہوں گے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تفصیلاً جانتے ہیں۔

یعنی اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ اقرار کرانے کے لیے پیش کروا بھی
بڑے گناہ اسے نہ دکھاؤ۔ خیال رہے کہ ابھی ان بڑے گناہوں کی معافی نہیں ہے بلکہ
اس سے چھپانا ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔

اس دن اپنے گناہ مان لینا سعادت کی نشانی ہوگی اور بخشش کا پیش خیمہ کہ انکار
کرنے پر مصیبت آ جاوے گی، مسلمان یہ بات یاد رکھیں۔

یعنی اس کے دل میں اس میں سے کسی گناہ کے انکار کی ہمت نہ ہوگی یہ بے ہمتی
نیک بختی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہاں گناہ کرنے کی ہم کو ہمت ہی نہ دے یہ ہمت
ہارنا ان شاء اللہ جتنے کا پیش خیمہ ہے، یہ ہمت عذاب ہے کم ہمتی رحمت۔

معلوم ہوا کہ اس دن ہر شخص کو اپنا ایک ایک عمل یاد ہوگا، نامہ اعمال اس کی یاد کی
تصدیق کرے گا، رب فرماتا ہے: **اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا** بلکہ
مرتے وقت بھی انسان کے سامنے اپنے ہر نیک و بد اعمال آجاتے ہیں بہتر ہے کہ
ہر شخص روزانہ سوتے وقت اپنے اعمال کا حساب لیا کرے۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہوگا جس نے اپنے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی تھی بغیر
توبہ مر گیا تھا اور یہ تبدیلی محض کرم و فضل سے ہوگی۔ اس تبدیلی کا مطلب یہ نہیں کہ گناہ
نیکیاں بن جاویں گے کہ زنا جہاد بن جاوے اور جھوٹ سچے ہو جاوے بلکہ مطلب یہ

ہے کہ اسے فی گناہ ایک عطیہ دے دو اگر وہ نیکی کرتا تو یہ پاتا اسے ویسے ہی دے دو۔ خیال رہے کہ توبہ، ایمان، نیک اعمال کی برکت سے گناہوں کی تبدیلی قانون ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ** وہاں یہ تبدیلی صرف فضل و مہربانی ہے۔ شعر

گنہگار پہ جب لطف آپ کا ہوگا

کیا بغیر کیا بے کیا کیا ہوگا

بنیانہ کیتی کیتی ٹھکرائی

بن کیتی لکھ دین برائی

اللہ تعالیٰ انصاف نہ کرے رحم فرمادے کہ ہماری کی ہوئی برائیاں بے کی ہوئی بنادے یعنی محو فرمادے، سب پر مہربانی و معافی کا قلم پھیر دے۔ شعر

من نہ گوئیم کہ طاعتم بہ پذیر

قلم عفو برگنا ہم کش

یعنی اس کرم کریمانہ کو دیکھ کر پکار اٹھے گا کہ مولیٰ میرے بڑے گناہ تو یہاں موجود ہی نہیں وہ بھی لائے جاویں اور ان بڑے گناہوں پر بڑے عطیے ویسے جاویں، تو بخش بے حساب کہ ہیں جرم بے حساب۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے انقلاب حال پر تبسم فرمایا کہ ابھی تو گناہ کبیرہ سے ڈر رہا تھا اب خود مانگ رہا ہے۔ رب کا فضل تو آن کی آن میں کا یا پلٹ دیتا ہے وہ اگر چاہے تو ہم جیسے لاکھوں گنہگار پر ہیزگار بن جاویں وہاں کیا کی ہے، پانچ منٹ کی بارش مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۷، ص ۴۲۴)

❖ عَنْ جَوْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

قَالَ: مَا حَبَّبَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ فَرَمَاتَنِي هُنَّ كَمَا جَبَّ مِنْ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أُسَلِّمْتُ
وَلَا رَأَى إِلَّا ضَيْكًا .

اسلام لایا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر
میں حاضر ہونے سے) نہیں روکا اور آپ
جب بھی مجھے دیکھتے مسکرا دیا کرتے۔

❖ عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: مَا حَجَبَنِي
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَا رَأَى مُنْذُ أُسَلِّمْتُ إِلَّا
تَبَسَّمَ .

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر میں
حاضر ہونے سے) نہیں روکا اور آپ جب
بھی مجھے دیکھتے، تبسم فرماتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ آپ جریر ابن عبد اللہ ہیں، کنیت ابو عمرو ہے، حضور انور کی وفات سے
چالیس دن پہلے اسلام لائے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔ ۵۱ھ اکیاون ہجری میں وفات
پائی۔ (امکان) بڑے خوبصورت خوش خلق اپنی قوم کے سردار تھے۔

یعنی جس موقعہ پر دوسروں کو اجازت لے کر آنا ہوتا تھا مجھے بغیر اجازت حاصل
کیے حاضری کی اجازت تھی ایک بار حضور نے مجھے ایسی مجالس میں حاضری کی اجازت
دے دی تھی گویا اپنا قرب و منزلت بیان فرما رہے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور کی مجلس
عامہ میں کسی کو اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی جیسے نماز جمعہ عید اور عام مجالس وعظ میں
دولت خانہ کے اندر کسی کو بغیر اجازت حاضر ہونے کی اجازت نہ تھی، رب تعالیٰ
فرماتا ہے: لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُدْعِيَ الْخَاصَّ مِنْكُمْ فَالْغَايِبِينَ وَأَنْ يَأْتِيَكُمُ الْوَيْلُ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَأَنْتُمْ حَائِرُونَ مِمَّا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ
حاضر ہوتے تھے مگر کوئی خاص الخاص بغیر اجازت بھی یہاں اسی کا ذکر ہے۔
حضور کا یہ تبسم اظہار خوشی یا اظہار کرم کے لیے ہوتا تھا۔

❖ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا، رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا، فَيُقَالُ لَهُ: انْطَلِقْ فَأَدْخِلِ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَارِلَ، فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَارِلَ، فَيُقَالُ لَهُ: أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ، فَيَقُولُ: نَعَمْ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: تَمَنَّيْتَ، قَالَ: فَيَتَمَنَّى، فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشْرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَيَقُولُ: تَسْعُرُنِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ! قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَبِكَ حَتَّى بَدَتْ كَوَاجِدُهُ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جہنم سے سب سے آخر میں نکلے گا، ایک آدمی سرینوں کے بل باہر آئے گا اسے کہا جائے گا جا جنت میں داخل ہو جا (آپ فرماتے ہیں) پھر وہ جنت میں داخل ہونے کے لیے جائے گا، جب دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہ پر کر لی ہے تو واپس آ کر عرض کرے گا کہ اے میرے رب لوگوں نے اپنی اپنی جگہ سنبھال لی ہے اسے کہا جائے گا کیا تجھے اپنا گذشتہ زمانہ (دنیا) یاد ہے؟ وہ کہے گا ہاں یا رب! کہا جائے گا تمنا کر (کچھ مانگ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر وہ تمنا کرے گا تو اسے کہا جائے گا کہ تجھے وہ بھی ملے گا جو تو نے تمنا کی اور (اس کے علاوہ) دنیا کا دس گنا اور بھی۔ وہ عرض کریگا (اے رب) کیا تو مجھ سے استہزا فرماتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے؟ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے دیکھا کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (اس بات پر) اتنا
بھنے کہ آپ کے سامنے کے دانت مبارک
ظاہر ہو گئے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ رجل سے مراد صرف ایک شخص نہیں ہے بلکہ اس قسم کے لوگ
ہیں۔ حضور ان سب کو تفصیلاً جانتے ہیں ان کے نام، ان کے خاندان، ان کی شکل و
صورت وغیرہ جیسا کہ علم سے معلوم ہوا۔ شعر
ہم نے عرض کیا ہے۔

ایک ماہ مدین گورا سا بدن نیچی نظریں گل کی خبریں
کیونکہ جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے گی وہاں تک آدمی ہی آدمی نظر آئیں گے
کوئی جگہ جنتیوں سے خالی اسے نظر نہ آوے گی۔

میرے مولیٰ اب میں کہاں جاؤں گا جنت میں تو کوئی جگہ خالی ہی نہیں۔
اس دن گناہ فرمانے میں عجیب حکمت ہوگی کیونکہ مومن کا دنیا میں رہنا بھی نیکی
ہے اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا لَهَذَا اس قانون
سے اسے دنیا کا دس گنا رقبہ عطا ہوا۔ (مرقات)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھنے سے مراد ہوتا ہے آپ کا تبسم فرمانا کیونکہ قبہ
لگانا حضور سے کبھی ثابت نہیں، رب تعالیٰ کے استہزاء کے معنی بیان ہو چکے۔

یہ قول یا تو حضرت ابن مسعود کا ہے یا کسی اور راوی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان نہیں۔ اس لیے کان یقال فرمایا گیا۔ یعنی لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ یہ ادنیٰ درجہ کا
جنتی ہوگا جس کی املاک اس قدر وسیع ہوں گی۔ اعلیٰ جنتیوں کی ملکیت کا رقبہ تو ہمارے
خیال سے باہر ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۷، ص ۲۲۳)

❖ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ : قَالَ :

شَهِدْتُ عَلِيًّا ، أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيُرَكَّبَهَا

فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ ،

قَالَ : بِسْمِ اللَّهِ ، فَلَمَّا اسْتَوَى

عَلَى ظَهْرِهَا ، قَالَ : الْحَمْدُ لِلَّهِ ، ثُمَّ

قَالَ : سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا

وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِبِينَ { 13 } وَإِنَّا

إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ سُوْرَةُ

الزَّخْرَفِ آيَةٌ 13-14 ، ثُمَّ قَالَ :

الْحَمْدُ لِلَّهِ ثَلَاثًا ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا ،

سُبْحَانَكَ إِلَهِي ظَلَمْتُ نَفْسِي ،

فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

إِلَّا أَنْتَ ، ثُمَّ ضَمَّكَ : فَقُلْتُ لَهُ :

مِنْ أُمَّي شَيْءٍ ضَمَّكَ يَا أَمِيرَ

الْمُؤْمِنِينَ ، قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ

كَمَا صَنَعْتَ ثُمَّ ضَمَّكَ ، فَقُلْتُ :

مِنْ أُمَّي شَيْءٍ ضَمَّكَ يَا رَسُولَ

اللَّهِ ، قَالَ : إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ

عَبْدِهِ إِذَا قَالَ : رَبِّ اغْفِرْ لِي

ذُنُوبِي ، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں میں حضرت علی مرتضیٰ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس

وقت آپ کے پاس ایک چار پایہ لایا گیا

تاکہ آپ اس پر سوار ہوں۔ آپ نے

رکاب میں پاؤں رکھتے وقت بسم اللہ

پڑھی، جب اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئے تو

فرمایا الحمد للہ پھر آپ نے فرمایا وہ ذات

پاک ہے جس نے اس کو ہمارے تابع کیا

حالانکہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے

اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف واپس

جانے والے ہیں۔ پھر آپ نے تین مرتبہ

الحمد للہ اور تین بار اللہ اکبر پڑھا، پھر

کہا (اے اللہ) تو پاک ہے، بے شک

میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، پس مجھے

بخش دے کیونکہ تیرے سوا بخشنے والا کوئی

نہیں پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ

عنه مسکرائے (راوی کہتے ہیں) میں نے

پوچھا اے امیر المؤمنین آپ کس وجہ سے

ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایسا ہی

غَبْرِكَ

کیا اور پھر مسکرائے (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک تمھا لاذب بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے اے رب میرے گناہ بخش دے (کیونکہ) وہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لَعْنَةُ دَابَّةٍ ہر جانور کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِجْقُهَا مِمَّا كَلِمَاتُهَا مِمَّا كَلِمَاتُهَا مِمَّا كَلِمَاتُهَا مِمَّا كَلِمَاتُهَا مراد ہے آپ کی خدمت میں گھوڑا حاضر کیا گیا تھا۔

رکاب بمعنی آلہ رکوب جس میں پاؤں رکھ کر سوار ہوتے ہیں۔

یہ حمد سواری ملنے کے شکر یہ پر ہے یعنی خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری آسانی کے لیے ہم کو سواری بخشی، بہت لوگ مجبوراً پیدل سفر کرتے ہیں۔

یہ قرآن شریف کی آیت ہے، اس کی شرح ابھی فصل اول میں گزر گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مولیٰ ان قوی جانوروں کا ہم کمزور انسانوں کے قبضہ میں آجانا تیری مہربانی سے ہے ہم تو چھڑکھی کو تابع نہیں کر سکتے، پھر ہم پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ہم کو خود اپنے ہاتھ پاؤں پر بھی اختیار و قبضہ نہ رہے گا یعنی بعد موت ہم کو وہ وقت یاد ہے، ہم اس نعمت پر متکبر نہیں تیرے شکر گزار ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی جامع اور بر محل دعا ہے۔

یعنی میری خطاؤں و گناہوں کے باوجود تو نے مجھے یہ سواری وغیرہ کی نعمتیں بخشیں

تو مجھے امید ہے کہ تو اپنے کرم سے مجھے معافی بھی دے دے گا میں نے وہ ہی کیا جو گنہگار کرتے ہیں تو وہ ہی کر جو ستار و غفار کی شان ہے۔

یعنی مسکرائے ٹھٹھا نہ لگایا، مسکرانا اظہار خوشی کے لیے ہوتا ہے ٹھٹھا دل کی غفلت سے اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے بہت تھے ٹھٹھا کبھی نہ لگا۔

یعنی میں قولی و عملی سنتوں پر عمل کر رہا ہوں اس موقع پر یہ دعائے گناہ سنت قولی ہے اور اس وقت تبسم کرنا سنت عملی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی نقل کرتے تھے اسے ثواب سمجھتے تھے اور یہ بھی پتہ لگا کہ حضور علیہ السلام کی ہر سنت پر عمل کرنا باعث ثواب ہے حتیٰ کہ ہنسنا اور رونا بھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں ہنس رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی موافقت میں تبسم فرمایا تھا تو یہ عملی سنت رسول بھی ہے اور سنت الہیہ بھی، رب تعالیٰ تعجب کرنے، ہنسنے سے پاک ہے اس لیے وہاں ان الفاظ کے معنی ہوتے ہیں خوش ہونا۔ رب تعالیٰ کی رضا خوشی اس کی شان کے لائق ہے، ہماری رضا و خوشی ہماری حیثیت کے موافق ہے۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اس بندے سے بہت راضی و خوشی ہوتا ہے جو اپنے کو بے کس و گنہگار جانے اور رب تعالیٰ کو قادر و غفار جانے، یہ ہی حال بارگاہ مصطفوی کا ہے کہ وہاں بھی بے کسی پر رحم بہت ہوتا ہے۔ شعر

دیکھی جو بے کسی تو انہیں رحم آگیا

گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

خیال رہے کہ گناہ تو اللہ تعالیٰ ہی بخشتا ہے، اس کے محبوب بندے شفاعت تو کرتے ہیں مگر براہ راست گناہ بخشتے نہیں مگر حقوق بندے بھی معاف کر سکتے ہیں، میں اپنا قرض یا خون معاف کر سکتا ہوں لہذا حدیث بالکل واضح ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے لوگوں کے گناہ یا کفارے معاف فرمادیئے وہ باذن الہی تھے، ان معافیوں کی بہت مثالیں ہیں جو ہم نے اپنی کتاب "سلطنت مصطفیٰ" میں بیان کی ہیں۔

(مراة المناجیح، ج ۴، ص ۵۱)

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ خندق کے دن دیکھا کہ آپ (اتنے) ہنسے کہ آپ کے سامنے کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اس ہنسی کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے فرمایا ایک آدمی (کافر) کے پاس ڈھال تھی اور وہ ڈھال کو ادھر ادھر کر کے اپنا چہرہ چھپاتا تھا (چونکہ) حضرت سعد تیر انداز تھے (اس لیے) آپ نے ایک تیر نکالا اور جو نبی اس نے سراٹھایا اسے دے مارا (تیر) اس کی پیشانی پر لگا۔ وہ الٹا گیا اور اس کی ٹانگ اٹھ گئی (اس واقعہ پر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے سامنے والے دانت مبارک

❖ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ :

قَالَ سَعْدٌ : لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَمِكَ يَوْمَ

الْخَنْدَقِ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِدُهُ.

قَالَ : قُلْتُ : كَيْفَ كَانَ؟ قَالَ :

كَانَ رَجُلٌ مَعَهُ نُرْسٌ، وَكَانَ

سَعْدٌ رَامِيًا، وَكَانَ يَقُولُ كَذَا

وَكَذَا بِالنُّرْسِ يُغْطِي جَبْهَتَهُ

فَنَرَعُ لَهُ سَعْدٌ بِسَهْمٍ، فَلْتَا رَفَعَ

رَأْسَهُ رَمَاهُ فَلَمْ يُخْطِمْ هَدِيهٍ مِنْهُ

يَعْنِي جَبْهَتَهُ وَانْقَلَبَ الرَّجُلُ

وَسَالَ بِرَجْلِهِ : فَضَمِكَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ

نَوَاجِدُهُ. قَالَ : قُلْتُ : مِنْ أَيِّ

شَيْءٍ ضَمِكَ؟ قَالَ : مِنْ فِعْلِهِ

بِالرَّجْلِ

نظر آنے لگے ہیں (عامر بن سعد) نے
پوچھا کس بات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے؟
حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ اس
اس بہادرانہ کارنامے سے جو میں نے اس
(کافر) مرد کے ساتھ کیا۔

شرح حدیث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹ و تبسم اپنے اہل بیت اور صحابہ اکرام
کیلئے ایسی بنیادی شے ہے جسکے دہرے ثمرات مرتب ہوئے یعنی دنیا میں نیکی اور
آخرت میں بے حساب اجر۔

مسلمان سے مسکرا کر ملنا ایسا بہترین صدقہ ہے کہ غریب اور مالدار یکساں طور پر
ہر سکتے ہیں۔ ما رأیت أحدا أكثر تبسماً من رسول الله صلى الله عليه وسلم
(سیدنا عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ
کسی کو مسکراتے اور تبسم فرماتے نہیں دیکھا (الترمذی: 3641)۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إنکم لن تسعوا الناس بأموالکم فلیسعہم منکم
بسط الوجه وحسن الخلق۔ (تمہارے اموال میں تمام لوگوں کیلئے ہرگز وسعت نہیں
ہوگی پس تمہیں چاہیے کہ ان کے ساتھ بشارت اور حسن اخلاق سے پیش آؤ)۔

مسکراہٹ زندگی کی علامت ہے۔ مسکراہٹ خوشیاں تخلیق کرتی ہے۔ یہ غم زدہ
لوگوں کی مدد کرتی ہے، یہ مشکل چیزوں کو آسان کر دیتی ہے۔ جب ہم مسکراہٹ کے
ساتھ کسی کی خوشی میں شامل ہوتے ہیں تو خوشی دو بالا ہو جاتی ہے۔ آج دنیا معاشی بحران
میں مبتلا ہے۔ جنگوں کے خطرات سر پر منڈلا رہے ہیں اور پوری دنیا میں صحت کے
مسائل بڑھتے جا رہے ہیں اس لیے ہر کسی کو اپنا ذہنی تناؤ کم کر کے مسکراہٹوں کی
ضرورت ہے۔ مسکراہٹیں صحت کے لیے دوائی سے زیادہ مفید ہیں کیونکہ مسکراہٹ میں

سچائی ہوتی ہے جو کہ ایک طاقتور ٹانگ ہے۔

36- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مِزَاجِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خوش طبعی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، مجھے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دوکانوں والے!

حضرت محمود بن غیلان (راوی) کہتے فرمایا

کہ حضرت ابواسامہ (راوی) نے فرمایا

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش طبعی

فرماتے تھے۔

❖ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ لَهُ: يَا ذَا الدُّكَّانِ، قَالَ

مَحْمُودٌ: قَالَ أَبُو سَامَةَ: يَعْني

بِمِزَاجِهِ..

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ حضرت انس کے دونوں کان کسی قدر بڑے تھے اس لیے انہیں دوکان

والے فرمایا جیسے خرباق ابن ساریہ کو ذوالبیدین فرمایا کرتے تھے یا حضرت انس کی قوت

سماعت بہت قوی تھی یا آپ بہت ذکی و ذہین تھے۔ بہر حال اس فرمان عالی میں حضرت

انس کی تعریف بھی ہے اور خوش طبعی بھی، یہ ہے اس سید الصادقین کی خوش طبعی۔ (مرقات)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۷۱۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

ہم سے اتنا میل جول رکھتے تھے کہ آپ

نے میرے چھوٹے بھائی سے فرمایا اے

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ الشَّرِيعِ،

قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ،

عَنْ أَبِي النَّجَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ، قَالَ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صلی اللہ علیہ وسلم، لِيُخَالِطَنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخِي صَغِيرٍ: يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ التُّغَيْرُ؟
 ابو عمیر! تیری بلبل کو کیا ہوا؟ (ابو عمیر کے پاس بلبل کا ایک بچہ تھا جو مر گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ازراہ خوش طبعی دریافت فرمایا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے لیخاطبنا یعنی ہم سے کلام فرماتے تھے۔ ابو عمیر حضرت انس کے چھوٹے بھائی تھے اخیافی، ان کے باپ کا نام زید ابن سہیل تھا، کنیت ابو طلحہ، ابو عمیر کا نام کبشہ تھا۔ (مرقات)
 بعض شارحین نے فرمایا کہ تغیر بلبل کا نام ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ کوئی اور چڑیا ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے حضور کا یہ فرمان حضرت ابو عمیر کو تسکین دینے یا ان کا دل بہلانے کے لیے تھا۔

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ چڑیا پالنا اسے پنجرے میں رکھنا اس سے بچوں کا کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے دانہ پانی آرام کا خیال رکھے۔ دوسرے یہ کہ حرم مدینہ میں شکار کرنا درست ہے ورنہ چڑیا کا پنجرہ میں رکھنا بھی حرام ہوتا جیسا کہ حرم مکہ کا حال ہے کہ وہاں نہ تو شکار کرنا درست ہے نہ شکار کو پنجرے وغیرہ میں رکھنا درست۔ تیسرے یہ کہ معلوم بات کا پوچھنا کسی اچھے مقصد کے لیے درست ہے۔ حضور کو خبر تھی کہ چڑیا مر گئی پھر بھی پوچھ رہے کہ چڑیا کیا ہوئی۔ چوتھے یہ کہ بچوں سے خوش طبعی کرنا ان کا دل بہلانے کے لیے جائز ہے، پانچویں یہ کہ ہم وزن نام بولنا درست ہے جیسے حضور انور نے فرمایا ابو عمیر، تغیر۔ خیال رہے کہ کبوتر پالنا درست ہے کبوتر بازی حرام ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ

فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا میں سچی بات ہی تو کہتا ہوں (یعنی مزاح کے باوجود میں نے بات سچی ہی کی ہے۔)

التَّوْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارِكِ، عَنِ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا، قَالَ: إِنْ لِي لَأَقُولُ إِلَّا حَقًّا.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آقا حضور دونوں جہاں کے والی ہیں ہم لوگ نوکر چاکر حضور کے خدام ہیں، ہم جیسوں سے حضور انور کا خوش طبعی فرمانا حیرت در حیرت ہے یا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت خوش طبعی کو ناجائز سمجھتے تھے تب یہ عرض کیا۔

یعنی وہ دل لگی و مذاق حرام ہے جس میں جھوٹ بولا جاوے یا کسی کو ذلیل کیا جاوے ہماری خوش طبعی میں یہ دونوں باتیں نہیں ہوتی لہذا یہ جائز ہے۔ خیال رہے کہ ہر وقت دل لگی و مذاق ہیبت دور کر دیتا ہے اس لیے کبھی کبھی شاذ و نادر ہی چاہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی۔ آپ نے فرمایا میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کرتا ہوں، اس نے عرض کیا یا رسول

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنْ لِي

حَامِلُكَ عَلَى وَلَدٍ نَاقَةٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النَّوْقُ؟

اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ اونٹنی ہی سے تو پیدا ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اصطلاح میں اونٹنی کا بچہ چھوٹے اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے لائق نہ ہو۔ یہ ہوئی خوش طبعی وہ صاحب بھی یہ ہی سمجھے کہ حضور انور مجھے چھوٹا سا اونٹنی کا بچہ عطا فرمائیں گے اس پر انہوں نے وہ عرض و معروض کی جو آگے آرہی ہے۔

یعنی اونٹ بڑا ہو کر بھی اونٹنی کا ہی بچہ رہتا ہے کسی اور جانور کا بچہ نہیں بن جاتا۔ معلوم ہوا کہ خوش طبعی میں کسی لفظ کے بعید معنی مراد لینا جائز ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۷۱۶)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْبُورٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرًا، وَكَانَ يُهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَدِيَّةً مِنَ الْبَادِيَةِ، فَيُجْهَرُكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ، فَقَالَ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی، جس کا نام زاہر تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگل کا تحفہ لایا کرتا تھا، جب وہ واپس جانے لگتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (بھی) اسے سامان عطا فرماتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت محبت کرتے تھے (حلا تکہ) وہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ زَاهِرًا بَادَيْتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ وَكَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهُ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيمًا، فَآتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ يَشْتَرِي هَذَا الْعَبْدَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَا وَاللَّهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكِنْ عِنْدَ اللَّهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ أَوْ قَالَ: أَنْتَ عِنْدَ اللَّهِ غَالٍ

(بظاہر) بد صورت تھا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ (حضرت زاہر) سامان بیچ رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیچھے سے اس طرح بغل گیر ہو گئے کہ وہ آپ کو نہیں دیکھ رہے تھے، انہوں نے کہا کون ہے مجھے چھوڑ دے (اس اثنا میں) مڑ کر دیکھا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پھر انہوں نے نہایت اہتمام سے اپنی پیٹھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے دبرکت کے لیے (لیے) ملنا شروع کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم آپ مجھے کم قیمت پائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ کے نزدیک کم قیمت نہیں، یا یہ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیش قیمت ہو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ان خوش نصیب صحابی کے حالات معلوم نہ ہو سکے حتیٰ کہ صاحب مشکوٰۃ نے اپنی کتاب اکمال میں بھی بیان نہیں کیے کیونکہ یہ صحابی کسی حدیث کے راوی نہیں۔

یعنی دیہاتی چیزیں پھل پھلاری، کھیت کی پیداوار وغیرہ حضور انور کے لیے تحفہ ہی لایا کرتے تھے۔ اور جب زاہر مدینہ منورہ سے واپس جانے لگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہری چیزیں بطور ہدیہ و سوغات ان کو دیتے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے گھر لے جائیں۔ یعنی زاہر ہماری دیہاتی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں اور ہم زاہر کی شہری ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں گویا زاہر ہمارا گاؤں ہیں اور ہم زاہر کا شہر یہ اخلاق کریمانہ ہیں کہ اپنے غلاموں نیاز مندوں کو ان القاب سے نوازتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت ہی محبت فرماتے تھے اگرچہ وہ ویسے ہی تھے جیسے حبشی لوگ خصوصاً دیہاتی ہوتے ہیں شکل و لباس دیہات کا سا۔ دمیم کے معنی ہوتے ہیں بد شکل۔ (مرقات) مگر اس کی شکل پر ہزاروں خوبصورت قربان جسے پیا چاہے وہ سہاگن۔

اس طرح کہ حضور انور ان کے پیچھے بیٹھے انہیں پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا ان کی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اپنا ہاتھ شریف زاہر کی آنکھوں پر رکھ لیا یعنی پہچانو ہم کون ہیں۔ کاش! میں اس وقت زاہر کے پاس ہوتا تو اس کے قدم سے اپنی آنکھیں ملتا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ واقعہ بیچ بازار میں ہو رہا ہے۔

حضرت زاہر پہچان تو پہلے ہی گئے ہوں گے بھلا حضور کی خوشبو مہک کسی اور میں کہا۔ مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے حضور کو آنکھوں دیکھ لیا بذریعہ کنکھیوں کے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں ایسی خوشبو تھی کہ جس گلی سے گزرتے وہاں کے گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ پہچان جاتے تھے کہ حضور گزرے۔ شعر

آمدی از پن بازی چشم پوشیدی مرا

اے نگاہ دست رنگین دست بکشا کیتی

حضرت زاہر نے یہ موقعہ غنیمت جانا کہ خود حضور انور نے مجھے اپنی گود میں لے لیا ہے اور اپنا سینہ میری پشت سے متصل کر دیا ہے ایسے موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آتے اس لیے اپنی پشت کو حضور کے سینہ انور سے خوب مس کیا برکت حاصل کرنے کے لیے۔ معلوم ہوا کہ اپنے خدام سے خوش طبعی کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور برکت کے لیے بزرگوں کا جسم ان کے کپڑے چھونے سنت صحابہ ہے۔ یہ کلام بالکل حق ہے۔ عبد سے مراد ہے: عبد اللہ، خریدنے سے مراد ہے اس کے عوض دوسرا لانا یعنی کون ہے جو اس جیسا اللہ کا بندہ مجھے دکھائے یا اشتراء میں تجرید ہے لہذا بمعنی یاخذ ہے یعنی اس اللہ کے بندے کو کون لیتا ہے مجھے سے۔ (مرقات)

یعنی مجھ میں نہ شکل نہ عقل نہ رنگ نہ ڈھنگ مجھے کون قبول کرے گا ایسوں کو کون لیتا ہے میں آپ کا کیسے ہو سکتا ہوں۔

جو حضور کا ہو جائے وہ بے قیمت کیسے ہو سکتا ہے انکی قیمت سارا جہان نہیں ہو سکتا۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جوئی چیز دیکھتے حضور انور کی خدمت میں ہدیہ لے آتے تھے جب چیز کا مالک قیمت مانگتا ہے تو اسے بھی حضور کے پاس لے آتے، عرض کرتے حضور فلاں دن جو حضور کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت حضور اسے دے دیں یہ تقاضا کر رہا ہے، حضور تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے تو وہ چیز ہم کو ہدیہ دی تھی، عرض کرتے حضور میری پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی حضور قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے۔ (مرقات)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۷۱۹)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ
 الْيَقْدَامِ قَالَ: حَدَّثَنَا
 حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھی عورت نے
 بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کیا

الْمُبَارِكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: أَتَتْ عَجُوزٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ، فَقَالَ: يَا أُمَّ فُلَانٍ، إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوزٌ، قَالَ: فَوَلَّتْ تَبْكِي، فَقَالَ: أَخْبِرُوهَا أَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوزٌ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى، يَقُولُ: إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً، فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا، عُرُبًا أَتْرَابًا

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے، آپ نے فرمایا اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی نہیں جائے گی (حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) وہ عورت روتی ہوئی واپس ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کو بتاؤ کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک ہم نے عورتوں کو ایک خاص طریقے پر پیدا کیا اور پھر انہیں کنواریاں بنایا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ان بی بی صاحبہ نے حضور انور سے جنت کی دعا کرائی تب یہ فرمایا یہ بی بی صاحبہ غالباً حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں حضور انور کی پھوپھی حضرت زبیر ابن عوام کی والدہ یہ واقعہ دوبار ہوا ہے: ایک بار حضرت صفیہ سے یہ فرمایا تھا، (مرقات) یعنی بوڑھی عورتیں مؤمنہ صالحہ ہوتی ہیں پھر بھی اگر وہ جنت میں نہ جائیں تو کہاں جائیں گی انہوں نے بہت مایوسی و تعجب سے یہ سوال کیا۔

یعنی جب وہ بوڑھی عورتیں جنت میں جانے لگیں تو بوڑھی نہ رہیں گی بلکہ نوجوان بنا دی جاویں گی ہمیشہ کنواریاں رہیں گی لہذا ہم ذات کی نفی کرتے نہیں صفت بڑھاپے کی نفی فرماتے ہیں۔ جنتی عورتوں کی عمر تیس یا تینتیس سال ہوگی یہ ہی عمر ہمیشہ رہے گی۔ بعض مفسرین نے اِنَّا اَنْشَاْنَاهُنَّ اِنْشَاً کی ضمیر حوروں کی طرف راجع کی ہے مگر اس

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی ساری عورتیں خواہ حوریں ہوں یا دنیا کی بیویاں سب کی طرف لوٹ رہی ہے سب کی عمر یہ ہی ہے۔ (مراة المناجیح، ج ۶، ص ۷۱۸)

37- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شعر گوئی

❖ عَنِ الْبِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قِيلَ لَهَا: هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشُّعْرِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشُعْرِ ابْنِ رُوَاحَةَ، وَيَتَمَثَّلُ بِقَوْلِهِ: يَا تَيْبِكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَزُودِ -

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعر پڑھا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا (ہاں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن رواحہ کے شعر پڑھتے تھے، اور تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جسے تو نے اجرت نہیں دی۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: اور یہ بھی روایت فرمایا کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا گیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کسی کے پیٹ کا پیپ سے بھر جانا بنسبت اشعار سے بھر جانے کے بہتر ہے، تو ام المومنین نے یہاں بھی فرمایا اللہ تعالیٰ ابو ہریرہ پر رحم فرمائے کہ انہیں حدیث کا پہلا حصہ یاد رہا اور آخری حصہ محفوظ نہ رہا (اصل واقعہ یہ تھا) مشرکین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت کیا کرتے اور آپ کے خلاف بدگوئی سے کام لیتے تھے تو اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے کسی کا پیٹ

پیپ سے بھر جاتا تو اس کے لئے بہتر تھا بنسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو اور مذمت والے اشعار سے بھرنے کے اھ، اور یہ اس لئے فرمایا کہ ام المؤمنین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود سنا تھا کہ آپ نے فرمایا بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں یا حکمت والے ہوتے ہیں، اور یہ بھی سنا تھا کہ آپ ابن رواحہ کے اشعار پڑھا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) اور کبھی آپ نے یہ شعر بھی پڑھا ویأتیک بالاخبار من لم تزود یعنی تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جس کو تو نے توشہ نہ دیا، سب کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے، (شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الکراہۃ باب روایۃ الشعرا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ / ۴۰۸، ۴۰۹) (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳ ص ۲۳۷ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک کسی شاعر کے منہ سے نکلی ہوئے بہت سچی بات لبید بن ربیعہ کا یہ شعر ہے کہ سن لو! اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے اور قریب ہے کہ امیہ بن ابوالصلت اسلام لے آئے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
الْثَّوْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ
عُمَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ،
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ
أَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ،
كَلِمَةُ لَبِيدٍ (ابن ربیعہ): أَلَا كُلُّ
شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ، وَكَأَدَّ
أُمِّيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسَلِمَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یہاں کلمہ سے مراد شعر ہے، لبید ابن ربیعہ عامری عرب کے مشہور شاعر ہیں، یہ اپنی قوم بنی جعفر ابن کلاب کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور کے بعد کوفہ میں رہے اس لئے اکتالیس ہجری میں وفات پائی ایک سو چالیس یا ایک سو پچتر سال عمر ہوئی، کوفہ میں ہی مزار ہے، اسلام لا کر کوئی شعر نہ کہا، فرماتے تھے کہ اب مجھے قرآن کریم کی فصاحت کافی ہے یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے اشعار بارگاہ رسالت میں شرف قبول پا گئے تو خود بھی مقبول ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ (مرقات)

یہاں باطل بمعنی فانی ہے اور آیت کریمہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ لِهَذَا بَطْلًا مِّنْ بَاطِلٍ بمعنی بیکار ہے یہ کلام قرآن کریم کے خلاف نہیں لبید کے اشعار یہ ہیں۔

الا كل شئ ما خلا الله باطل

وكل نعيم لا محالة زائل

نعيمك في الدنيا غرور وحسرة

وعيبك في الدنيا محل و باطل

سوى الجنة الفردوس ان نعيمها

يبقى وان الموت لا بد نازل

چونکہ لبید نے یہ کلام زمانہ جاہلیت میں کہا تھا پھر قرآن کریم کی آیت کے مطابق ہوا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ يَا فِرْعَانُ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهًا اس وجہ سے بارگاہ نبوت میں بہت قبول ہوا۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُغَلَّبِيِّ

قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ

قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ

حَضْرَتِ جَنْدَبِ بْنِ سَفْيَانَ بَحْكِي رَضِيَ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک کو ایک پتھر لگا جس

بْنِ قَيْسٍ، عَنْ جُنْدِبِ بْنِ
 سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: أَصَابَ
 حَجْرٌ أَصْبَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَمِيَّتْ، فَقَالَ:
 هَلْ أَنْتِ إِلَّا أَصْبَعُ دَمِيَّتِ وَفِي
 سَبِيلِ اللَّهِ مَا لَقِيَّتِ -

کئی وجہ سے خون جاری ہو گیا تو آپ نے
 فرمایا کہ تو ایک خون آلودہ انگلی ہی تو ہے
 اور تو نے یہ تکلیف اللہ تعالیٰ کے راستے
 میں پائی ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ جنذب ابن عبد اللہ ابن ابوسفیان بجلی صحابی ہیں، زمانہ ابن زبیر
 میں وفات پائی۔

غالباً غزوہ احد تھا اس غزوہ میں آپ کسی نماز کے لیے تشریف لے گئے تب انگلی
 میں چوٹ لگ گئی لہذا یہ حدیث نماز کے جانے کی حدیث کے خلاف نہیں۔
 اے انگلی تو صبر کر صرف تیرا خون ہی نکلا ہے جو معمولی تکلیف ہے جو کچھ تجھے
 تکلیف پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ مالقیث کا ما موصولہ ہے یہ شعر یا تو حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کا اپنا ہے جو بلا قصد شعر گوئی آپ کے منہ سے صادر ہو گیا جیسے قرآن مجید کی بعض
 آیات شعر بن جاتی ہیں جیسے اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْثُرَ يَا جِسْرٌ لَنْ تَنْتَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا يَا
 یہ شعر عبد اللہ ابن رواحہ کا ہے آپ نے وہ پڑھا لہذا حضور انور کا شعر پڑھنا ثابت ہوا
 مگر لہجہ سے یا گنا کر نہیں بقیہ اشعار یہ ہیں۔ شعر

وَمَا بِنَفْسِ اِلَى لَا تَقْتُلِي مَمُوتِ

هَذِهِ حِيَاضُ الْمَوْتِ قَدْ صَبِيَّتِ

وَمَا تَمِيَّتِ فَقَدْ لَقِيَّتِ

اَنْ تَفْعَلِ فَعَلَهَا هَدِيَّتِ

(مرقات) (مراة المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۳)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (مجھ سے) ایک شخص نے پوچھا اسے ابو عمارہ! کیا تم (جنگ حنین) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ نہیں پھیرا بلکہ جلد باز لوگ بھاگ گئے کیونکہ وہ قبیلہ ہوازن کے تیروں کی زد میں آگئے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خچر مبارک پر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے، میں نبی ہوں، اس (قول) میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں حضرت عبدالمطب کا بیٹا (پوتا) ہوں۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، قَالَ: أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ: أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا عَمَّارَةَ؟ فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ مَا وَلِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنْ وَلِيَ سَرَعَانَ النَّاسِ، تَلَقَّوهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعْلَتِهِ، وَأَبُو سُفْيَانَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَخَذَ بِلِجَامِهَا، وَرَسُولُ اللَّهِ يَقُولُ: أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وسیع پتھریلا علاقہ ہے، اس فقیر نے اس میدان کی زیارت کی ہے، فتح مکہ کے بعد یہ غزوہ واقع ہوا قبیلہ

ہوازن سے یہ جنگ ہوئی۔

یہ ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور حضور کے اخیانی بھائی کہ حلیمہ دانی بنت ذویب سعدیہ کا دودھ انہوں نے بھی پیا ہے، بڑے شاعر تھے، زمانہ کفر میں حضور انور کے خلاف انہوں نے بہت اشعار لکھے تھے جن کے جواب حضرت حسان نے دیئے تھے، پھر اللہ نے اسلام کی توفیق دی تو بعد اسلام کبھی حضور کے سامنے سر نہ اٹھایا شرم کی وجہ سے، فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے، حضرت علی مرتضیٰ نے ان سے کہا تھا کہ حضور کے سامنے جا کھڑا ہو اور یہ آیت پڑھو تَاللّٰهُ لَقَدْ اٰتٰرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ چنانچہ انہوں نے یہ ہی کہا، حضور انور نے فرمایا: لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ۔ ۲۰ھ میں وصال ہوا، عقیل ابن ابی طالب کے گھر میں دفن ہوئے حضرت عمر فاروق نے نماز پڑھائی یہ ابوسفیان وہ نہیں جو امیر معاویہ کے والد ہیں وہ تو ابوسفیان ابن حرب ابن صخر اموی ہیں۔ (مرقات)

غزوہ حنین میں اولاد مسلمانوں کو ہزیمت ہو گئی تھی قبیلہ ہوازن و غطفان نے حضور انور کے خچر کو گھیر کر حضور پر حملہ کرنا چاہا تب آپ خچر سے اترے اور تلوار سونت کر یہ فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مؤمن بھی ہیں بہادر بھی آپ کی اولاد بہادری میں مشہور بھی ہے، حضور انور نے ان کے اولاد ہونے پر فخر فرمایا، یہ فخر کفار کے مقابلہ میں اظہار شجاعت کے لیے تھا لہذا بالکل درست تھا۔ مشرک باپ داداؤں پر فخر جائز نہیں اگر عبدالمطلب کافر مشرک ہوتے تو حضور ان کی اولاد ہونے پر فخر نہ فرماتے، از آدم علیہ السلام تا حضرت عبد اللہ حضور کے تمام آباؤ اجداد کفر اور زنا سے محفوظ رہے۔

یعنی حضور کی شجاعت کے جوہر آج دیکھے گئے کہ ایسے نازک موقعہ پر بجائے بھاگنے کے سواری سے اتر کر پیدل ہو لیے تلوار سونت کر ان ہزاروں کے مقابلہ میں

اکیلے آگئے۔ شعر

وہ موقعہ جب فضاء آسمان بھی تھر تھراتی تھی
محمد تھے کہ ان کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی

(مراة السناجح، ج ۶، ص ۷۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی قضا کے لیے مکر مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے آگے آگے حضرت رواحہ یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے۔ اے کفار کی اولاد! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ آج ہم قرآن پاک کے حکم کے مطابق تمہیں ایسی مار دیں گے جو سروں کو اپنے مقام سے جدا کر دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ابن رواحہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور حرم شریف میں تو شعر پڑھتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اسے کہنے دو، بے شک یہ شعر (کافروں کو) تیروں سے بھی زیادہ تیز لگتے ہیں۔

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ، وَابْنُ رَوَاحَةَ يَمْشِي (وَفِي نَسْخَةٍ: يَنْشُدُ) بَيْنَ يَدَيْهِ، وَهُوَ يَقُولُ: خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ صَرَبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيُنْزِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا ابْنَ رَوَاحَةَ، بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي حَرَمِ اللَّهِ تَقُولُ الشِّعْرَ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَلِي عَنْهُ يَا عُمَرُ، فَلَمْ يَهَي

أَسْرَعُ فِيهِمْ، مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ .

شرح حدیث: اچھا شعر پڑھنا اچھا ہے

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: روزِ عمرۃ القضاء جب لشکر ظفر پیکر محبوب اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر اراں جاہ و جلال داخل مکہ ہوا ہے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے آگے رجز کے اشعار سناتے کافروں کے جگہ پر تیر رساتے جا رہے تھے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا کہ اے ابن رواحہ! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے اور اللہ جل جلالہ کے حرم کیں یہ شعر خوانی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھنے دو کہ یہ ان پر تیروں سے زیادہ کارگر ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ارشاد فرمایا: اے عمر! ہم سن رہے ہیں تم بھی خاموش رہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳ ص ۶۷۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:

عنه فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ

کی مبارک مجلس میں سو بار سے بھی زیادہ

حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ:

بیٹھا۔ آپ کے صحابہ کرام (آپ کے

جَالَسْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

سامنے) شعر پڑھتے اور زمانہ جاہلیت کی

وَسَلِمَ، أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ،

باتیں (ایک دوسرے سے) بیان کرتے

وَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُونَ

آپ خاموش بیٹھے رہتے اور کبھی کبھی ان

الشِّعْرَ، وَيَتَذَاكَرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ

کے ساتھ مسکرا دیتے

أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ سَاكِنٌ

وَرُبَّمَا تَبَسَّ مَعَهُمْ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھا رہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں، جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن افضل نہیں کہ اس وقت سجدہ تلاوت نہ کر سکے گا۔ تیسرے یہ کہ نقلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیت اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے۔ چوتھے یہ کہ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سنت صحابہ ہے۔ پانچویں یہ کہ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں، دیکھو حضرات صحابہ کرام اب بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم ان وقت کیسے نا سمجھ تھے اب حضور کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر ہوئی۔ چھٹے یہ کہ حضور انور بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے ان کے ہر کام میں شریک ہو جاتے تھے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۸۲)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 بِنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي عربوں کا بہترین کلام، لبید بن ربیعہ کا یہ
 هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ قول ہے: سن لو! اللہ تعالیٰ کے سوا سب
 وَسَلَّمَ، قَالَ: أَشَعْرُ كَلِمَةٍ کچھ فانی ہے۔
 تَكَلَّمْتُ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةً لَبِيْدٌ:
 أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ

الرحمة الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں ہے: كل شئ ما خال الله باطل -

ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔ (القرآن الکریم ۲۸/۸۸)
صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،
حضور اکرم فرماتے ہیں:

الصدق كلمة الشاعر كلمة لبيد الاكلن شيعي ما خلا الله باطل -

(الجامع الصحیح للبخاری کتاب الادب باب ما يجوز من الشعر والرجز قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۸)
سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ
عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔
کتب کثیرہ مفصلہ، اصحابہ نیز مسند میں ہے سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشهد ان الله لارب غيره

وانك مامون على كل غائب

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصۃ اسلام سواد بن قارب دار الفکر بیروت ۳/۶۰۹)

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور اکرم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع غیوب پر امین ہیں) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳ ص ۶۳۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت عمرو بن شریذ رضی اللہ تعالیٰ

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،

عنہا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ،

انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ رسول اللہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، میں نے آپ کو

الطَّائِفِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ،

امیہ بن صلت کے کلام سے ایک سوشعر

عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنْتُ رَدَفَ

سنائے، جب میں ایک بیت سنا لیتا تو نبی

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

فَأَنْشَدْتُهُ مِائَةَ قَافِيَةٍ مِنْ قَوْلِ
 أُمِّيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ الثَّقَفِيِّ
 كُلَّمَا أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا، قَالَ لِي النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ حَتَّى
 أَنْشَدْتُهُ مِائَةَ يَعْنِي بَيْتًا، فَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ
 كَذَا لَيْسَ لِي.

کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اور سناو یہاں تک
 کہ میں نے سو شعر سنائے (پھر) نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب تھا کہ وہ (امیہ
 بن صلت) ایمان لاتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ عمرو ابن شرید کی کنیت ابو الولید ہے، تابعی ہیں، ثقفی ہیں، طائف
 کے رہنے والے ان کے والد شرید صحابی ہیں۔

اس طرح کہ ایک گھوڑے اونٹ پر آگے حضور انور سوار تھے حضور کے پیچھے میں
 تھا، حضور کی پشت انور سے میرا سینہ مس کرتا تھا بطور شکر یہ اس نعمت کا ذکر فرماتے ہیں
 تاکہ اپنا قرب بیان کریں اور یہ بات میں نے حضور سے بہت قریب سے سنی ہے مجھے
 اس میں تردد شک نہیں۔

امیہ ابن الصلت قبیلہ بنی ثقیف کا ایک شاعر تھا جس نے اسلام کا شروع زمانہ اور
 حضور کی ابتدائی تبلیغ پائی مگر نہ ایمان لایا نہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے دین
 تارک دنیا اور توحیدی تھا، اس کے اشعار توحید والے حضور انور نے سنے فرمایا کہ یہ
 ایمان کے قریب تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کے دل میں کفر تھا مگر زبان پر
 ایمان تھا۔ (مرقات)

ہیہ اصل میں ایہ تھا الف سے بدل دیا گیا اس کے معنی ہیں لاؤ یا اور لاؤ، پہلا
 ہیہ بمعنی لاؤ ہے بعد کے ہیہ بمعنی اور بھی لاؤ سناؤ۔

یہ اشعار حمد الہی، دنیا کی بے وفائی، آخرت کے ثواب و عذاب کے تھے حضور انور نے پسند فرمائے اور بہت سے اشعار سنے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اچھے مضمون کے شعر اچھے ہیں جن احادیث میں اشعار کی برائی آئی ہے وہاں برے مضمون کے اشعار مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعر جانتے تھے اس کی بھلائی برائی سے واقف تھے، آیت کریمہ "وَمَا عَلَّمْنَا الشُّعْرَ" میں یا تو شعر سے مراد ہے جھوٹا کلام یعنی ناول یا علمنا سے مراد ہے ملکہ شعر گوئی یا لہجہ سے شعر پڑھنا کہ حضور انور اس سے پاک تھے۔ تیسرے یہ کہ دوسروں سے شعر پڑھوا کر سننا سنت سے ثابت ہے۔ چوتھے یہ کفار و فساق شاعروں کے اچھے شعر سننا جائز ہیں جب کہ مضمون شعر اچھا ہو۔

یہاں اشعہ میں ہے کہ امیہ ابن صلت اہل کتاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات سننا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ کاش مجھے ان کی زیارت خدمت نصیب ہو جب حضور انور قریش میں نمودار ہوئے تو جل گیا بولا اگر وہ بنی ثقیف سے ہوتے تو میں ایمان لے آتا اسی حسد میں حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، خط میں سب سے پہلے باسبک اللہم لکھنے والا یہ ہی شخص تھا اس سے سیکھ کر قریش یہ لکھنے لگے تھے۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۳)

❖ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَرَارِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَالْبَعْنَى وَاجِدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزُّقَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد میں منبر بچھاتے جس پر کھڑے ہو کر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل فخریہ (کفار سے مدافعت کرتے ہوئے) بیان

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ
 الْحَسَانَ بْنِ ثَابِتٍ مَثْبَرًا فِي
 الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا
 يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ: يُنَافِحُ عَنْ
 رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَيَقُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ حَسَانَ
 بِرُوحِ الْقُدْسِ مَا يُنَافِحُ أَوْ
 يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ حضور کی نعت شریف پڑھنے کے لیے یا مشرکین عرب کی ہجو کرنے
 کے لیے۔ سبحان اللہ! کیا تقدیر ہے حضرت حسان کی کہ حضور انور کی مجلس مبارک میں
 مسجد نبوی شریف میں آپ کو منبر عطا ہو رہا ہے نعت خوانی نعت گوئی اللہ کی رحمت ہے
 بشرطیکہ مقبول ہو۔

یعنی حضور کی تشریف آوری اور خود اپنے کو حضور کی اتباع نصیب ہونے پر فخر
 کرتے تھے۔ شعر

انسانیت کو فخر ہے تیری اذات سے

بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

یا مشرکین سے حضور کا بدلہ لیتے تھے کہ ان کی ہجو کرتے تھے حضور انور کے

فضائل بیان فرماتے تھے، آپ خود سنتے اور لوگوں کو سننے کا حکم دیتے تھے حضرت حسان کو رعائیں دیتے تھے۔

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ جب تک جناب حسان ہماری نعت خوانی کفار کی بھوکرتے ہیں ان کے سر پر حضرت جبریل علیہ السلام کا ہاتھ ہوتا ہے اس ہاتھ کے اثر سے ان کے دل میں اچھے مضامین پیدا ہوتے ہیں اچھے الفاظ سمجھ میں آتے ہیں اچھی طرح اخلاص کے ساتھ ادا ہوتے ہیں یہ سب کچھ حضرت جبریل کی مدد کا نتیجہ ہے۔ خیال رہے کہ دوست چند نوعیتوں کے ہوتے ہیں: اپنا دوست وہ دوست، اپنے دوست کا دوست وہ دوست، دشمن کا دشمن وہ دوست۔ یوں ہی دشمن چند قسم کے ہیں: اپنا دشمن، اپنے دشمن کا دوست، اپنے دشمن کا دشمن۔ حضرت حسان حضور کے دوست حضور کے دوستوں کے دوست اور حضور کے دشمنوں کے دشمن تھے لہذا آپ تینوں قسم کے دوست تھے اس لیے آپ کا یہ درجہ ہوا، چونکہ حضرت جبریل انبیاء کرام پر وحی لاتے رہے اور وحی روح ہے لہذا آپ کا نام روح ہوا، قدس رب تعالیٰ کا نام شریف ہے تو معنی ہوئے کہ رب تعالیٰ کی روح یعنی اس کی پسندیدہ روح۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۶۲۷)

38- بَابُ مَا جَاءَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي السَّرِّ

قصہ گوئی

❖ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ
الْبَزَّازُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ،
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ
عَائِشَةَ، قَالَتْ: حَدَّثَ رَسُولُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ
نے امی ازواج مطہرات کو ایک (عجیب)
قصہ سنایا، ان میں سے ایک بی بی نے
عرض کیا گویا یہ خرافہ کا قصہ نبی کریم
ﷺ نے کیا تم خرافہ کے واقعہ سے

واقف، ہوا پھر خود ہی فرمایا) خرافہ قبیلہ
عذرہ کا ایک شخص تھا جس زمانہ جاہلیت میں
جنات نے قید کر لیا، وہ ان میں کافی مدت
ٹھہرا رہا پھر انسانوں میں واپس آیا اور وہ
تمام عجائبات لوگوں کو سنائے جو اس نے
جنوں میں دیکھے، پھر لوگ دہر عجیب بات
کو، کہتے یہ تو خرافہ کی بات ہے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذَاتِ
لَيْلَةٍ نِسَاءَهُ حَدِيثًا، فَقَالَتْ
امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: كَأَنَّ الْحَدِيثَ
حَدِيثُ خُرَافَةٍ، فَقَالَ: أَتَدْرُونَ
مَا خُرَافَةٌ؟ إِنَّ خُرَافَةً كَانَ رَجُلًا
مِنْ عُدَّةِ أَسْرَتِهِ الْجِنُّ فِي
الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَفَّ فِيهِمْ دَهْرًا،
ثُمَّ رَكَّوهُ إِلَى الْإِنْسِ، فَكَانَ
يُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا رَأَى فِيهِمْ
مِنَ الْأَعَاجِيبِ، فَقَالَ النَّاسُ:
حَدِيثُ خُرَافَةٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا فرماتی ہیں گیارہ عورتوں نے مل بیٹھ کر
آپس میں پختہ معاہدہ کیا کہ وہ اپنے
خاوندوں کے حالات (ایک دوسرے
سے) نہیں چھپائیں گے، حضرت عائشہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا پہلی عورت
نے کہا کہ میرا خاوند دشوار گزار پہاڑی پر
دبے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے، نہ تو
پہاڑ اتنا آسان ہے کہ اس پر چڑھا جاسکتے
اور ہی وہ گوشت اتنا موٹا ہے کہ محنت سے

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:
حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ
هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَخِيهِ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ
عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَلَسْتُ إِحْدَى
عَشْرَةَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ
وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ
أَخْبَارِ أَرْوَاجِهِنَّ شَيْئًا، فَقَالَتْ
الْأُولَى: زَوْجِي لَحْمٌ جَمَلِي غَيْظٌ عَلَى
رَأْسِ جَبَلٍ وَعَرِيٌّ لَا سَهْلَ

فِيْرَتَقِيْ، وَلَا سَمِيْنٌ فَيُنْتَقَلُ
 قَالَتِ الثَّانِيَّةُ: زَوْجِي لَا أَبْتُ
 خَبْرَهُ، إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَذْرَهُ، إِنْ
 أَذْكُرُهُ أَذْكُرُ عَجْرَهُ، وَبُجْرَهُ قَالَتِ
 الثَّلَاثَةُ: زَوْجِي الْعَشْتَقُ، إِنْ
 أَنْطِقُ أُطَلِّقُ، وَإِنْ أَسْكُتُ أُعَلِّقُ
 قَالَتِ الرَّابِعَةُ: زَوْجِي كَلِيْلٌ
 يِّيْهَامَةٌ، لَا حَرَّ، وَلَا قُرَّ، وَلَا مَخَافَةَ
 ، وَلَا سَامَةَ قَالَتِ الْخَامِسَةُ :
 زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فِهْدًا، وَإِنْ خَرَجَ
 أَسَدًا، وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهْدًا قَالَتِ
 السَّادِسَةُ : زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفًّا،
 وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ، وَإِنْ اضْطَجَعَ
 التَّفَّ، وَلَا يُوجِبُ الكَّفَّ، لِيَعْلَمَ
 الْبَيْتُ قَالَتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِي
 عَيَايَاهُ، أَوْ غَيَايَاهُ طَبَاقًا، كُلُّ
 دَائِهِ لَهُ دَاءٌ، شَجَّكَ، أَوْ فَلَكَ، أَوْ جَمَعَ
 كُلًّا لَكَ قَالَتِ الثَّمَانِيَّةُ: زَوْجِي
 النَّسُّ، مَسُّ الرُّبِّ وَالرِّيحِ، رِيْحُ
 زَوْجِي قَالَتِ الثَّاسِعَةُ: زَوْجِي
 رَفِيْعُ الْعِبَادِ، طَوِيْلُ التَّجَادِ

لایا جائے (یعنی میرا خاوندنا کارہ ہے)
 دوسری عورت نے کہا میرا خاوند (ایسا
 ہے) کہ میں اس کا حال ظاہر نہیں کر سکتی
 مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اسے چھوڑ ہی نہ
 دوں۔ اگر میں اس کا حال بیان کروں تو
 تمام عیوب بیان کروں گی (یعنی میرے
 خاوند کے حالات ناقابل بیان ہیں)
 تیسری عورت نے کہا کہ میرا خاوند (بے
 تکا) لمبا ہے، اگر اس میں کچھ کہوں تو
 (مجھے طلاق دے دی جاتی ہے اور اگر
 خاموش رہوں تو لٹکانی جاتی ہوں یعنی کسی
 طرح کی نہیں رہتی) چوتھی عورت نے کہا
 میرا خاوند مکہ مکرمہ کی رات کی طرح ہے نہ
 گرم نہ سرد نہ خوف اور نہ رنج (یعنی مریا
 خاوند معتدل مزاج ہے۔) پانچویں عورت
 نے کہا میرا خاوند گھرا آئے تو چیتا باہر جائے
 تو شیر ہے، وہ گھریلو معاملات کی تحقیق
 نہیں کرتا۔ چھٹی عورت نے کہا میرا خاوند
 جب کھانا کھاتا تو سب کچھ سمیٹ لیتا ہے،
 پانی پے تو سب چڑھا لیتا ہے، جب لیتا
 ہے تو کپڑا خوب لپیٹ لیتا ہے اور میرے

کپڑے میں ہاتھ ڈال کر (میرے) رنج و راحت کو معلوم نہیں کرتا (یعنی لا پرواہ ہے) ساتویں عورت نے کہا میرا خاوند ست ہے (یا اس عورت نے کہا) ناکارہ بیوقوف ہے، وہ ہر بیماری میں مبتلا ہے، تجھے زخمی کر دے یا تیری ہڈی توڑ دے یا تیرے لیے دونوں جمع کر دے (یعنی وہ بیوقوف اور ناکارہ شخص ہے) آٹھویں عورت نے کہا میرے خاوند کو ہاتھ لگانا خرگوش کو ہاتھ لگانے کے برابر ہے (نہایت ملائم بدن والا ہے) اور وہ زعفران کی طرح خوشبودار ہے، نویں عورت نے کہا میرا خاوند اونچے ستونوں والا (عالی نسب) بہت بڑی راکھ والا (سخی) لمبے پرتلے والا (دراز قد) اور اس کا گھر مشورہ گاہ کے قریب ہے (یعنی معتبر آدمی ہے) دسویں عورت نے کہا میرے خاوند کا نام مالک ہے اور کیسا مالک؟ وہ مالک اس (نویں عورت کے خاوند) سے بہتر ہے، وہ اونٹوں اکثر باڑے میں رہتے ہیں اور بہت کم چراگاہ میں جاتے ہیں۔

عَظِيمُ الرَّمَادِ قَرِيبُ الْبَيْتِ
مِنَ النَّادِ قَالَتِ الْعَاشِرَةُ: زَوْجِي
مَالِكٌ، وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ
ذَلِكَ لَهُ اِبْلٌ كَثِيْرَاتُ الْمَبَارِكِ،
قَلِيْلَاتُ الْمَسَارِحِ، اِذَا سَمِعَنَ
صَوْتَ الْبِزْهْرِ، اَيَقَنَّ اَتَهَنَّ
هَوَالِكَ قَالَتِ الْحَادِيْةُ عَشْرَةَ:
زَوْجِي اَبُو زَرْعٍ وَمَا اَبُو زَرْعٍ
اَنْتَ مِنْ حَلِيٍّ اُذْنِيْ، وَمَلَأَ مِنْ
مَنْعِمِ عَضْدَانِيْ، وَبَجَحِيْ، فَبَجَحَتْ
اِلَى نَفْسِيْ، وَجَدَنِيْ فِي اَهْلِيْ
غَنِيْمَةً بِشَقِيٍّ فَبَجَلَنِيْ فِي اَهْلِيْ
صَهِيْلِيْ، وَاَطِيْبِيْ وَدَائِيْسِيْ وَمُنْتَقِيْ،
فَعِنْدَهُ اَقْوَلٌ، فَلَا اُقْبَحُ، وَاَرْقُدُ،
فَاَتَصَبِّحُ، وَاَشْرَبُ، فَاَتَقَبِّحُ، اُمُّ
اَبِيْ زَرْعٍ فَمَا اُمُّ اَبِيْ زَرْعٍ
عُكُوْمَهَا زِدَاخٌ، وَبَيْنَهَا فَسَاخٌ،
اِبْنُ اَبِيْ زَرْعٍ، فَمَا اِبْنُ اَبِيْ زَرْعٍ
مَضْبَعُهُ كَبْسَلِيٌّ مَسْطَبِيٌّ
وَلَشِبْعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ، بِنْتُ اَبِيْ
زَرْعٍ، فَمَا بِنْتُ اَبِيْ زَرْعٍ، طَوْعٌ

أَبِيهَا وَطَوَّعُ أُمِّهَا، مِلٌّ كِسَائِبًا،
 وَغَيْظٌ جَارِيهَا، جَارِيَةٌ أَبِي زَرْعٍ،
 فَمَا جَارِيَةٌ أَبِي زَرْعٍ، لَا تَبْتُ
 حَدِيثَنَا تَبِيثًا، وَلَا تُنْقِثُ
 مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا، وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا
 تَعْشِيشًا، قَالَتْ: خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ،
 وَالْأَوْطَابُ مُتَّخِضٌ، فَلَقِيَ امْرَأَةً
 مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا، كَالْفَهْدَيْنِ،
 يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا
 بِرُمَّانَتَيْنِ، فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا،
 فَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا، رَكِبَ
 سَرِيًّا، وَأَخَذَ خَطِيئًا، وَأَرَاخَ عَلَيَّ
 نَعْمًا قَرِيًّا، وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ
 رَائِحَةٍ رَوْجًا، وَقَالَ: كُلِّي أُمَّ
 زَرْعٍ، وَمِيرِي أَهْلِكَ، فَلَوْ جَمَعْتُ
 كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ، مَا بَلَغَ أَصْغَرَ
 آيَةِ أَبِي زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ:
 فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُنْتُ لَكَ كَأَبِي
 زَرْعٍ لِأَقْرَبِ زَرْعٍ

جب وہ (اونٹ) گانے بجانے کی آواز
 سنتے ہیں (مہمانوں کے استقبال سے کہنا یہ
 ہے۔) تو اپنے ذبح ہونے کا یقین کر لیتے
 ہیں (یعنی یہ شخص امیر بھی ہے اور مہمان
 نواز بھی) گیارہویں عورت نے کہا کہ میرا
 خاوند ابو زرع ہے اور ابو زرع کیسا ہے؟
 اس نے زیوازت سے میرے کان ہلا
 دیے اور چربی سے میرے بازو بھر دیے
 (خوب کھلایا پلایا) اس نے مجھے خوش
 ہوئی، اس نے مجھے تھوڑی سی بکریوں
 والوں (غریب خاندان) میں پایا تو مجھ
 امیروں میں لے آیا جہاں اونٹوں اور
 گھوڑوں کی آوازیں آتی ہیں اور گانے
 والے بیل اور بھوسہ جدا کرنے والے آدمی
 ہیں (یعنی مالدار سسرال) میں بات کرتی
 ہوں تو برا نہیں منایا جاتا، جب میں سوتی
 ہوں تو صبح تک سوتی رہتی ہوں اور بیٹی
 ہوں تو سیراب ہو کر بیٹی ہوں، ابو زرع کی
 ماں بھی کیسی (باکمال) عورت ہے، اس
 کے برتن بڑے بڑے ہیں اور اس کا گھر
 کشادہ ہے۔ ابو زرع کے بیٹے کی شان بھی

عجیب ہے، اس کا پہلو کھجور کی بے پھل ٹہنی
 کی طرح ہے اور اسے بکری کے بچے کا
 صرف ایک بازو سیر کر دیتا ہے۔ ابو زرع
 کی بیٹی بھی کیا ہی (لائق تعریف) ہے،
 ماں باپ کی فرمانبردار اور چادر کو بھرنے
 والی ہے (موٹی تازی) اور اپنی ہمسایہ
 عورت (سوکن) کو جلانے والی ہے۔
 ابو زرع کی لونڈی بھی کیا ہی (قابل
 ستائش) ہے نہ ہمارے راز ظاہر کرتی ہے
 نہ ہمارا غلہ چوری کرتی ہے اور نہ ہم
 ہمارے گھر کو کوڑے کرکٹ سے بھرتی
 ہے، ام زرع نے کہا کہ ابو زرع گھر سے
 نکلا، اس وقت دودھ کی مشکیں بلوئی جا رہی
 تھیں (یعنی دودھ سے مکھن نکالا جا رہا تھا)
 اس نے ایک عورت سے ملاقات کی جس
 کے ساتھ (اس کے) چیتے کی طرح دو بچے
 اس کے پہلو میں دو اناروں سے کھیل رہے
 تھے۔ (اس کے بعد) ابو زرع نے مجھے
 طلاق دے دی اور (پھر) میں نے بھی
 ایک ایسے سردار سے شادی کر لی جو
 گھوڑے پر سوار ہوتا، ہاتھ میں خطی نیزہ

ہوتا (مقام خط، جو بحرین کی بندرگاہ کے پاس ہے کانیزہ خطی کہلاتا ہے۔) اور سہ پہر چوپائے لے آتا، اس نے مجھے ان چوپایوں میں سے ایک جوڑا دیا اور کہا اے ام زرع! تو خود بھی کھا اور اپنے اقارب کو بھی غلہ دے (اس کے باوجود) اگر میں اس کے دیے ہوئے تمام عطیات جمع کروں تو بھی ابو زرع کے چھوٹے سے چھوٹے برتن کے برابر نہ ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! میں تیرے لیے ایسا ہوں جیسا ابو زرع، ام زرع کے لیے تھا (یعنی نہایت شفیق اور مہربان)۔

شرح حدیث: گھر والوں کی دل جوئی

کبھی کبھی اپنے گھر والوں کا دل بہلانے کے لئے آپ ﷺ کہانی سنایا بھی کرتے تھے اور کہانی سننا بھی کرتے جیسا کہ ام زرع کا واقعہ۔ ایک دفعہ دوران گفتگو خرافہ کا نام آیا۔ پوچھا خرافہ کو جانتی ہو کون تھا؟ قبیلہ عذرہ کا ایک آدمی تھا۔ اس کو جن اٹھا کر لے گئے۔ وہاں اس نے جو بڑے بڑے عجائبات دیکھے تھے واپس آ کر ان کو لوگوں سے بیان کرتا تھا۔ اس بناء پر جب کوئی عجیب بات اب لوگ سنتے ہیں تو کہتے ہیں یہ تو خرافہ کی بات ہے۔

دل خوش کرنے کی فضیلت

مسلمان کا دل خوش کرنا بھی بہت بڑے ثواب کا کام ہے چنانچہ شہنشاہِ خوشِ نِصَال، پیکرِ حُسن و جمال، دافعِ رنج و ملال، صاحبِ جود و نوال، رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال، محبوبِ ذوالجلال عَزَّ وَجَلَّ وَ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ كَالِه و سلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جو شخص کسی مومن کے دل میں خوشی داخل کرتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اُس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت اور توحید بیان کرتا ہے۔ جب وہ بندہ اپنی قبر میں چلا جاتا ہے تو وہ فرشتہ اس کے پاس آ کر پوچھتا ہے: کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ میں وہ خوشی کی شکل ہوں جسے تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کیا تھا، اب میں تیری وحشت میں تیرا مونس ہوں گا اور سوالات کے جوابات میں ثابت قدم رکھوں گا اور روزِ قیامت میں تیرے پاس آؤں گا اور تیرے لئے تیرے رب عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں سفارش کروں گا اور تجھے جنت میں تیرا ٹھکانا دکھاؤں گا۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۶۶ حدیث ۲۳)

پیارے بھائیو! ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے گھر والوں کا دل خوش کرتے رہیں۔

39- بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ نَوْمِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آرام فرمانا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر مبارک پر تشریف

لیجاتے تو دائیں ہتھیلی کو دائیں رخسار

مبارک کے نیچے رکھتے اور (بارگاہ الہی

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ

مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

يَزِيدَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، أَنَّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى تَحْتَ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ، وَقَالَ: رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

(میں) عرض کرتے اے رب! مجھے (اس دن کے) عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔

شرح حدیث: ذکر الہی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ہر گھڑی ہر لمحہ ذکر الہی میں مصروف رہتے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، تحت الباب حل یتبع المؤمن... الخ، ج ۱، ص ۲۲۹)

اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سواری سے اترتے، سفر میں جاتے، سفر سے واپس ہوتے، بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے، مسجد میں آتے جاتے، جنگ کے وقت، آمدگی، بارش، بجلی کڑکتے وقت، ہر وقت ہر حال میں دعائیں و روزبان رہتی تھیں۔ خوشی اور غمی کے اوقات میں، صبح صادق طلوع ہونے کے وقت، غروب آفتاب کے وقت، مرغ کی آواز سن کر، گدھے کی آواز سن کر، غرض کون سا ایسا موقع تھا کہ آپ کوئی دعا نہ پڑھتے دن ہی میں نہیں بلکہ رات کے سناٹوں میں بھی برابر دعا خوانی اور ذکر الہی میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بوقت وفات بھی جو فقرہ بار بار روزبان رہا وہ **اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى** دعا تھی۔ (صحاح ستہ و حسن حصین وغیرہ کتب احادیث)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو دعا

بن عمیر، عن ربیع بن حراش، عن حذیفہ، قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا أوی إلى فراشه، قال: اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا، وَإِذَا اسْتَيْقَظَ، قَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ.

مانگتے کہ اے اللہ! مجھے تیرے ہی نام سے موت آئے گی اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے تمام تعریفیں اللہ کو سزاوار ہیں جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف جانا ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا بستر شریف قبر کے رُخ بچھایا جاتا ہے کہ قبلہ کے داہنے سر مبارک ہوتا اور قبلہ کے بائیں پاؤں شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی کروٹ پر لیٹتے، داہنا ہاتھ داہنے رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے۔ قبر میں میت کی ہیئت بھی یہ ہی ہوتی ہے، چونکہ نیند موت کا نمونہ ہے اسی لیے حضور علیہ السلام کا بستر قبر کے نمونہ کا ہوتا تھا تاکہ لیٹنے کے وقت موت یاد آئے کہ کبھی قبر میں بھی لیٹنا ہے۔

یہاں موت و زندگی سے مراد سونا جا گنا ہے، رب تعالیٰ کا نام شریف ممیت بھی ہے اور محی بھی یعنی ممیت کے نام پر مروں گا اور محی کے نام پر جیوں گا یعنی بیدار ہوں گا کہ میرے یہ دو حال تیرے ان دو ناموں کا مظہر ہیں۔ (مرقات)

یعنی یہ جاگنا یہ کل قیامت میں اٹھنے کی دلیل ہے۔ نشور نشر سے بنا بمعنی متفرق ہونا، پھیل جانا، اسی سے انتشار اور منتشر بنا، جاگنے کو نشور اسی لیے کہتے ہیں کہ بندے جاگ کر طلب رزق وغیرہ کے لیے پھیل جاتے ہیں اور بکھر جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ عربی میں نیند، سکون، بے عقلی، جہالت، بھیک مانگنے، گناہ، بڑھاپے، ناگوار حالت جیسے ذلت، فقر وغیرہ کو موت کہہ دیتے ہیں اور ان کے مقابل کو حیات یعنی زندگی، یہاں

موت بمعنی نیند ہے اور احیاء بمعنی بیداری، رب تعالیٰ فرماتا ہے: **أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ** اور فرماتا ہے: **إِنَّكَ لَا تُسَبِّحُ الْمَوْتَىٰ** ان دونوں آیتوں میں موت سے مراد جہالت ہے اور میت سے مراد جاہل و کافر۔ (مرقات و لمعات) (مرآة المناجیح، ج ۴، ص ۲)

❖ **عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ ،** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب رات کو بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو دونوں ہاتھوں کو (دعا کے انداز میں) جمع فرما کر ان میں پھونک مارتے اور سورۃ اخلاص، سورہ قلق، اور سورہ الناس پڑھتے پھر دونوں ہاتھوں کو جہاں تک ممکن ہوتا جسم پر پھیرتے اور ابتدا سرانور، چہرہ مبارکہ اور جسم کے سامنے والے حصے سے کرتے اور تین مرتبہ ایسا کرتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہر رات کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیلوہ میں نہ کرتے تھے، صرف رات کو سوتے وقت کرتے تھے، بستر سے مراد خوابگاہ ہے لہذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کر کے سوتے۔

نفخ اور نفث دونوں کے معنی ہیں پھونکنا مگر نفخ میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفث میں سانس کے ساتھ کچھ لعاب دہن بھی شامل ہوتا ہے۔

یہاں فقراء کی ف ایسی ہے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان: **فَإِذَا مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ**

فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ يَا جِبْرِئِيلُ إِذَا قُتِبْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ لَعْنَىٰ جِبْرِئِيلَ
اور دم کرنا چاہتے تو یہ سورتیں پڑھتے۔ یہ مطلب نہیں کہ دم تو پہلے کر لیتے اور سورتیں بعد
میں پڑھتے لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے ف کے خلاف نہیں بعض نسخوں میں ونفث واو
سے ہے، تب تو بالکل واضح ہے۔

تاکہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل
ہو جائیں، اس سے بزرگوں کا دم درود یا مرض کی جگہ ہاتھ رکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا
ثابت ہوا۔

ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے اس سے آفات سے حفاظت رہتی ہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۳، ص ۳۵۷)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ
كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، نَامَ حَتَّى نَفَخَ، وَكَانَ إِذَا
نَامَ نَفَخَ فَأَتَاهُ بِلَالٌ فَأَذَنَهُ
بِالصَّلَاةِ، فَقَامَ وَصَلَّى وَلَمْ
يَتَوَضَّأْ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام
فرما ہوئے اور آپ معمولی خراٹے لیے اور
(آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ) جب بھی
آرام فرماتے معمولی خراٹے لیتے حضرت
بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر آپ
کو نماز کی خبر دی۔ آپ کھڑے ہوئے اور
نماز ادا فرمائی (حالانکہ) آپ نے وضو
نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں قصہ اور بھی
ہے۔ (نیند سے بیداری کے بعد وضو نہ کرنا
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے
ہے۔ مترجم)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ خراٹے کسی عارضہ یا بیماری کی وجہ سے نہ تھے بلکہ عادت کریمہ تھی خراٹے نیند کامل ہونے کی علامت ہیں۔ خیال رہے کہ یہ خراٹے ایسے سخت نہ تھے کہ دوسروں کو تکلیف ہو بلکہ بہت ہلکے تھے اسی لیے نفلح فرمایا یعنی پھونکنا یا سانس بلند لیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ وجہ ظاہر ہے کہ نیند وضو توڑتی ہے غفلت کی وجہ سے کہ خبر نہیں رہتی ہوا خارج ہوئی یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند غفلت پیدا ہی نہیں کرتی پھر وضو توڑنے کا سوال ہی نہیں، یہ وضو نہ توڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے جیسے شہید کی موت غسل نہیں توڑتی یہ شہید کی خصوصیت ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۲۱)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا أُوِيَ إِلَى فِرَاشِهِ، قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَأَوَانَا، فَكَمْ مَعْنَى لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِي.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو فرماتے تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پانی پلایا ہمیں کافی ہے اور جس نے ٹھکانا دیا کیونکہ (دنیا میں) ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں نہ تو کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ جگہ دینے والا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کفایت سے مراد موذی جانوروں، آفتوں، بلاؤں سے محفوظ رکھنا، بچانا، حاجات پوری فرمانا۔ پناہ دینے سے مراد ہے رہنے کے لیے گھر دینا، سردی

گرمی سے بچنے کو بستر وغیرہ عطا فرمانا۔

چنانچہ کفار کو رب تعالیٰ نے نفس، شیطان کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا، اب وہ ہر طرح ان کے بس میں ہیں، اسی طرح بعض وہ مساکین ہیں جن کے پاس نہ در ہے نہ بستر، ایمان نفس و شیطان سے امان ہے، مکان و بستر مصیبتوں سے امان ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو دونوں امان عطا فرمائیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۵)

❖ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الْمَزَنِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ،
عَنْ أَبِي قَتَادَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا عَرَّسَ
بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ،
وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ
فِرَاعَهُ، وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى كَفِّهِ.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب
(سفر پڑاؤ کرتے وقت) رات کو اترتے تو
دائیں پہلو پر لیٹ جاتے اور جب صبح سے
(کچھ وقت) پہلے اترتے تو (دائیں)
کلائی کھڑی کر کے سر مبارک ہتھیلی مبارک
پر رکھ لیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کی حالت میں کسی جگہ اول رات
یا آدمی رات میں اترتے آرام فرماتے تو سونے کی نیت سے لیٹتے تھے داہنی کروٹ پر
داہنی ہتھیلی پر داہنا رخسارہ رکھ کر لیٹتے تھے لیٹنے میں سنت طریقہ یہ ہی ہے۔

یعنی اگر آخری شب میں جب صبح صادق ہونے والی ہوتی آپ آرام کے لیے
اترتے تو اس طریقہ سے لیٹتے تاکہ نیند نہ آ جاوے۔ خیال رہے کہ عرب میں اکثر شب
میں سفر کرتے ہیں دن میں کسی منزل پر آرام کے لیے ٹھہر جاتے ہیں۔

(مراۃ المناجیح، ج ۶، ص ۵۵۳)

40- بَابُ مَا جَاءَ فِي عِبَادَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

عبادت

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو
عَوَانَةَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنِ
الْبُخَيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: صَلَّى
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ،
فَقِيلَ لَهُ: أَتَتَكَلَّفُ هَذَا، وَقَدْ
غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ
وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ
عَبْدًا شَاكِرًا.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز
(تہجد) پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ
کے مبارک قدموں میں ورم آگئے، عرض
کیا گیا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے
ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب آپ
سے پہلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے
ہیں، فرمایا کیا (پھر) میں اللہ کا شکر ادا نہ
کروں؟

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ دراز قیام کے باعث یعنی تہجد میں اتنا دراز قیام فرمایا کہ کھڑے
کھڑے قدم پر ورم آ گیا یہ حدیث شبینہ پڑھنے والوں اور ان صوفیا کی دلیل ہے جو
تمام رات نماز پڑھتے ہیں جیسے حضور غوث پاک اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم
اجمعین ان بزرگوں پر اعتراض نہ کرو۔

یعنی یا حبیب اللہ اتنا لمبا قیام ہم لوگ کریں تو مناسب ہے کہ ہم گنہگار ہیں اللہ
تعالیٰ اس کی برکت سے ہمارے گناہ بخش دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے پھر اتنی مشقت کیوں
اٹھاتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخشنے کی بہت

توجیہیں عرض کی جا چکی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے جو ابھی عرض کی گئی۔
یعنی میری یہ نماز مغفرت کے لیے نہیں بلکہ مغفرت کے شکر یہ کے لیے ہے۔
خیال رہے کہ ہم لوگ عبد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدہ ہیں، ہم لوگ شاکر ہو سکتے ہیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم شکور ہیں یعنی ہر طرح ہر وقت ہر قسم کا اعلیٰ شکر کرنے والے مقبول
بندے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جنت کی لالچ میں عبادت کرنے والے تاجر
ہیں، دوزخ کے خوف سے عبادت کرنے والے عبد ہیں مگر شکر کی عبادت کرنے والے
احرار ہیں۔ (ریح الاربار و مرقاۃ) (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۲۳۹)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ
بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ
بْنُ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو،
عَنْ أَبِي سَلْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،
قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُصَلِّي حَتَّى تَرْمَ
قَدَمَاهُ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ: أَتَفْعَلُ
هَذَا وَقَدْ جَاءَكَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ
خَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ
وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ
عَبْدًا شَكُورًا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز
پڑھتے رہتے یہاں تک کہ آپ کے پاؤں
مبارک سوچ جاتے۔ آپ سے عرض کیا
گیا (یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ایسا
کیوں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ
کے سبب پہلو اور پچھلوں کے گناہ بخش
دیئے۔ آپ نے فرمایا (تو کیا پھر) میں
اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

شرح حدیث: کیا ہم شکر گزار بندے ہیں؟

جب نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کے مجاہدات، کثرت گریہ اور خوف و تضرع کے بارے میں پوچھا جاتا:

یا رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسا کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سبب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے: کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(صحیح البخاری، کتاب التمجید، باب قیام النبی اللیل، الحدیث: ۱۱۳۰، ص ۸۸)

کتنے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ اللہ عزوجل کے اس فرمانِ عالیشان:

وَأَنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ (پ ۱۲، طہ: ۸۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی

اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں بہت بڑی امید دلائی گئی ہے حالانکہ اللہ عزوجل نے

اس میں مغفرت تک رسائی کے لئے چار شرائط عائد کی ہیں جن کے بعد بڑی امید کہاں

باقی رہتی ہے؟ وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) توبہ

(۲) ایمان کامل

(۳) نیک عمل اور

(۴) ہدایت یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا۔

(الرواہ عن اقران الکبار ص ۸۷ مؤلف امام احمد بن حنبلہ الحنفی ۹۷۲ھ)

❖ حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ عُمَانَ بْنِ

عَيْسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرَّمْلِيِّ،

قَالَ: حَدَّثَنَا عَمِي تَيْحِي بْنُ

عَيْسَى الرَّمْلِيُّ، عَنِ الْأَخْمَشِيِّ،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز

(تہجد) میں اتنا بسا قیام فرماتے کہ آپ

کے پاؤں مبارک میں ورم آجاتے۔ آپ

عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ يُصَلِّي حَتَّى تَلْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيَقَالَ لَهُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، تَفْعَلُ هَذَا وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ، قَالَ : أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا .

سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں (سب) کے گناہ بخش دیے آپ نے فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

شرح حدیث: جہنم کی آگ آنسو ہی بجھا سکتے ہیں

حضرت سیدنا عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت عبید بن عمرو صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں کوئی بات بتائیے۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا، ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے، مجھے رخصت دو کہ میں رب تعالیٰ کی عبادت کر لوں۔ تو میں نے عرض کی، مجھے آپ کا رب تعالیٰ کے قریب ہونا اپنی خواہش سے زیادہ عزیز ہے۔ تو آپ اگھر کے ایک کونے میں کھڑے ہو گئے اور رونے لگے۔ پھر وضو کر کے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا تو دوبارہ رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ کی چشمان مبارک سے نکلنے والے آنسو زمین تک جا پہنچے۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو آپ کو روتے دیکھ کر عرض کی، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کیوں روزہ نہیں چلائے؟ تو ارشاد فرمایا، کیا

میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اور مجھے رونے سے کون روک سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے،

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي
خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ لٰهٰذَا بٰطِلًا ۗ سُبْحٰنَكَ
فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(ترجمہ کنز الایمان:) بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے، جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں، اے رب ہمارے تو نے یہ بے کار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (پ ۱۳، ل ۱۹۰، ۱۹۱)

(پھر فرمایا)، اے بلال! جہنم کی آگ کو آنکھ کے آنسو ہی بجھا سکتے ہیں، ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے کہ جو یہ آیت پڑھیں اور اس میں غور نہ کریں۔

(درۃ الناصحین، المجلس الخامس والستون، ص ۲۹۴)

اللہ عزوجل کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رورو کے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا بہا دیئے ہیں

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي
إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ،
قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے)

حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عنه فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام
المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے

وسلم بِاللَّيْلِ ، فَقَالَتْ : كَانَ
يَقَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ ،
فَإِذَا كَانَ مِنَ السَّحْرِ أَوْتَرَ ، ثُمَّ
أَتَى فِرَاشَهُ ، فَإِذَا كَانَ لَهُ حَاجَةٌ
أَلَمَ بِأَهْلِهِ ، فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ
وَوَثَبَ ، فَإِنْ كَانَ جُنُبًا أَفَاضَ
عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ، وَإِلَّا تَوَضَّأَ
وَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ .

فرمایا کہ نبی کریم ﷺ رات کے ابتدائی
حصے میں آرام فرماتے پھر (نماز کے لیے)
کھڑے ہو جاتے اور سحری کے وقت و
ترپڑھ کر بستر مبارک پر تشریف لے جاتے
، اگر آپ کو (صحبت کی) رغبت ہوتی تو
اپنی زوجہ کے پاس تشریف لے جاتے ،
پھر جب اذان سنتے ، فوراً کھڑے ہو
جاتے ، اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل
فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کے لیے
تشریف لے جاتے۔

شرح حدیث: نوافل کا بیان

پیارے بھائیو! نوافل کو نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ یہ فرائض کی کمی پوری کرنے
والے ہیں۔ فرائض بمنزلہ اصل سرمایہ کے ہیں اور نوافل نفع کی طرح ہیں اور سنن
مؤکدہ کو بھی نہ چھوڑے جیسا کہ عرف ہے۔ نہ ہی چاشت کی نماز چھوڑے یہ دو یا چار یا
اس سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح نماز تہجد اور مغرب و عشاء کے درمیانی وقت کو عبادت
کے ساتھ زندہ کرنا نیز صبح کی دو رکعتوں (یعنی سنتوں) کو بھی نہ چھوڑے کیونکہ یہ دو
رکعتیں دُنْیَا وَ مَآئِیْمَا (یعنی دُنْیَا اور جو کچھ اس میں ہے) سے بہتر ہیں۔ ان کا وقت صبح
صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور صبح صادق کی روشنی کناروں میں
پھیلتی ہے نہ کہ لمبائی میں۔ (لبات الاحیاء ص ۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے اپنے شاگرد ابو کریب کو بتایا کہ

❖ حَدَّثَنَا قُسَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح)

وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى
الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ،
عَنْ مَالِكٍ، عَنْ فَخْرَةَ بْنِ
سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ
مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ:
فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ،
وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَوْلِهَا، فَنَامَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ
أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ،
فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ يَمْسُحُ
النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ، ثُمَّ قَرَأَ
الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِيمَ مِنْ
سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى
شَيْءٍ مُعَلِّيٍّ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا،
فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَامَ
يُصَلِّي، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ:
فَقُنْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضِعَ رَسُولُ

ایک دن آپ (حضرت ابن عباس) اپنی
خالہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کے ہاں ٹھہرے، آپ فرماتے
ہیں میں بستر کی چوڑائی کی جانب لیٹ
گیا اور نبی کریم ﷺ لمبائی کی جانب
آرام فرما ہوئے (لیٹتے ہی) حضور اکرم
ﷺ کی آنکھ لگ گئی۔ نصف رات سے
کچھ پہلے یا بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے
چہرے سے نیند (کے اثرات) دور فرمانے
لگے پھر سورہ آل عمران کی آخری دس
آیات پڑھیں، پھر لٹکے ہوئے ایک
مشکیزے سے خوب اچھی طرح وضو فرمایا،
اور نماز شروع کر دی۔ حضرت ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (بھی
اٹھ کر) آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، نبی
کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے
سر پر رکھا اور میرا دایاں کان پکڑ کر
مروڑنا شروع کر دیا، پھر آپ نے کئی مرتبہ
دو دو رکعتیں نماز (تہجد) ادا فرمائی، حضرت
معن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں چھ
مرتبہ، پھر آپ نے وتر پڑھے (آخر دو

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، يَدَهُ
 الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِي
 الْيُمْنَى ، فَفَعَلَهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ،
 ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ
 رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ
 رَكْعَتَيْنِ ، قَالَ مَعْنَى : سِتِّ
 مَرَّاتٍ ثُمَّ أَوْتَرَ ، ثُمَّ اضْطَجَعَ
 حَتَّى جَاءَهُ الْبُؤْدُونَ ، فَقَامَ فَصَلَّى
 رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ، ثُمَّ خَرَجَ
 فَصَلَّى الصُّبْحَ .

رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت ملا کر تین وتر
 پڑھے) اور آرام فرما ہوئے پھر موذن
 کے آنے پر آپ اٹھ کھڑے ہوئے، دو
 ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھیں پھر (مسجد
 میں) تشریف لے گئے اور صبح کی نماز ادا
 فرمائی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یعنی اس دن حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کا وہاں قیام تھا، حضرت ابن عباس کا وہاں آج رات ٹھہرنا بھی اسی نیت سے تھا
 کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے اعمال کا نظارہ کر لیں (واہ رے قسمت
 والو)۔

یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ، یہ وقت بہت برکت والا اور قبولیت دعا والا ہے۔
 بعض روایات میں ہے کہ پانچ آیات پڑھیں إِنَّكَ لَا تُخَلِّفُ الْبَيْعَةَ تَك
 ہو سکتا ہے کہ کبھی آخری سورۃ تک پڑھی ہوں اور کبھی پانچ آیات لہذا احادیث میں
 تعارض نہیں۔

یہ درمیانی وضو کی تفسیر ہے یعنی اگرچہ پانی کم خرچ کیا مگر ہر عضو پر پانی بہہ گیا کوئی
 جگہ خشک نہ رہی۔

کیونکہ مقتدی اگر ایک ہو تو امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو۔ خیال رہے کہ اس گھمانے کی شرح پہلے گزر چکی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے آپ کو اپنے پیچھے سے گھمایا اس طرح کہ آپ کے اس گھومنے میں تین قدم متواتر نہ پڑے لہذا اس پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ نماز میں گھمانا اور گھومنا عمل کثیر ہے اور عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

یہ خرائے کسی عارضہ یا بیماری کی وجہ سے نہ تھے بلکہ عادت کریمہ تھی خرائے نیند کامل ہونے کی علامت ہیں۔ خیال رہے کہ یہ خرائے ایسے سخت نہ تھے کہ دوسروں کو تکلیف ہو بلکہ بہت ہلکے تھے اسی لیے نفل فرمایا یعنی پھونکنا یا سانس بلند لیا۔

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند وضو نہیں توڑتی۔ وجہ ظاہر ہے کہ نیند وضو توڑتی ہے غفلت کی وجہ سے کہ خبر نہیں رہتی ہوا خارج ہوئی یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند غفلت پیدا ہی نہیں کرتی پھر وضو توڑنے کا سوال ہی نہیں، یہ وضو نہ توڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے جیسے شہید کی موت غسل نہیں توڑتی یہ شہید کی خصوصیت ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۴۲۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ

الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ

شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ

اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

شرح حدیث: اس حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے، جیسا کہ محدثین نے

اس حدیث کو تہجد کے باب میں نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مسلم ج ۱ ص ۱۵۲، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۶،

ترمذی ج ۱ ص ۵۸، نسائی ج ۱ ص ۱۵۴، مؤطا امام مالک ص ۴۲)

علامہ شمس الدین کرمانی (شارح بخاری) تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے اور حضرت ابوسلمہ کا مذکورہ بالا سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا

جواب تہجد کے متعلق تھا۔ (الکوکب الدراری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۵۵-۱۵۶)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم گیارہ رکعت (وتر کے ساتھ) پڑھتے تھے وہ تہجد کی نماز تھی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کی نماز پر محمول ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں برابر تھی۔ (مجموعہ فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۵)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ
قَعَادَةَ، عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ
سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ، مَتَّبَعَهُ مِنْ
ذَلِكَ النَّوْمِ، أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ،
صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ
رَكْعَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیند یا اونگھ کے غلبہ کی وجہ سے رات کو نماز (تہجد) نہ پڑھتے تو دن کو بارہ رکعتیں ادا فرماتے۔

شرح حدیث: شب بیداری

رات کی نماز سے تہجد مراد ہے۔ یہ نماز اسلام میں اولاً سب پر فرض رہی، پھر امت سے فرضیت منسوخ ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخر تک رہی۔ (اشعہ) تہجد کم از کم دو رکعتیں ہیں زیادہ سے زیادہ بارہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر آٹھ پڑھتے تھے کبھی

کم و بیش۔ حق یہ ہے کہ تہجد ہمارے لیے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں کوئی نہ پڑھے تو سب تارک سنت ہوئے اور اگر ایک بھی پڑھ لے تو سب بری الذمہ ہوئے۔ تہجد کا وقت رات میں سو کر جاگنے سے شروع ہوتا ہے صبح صادق پر ختم مگر آخری تہائی رات میں پڑھنا بہتر ہے اور قبل تہجد عشا پڑھ کر سونا شرط ہے اور بعد تہجد کچھ سونا یا لیٹ جانا سنت ہے۔ چونکہ یہ بہترین نوافل ہیں اسی لیے ان کا علیحدہ باب ہوا جو شخص تہجد پڑھنا شروع کر دے پھر نہ چھوڑے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔

ضروری مسئلہ: تہجد سے پہلے سو لینا ضروری ہے اگر کوئی بالکل نہ سویا تو اس کے نوافل تہجد نہ ہوں گے۔ جن بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے تیس یا چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی جیسے حضور غوث اعظم یا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما وہ حضرات رات میں اس قدر اونگھ لیتے تھے جس سے تہجد درست ہو جائے لہذا ان بزرگوں پر یہ اعتراض نہیں کہ انہوں نے تہجد کیوں نہ پڑھی حضرت ابوالدرداء، ابوذر غفاری وغیرہم صحابہ جو شب بیدار تھے ان کا بھی یہی عمل تھا۔

(مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۳۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی رات کو بیدار ہو تو وہ ہلکی رکعتوں کے ساتھ اپنی نماز شروع کرے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ،

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ

هَشَامِ بْنِ يَعْنَى ابْنِ حَسَّانَ، عَنْ

مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ

الَّيْلِ فَلْيَفْتَحْ صَلَاتَهُ

بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ امر استجابی ہے لہذا مستحب یہ ہے کہ تہجد سے پہلے دو رکعت تحیۃ الوضوء ملکی مگر کامل پڑھے اور تہجد دراز۔ (مراۃ المناجیح، ج ۲، ص ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ (ح)

وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى، قَالَ:

حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا

مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ،

عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَيْسٍ

بْنَ مَحْرَمَةَ أَخْبَرَهُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ

خَالِدِ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: لَا زُمْقَنَ

صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ، أَوْ

فُسْطَاظَهُ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رُكْعَتَيْنِ

خَفِيفَتَيْنِ، ثُمَّ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ

طَوِيلَتَيْنِ، طَوِيلَتَيْنِ، طَوِيلَتَيْنِ،

ثُمَّ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ وَهْمَا كَوْنَ

اللَّتَيْنِ، قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى

رُكْعَتَيْنِ وَهْمَا كَوْنَ اللَّتَيْنِ

قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ وَهْمَا

كَوْنَ اللَّتَيْنِ، قَبْلَهُمَا، ثُمَّ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ وَهْمَا

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے دل میں

خیال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ضرور

دیکھوں گا، چنانچہ میں آپ کے دروازے

یا خیمے کی چوکھٹ سے تکیہ لگا کر کھڑا ہو گیا

(میں نے کہا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختصر

رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں نہایت طویل

پڑھیں پھر چار مرتبہ دو رکعتیں پڑھیں،

ہر پچھلی دو رکعتیں پہلی دو کی نسبت سے مختصر

ہوئیں، پھر آپ نے وتر پڑھے، اس طرح

یہ تیرہ رکعتیں ہو گئیں۔

كُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ، ثُمَّ صَلَّى
رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا كُونَ اللَّتَيْنِ
قَبْلَهُمَا ، ثُمَّ أَوْتَرَ فَذَلِكَ ثَلَاثَ
عَشْرَةَ رَكْعَةً .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ مشہور صحابی ہیں، مدنی ہیں، آخر میں کوفہ قیام رہا اور وہیں ۸۷ھ میں وفات پائی۔

کہنے سے مراد دل میں سوچنا ہے یا اپنے دوستوں سے کہنا۔ غالباً اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے سے باہر نماز پڑھی ہوگی انہیں دن میں پتہ لگ گیا ہوگا اس لیے یہ ارادہ کیا۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ عالیہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر سویا تا کہ جب آپ یہاں سے گزرے تو انہیں خبر ہو جائے اور ان کے سر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں شریف لگ جائے۔ شعر کافی کشتہ دیدار کو زندہ کرتے بخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے مبارک ہے وہ سر جو ان کی ٹھوکروں میں رہے اس طرح کہ دو ہلکی رکعتیں تہجد الوضو اور بالترتیب آٹھ رکعتیں تہجد اور تین رکعتیں وتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے کبھی کم کبھی زیادہ کیونکہ آپ پر نفس تہجد فرض تھی، رکعتوں کی تعداد میں اختیار تھا جیسے ہم پر نماز میں قرأت فرض ہے مگر آیتوں کی تعداد میں ہمیں اختیار ہے۔ یہ حدیث بھی امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ وتر تین رکعت ہیں ایک سلام سے، اس حدیث کی عبارت ایسی واضح ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ پہلے ذکر ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ بار میں دس رکعتیں پڑھیں تو اب ایک بار میں تین ہی وتر پڑھے۔

یعنی اس روایت میں ہے کہ بہت دراز رکعتیں ایک دفعہ پڑھیں اور اس سے کم چار بار میں آٹھ رکعتیں اس صورت میں تہجد کی رکعتیں دس ہوئیں اور وتر تین تو اب یہ نماز تہجد الوضوء کے علاوہ ۱۳ رکعتیں ہوئیں۔ صاحب مشکوٰۃ کا منشا یہ ہے کہ صاحب مصابیح نے تین بار ذکر کیا حالانکہ ان کتب میں چار بار ہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۴۲۰)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان المبارک کی نماز کے بارے میں پوچھا، ام المؤمنین نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں تیرہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، (پہلے) چار پڑھتے اور تم ان کی عمدگی اور لمبائی کے بارے میں مت پوچھو، پھر چار رکعتیں پڑھتے وہ بھی نہایت عمدہ اور دراز ہوتی تھیں پھر تین رکعتیں پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وتر پڑھنے سے قبل آرام فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے شک میری آنکھیں

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَتْ: مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَزِيدَ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، لَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ، وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، لَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، قَالَتْ: عَائِشَةُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،

أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ: يَا سَوْتِي هِيَ لَيْكِن مِيرَادِلْ نَهِيں سَوْتَا۔
عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنِي تَنَامَانِ، وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے بیشک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا اسے ٹخنیں (بخاری و مسلم) نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور اسے علماء نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے شمار کیا ہے جیسا کہ فتح القدر میں قنیہ سے منقول ہے۔

ف: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔

(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب صلوٰۃ اللیل و عدد رکعات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ باللیل)

قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۴

قلت ای بالنسبة الی الامة والا فالانبياء جميعا كذلك عليهم الصلاة والسلام لحدیث الصحیحین عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلوبهم ا۔ فاندفع ف مانی کشف الرمزان مقتضى كونه من الخصائص ان غيره صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الانبياء عليهم الصلاة والسلام ليس كذلك ا۔ اھ

قلت یعنی امت کے لحاظ سے سرکار کی یہ خصوصیت ہے ورنہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہی وصف ہے اس لئے کہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد

ہے انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتے، تو (خصوصیت بہ نسبت امت مراد لینے سے) وہ شبہ دور ہو گیا جو کشف الرمز میں پیش کیا ہے کہ اس امر کے خصائص سرکار سے ہونے کا معقضا یہ ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ حال نہیں اھ

ف ۱: تطفل على العلامة المقدسی-

(۱) صحیح البخاری کتاب المناقب باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام عینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۴) (کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن انس حدیث ۳۲۲۴۸ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۱ / ۲۷۷) (۲) فتح المعین بحوالہ کشف الرمز کتاب الطہارۃ الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۷۷)

وہل يجوز ان ف ۲ يكون ذلك لاحد من اكابر الامة وراثه منه
صلى الله عليه وسلم قال النبى ملك العلباء بحر العلوم
عبد العلى محمدا رحبه الله تعالى فى الاركان الاربعه ان قال احد
ان كان فى اتباع رسول الله صلى الله عليه وسلم من بلغ رتبة
لا يغفل فى نومہ بقلبه انما تغفل عيناہ بين اتباعه صلى الله
تعالى عليه وسلم كالشيخ الامام محى الدين عبد القادر الجيلانى
قدس ستره وغيره ممن وصل الى هذه الرتبة وان لم يصل مرتبته
رضى الله تعالى عنه لم يكن قوله بعيدا عن الصواب فافهم-

(رسائل الاركان، الرسالة الاولى فى الصلوٰۃ، فصل فى الوضوء، مکتبہ اسلامية کونستہ، ص ۱۸)

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ سرکار اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وارثت کے طور پر ان کی امت کے اکابر میں سے کسی کو یہ وصف مل جائے؟ ملک العلماء، بحر العلوم مولانا عبدالعلی محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ ارکان اربعہ میں لکھتے ہیں: اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلین میں

سے کوئی اس رتبہ کو پہنچ گیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی برکت سے نیند میں اس کا دل غافل نہ ہوتا صرف اس کی آنکھیں غافل ہوتیں، جیسے امام محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اور ان کے علاوہ وہ اکابر جن کا یہ وصف رہا ہو اگرچہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبے تک ان کی رسائی نہ ہو، تو یہ قول حق سے بعید نہ ہوگا، فافہم اھ۔

ف- ۲: ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبدالعلی نے فرمایا کہ اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یہ مرتبہ تھا کہ حضور کا وضو سونے سے نہ جاتا، آنکھیں سوتیں دل بیدار رہتا، اور اکابر اولیاء جو اس مرتبہ تک پہنچے ہوں اگرچہ حضور غوث اعظم کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے تو یہ کہنا حق سے بعید نہ ہوگا، اور مصنف کا حدیث سے اس کی تائید کرنا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱ ص ۵۷۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى،
 قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا
 مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ
 عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ
 يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ
 رَكْعَةً، يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا
 فَرَغَ مِنْهَا، اضْطَجَعَ عَلَى شِقْوِ
 الْأَيْمَنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو
 گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ان
 میں سے ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا
 کرتے (یعنی دو رکعتوں کے ساتھ تیسری
 رکعت ملا کر وتر بناتے، نہ یہ کہ صرف ایک
 رکعت ادا کرتے، جب آپ فارغ ہوتے تو
 دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کی آٹھ رکعت تہجد پڑھتے تھے تین رکعت وتر۔ خیال رہے کہ بغیر عشاء پڑھے تہجد نہیں ہو سکتی۔

اس آخری جملہ سے بہت لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ دو رکعتیں تہجد پڑھی ہر دو رکعت پر سلام اور ایک رکعت وتر پڑھی مگر اس بناء پر یہ روایت ان تمام روایات کے خلاف ہوگی جن میں تین رکعت وتر کی تصریح ہے یا جن میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کی رکعت اول میں سورۃ اعلیٰ پڑھی دوسری میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، تیسری میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ بعض لوگوں نے یہ معنی کیئے کہ تہجد آٹھ رکعتیں پڑھیں اور وتر تین رکعتیں اگر اس طرح کہ وتر کی دو رکعت ایک سلام سے اور ایک رکعت ایک سلام سے مگر یہ معنی ان احادیث کے خلاف ہیں جن میں وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص نماز ایک رکعت والی نماز سے منع فرمایا، ارشاد فرمایا کہ مغرب دن کے وتر ہیں اور وتر رات کے وتر، لہذا اس حدیث کے معنی وہی درست ہیں جو احناف نے کیئے وہ یہ کہ دو دو رکعت پر سلام تو تہجد میں پھیرا اور وتر اس طرح پڑھے کہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملائی جس سے یہ ساری نماز وتر یعنی طاق ہوگئی یعنی برکت کی ب تعدیہ کی نہیں بلکہ استعانت کی ہے اب یہ کسی حدیث سے متعارض نہیں۔

یعنی نماز تہجد کا ہر سجدہ یا وتر کا ہر سجدہ یا تہجد سے فارغ ہو کر شکر کا ایک سجدہ اتنا دراز ادا کرتے کہ تم میں سے کوئی آدمی اتنی دیر میں پچاس آیات تلاوت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کے بعد اس کا شکر یہ ادا کرنا کہ رب نے اس نماز کی توفیق بخشی بہتر ہے۔

جب خوب روشنی ہو جاتی تو سنت فجر ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فجر اجیالے میں پڑھنا سنت ہے اس طرح کہ سنتیں بھی بلکہ اذان فجر بھی اجیالے میں ہو ورنہ ام

المؤمنین تبيين نہ فرمائیں۔

یعنی حضرت بلال جماعت کے وقت در دولت پر حاضر ہو کر عرض کرتے کہ کیا تکبیر کہوں آپ اجازت دیتے تب وہ صف میں پہنچ کر تکبیر شروع کرتے جب سحی علی الفلاح پر پہنچتے تو آپ دروازہ شریف سے مسجد میں داخل ہوتے۔ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ سنت فجر سے بعد واہنی کروٹ پر کچھ دیر لیٹ جانا سنت ہے بشرطیکہ نیند نہ آجائے ورنہ وضو جاتا رہے گا۔ دوسرے یہ کہ سلطان اسلام عالم دین کو اذان کے علاوہ بھی نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔ (مراة المناجیح، ج ۲، ص ۳۱۳)

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا
أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ
إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ
عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُصَلِّي مِنَ
اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو
(کبھی کبھی) نور کعتیں پڑھتے تھے۔

شرح حدیث: تہجد میں اٹھنے کا نسخہ

حضرت سیدنا معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ الغنی اپنی سند کے ساتھ حضرت
سیدنا عمرو بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جس نے سوتے وقت یہ دعا پڑھی:

اللَّهُمَّ امَّنَّا مِنْ مَكْرِكَ وَلَا تُنْسِنَا ذِكْرَكَ وَلَا تَكْشِفْ عَنَّا سِتْرَكَ وَلَا
تَجْعَلْنَا مِنَ الْعَاقِلِينَ، اللَّهُمَّ ابْعَثْنَا فِي أَحَبِّ السَّاعَاتِ إِلَيْكَ حَتَّى
تَذْكُرَكَ فَتَذْكُرَنَا وَنَسْأَلَكَ فَتُعْطِينَا وَنَدْعُوكَ فَتَسْتَجِيبَ لَنَا
وَنَسْتَغْفِرَكَ فَتَغْفِرَ لَنَا۔

یعنی اے اللہ عزَّ وَّجَلَّ! ہمیں اپنی خفیہ تدبیر سے محفوظ فرما، ہمیں اپنا ذکر نہ بھلا، ہمارے گناہوں کو چھپائے رکھ، ہمیں غافلوں میں سے نہ کر، اے اللہ عزَّ وَّجَلَّ! ہمیں اپنے پسندیدہ لمحات میں بیدار فرما کہ ہم تیرا ذکر کریں تو تو ہمارا چرچا کر، ہم تجھ سے سوال کریں تو تو ہمیں عطا کر، ہم تجھ سے دعا کریں تو تو ہماری دعا قبول کر، ہم تجھ سے مغفرت چاہیں تو تو ہمیں بخش دے۔ تو اللہ عزَّ وَّجَلَّ اس کے پاس اپنی پسندیدہ ساعت میں (یعنی تہجد کے وقت) بیدار کرنے کے لئے ایک فرشتہ بھیجتا ہے اگر وہ بیدار ہو جائے تو فیہا (یعنی ٹھیک ہے)، ورنہ وہ فرشتہ آسمان پر چلا جاتا ہے اور دوسرا فرشتہ بھیجا جاتا ہے، وہ بیدار کرتا ہے اگر وہ اٹھ کر نماز ادا کر لے تو فیہا، ورنہ وہ فرشتہ بھی اپنے رفیق کے ساتھ جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ شخص اٹھ کر نماز تہجد پڑھے اور دعا کرے تو اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے اور اگر نماز نہ پڑھے تو بھی اللہ عزَّ وَّجَلَّ اس کے لئے ان ملائکہ کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ (کنز العمال، کتاب المعیشتہ والعبادات قسم الاقوال، باب رابع، فصل اول، الحدیث ۱۹، ج ۱۵، ص ۱۳۹۔ بغیر قلیل)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ
 قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے
 قَالَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو (حضرت حذیفہ نے) ایک رات نبی کریم
 بْنِ مُرَّةَ ، عَنْ أَبِي حَمْرَةَ ، رَجُلٍ مِنَ سَلَّمَ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ، جب آپ
 الْأَنْصَارِ ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي نے نماز پڑھنی شروع کی تو فرمایا اللہ بہت
 عَشِينَ ، عَنْ حُدَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ بڑا ہے جو بادشاہت، حکومت بڑائی اور
 أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بزرگی والا ہے ، پھر آپ نے سورہ بقرہ

وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ، قَالَ: فَلَمَّا
 دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ
 ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبْرُوتِ
 وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعِظَمَةِ، قَالَ: ثُمَّ
 قَرَأَ الْبَقْرَةَ، ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعَهُ نَحْوًا
 مِنْ قِيَامِهِ، وَكَانَ يَقُولُ: سُبْحَانَ
 رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ
 ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا
 مِنْ رُكُوعِهِ، وَكَانَ يَقُولُ: لِرَبِّي
 الْحَمْدُ، لِرَبِّي الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ، فَكَانَ
 سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، وَكَانَ
 يَقُولُ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى، سُبْحَانَ
 رَبِّيَ الْأَعْلَى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَكَانَ
 مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ
 السُّجُودِ، وَكَانَ يَقُولُ: رَبِّ
 اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي حَتَّىٰ قَرَأَ
 الْبَقْرَةَ، وَآلَ عِمْرَانَ، وَالنِّسَاءَ،
 وَالْبَائِدَةَ، أَوْ الْأَنْعَامَ، شُعْبَةُ
 الَّتِي شَكَ فِي الْبَائِدَةَ،
 وَالْأَنْعَامِ.

تلاوت فرمائی اور قیام جتنا رکوع فرمایا۔
 آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے
 تھے، پھر آپ نے سر مبارک اٹھا کر رکوع
 کے برابر قومہ کیا اور ربی الحمد بار بار پڑھا،
 پھر آپ نے قیام جیسا سجدہ کیا، آپ
 سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے،
 پھر سر انور اٹھا کر دونوں سجدوں کے
 درمیان سجدے جیسا جلسہ فرمایا اور آپ
 رب اغفر لی پڑھتے رہے پھر آپ نے
 سورہ بقرہ، آل عمران، النساء، مائدہ یا سورہ
 انعام تلاوت فرمائی، حضرت شعبہ (راوی)
 کو شک ہے کہ سورہ مائدہ تھی یا سورہ
 انعام۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ ملکوت ملک کا مبالغہ ہے اور جبروت جبر کا بمعنی غلبہ۔ اصطلاح میں ظاہری ملک کو ملک کہتے ہیں، باطنی کو ملکوت یعنی باطنی ملک اور پورے غلبہ والا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ملکوت، جبروت، کبریا صرف رب تعالیٰ کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں کسی بندے کے لیے ان کا استعمال جائز نہیں جیسے رحمان وغیرہ۔ (ازمرقاة)

یعنی تکبیر تحریمہ سے پہلے وہ کلمات کہے پھر تکبیر تحریمہ کہی یا تکبیر کے بعد یہ کہے پھر ثنا شروع کی پہلا احتمال قوی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ بقرہ سے مراد پوری سورہ بقرہ ہے یعنی ایک رکعت میں پوری سورہ بقرہ پڑھی، پھر رکوع بھی اس قدر دراز فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہینہ کرنا جائز ہے کیونکہ شہینہ میں ایک رکعت میں ڈیڑھ پارہ آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں ڈھائی پارہ پڑھے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دراز قیام زیادتی سجد سے افضل ہے، یہ ہی امام اعظم کا فرمان ہے۔ یہ حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے جس میں ارشاد ہوا کہ جو تنہا نماز پڑھے وہ جتنی چاہے دراز کرے۔

یعنی دو سجدوں کے درمیان یہ کلمہ بار بار اس قدر پڑھا کہ آپ کا یہ جلسہ سجدے کے قریب دراز ہو گیا، یہ دعا تعلیم امت کے لیے ہے۔

یعنی شعبہ راوی کو اس میں شک ہوا کہ چوتھی رکعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ مائدہ پڑھی یا انعام، اگلی رکعتوں میں تردد نہیں کہ پہلی میں بقرہ دوسری میں آل عمران تیسری میں نساء پڑھی۔ (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۲۲۶)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعِ الْبَصْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی (رات میں کھڑے ہو کر قرآن پاک

إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيِّ،
عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ عَائِشَةَ،
قَالَتْ: قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ
لَيْلَةً.

شرح حدیث: اسلاف کی گریہ زاری

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوسی حضرت سیدنا حارث بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: خداعزَّ وَجَلَّ کی قسم! جب رات کی تاریکی چھا جاتی اور ستارے روشن ہو جاتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مریض کی طرح بے چین و مضطرب ہو جاتے اور غم زدہ انسان کی طرح رونے لگتے۔ گویا میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے سن رہا ہوں کہ اے دنیا! تو کیوں میرا پیچھا کرتی ہے یا مجھ میں دلچسپی کیوں لیتی ہے؟ جا، مجھ سے دور ہو جا، کسی اور کو دھوکا دے، میں تو تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں، اب دوبارہ تجھ سے رجوع نہیں ہو سکتا۔ تیری عمر کم، لذات حقیر اور خطرات زیادہ ہیں۔ ہائے افسوس! زاوِراہ کم، سفر طویل اور راستہ پر خطر ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز فجر پڑھ لیتے تو قرآن حکیم کو (پڑھنے کے لئے) اپنی گود میں رکھ لیتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسوؤں سے داڑھی شریف تر ہو جاتی پھر جب کسی آیت خوف کی تلاوت فرماتے تو بار بار اس کو دہراتے رہتے اور بہت زیادہ رونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس آیت سے آگے نہ بڑھ سکتے اور طلوع آفتاب تک یہی کیفیت رہتی۔ سُبْحَانَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ! اُن نورانی چہروں کو دیکھنے کا کتنا شوق ہے؟ اُن کی باتیں سن کر کتنی خوشی ہوتی ہے؟ اور ان کی نشانیاں مٹ جانے پر کس قدر غم ہوتا ہے؟

حضرت سیدنا یزید بن خوشب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیدنا حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر خوف کھانے والا کوئی نہیں دیکھا گویا جہنم ان ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب موت کو یاد کرتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن کے جوڑ لرنے لگ جاتے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۹۹۵، عمر بن عبدالعزیز، ج ۵، ص ۳۱۱۔ حلیۃ

الاولیاء، عمر بن عبدالعزیز، الحدیث ۳۵۲، ج ۵، ص ۳۴۹)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى هَمَّتُ بِأَمْرٍ سَوْءٍ قِيلَ لَهُ: وَمَا هَمَّتَ بِهِ؟ قَالَ: هَمَّتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَدْعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی، آپ نے اتنا لمبا قیام فرمایا کہ میں نے ایک نامناسب ارادہ کر لیا۔ پوچھا گیا آپ نے کیا ارادہ فرمایا؟ آپ نے جواب دیا میں نے ارادہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں اور خود بیٹھ جاؤں۔

شرح حدیث: ادب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ جب نماز کا وقت ہوا موزن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

پوچھا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے تاکہ میں اقامت کہوں، فرمایا: ہاں! اور انہوں نے امامت کی، اس عرصہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صف میں قیام فرمایا، جب نمازیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو تصفیق کی (بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں اس طرح مارنا کہ آواز پیدا ہو، تصفیق کہلاتا ہے۔) اس غرض سے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں کیونکہ ان کی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف توجہ نہ کرتے تھے جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصفیق کی آواز سنی تو گوشہ چشم سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں، لہذا پیچھے ہٹنے کا قصد کیا اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ پر قائم رہو، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اس نوازش پر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے امامت کا حکم فرمایا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ کر صف میں کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ابو بکر! جب میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! ابو قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب من دخل لیوم الناس... الخ، الحدیث ۶۸۳، ج ۱، ص ۲۴۴)

یعنی تمام ہی صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس قدر تعظیم کیا کرتے جس کی مثال کہیں اور ملنا مشکل بلکہ نہ ممکن ہے اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بیٹھ جانے کو برا ارادہ فرمایا۔

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
الأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ، عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی)

قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي
النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ
عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا، فَيَقْرَأُ
وَهُوَ جَالِسٌ، فَإِذَا بَقِيَ مِنْ
قِرَائَتِهِ قَدْرٌ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ
أَرْبَعِينَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ
قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ صَنَعَ
فِي الرَّكْعَةِ الْغَايِبَةِ مِثْلَ ذَلِكَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر حیات شریف کا ذکر ہے جب آپ
پر ضعف غالب ہو گیا تھا تہجد میں دراز قرأت کرنا چاہتے تھے مگر دراز قیام پر قوت نہ تھی
اس لیے یہ عمل فرماتے۔ خیال رہے کہ نفل بیٹھ کر شروع کرنا اور کھڑے ہو کر رکوع سجود
کرنا تمام کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اسی حدیث کی وجہ سے مگر اس کے برعکس
یعنی کھڑے ہو کر شروع کرنا پھر بلا عذر بیٹھ جانا یہ امام اعظم کے نزدیک بلا کراہت جائز
ہے، صاحبین کے ہاں مکروہ۔ (کتاب فقہ و مرآة) (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۵۱۹)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ:
حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّادُ، عَنْ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ
عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے بارے میں
پوچھا انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صلى الله عليه وسلم، عَنْ تَطْوَعِهِ، فَقَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا، وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا، فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ، وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ۔

کبھی تو شب کا طویل حصہ کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے اور کبھی اتنا ہی وقت بیٹھ کر، جب آپ کھڑے کھڑے قرأت فرماتے تو اس کی صورت میں رکوع اور سجدہ کے لیے بھی جاتے اور جب بیٹھ کر قرأت فرماتے تو رکوع و سجدہ بھی اسی انداز سے کرتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ آپ مشہور تابعی ہیں بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے، ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔

یعنی تہجد کے نوافل بہت دراز پڑھتے تھے، بعض نفل کھڑے ہو کر بہت دراز پڑھتے اور بعض نفل بہت دیر تک بیٹھ کر پڑھتے۔

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد تین طرح کی ہوتی تھی، پوری رکعت کھڑے ہو کر یعنی قرأت بھی کھڑے ہو کر اور رکوع و سجدہ بھی کھڑے سے ہی کرتے، پوری رکعت بیٹھ کر اور رکوع و سجدہ بھی بیٹھے ہی سے، بعض رکعت بیٹھ کر اور بعض کھڑے ہو کر یعنی اولاً بیٹھ کر نماز شروع کی پھر کچھ قرأت کر کے کھڑے ہو گئے پھر قرأت کی پھر رکوع یہ کبھی نہ کرتے کہ پوری قرأت بیٹھ کر کرتے پھر صرف رکوع کے لیے کھڑے ہوتے کہ کھڑے ہوتے ہی رکوع میں چلے جاتے، ام المؤمنین یہی فرما رہی ہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رکعت میں بہت دیر تک بیٹھے قرأت کرتے تھے بہت دیر تک کھڑے ہو کر پھر رکوع۔ (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۳۸۶)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ

الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ، عَنِ حَفْصَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا، وَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ وَيُرْتِّلُهَا، حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا.

تعالیٰ عنہا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ) فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے اور کوئی سورت نہایت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے یہاں تک کہ وہ سورت اپنے سے لمبی سورتوں سے بھی بڑھ جاتی (یعنی خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کی وجہ سے)۔

شرح حدیث: قرآن پڑھنے والا

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیوں کے سلطان، رحمت عالمیان، سرور دو جہان، محبوب رحمن عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجات طے کرتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا تو جہاں آخری آیت پڑھے گا وہیں تیرا ٹھکانا ہوگا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الوتر، باب استحباب الترتیل فی القراءة، حدیث ۱۴۶۴، ج ۲، ص ۱۰۴)

پیارے بھائیو! حضرت سیدنا ابوسلمیمان خطابی علیہ رحمۃ اللعنی "معالم السنن"،

میں فرماتے ہیں کہ روایات میں آیا ہے کہ قرآن کی آیتوں کی تعداد جنت کے درجات

کے برابر ہے لہذا قاری سے کہا جائے گا کہ تو جتنی آیتیں پڑھ سکتا ہے اتنے درجے طے

کرتا جا تو جو اس وقت پورا قرآن پاک پڑھ لے گا وہ جنت کے انتہائی درجے کو پالے گا

اور جس نے قرآن کا کوئی جُز پڑھا تو اُس کے ثواب کی انتہاء قراءت کی انتہاء تک ہوگی۔

❖ **أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا يَمُتُ، حَتَّى كَانَ أَكْثَرَ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ۔** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ آخری زمانہ میں (نفل نماز) اکثر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آخر عمر شریف میں ضعف کا غلبہ جسم کی فریبی کی وجہ سے تہجد کی اکثر رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور کم رکعتیں کھڑے ہو کر لیکن آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی دگنا ثواب ملتا ہے۔ خیال رہے کہ جس حدیث میں موٹاپے کی برائی آئی ہے وہاں وہ موٹا پامراد ہے جو حرام خوری اور آرام طلبی کی وجہ سے ہو، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ جو عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے اسے قیام ہی کا ثواب ملتا ہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۲۲۲)

❖ **عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ۔** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ آپ کے کاشانہ مبارک میں دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعتیں عشاء کے بعد پڑھیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی میں نے مغرب و عشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے، چونکہ وہ آپ کی ہم شیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

(مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۳۸۴)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَبِيحٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ
إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ،
عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ:
حَدَّثَنِي حَفْصَةُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ
يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ
وَيُعَادِي الْمُعَادِي، قَالَ أَيُّوبُ:
وَأَرَاهُ، قَالَ: خَفِيفَتَيْنِ.

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ
عنها فرماتی ہیں کہ جب صبح ہوتی اور موذن
اذان دیتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں
(سنت فجر) پڑھتے۔ ایوب (راوی)
کہتے ہیں کہ میرے خیال میں حضرت نافع
نے خفیفین (ہلکی سی) بھی کہا ہے۔

شرح حدیث: فجر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ
تاجدار رسالت، شہنشاہ نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ
العزت، محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”فجر کی دو رکعتیں دنیا اور
جو کچھ اس دنیا میں ہے، سب سے بہتر ہیں“۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ دو رکعتیں
مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ السافرین و قصرھا، باب استحباب رکعتی صلوٰۃ الفجر الخ، رقم ۷۲۵، ص ۳۶۵)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ
الْفَزَارِيُّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ
عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنِ ابْنِ
عُمَرَ، قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَمَانِي
رَكَعَاتٍ: رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ،
وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَهَا، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ
المَغْرِبِ، وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ العِشَاءِ،
قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَحَدَّثَنِي حَفْصَةُ
بِرَكَعَتِي الغَدَاةِ، وَلَمْ أَكُنْ
أَرَاهُمَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ.

فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کی
نماز) سے یاد ہے کہ آپ آٹھ رکعتیں
پڑھا کرتے تھے، دو رکعتیں ظہر سے پہلے
اور دو بعد میں، دو رکعتیں مغرب کے بعد
اور دو رکعتیں عشاء کے بعد۔ حضرت ابن
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ
سے حضرت حفصہ (آپ کی ہمشیرہ) رضی
اللہ تعالیٰ عنہا نے صبح کی دو رکعتیں بھی
بیان کیں لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہاں ساتھ پڑھنے سے مراد جماعت سے پڑھنا نہیں کیونکہ سوائے
تراویح باقی سنن کی جماعت مکروہ ہے بلکہ ہمراہی میں پڑھنا مراد ہے یعنی میں نے بھی
پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جیسے رب بقیوں کا قول یوں نقل فرماتا ہے:
أَسَلْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی نے ظہر سے پہلے دو سنتیں مؤکدہ
مانیں، ہمارے ہاں مؤکدہ چار ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں ہے یہاں تھیجۃ المسجد
کے نقل مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت ظہر کھر میں ادا کر کے تشریف لاتے
تھے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کی روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے
چار سنتیں بھی نہ چھوڑتے تھے۔

یعنی میں نے مغرب و عشاء کے بعد کی سنتیں حضور کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پڑھیں اس گھر سے مراد حضرت حفصہ بنت عمر کا گھر ہے، چونکہ وہ آپ کی شہیرہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ پاک تھیں اس لیے آپ کو وہاں جانا درست تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

معلوم ہوا کہ سنت فجر جو گھر میں پڑھے اور ہلکی پڑھے۔ بعض صوفیاء اس کی رکعت اول میں الم نشرح اور دوسری میں الم تر کیف پڑھتے ہیں بعد میں ۷۰ بار استغفار پھر مسجد میں آکر باجماعت فرض، اس عمل سے بوا سیر سے امن رہتی ہے، گھر میں برکت و اتفاق، چونکہ حضرت ابن عمر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نہ ہوتے تھے اس لیے حضرت حفصہ سے روایت کی۔ (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۳۸۴)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْفَضْلِ، عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رُكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رُكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْمَغْرَبِ رُكْعَتَيْنِ، وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رُكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثَلَاثَتَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد اور دو صبح سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

شرح حدیث: اللہ کا پیارا بیٹے کا نسخہ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور پاک، صاحب

لولاک، سیاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان دے دیا اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قرب چاہتا ہے ان میں مجھے سب سے زیادہ فرائض محبوب ہیں اور نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے ضرور دوں گا اور پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ دوں گا۔ (صحیح البخاری ج ۲، ص ۲۳۸ حدیث ۶۵۰۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ
 ضَمْرَةَ، يَقُولُ: سَأَلْنَا عَلِيًّا، عَنْ
 صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ
 لَا تُطِيقُونَ ذَلِكَ، قَالَ: فَقُلْنَا:
 مِنْ أَطَاقِ ذَلِكَ مِمَّا صَلَّى، فَقَالَ:
 كَانَ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ
 هَهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هَهُنَا عِنْدَ
 الْعَصْرِ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ، وَإِذَا كَانَتِ
 الشَّمْسُ مِنْ هَهُنَا، كَهَيْئَتِهَا مِنْ
 هَهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلَّى أَرْبَعًا،
 وَيُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا.

حضرت عاصم بن ضمرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی
 مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی دن کی نماز کے بارے میں
 پوچھا (راوی کہتے ہیں) انہوں نے فرمایا
 تم اس کی طاقت نہیں رکھتے (عاصم کہتے
 ہیں) ہم نے کہا جو ہم میں سے پڑھ سکے گا
 پڑھے گا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 فرمایا جب سورج ادھر (مشرق میں) اس
 طرح ہوتا جیسے عصر کے وقت ادھر
 (مغرب میں) ہوتا ہے تو آپ دو رکعتیں
 پڑھتے اور جب سورج ادھر (مشرق میں)
 اس طرح ہوتا جیسے ظہر کے وقت ادھر اور
 (مغرب میں) ہوتا ہے تو آپ چار رکعتیں
 پڑھتے، آپ ظہر سے پہلے چار اور بعد میں

وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَقَبْلَ الْعَصْرِ دُور کعتیں پڑھتے اور عصر سے پہلے
 أَرْبَعًا، يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ چار کعتیں ادا فرماتے، ہر دو رکعتوں کے
 بِالنَّسْلِيمِ عَلَى الْبَلَائِكَةِ درمیان (مقرب فرشتوں، انبیائے کرام
 الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَمَنْ اور ان کے متبعین مسلمانوں اور
 تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ایمانداروں پر) سلام کے ساتھ جدائی
 وَالْمُسْلِمِينَ کرتے۔

شرح حدیث: اگر شوق رفاقت ہے؟

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 والہ وسلم کے وضو کیلئے پانی لایا کرتا تھا اور دیگر خدمت بھی بجالایا کرتا تھا ایک روز آپ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: سَلِّ (مانگو) میں نے عرض کیا: أَسْتَعْلُكَ
 مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے بہشت میں آپ کا ساتھ
 مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس کے علاوہ اور کچھ؟ حضرت
 ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرا مقصود تو وہی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ
 وسلم نے فرمایا تو کثرت سجدہ سے میری مدد کر۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود، الحدیث ۴۸۹، ص ۲۵۲)

مطلب یہ ہے کہ خود بھی اس مقام بلند کی شان پیدا کرو، میری عطا کے ناز پر
 کثرت عبادت سے غافل نہ ہو جاؤ۔

41- بَابُ صَلَاةِ الضُّحَى

نماز چاشت

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ حضرت یزید رثک سے مروی ہے

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ (وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذہ
 الطَّيَالِسِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سے سنا، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ
 عَنْ يَزِيدَ الرَّشَكِ، قَالَ: سَمِعْتُ تَعَالَى عَنْهَا سَے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 مُعَاذَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: نماز چاشت ادا فرماتے تھے؟) انہوں
 أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ نے فرمایا ہاں، چار رکعتیں یا جتنی زیادہ اللہ
 وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَتْ: چاہتا، ادا فرماتے۔
 نَعَمْ، أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، وَيَزِيدُ مَا
 شَاءَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

شرح حدیث: چاشت کی نماز یا بندی سے ادا کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدار رسالت، شہنشاہ
 نبوت، مخزنِ جود و سخاوت، پیکرِ عظمت و شرافت، محبوبِ ربِّ العزت، محسنِ انسانیت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تمہارے ہر جوڑ پر صدقہ ہے اور ہر تسبیح یعنی
 سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا صدقہ ہے اور ہر تحمید یعنی الْحَمْدُ لِلَّهِ کہنا صدقہ ہے اور ہر تہلیل یعنی لَا
 إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر یعنی اللَّهُ أَكْبَرُ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم
 دینا صدقہ ہے اور بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور چاشت کی دو رکعتیں ان سب کو
 کفایت کرتی ہیں۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب صلوٰۃ الضحیٰ، ص ۸۲، رقم ۸۲۰۱، ص ۳۶۳)

حضرت سیدنا زیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر،
 تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو
 فرماتے ہوئے سنا، آدمی کے تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں، اسے ہر جوڑ کا صدقہ ادا
 کرنا لازم ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟

فرمایا، مسجد میں پڑی ہوئی ریٹھ کو دفن کر دینا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے، اگر تم اس پر قدرت نہ رکھو تو چاشت کی دو رکعتیں تمہاری طرف سے کفایت کریں گی۔ (مسند احمد حدیث بریدہ الاسلمی، رقم ۲۳۰۵۹، ج ۹، ص ۲۰)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ والا تبار، ہم بے کسوں کے مددگار، شفیعِ روزِ شمار، دو عالم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت فرمائی، لہذا! میں انہیں ہرگز نہیں چھوڑتا (۱) میں وتر ادا کئے بغیر نہ سوؤں، (۲) میں چاشت کی دو رکعتیں ترک نہ کروں کیونکہ یہ ادابین یعنی کثرت سے توبہ کرنے والوں کی نماز ہے، (۳) اور ہر مہینے تین دن روزے رکھا کروں۔ (صحیح بخاری، کتاب التجدد، باب صلوة الفطنی فی الحضر، رقم ۱۱۷۸، ج ۱، ص ۳۹۷)

حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے مظلوم، سرورِ معصوم، حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ ربِّ اکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص فجر کی نماز کے بعد چاشت کی دو رکعتیں ادا کرنے تک اپنی جگہ بیٹھا رہے اور خیر کے علاوہ کوئی بات نہ کہے اس کی خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

(مسند احمد، مسند الکلبین / حدیث معاذ بن انس البھمی، رقم ۱۵۶۲۳، ج ۵، ص ۲۶۰)

ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جو فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد چاشت کی چار رکعتیں ادا کرنے تک اپنی جگہ بیٹھا رہے اور کوئی لغو بات نہ کہے بلکہ اللہ عزوجل کا ذکر کرتا رہے تو اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گاجیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(مسند ابی یعلیٰ، رقم ۲۸، ج ۴، ص ۹)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قراری قلب و سینہ، صاحب معطر پینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر کو عجد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سامان غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نماز چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۴۹۶۶، ج ۲، ص ۵۸۸)

حضرت سیدنا ابوالانامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نوز کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو اپنے گھر سے کسی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے نکلا، اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلا اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کی طرح ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا اس طرح انتظار کرنا کہ بیچ میں لغوبات نہ کی جائے تو اس کا نام علیین (یعنی اعلیٰ درجے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب صلوة العسی، رقم ۱۲۸۸، ج ۲، ص ۴۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک، صاحب کولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو چاشت کی دو رکعتیں پابندی سے ادا کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب ماجاء فی صلوٰۃ الفسحی، رقم ۸۲۳۸، ج ۲، ص ۱۵۳)

❖ عَنْ مُحَمَّدِ الطَّوِيلِ، عَنْ
 أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي
 الصُّبْحِيَّ سِتَّ رَكَعَاتٍ.
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ
 چاشت کے وقت چھ رکعتیں ادا فرماتے
 تھے۔

شرح حدیث: تین سو ساٹھ جوڑ کا حق

حضرت سیدنا بَرِیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نور کے پیکر،
 تمام نبیوں کے سرور، دو جہان کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو
 فرماتے ہوئے سنا، آدمی کے تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں، اسے ہر جوڑ کا صدقہ ادا
 کرنا لازم ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا، اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟
 فرمایا، مسجد میں پڑی ہوئی رینٹھ کو دفن کر دینا اور راستے سے تکلیف وہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ
 ہے، اگر تم اس پر قدرت نہ رکھو تو چاشت کی دو رکعتیں تمہاری طرف سے کفایت کریں
 گی۔ (مسند احمد حدیث بریدہ الاسلمی، رقم ۵۹۰۵۹، ج ۹، ص ۲۰)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُسْتَقِيِّ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو
 بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
 لَيْلَى، قَالَ: مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ، أَنَّهُ
 رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يُصَلِّي الصُّبْحِيَّ إِلَّا أَمْرًا هَانِيًّا، فَإِنَّهَا
 حَدَّثَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلی رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سوائے
 حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی
 نے نہیں بتایا کہ اس نے نبی کریم ﷺ
 کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے، وہ
 فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم
 ﷺ میرے گھر تشریف لائے، آپ
 نے غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں اتنی مختصر

علیہ وسلم، دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ
فَتُحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانِي
رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، صَلَّى صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ
مِنْهَا، غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ
وَالسُّجُودَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نماز چاشت کی بڑی قوی دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ
نماز گھر میں پڑھنا بہتر ہے۔ خیال رہے کہ ام ہانی کا نام فاختہ یا عاتکہ بنت ابی طالب
ہے، علی مرتضیٰ کی حقیقی بہن ہیں، آپ مجبوراً مکہ معظمہ سے ہجرت نہ کر سکی تھیں۔
یہ نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری نمازوں سے ہلکی، رکوع سجدے تو ویسے ہی
دراز تھے مگر قیام اور قعدہ ہلکا تھا لہذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے قیام و
قعدہ پورا نہ کیا۔

یہ نماز شکرانہ وغیرہ کی نہ تھی بلکہ چاشت کی تھی۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۵۲۳)

حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت نماز

پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں البتہ

جب سفر سے واپس تشریف لاتے (تو

❖ حدثنا ابن أبي عمر حدثنا

وكيع، حدثنا كهيس بن

الحسن، عن عبد الله بن شقيق

قال: قلت لعائشة: أكان النبي

صلى الله عليه وسلم يصلي

الضحى؟ قالت: لا إلا أن يصلي

من مغیبه۔ پڑھا کرتے تھے۔

شرح حدیث: چاشت کی فضیلت

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ شہنشاہ مدینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر کو نجد کی جانب بھیجا وہ لشکر بہت سا مال غنیمت لے کر جلد لوٹ آیا تو لوگ لشکر کے مقام کی نزدیکی، کثرت مال غنیمت اور جلد لوٹ آنے کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں ایک ایسی قوم کے بارے میں نہ بتاؤں جو ان سے بھی قریب جہاد کرنے والی اس سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کرنے والی اور جلدی لوٹنے والی ہے۔ (پھر فرمایا)، جو شخص وضو کرے پھر نماز چاشت ادا کرنے کیلئے مسجد میں حاضر ہو وہ ان لوگوں سے بھی قریب، زیادہ غنیمت لانے والا اور جلدی لوٹنے والا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، رقم ۶۶۳۹، ج ۲، ص ۵۸۸)

❖ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ
الْبَغْدَادِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ
بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ فَضِيلِ بْنِ
مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُصَلِّي
الضُّحَى حَتَّى نَقُولَ: لَا يَدْعُهَا
وَيَدْعُهَا حَتَّى نَقُولَ: لَا يُصَلِّيَهَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی) اس کثرت سے نماز چاشت ادا فرماتے کہ ہم سمجھتے اب کبھی ترک نہیں فرمائیں گے اور (کبھی یوں) ترک فرماتے کہ ہم سمجھتے (شاید) اب نہیں پڑھیں گے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز چاشت کی احادیث بہت ہیں اس کی راوی صرف ام ہانی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے جو منقول ہے کہ آپ چاشت نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد ہے کہ ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے کبھی کبھی پڑھتے تھے یا مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ خیال رہے کہ ہم کو نوافل پر ہمیشگی چاہیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نوافل پر ہمیشگی نہ فرماتے تھے تاکہ امت اسے واجب نہ سمجھ لے یا امت کے لیے سنت مؤکدہ نہ بن جائے، آپ کے اور احکام ہیں ہمارے کچھ اور۔ مرقاة نے فرمایا کہ چاشت کی نماز آپ پر واجب تھی مگر ہر دن نہیں کبھی کبھی۔ واللہ اعلم!

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۵۲۳)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سورج ڈھلنے کے وقت چار رکعت نماز پڑھتے تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمیشہ زوال شمس کے وقت چار رکعتیں پڑھتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ نے فرمایا کہ سورج ڈھلنے کے وقت آسمان کے دروازے کھلتے ہیں (یعنی قبولیت کا وقت ہے) اور نماز ظہر تک بند نہیں ہوتے (اس لیے) میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میری کوئی بڑی نیکی اوپر کو (خدا کے حضور اکرم) چڑھے۔ میں نے عرض کیا کیا ہر رکعت میں قرأت

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنْ هُشَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَهْمِ بْنِ مِجَابٍ، عَنْ قَرْعِ الصَّبِيِّ، أَوْ عَنْ قَرْعَةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُدْمِنُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تُدْمِنُ هَذِهِ الْأَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ، فَقَالَ: إِنْ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تَفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْجَعُ حَتَّى تُصَلِّيَ

الظُّهْرُ، فَأَجِبْتُ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِي
تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ، قُلْتُ: أَيْ
كُلِّهِنَّ قِرَاءَةً؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ:
هَلْ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ فَاصِلٌ؟ قَالَ:

ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، پھر
میں نے عرض کیا، کیا ان کے درمیان سلام
ہے؟ (یعنی دو رکعتوں کے بعد) آپ نے
فرمایا نہیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ آسمان کے دروازے کھلنے سے مراد بارگاہ الہی میں مقبولیت ہے ان
کی رکعتوں کی عزت افزائی، ابھی فقیر نے عرض کیا تھا کہ یہ چار رکعتیں ایک سلام سے
ہونی چاہیے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۳۹۲)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى،
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ:
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ بْنِ أَبِي
الْوَضَّاحِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ
الْحِزْرِيِّ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ السَّائِبِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي
أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ
قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ
تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ
فَأَجِبْتُ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ
صَالِحٌ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سورج ڈھلنے کے بعد اور ظہر سے پہلے چار
رکعات (نفل) پڑھا کرتے اور فرمایا
کرتے تھے کہ اس وقت آسمان کے
دروازے کھولے جاتے ہیں (اس لیے)
میں پسند کرتا ہوں کہ میرا کوئی اچھا عمل
اوپر کو جائے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن سائب صحابی بھی ہیں، تابعی بھی ہیں، جو صحابی ہیں انہوں نے ابی ابن کعب سے قرآن سیکھا ہے اور ان سے حضرت مجاہد نے، مخزومی ہیں، قریشی ہیں، مکہ مکرمہ میں رہے وہیں حضرت ابن زبیر کی شہادت سے کچھ پہلے وفات پائی غالباً یہاں صحابی مراد ہیں۔

حق یہ ہے کہ یہ چار سنتیں ظہر کی ہیں چونکہ فرض ظہر کچھ دیر ٹھنڈک کر کے پڑھے جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے سورج ڈھلتے ہی کھل جاتے ہیں اس لیے سرکار نے یہ سنتیں جلدی پڑھیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس وقت ظہر کے فرض ہی کیوں نہ پڑھ لیئے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۳۹۲)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْبُقَدَّيْنِيُّ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَيَمُدُّ فِيهَا.

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرتے اور فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے وقت (بعد) یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور اس میں کافی دیر فرماتے تھے۔

شرح حدیث: ظہر کی سنتیں ادا کرنے کا ثواب

حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس نے ظہر

سے پہلے چار رکعتیں ادا کیں گویا کہ اس نے وہ رکعتیں رات کو تہجد میں ادا کیں اور جو چار رکعتیں عشاء کے بعد ادا کرے گا تو یہ شب قدر میں چار رکعتیں ادا کرنے کی مثل ہیں۔ (طبرانی اوسط، رقم ۶۳۳۲، ج ۴، ص ۳۸۶)۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہ مدینہ، قرار قلب وسینہ، صاحب معطر پینہ، باعث نزول سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا کرنا صبح میں چار رکعتیں ادا کرنے کی طرح ہے اور اس گھڑی میں ہر چیز اللہ عزوجل کی تسبیح بیان کرتی ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی،۔۔۔۔۔

يَتَفَقَّهُوْا ظِلْمَهُ، عَنِ السَّيِّئِ وَالسَّمَائِلِ سَجْدًا لِلّٰهِ وَهُمْ ذٰخِرُوْنَ

ترجمہ کنز الایمان: اس کی پرچھائیاں داہنے اور بائیں جھکتی ہیں اللہ کو سجدہ کرتی اور وہ اس کے حضور ذلیل ہیں۔ (پ ۱۲، النحل: ۴۸)

(سنن ترمذی، کتاب التقدير، باب من سورۃ النحل، رقم ۳۱۳۹، ج ۵، ص ۸۸)

حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نصف النہار کے بعد نماز پڑھنا پسند فرمایا کرتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس گھڑی میں نماز پڑھنا پسند فرماتے ہیں؟ تو ارشاد فرمایا، اس گھڑی میں آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتا ہے اور یہ وہی نماز ہے جسے حضرت سیدنا آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام پابندی سے ادا کیا کرتے تھے۔

(الترغیب والترہیب، کتاب النوافل، الترغیب فی الصلوٰۃ قبل الظهر وبعدها، رقم ۵، ج ۱، ص ۲۲۵)

42- بَابُ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ فِي الْبَيْتِ

گھر میں نفل

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے بارے میں) گھر
میں اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق
پوچھا (یعنی گھر میں پڑھنا بہتر ہے یا مسجد
میں) آپ نے فرمایا تم دیکھتے ہو میرا گھر
مسجد سے کتنا قریب ہے پھر بھی میں مسجد
کی بجائے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند
کرتا ہوں البتہ اگر فرض نماز ہو۔

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ
قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
مَهْدِيٍّ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ ،
عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ ، عَنْ
حَرَامِ بْنِ مُعَاوِيَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ
أَبِي سَعْدٍ ، قَالَ : سَأَلْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي بَيْتِي
وَالصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ ، قَالَ : قَدْ
تَرَى مَا أَقْرَبَ بَيْتِي مِنَ
الْمَسْجِدِ ، فَلَأَنْ أَصَلِّيَ فِي بَيْتِي
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَصَلِّيَ فِي
الْمَسْجِدِ ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَلَاةً
مَكْتُوبَةً .

شرح حدیث: گھر میں نفل نماز پڑھنے کا ثواب

حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا سلیمان
رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا، ”لو کہو اپنے گھروں میں نماز
پڑھا کرو، فرض نماز کے علاوہ مرد کی سب سے افضل نماز وہ ہوتی ہے جسے وہ اپنے گھر

میں پڑھے،“۔ (سنن نسائی، کتاب قیام اللیل الخ، باب الحث علی الصلوٰۃ فی البیوت، ج ۳، ص ۱۹۷)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیب، مٹزہ عن العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مسجد میں نماز ادا کر لے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر کیلئے نماز میں سے کچھ حصہ بچا رکھے کیونکہ اللہ عزوجل اس نماز کے سبب اس کے گھر میں خیر و برکت عطا فرمائے گا“۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب صلوٰۃ النافلة فی بیتہ الخ، رقم ۷۷۸، ص ۳۹۳)

حضرت سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور، دو جہاں کے تاجور، سلطان بحر و بر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ”جس گھر میں اللہ عزوجل کا ذکر کیا جاتا ہے اور جس گھر میں اللہ عزوجل کا ذکر نہیں کیا جاتا، ان کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے“۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ عزوجل، رقم ۶۳۰۷، ج ۴، ص ۲۲۰)

43- بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روزہ مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
 قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ
 أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ،
 قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ صِيَامِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، قَالَتْ: كَانَ يَصُومُ حَتَّى
 يَقُولَ قَدْ صَامَ، وَيُفِطِرُ حَتَّى

حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت
 عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بارے میں پوچھا
 انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی
 اس قدر مسلسل) روزے رکھتے کہ ہم خیال
 کرتے (شاید اب) روزے رکھے ہی

نَقُولُ قَدْ أَفْطَرَ قَالَتْ: وَمَا صَامَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ
الْمَدِينَةَ إِلَّا رَمَضَانَ.

جائیں گے اور کبھی (اس طرح مسلسل)
افطار فرماتے کہ ہم سمجھتے (شاید اب) نہیں
رکھیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ
طیبہ تشریف لانے کے بعد رمضان شریف
کے علاوہ کبھی پورا مہینہ روزے نہیں
رکھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ کئی حکم ہے جس سے کوئی مہینہ مستثنیٰ نہیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم
نے سوائے ماہ رمضان کسی مہینہ کے مکمل روزے کبھی نہ رکھے۔
آپ رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے ضرور رکھتے تھے مگر شعبان
میں زیادہ رکھتے تھے۔ فی شہر اکثر کی ضمیر سے حال ہے اور فی شعبان منہ کی ضمیر
سے حال یا یہ دونوں طرف ہیں۔

اس عبادت کا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے یعنی کل شعبان سے مراد قریباً کل
ہے، چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اس لیے وہ بھی حرمت والا ہے، نیز اس مہینہ میں
رمضانی عبادت کی تیاری کرنا چاہیے، اس لیے اس ماہ میں نقلی نماز روزے کثرت سے
ادا کرنا بہتر ہے۔ (مراة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۶۴)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:
حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ
مُحَمَّدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ
سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَانَ يَصُومُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ
مبارک کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ
نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے
میں اس تسلسل کے ساتھ روزے رکھتے کہ

مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى تَرَى أَنْ لَا يُرِيدَ
 أَنْ يُفِطِرَ مِنْهُ، وَيُفِطِرُ مِنْهُ حَتَّى
 تَرَى أَنْ لَا يُرِيدَ أَنْ يَصُومَ مِنْهُ
 شَيْئًا وَكُنْتَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ
 مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ
 مُصَلِّيًا، وَلَا كَلِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ كَلِمًا.

ہمیں گمان ہوتا کہ شاید اب (آپ کا)
 افطار کا ارادہ نہیں اور کبھی مسلسل روزے
 چھوڑ دیتے۔ یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا
 کہ اب آپ روزہ رکھنے کا قصد نہیں
 فرمائیں گے اور اگر (اے مخاطب) تو نبی
 کریم ﷺ کو رات کے وقت نماز کا
 حالت میں دیکھنا چاہے تو آرام فرما ہی
 دیکھے گا (یعنی نبی کریم ﷺ رات کو
 عبادت فرماتے تھے اور آرام بھی۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے سوا کسی مہینہ میں سارا
 ماہ روزے نہ رکھتے تھے بلکہ کچھ تاریخوں میں مسلسل روزے اور کچھ مسلسل
 افطار خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ داؤدی کی تعریف فرمائی یعنی ہمیشہ
 ایک دن روزہ ایک دن افطار مگر خود اپنا یہ عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ روزہ داؤدی سنت قولی
 ہے اور اس طرح روزے سنت فعلی اس کا ثواب زیادہ اس عمل کا قرب زیادہ جیسے بعد
 وتر نفل کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ بیٹھ کر پڑھنے کا قرب زیادہ کہ یہ عملی ہے۔
 یعنی نہ تمام رات سوتے تھے نہ تمام رات جاگتے تھے اول رات سوتے اور آخر

رات جاگتے اور بعد تہجد پھر سوجاتے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۷۹)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ
 قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ:
 حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ (بعض
 اوقات) مسلسل روزے رکھتے یہاں تک

قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ،
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ
حَتَّى نَقُولَ مَا يُرِيدُ أَنْ يُفْطِرَ
مِنْهُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ مَا يُرِيدُ
أَنْ يَصُومَ مِنْهُ، وَمَا صَامَ شَهْرًا
كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلَّا
رَمَضَانَ.

کہ ہم سمجھتے اب نہیں چھوڑیں گے اور
(کبھی) مسلسل روزے چھوڑ دیتے یہاں
تک کہ ہم خیال کرتے کہ اب آپ
روزے کا قصد نہیں فرمائیں گے اور آپ
نے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد
رمضان کے علاوہ کبھی بھی پورا مہینہ
روزے نہیں رکھے۔

شرح حدیث: روزہ

رمضان شریف کے روزوں کے علاوہ شعبان میں بھی قریب قریب مہینہ بھر آپ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ دار ہی رہتے تھے۔ سال کے باقی مہینوں میں بھی یہی
کیفیت رہتی تھی کہ اگر روزہ رکھنا شروع فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں
چھوڑیں گے پھر ترک فرمادیتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہیں رکھیں گے۔
خاص کر ہر مہینے میں تین دن ایام بیض کے روزے، دو شنبہ و جمعرات کے روزے،
عاشوراء کے روزے، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، شوال کے چھ روزے، معمولاً رکھا
کرتے تھے۔ کبھی کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "صوم وصال" بھی رکھتے تھے، یعنی
کئی کئی دن رات کا ایک روزہ، مگر اپنی امت کو ایسا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے،
بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
آپ تو صوم وصال رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اپنے رب
کے دربار میں رات بسر کرتا ہوں اور وہ مجھ کو (روحانی غذا) کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الصوم... الخ، الحدیث: ۱۹۶۱، ج ۱، ص ۵۶۳ و وسائل الوصول

الی شمائل الرسول، الباب السادس فی صفة عبادته صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثانی فی صفة صومه صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۶۵-۲۶۸ ملحقاً)

❖ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان اور رمضان کے علاوہ کبھی دو مہینے متواتر روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے ہی شعبان کے اکثر روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ انتیسویں یا تیسویں شعبان کے بھی۔ اس کی ممانعت کی تو جہیں پہلے کی جا چکی ہیں کہ کمزوروں کے لیے پندرہویں شعبان کے بعد روزے مناسب نہیں، قوت والوں کے لیے مناسب ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں روزے زیادہ رکھتے تھے اور افطار کم فرماتے تھے یعنی کبھی وہ عمل فرماتے تھے اور کبھی یہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

(مرآة الساجد شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۰۲)

❖ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَصُومُ فِي شَهْرِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی مہینے میں روزے رکھتے نہیں دیکھا آپ شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی مہینے میں روزے

اَكْثَرُ مِنْ صِيَامِهِ لِلَّهِ فِي شَعْبَانَ،
 كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا،
 بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ.

رکھتے نہیں دیکھا آپ شعبان میں کثرت
 سے روزے رکھتے بلکہ پورا مہینہ روزے
 رکھتے (ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
 اکثر پر کل کا حکم فرمایا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس
 کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقرعید کے چاند
 پر بھی اگر چہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید و قربانی
 چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند
 ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔

یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے تو تیس دن
 شعبان کے پورے فرماتے۔ (مرآة الساجح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۰۶)

❖ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ
 الْكُوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
 بْنُ مُوسَى، وَكَلْبِيُّ بْنُ عَنَابٍ، عَنْ
 شَيْبَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ
 حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ
 ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَقَلْنَا كَانَ يُفْطِرُ
 يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے
 کے شروع میں تین روزے رکھا کرتے
 تھے اور بہت کم جمعۃ المبارک کا روزہ
 چھوڑتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ پہلی دوسری تیسری تاریخوں میں یا ان کے قریب۔ حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو روزہ رکھا کرتے تھے لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ سرکار مہینہ کے روزوں میں خاص تاریخوں کے پابند نہ تھے اور نہ اس کے مخالف کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھتے تھے۔

یعنی اکثر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے، چونکہ جمعہ کی نیکی کا ثواب ستر گناہ ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ صرف جمعہ کا روزہ رکھتے تھے اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے نہیں، ہر شخص کو اس دن کے روزے کی اجازت ہے لہذا یہ حدیث مذہب حنفی و فقہاء کے فتویٰ کی مؤید ہے کہ جمعہ کا روزہ ممنوع نہیں، جہاں بمناعت آئی ہے وہاں کسی عارضہ سے ہے یا بمعنی خلاف اولیٰ ہے۔ (مرقات و اشعہ) (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۸۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمِلَانَ
 قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ: قَالَ:
 حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ
 الرَّشِكِ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاذَةَ،
 قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ
 كُلِّ شَهْرٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قُلْتُ:
 مِنْ أَيِّهِ كَانَ يَصُومُ؟ قَالَتْ: كَانَ
 لَا يُبَالِي مِنْ أَيِّهِ صَامَ

حضرت معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا نبی
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین روزے رکھا
 کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں
 نے عرض کیا کن دنوں میں؟ فرمایا کہ نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنوں کی تعیین کی پرواہ نہیں
 کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں اس لیے سرکار کے حالات زیادہ تر ام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں مختلف روزے رکھتے تھے کبھی زیادہ کبھی کم مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔ اشعة اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخ میں دس اقوال ہیں۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۷۴)

❖ عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ .
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیر اور جمعرات کا روزہ قصد رکھتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن نفلی روزے رکھتے تھے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ پیر کو یوم الاثنین غالباً اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے لہذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے۔ (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی ابتداء پڑی۔ واللہ اعلم

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان

شریف سے زیادہ کسی دوسرے مہینے میں

روزے نہیں رکھتے تھے۔

❖ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَصُومُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْ

صِيَامِهِ فِي شَعْبَانَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس

کے دن کی شمار رکھتے تھے کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دارومدار ہے، بقرعید کے چاند

پر بھی اگر چہ حج وغیرہ کا دارومدار ہے مگر حج ہر سال ہر شخص نہیں کرتا اور نماز بقرعید و قربانی

چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند

ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیے۔

یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملاحظہ فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے تو تیس دن

شعبان کے پورے فرماتے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۰۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

پیر اور جمعرات کو اعمال (اللہ تعالیٰ کے

حضور اکرم) پیش کیے جاتے ہیں پس

(اس لیے) میں پسند کرتا ہوں کہ جب

میرے اعمال پیش ہوں تو میں نے روزہ

رکھا ہوا ہوں۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَيْحَانَ،

قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ

مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ

أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، قَالَ: تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ

يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ، فَأُحِبُّ

أَنْ يُعْرَضَ عَلَيَّ وَأَنَا صَائِمٌ .

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس طرح کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دو دنوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا یعنی آسمانوں پر پہنچانا اور ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور، اعمال کا اٹھانا تو روزانہ چوبیس گھنٹے میں دوبار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں مگر پیشی ہفتہ میں دوبار لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزانہ دوبار اعمال اٹھانے کا ذکر ہے۔ (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں۔ (اشعہ) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے۔

تا کہ روزے کی برکت سے رحمت الہی کا دریا جوش مارے۔ خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کی تفصیلی پیشی شعبان میں ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ غرض کہ قرشی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر، قرشی سال کچھ اور۔ (ازمرقات) (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۸۴)

❖ عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ خَيْثَبَةَ ،
عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ
مِنْ الشَّهْرِ السَّبْتِ وَالْأَحَدِ ،
وَالْاِثْنَيْنِ ، وَمِنْ الشَّهْرِ الْآخِرِ ،
فَرَمَاتِي هِيَ كَمَا نَبِيَّ كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَرَّ مَهِينَةَ هَفْتَةٍ ،
أَتَوَارًا أَوْ بَعْدَ بَعْدَ رُكْعَةٍ أَوْ كَسَى مَهِينَةَ مَنكَلٍ ،
بَدَهْ أَوْ جَمْرَاتٍ كَارُوزَه رَكْعَتِي .

الثَّلَاثَاءُ وَالْأَرْبَعَاءُ وَالْخَمِيسَ -

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی آپ نے ہفتہ کے سارے دنوں میں اپنے روزے تقسیم کر دیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی برکت سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی تو عادت کریمہ تھی ہی جیسا کہ ابھی حدیث پاک میں گزر گیا۔ ہم لوگ دنوں سے برکت حاصل کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سے دن برکت پاتے تھے جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے۔

(مرآة السانج شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۸۷)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ،
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ،
عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ
عَاشُورَاءَ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ
فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ،
فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ
بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ
كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيضَةُ وَتُرِكَ
عَاشُورَاءُ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ
شَاءَ تَرَكَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ دور جاہلیت میں قریش،
عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن کا روزہ
رکھتے، جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے
تو (بھی) آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھا
اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا
(لیکن) جب رمضان کے روزے فرض
ہو گئے تو رمضان ہی فرض رہا اور عاشورہ
(کا فرض روزہ) چھوڑ دیا گیا، جس نے
چاہا عاشورہ کا فرض روزہ (نقلی) رکھا اور
جس نے چاہا نہ رکھا (یعنی عاشورہ کی

فرضیت ختم ہوگئی۔

شرح حدیث: عاشورہ کا روزہ

محرم کا مہینہ نہایت مبارک مہینہ ہے، خاص کر عاشورہ کا دن بہت ہی مبارک ہے کہ دسویں محرم جمعہ کے دن حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے زمین پر تشریف لائے اور اسی تاریخ اور اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی اور فرعون غرق ہوا، اسی تاریخ اور اسی دن میں سید الشہد امام حسین نے کربلا کے میدان میں شہادت پائی اور اسی جمعہ کا دن اور غالباً اسی دسویں محرم کو قیامت آئے گی۔ غرض یہ کہ جمعہ کا دن اور دسویں محرم بہت مبارک دن ہے اسلام میں سب سے پہلے صرف عاشورہ کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان شریف کے روزوں سے اس روزے کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر اس دن کا روزہ اب بھی سنت ہے لہذا ان دنوں میں جس طرح نیک کام کرنے کا ثواب زیادہ ہے اسی طرح گناہ کرنے کا عذاب بھی زیادہ۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
 مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،
 عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي هَيْمَةَ، عَنْ
 عَلْقَمَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ،
 أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، يَحْتَضُّ مِنَ الْإَيَّامِ شَيْئًا؟
 قَالَتْ: كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً، وَأَيْكُمُ
 يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُطِيقُ.

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، کیا نبی کریم
 ﷺ نے کوئی دن (روزہ رکھنے کے
 لیے) مقرر فرمایا؟ ام المؤمنین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا
 عمل مبارک دائمی ہوتا تھا اور تم میں سے
 کون حضور اکرم ﷺ کی طرح
 (عبادت کی) طاقت رکھتا ہے۔

شرح حدیث: صوم وصال

صحیحین کی حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پے در پے نفلی روزے اس طرح رکھتے تھے کہ دن کو بھی روزہ رات کو بھی روزہ اور یہ صوم وصال مسلسل کئی دن تک جاری رہتا تھا اور اس نہ کھانے پینے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں ذرہ برابر کمزوری اور ضعف کا اثر پیدا نہ ہوتا تھا، بعض صحابہ کرام نے بھی یہ وصال کا روزہ رکھنا شروع کیا اور دو تین دن میں ایسے کمزور ہو گئے کہ ضعف کی وجہ سے چلتے چلتے گر جاتے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا یہ حال دیکھ کر ارشاد فرمایا ایت عند ربی وهو یطعمنی ویسقینی ایک مثل یعنی میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے، تم میں کون میری مثل ہے، اور بخاری شریف کی ایک حدیث میں اس مقام پر ایک مثل کی بجائے لَسْتُ مِثْلُکُمْ وارد ہے، یعنی میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ،

قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُهُ، عَنْ هِشَامِ

بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ،

قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي

أَمْرًا، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قُلْتُ:

فُلَانَةٌ لَا تَعَامُ اللَّيْلَ، فَقَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَحْمَالِ مَا

تُطِيقُونَ، فَوَاللَّهِ لَا يَمَلُّ اللَّهُ حَتَّى

تَمَلُّوا، وَكَانَ أَحَبَّ ذَلِكَ إِلَيَّ

فَرَمَاتِي هِيَ كَمَا نَبِي كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تَشْرِيفَ لَائِي (اس وقت) میرے پاس

ایک عورت تھی، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟

میں نے عرض کیا فلاں عورت ہے (یعنی

نام لیا) جو رات بھر نہیں سوتی (یعنی

عبادت کرتی ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اتنا ہی عمل کرو جتنی طاقت رکھتے

ہو، قسم بخدا! اللہ تعالیٰ تنگ نہیں پڑتا (یعنی

ثواب دینے میں) یہاں تک کہ تو (عمل

سے) تنگ آجائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ.
 اس عمل کو زیادہ پسند فرماتے تھے جس کا
 کرنے والا اس پر ہمیشہ قائم رہے (یعنی
 عمل چاہے تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ کیا جائے تو
 زیادہ پسندیدہ ہے۔)

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ
 الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: عشاء کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے
 پھر اس وقت سے صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع
 ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی
 ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 دو ہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے، غرض اس میں کمی بیشی
 کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نہہ سکیں اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں
 فرمایا:

أحب الأعمال إلى الله أدومها وإن قل۔

(مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی بھارت ص ۱۱۰)

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۷ ص ۲۲۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ مُحَمَّدُ بْنُ
 يَزِيدَ الرَّفَاعِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ
 فَضِيلٍ، عَنِ الْأَحْمَشِيِّ، عَنْ أَبِي
 صَالِحٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، وَأُمَّ
 سَلَمَةَ، أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ
 حضرت ابو صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ اور
 حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ ترین عمل کے
 بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا جس

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتَا: مَا دِيمَ عَلَيْهِ، هُوَ -
وَإِنْ قَلَّ -

شرح حدیث: استقامت کی ضرورت

ہر کام میں کامیابی کے لئے استقامت کی ضرورت ہوتی ہے اور بغیر استقامت کے کامیابی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اکثر دانشوروں نے عالم فطرت کے رازوں کے انکشاف کے لئے استقامت و پائیداری سے کام لیا اور ٹھوس قدم بڑھائے جس کے نتیجے میں انھوں نے اعلیٰ علمی مقام حاصل کئے۔ اسی طرح مضبوط ارادوں کے حامل لوگ صبر و تحمل اور سعی و کوشش سے بری صفات و عادات کی جگہ نیک اور اچھی صفات کو جاگزیں کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح کے افراد نے گمراہ کتندہ نفسانی خواہشات کے مقابل استقامت و پائیداری سے کام لیا اور قوی ارادوں اور محترم انسانوں میں تبدیل ہو گئے۔ معاشرے کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے بھی استقامت و پائیداری کی ضرورت ہے۔ وہ افراد جو معاشرے کی اصلاح کے لئے مثبت اور مفید قدم اٹھا کر انھیں سعادت و بھلائی کی طرف ہدایت کرنا چاہتے ہیں انھیں چاہئے کہ وہ مخالفین کی جانب سے ڈالی جانے والی رکاوٹوں، ان کی اذیت اور نازیبا حرکتوں کے سامنے ڈٹ جائیں اور کامیابی ملنے تک مختلف مشکلات کو استقامت و پائیداری کے ساتھ برداشت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں انسانوں کو راہ حق میں استقامت و پائیداری سے کام لینے کی دعوت دی ہے۔

بزرگان دین استقامت کو عمل صالح کی طرح درخت ایمان کا پھل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مضبوط ایمان انسان کو دین میں استقامت سے کام لینے اور شیطان کی پیروی نہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن کی نگاہ میں استقامت کی اعلیٰ ترین قسم راہ

خدا میں استقامت میں اضافہ کرنا ہے۔ انسان اگر گناہوں کو ترک کر کے، شیطانی وسوسوں کے مقابل استقامت سے کام لے تو یہ قرآن کی نظر میں محترم ہے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ،
 عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، أَنَّهُ سَمِعَ
 عَاصِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ
 عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: كُنْتُ
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، لَيْلَةً فَاسْتَأْذَنَ، ثُمَّ
 تَوَضَّأَ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي، فَقُمْتُ
 مَعَهُ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقْرَةَ، فَلَا
 يَمْرُ بِآيَةِ رَحْمَةٍ، إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ،
 وَلَا يَمْرُ بِآيَةِ عَذَابٍ، إِلَّا وَقَفَ
 فَتَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكُنْتُ رَاكِعًا
 بِقَدْرِ قِيَامِهِ، وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ:
 سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَائِكُوتِ،
 وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، ثُمَّ سَجَدَ
 بِقَدْرِ رُكُوعِهِ، وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ:
 سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَائِكُوتِ،
 وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ، ثُمَّ قَرَأَ آلَ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نبی
 کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا، آپ
 نے مسواک کی، وضو فرمایا اور پھر نماز
 پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی
 آپ کے ہمراہ کھڑا ہو گیا، نبی کریم ﷺ
 نے سورہ فاتحہ اور پھر سورہ بقرہ کے ساتھ
 قرائت شروع کی، جب آپ کسی آیت
 رحمت پر پہنچتے تو ٹھہر جاتے اور رحمت پر
 پہنچتے تو ٹھہر جاتے اور رحمت کا سوال
 کرتے اور جب آیت عذاب پر پہنچتے تو
 پناہ مانگتے، پھر آپ نے بقدر قیام رکوع
 فرمایا اور پڑھا کہ حکومت، بادشاہت
 بڑائی اور عظمت والا (رب) پاک ہے پھر
 آپ نے بقدر رکوع سجدہ فرمایا اور یہ
 پڑھا کہ حکومت، بادشاہت، بڑائی اور
 عظمت والا (رب) پاک ہے پھر آپ
 نے (دوسری رکعت میں) سورہ آل عمران
 پڑھی پھر (تیسری رکعت میں) سورہ النساء

عَمْرَانِ ثُمَّ سُورَةٌ، يَفْعَلُ مِثْلَ
ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ
اور (چوتھی رکعت میں) سورہ مائدہ، پھر
(باقی رکعتوں میں) آپ اسی طرح
کرتے (یعنی پہلی رکعت کی طرح رکوع و
سجود ہوتا)۔

شرح حدیث: اللہ والوں کا عمل

حضرت سیدنا حسن کراہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت
سیدنا امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کے ساتھ کئی راتیں گزاریں آپ تقریباً رات کا ایک
حصہ نماز پڑھتے اور میں نے دیکھا کہ آپ پچاس آیات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے
اگر کبھی زیادہ پڑھتے تو سو آیات ہو جاتیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کسی آیت
رحمت پر پہنچتے تو اللہ عزَّ وَجَلَّ سے اپنے لئے اور تمام مؤمنین کے لئے رحمت کا سوال
کرتے اور جب عذاب والی آیت پڑھتے تو عذاب سے پناہ مانگتے۔ اپنے لئے اور تمام
مؤمنین کے لئے نجات کا سوال کرتے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پچاس آیات پر اکتفاء کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے
کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قرآن مجید کے اسرار و رموز میں تبحر و کمال حاصل تھا۔

(لباب الاحیاء ص ۲۸)

44- بَابُ مَا جَاءَ فِي قِرَاءَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قراءت مبارک

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ ابْنِ أَبِي
مَلِيكَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلُوكٍ، أَنَّهُ
سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ، عَنْ قِرَاءَةِ
حضرت یعلیٰ بن مملک نے حضرت
ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت مبارک کے بارے میں
پوچھا، پس انہوں نے سنا کہ ام المؤمنین

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا

رضی اللہ تعالیٰ عنہا صاف صاف اور جدا جدا حروف (کی) قرائت بیان فرمانے لگیں (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حروف کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لیث ابن سعد مشہور تابعی فقیہ ہیں، مصر کے امام ہیں اور ابن ابی ملیکہ تابعی ہیں مکہ معظمہ کے قاضی تھے حضرت ابن زبیر کی طرف سے، آپ نے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے، یعلیٰ ابن مملک بھی تابعین میں سے ہیں۔

یعنی حضرت ام سلمہ نے خود قرأت کر کے سنائی تو اس قرأت شریف میں دو خوبیاں تھیں ایک تو نہایت ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر تھی، دوسرے ہر حرف اپنے مخرج سے صحیح ادا ہوتا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی قاریہ تھیں، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی نقل نہ کر سکتیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے ترتیل سے ایک سورۃ تلاوت کرنا بغیر ترتیل کے سارا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسند ہے، زیادہ حسن اچھا ہے، ایک موتی، ہزار ہاروپپیہ سے بہتر ہوتا ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۳۶)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن

قَالَ: حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ بِنِ

مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم

حَارِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ

صلی اللہ علیہ وسلم کی قرائت کے بارے میں پوچھا

قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ

تو انہوں نے فرمایا آپ (حسب ضرورت

مَالِكٍ: كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ

حروف کو) کھیج کر پڑھتے۔

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وسلم، فَقَالَ: مَدًّا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ تلاوت فرماتے تھے، ٹھہر ٹھہر کر یا جلدی اور تیزی سے تاکہ ہم بھی اسی طرح تلاوت کیا کریں۔ معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن کریم میں بھی سنت کا لحاظ رکھے۔ کوشش کرے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کرے کیونکہ طریقہ تلاوت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ ہی نے سکھایا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ۔

یہاں مد سے مراد اصلی و طبعی مد ہے کہ اگر الف، ی و او ساکن کو قدرے کھینچ کر نہ پڑھا جائے تو یہ حروف ادا نہیں ہوتے بلکہ زبر، زیر، پیش بن جاتے ہیں اسے مد اصلی کہتے ہیں ایک مد فرعی ہوتا ہے جس کے سبب دو ہیں یا تو ان ہی حروف یعنی الف ی و کے بعد ہمزہ آجائے یا حرف ساکن خواہ مشدود ہو یا غیر مشدود، تو انہیں کھینچ کر پڑھنا پڑتا ہے جیسے لام، میم، نون، کے الف ی و او یا دو اب یا ضالین کے آ۔ یا اسرائیل کا الف ہمزہ خواہ ایک ہی کلمہ میں ان حروف کے بعد واقعی ہو جیسے السَّمَاءُ، السُّوْءُ، جَبِيْءٌ یا دوسرے کلمہ میں جیسے مَا اَنْزَلَ، قَالُوا اِمْنَا وَغَيْرَہِ مد کی پوری تحقیق کتب تجویز میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۴۱۶)۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ، فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي (کی آیت) جدا جدا کر کے پڑھتے،

مَلِيكَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: فرماتے الحمد لله رب العالمين، پھر

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وقف فرماتے اور پڑھتے الرحمن الرحيم

يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ، يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ پھر وقف فرماتے اور پڑھتے مالك يوم

رَبِّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ يَقِفُ، ثُمَّ الدِّينِ -
 يَقُولُ: الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ثُمَّ
 يَقِفُ، وَكَانَ يَقْرَأُ مَلِكِ يَوْمِ
 الدِّينِ -

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہر آیت پر ٹھہر کر سانس توڑ دیتے تھے، پھر دوسری آیت تلاوت فرماتے تھے، سکتے اور وقف میں یہ ہے فرق ہے کہ وقف میں سانس توڑ دی جاتی ہے پھر ٹھہرا جاتا ہے مگر سکتہ میں ٹھہرتے تو ہیں سانس نہیں توڑتے۔

قراءت کہتے ہیں کہ وقف تین قسم کا ہے: وقف حسن، وقف کافی، وقف تام الرحمن الرحیم پر وقف کافی ہے، وقف حسن نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ملک یوم الدین پر وقف کرے اسی طرح رب العلمین پر وقف تام تو ہے حسن نہیں۔ وقف حسن یہ ہے کہ الحد سے شروع کر کے یوم الدین پر ٹھہرے، ہمارے ہاں لوگ رب العلمین پر وقف کو سخت برا جانتے ہیں یہ بھی درست نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ہاں یہ کہو کہ بہتر نہیں۔

کیونکہ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ام سلمہ سے ملاقات نہیں کی، لہذا درمیان میں کوئی راوی چھوٹ گئے حدیث منقطع ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے لیٹ ابن سعد نے بھی روایت کی ہے اور جرجج نے بھی مگر لیٹ ابن سعد کی روایت صحیح تر ہے کہ اس میں کوئی راوی چھوٹا نہیں، ام سلمہ سے پہلے یعلیٰ ابن مملک کا ذکر ہے اور جرجج کی روایت میں راوی چھوٹ گیا ہے یہ منقطع ہے، لیٹ ابن سعد بہت ثقہ تھے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ عطاء زہری سے روایات لیں۔ اور ان سے بہت محدثین نے، انہیں بیس ہزار وینار کی سالانہ آمدنی تھی، مگر ان

پر کبھی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی، نیز اس حدیث کا متن بلاغت و لہجہ کے بھی خلاف ہے کہ
الرحمن الرحیم پر وقف بہتر نہیں۔ (مرقات وغیرہ)

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۳۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ؟ قَالَتْ: كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ قَدْ كَانَ رُبَّمَا أَسْرًا وَرُبَّمَا جَهْرًا فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً.

حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا، آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ قراءت فرماتے تھے یا بلند آواز سے؟ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح پڑھتے تھے، کبھی آپ آہستہ پڑھتے اور کبھی بلند آواز سے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ تعریف کے لائق ہے جس نے دین کے معاملے میں وسعت رکھی ہے۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ، میں ارشاد فرماتے ہیں: صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَآذِنَ اللَّهِ لَشَيْبِ مَآذِنَ لَنبِي حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقِرْآنِ

يَجْهَرُ بِهِ، رَوَاهُ الْإِمَامَةُ أَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ ابْنُ مَسْلَمٍ وَأَبُو دَاوُدَ

وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲/ ۷۵۱ صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن ۱/ ۲۶۸) (سنن

ابی داؤد باب کیف یسبح الترتیل فی القراءۃ ۱/ ۲۰۷)

اللہ تبارک و تعالیٰ کس چیز کو ایسی توجہ و رضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الہی کی تلاوت باواز کرتا ہے۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔) دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لله اشدا اذنا الى الرجل احسن الصوت بالقراں يجهر به من صاحب القينة الى قينة، رواه ابن ماجة و ابن حبان والحاكم وقال صحيح على شرطها والبيهقي كلهم عن فضالة بن عبيد رضي الله تعالى عنه۔

(۲) المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/ ۵۷۱) (سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶) (سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الشهادات تحسین الصوت القران دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۳۰)

یعنی جس شوق و رغبت سے گانے کا شوقین اپنی گان کنیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند و رضا و اکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا ہے۔

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تعلموا کتاب الله و تعاهدوا و تغنوا به، رواه الامام احمد عن

عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۳۶/۲)

قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو، (امام احمد نے حضرت عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

زينوا القرآن باصواتكم فان الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا۔
واہ الدارمی فی سننہ ومحمد بن نصر فی کتاب الصلوة بلفظ
حسنوا۔ وباللفظین رواہ الحاكم فی المستدرک کلہم من البراء
بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(سنن الدارمی باب ۳۳ باب الغنی بالقرآن حدیث ۳۵۰۳ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۳۰)

(المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱/۵۷۵) (۲۔ کنز العمال بحوالہ الدارمی ابن نصر

حدیث ۲۷۶۵ مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۶۰۵)

قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھا
دیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوة
میں حسوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام
حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے اور سب نے براء بن عازب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔)

پانچ حدیثوں صحیح زعیل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ليس منا من لم يتغن بالقرآن رواہ البخاری ۳ عن ابو هريرة
وابوداؤد عن ابی لبابة عبد البندر وهو كاحمد وابن حبان عن

سعد بن ابی وقاص و الحاکم عنہ وعن عائشہ وعن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید ۲ / ۱۱۲۳ و سنن ابی داؤد باب استحباب الترتیل فی القرآن
۱ / ۲۰۷) (مسند احمد بن حنبل ۱ / ۷۲ او کنز العمال حدیث ۶۹ / ۱۲۷۹ / ۶۰۵) (المستدرک للحاکم کتاب
فضائل القرآن ۱ / ۵۶۹)

ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام
بخاری نے اس کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا جبکہ امام ابو داؤد نے
حضرت ابولبابہ عبد المنذر سے اسے روایت کیا۔ نیز اس نے امام احمد اور
ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی روایت کی ہے اور
حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی وقاص، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت
ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳ ص ۵۸۳ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بلند آواز سے ہی پڑھنا بہتر ہے مگر۔۔۔

حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الولی لکھتے ہیں: کسی زمانے
میں بصرہ کے ہر گلی کوچے سے ذکر الہی اور تلاوت قرآن پاک کی آوازیں بلند ہوتی
تھیں اور اس طرح لوگوں کو ذکر الہی اور تلاوت قرآن پاک کی ترغیب ہوتی تھی۔ اتفاقاً
اس زمانے میں کسی عالم نے ریا کی باریکیوں کے بارے میں ایک رسالہ لکھا (اس
رسالہ کی جب اشاعت ہوئی) تو تمام لوگ ذکر و تلاوت جہری سے دست بردار ہو گئے،
کئی لوگوں نے کہا: کاش اس عالم نے یہ رسالہ نہ لکھا ہوتا۔

(کیسے سعادتی، ج ۲، ص ۶۹۲)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ

قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، قَالَ: فرماتی ہیں کہ میں رات کے وقت (اپنے
 حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ اگھر کی) چھت پر نبی کریم ﷺ کی
 الْعَبْدِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ، قراءت سنا کرتی تھی۔
 عَنْ أُمِّ هَانِيَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ
 قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، بِاللَّيْلِ وَأَنَا عَلَى عَرِيضِي۔
 شرح حدیث: مسحور کن قرأت

حضرت سیدنا ضحار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام قبول کرنے سے قبل بھوت پریت
 اتارنے کا منتر کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ آیا تو چند احمقوں کو یہ کہتے سنا
 کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پر جنون کا اثر ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت
 کیا کہ وہ کہاں رہتے ہیں، شاید اللہ تعالیٰ انہیں میرے ہاتھوں شفا دے دے۔ پھر
 میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، میں ہوائی اشیاء اور جنون وغیرہ کا علاج
 کرتا ہوں اور اللہ (عزوجل) جسے چاہتا ہے میرے ہاتھوں شفاء دے دیتا ہے، آئیے
 میں آپ کا علاج کر دوں۔ یہ سن کر سرورِ عالم نے خطبہ پڑھنا شروع کیا کہ تمام تعریفیں
 اللہ ہی کے لئے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد کے طلب گار ہیں،
 جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ راہِ حق
 سے بھٹکا دے اس کی راہنمائی کرنے والا کوئی نہیں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں
 کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ آپ
 نے یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ یہ سن کر میں نے کہا، خدا کی قسم! میں نے کاہنوں کی باتیں
 بھی سنی ہیں اور جادو گروں کی بھی نیز شاعروں کے کلام بھی سن رکھے ہیں مگر آپ جیسا
 کلام کسی نے نہیں کیا، اپنا دستِ اقدس آگے بڑھائیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور میں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام لانے کی بیعت کی۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج ۳، ص ۳۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَعْقِلٍ، يَقُولُ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى نَاقَتِهِ يَوْمَ الْفَتْحِ، وَهُوَ يَقْرَأُ: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ: فَقَرَأَ وَرَجَعَ، قَالَ: وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ: لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَيْكَ لَأَخَذْتُ لَكَ فِي ذَلِكَ الصَّوْتِ أَوْ قَالَ: اللَّحْنِ

حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اونٹنی پر دیکھا آپ پڑھ رہے تھے، بے شک ہم نے آپ کو واضح فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سب آپ کے پہلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دے) آپ خوش آوازی سے قراءت فرماتے۔ عبداللہ بن معقل کہتے ہیں (میرے استاد) معاویہ بن قمرہ نے فرمایا اگر مجھے لوگوں سے جمع ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو تمہیں اسی آواز میں (یا کہا اسی لہجے میں) سنانا شروع کرتا۔

شرح حدیث: تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے لگے تو آپ اپنی اونٹنی "قصواء" پر سوار تھے۔ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور بخاری میں ہے کہ آپ کے سر پر "مغفر" تھا۔ آپ کے ایک جانب حضرت ابو بکر صدیق اور دوسری جانب اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کوکبہ نبوی تھا۔ اس

شان و شوکت کو دیکھ کر ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے عباس! تمہارا بھتیجا تو بادشاہ ہو گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ تیرا برا ہوا سے ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ یہ ”نبوت“ ہے۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ و جلال کے باوجود شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تو اضع کا یہ عالم تھا کہ آپ سورہ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تو اضع خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنے عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔

(المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، باب غزوة فتح الا عظیم، ج ۳، ص ۴۳۲، ۴۳۴)

❖ عَنْ حُسَامِ بْنِ مِصْبَكٍ، عَنْ
قَتَادَةَ، قَالَ: مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا
إِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ الصَّوْتِ،
وَكَانَ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ، حَسَنَ
الصَّوْتِ، وَكَانَ لَا يُوجَعُ.

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو
خوبصورت اور خوش آواز بنا کر بھیجا اور
تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بھی) خوش اور
خوش آواز تھے اور آپ قراءت میں
(ہمیشہ) خوش الحانی نہیں فرماتے تھے۔

شرح حدیث: خوش آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ عزوجل فرمائے گا: میرے اطاعت گزار بندوں کو ”مَرْحَبًا“ اے میرے فرشتو! ان کو خوشی کے نغمے سناؤ۔ چنانچہ ملائکہ جائیں گے اور ان کے لئے جنت کی گانے والی حور عین کو لائیں گے اور ٹہنیوں اور درختوں پر سیٹیاں نصب کریں گے تمام درختوں کی ہر ٹہنی پر ستر (70) ہزار جلتی ساز ہوں گے، عرش کے نیچے سے ہوا چل کر ان جنتی سازوں میں داخل ہوگی تو ان سے ایسے نغمے سننے جائیں گے جن سے اچھے نغمے سننے

والوں نے نہ سنے ہوں گے۔

پھر اللہ عزوجل حور عین سے فرمائے گا: میرے بندوں کو خوشی کے نغمے سناؤ کیونکہ یہ میری رضا کے لئے دنیا میں گانوں کی آواز سے اپنے کانوں کو بچاتے تھے، میرے ذکر اور میرے کلام (یعنی قرآن مجید) کو سن کر لطف اندوز ہوا کرتے تھے، تو تم ان کو اپنی آواز میں میری حمد و ثناء سناؤ۔ تو حور عین گائیں گی اور ساز بھی ان کے ہم آواز ہو کر بچتے ہوں گے سب لوگ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اسے سن کر خوشی سے مست و بے خود ہو جائیں گے جب وجد و سرور سے افاقہ ہوگا اور سیر ہو جائیں گے تو عرض کریں گے: اے ہمارے رب عزوجل! ہم دنیا میں تیرا ذکر اور تیرا پیارا کلام پسند کیا کرتے تھے۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا: ہاں! بے شک میرے پاس تمہارے لئے وہ سب کچھ ہے جس کی تمہیں جنت میں خواہش ہے اور تم اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔

پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: اے داؤد (علیہ السلام)! تو وہ عرض کریں گے: لَبَّيْكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ (یعنی اے تمام جہانوں کے مالک میں حاضر ہوں)۔ اللہ عزوجل فرمائے گا: اے داؤد (علیہ السلام)! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم منبر پر کھڑے ہو کر میرے محبوب بندوں کو "زبور شریف" کی دس سورتیں سناؤ۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر تشریف فرما ہو کر زبور شریف کی دس سورتوں کی تلاوت فرمائیں گے، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز جو کہ گانے والی جنتی حوروں کی آواز سے بھی بڑھ کر ہوگی اس سے اہل جنت خوشی و مسرت سے وجد و سرور میں آجائیں گے جیسے نشے میں ہوں اور حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز (خوش الحانی میں) نوے (90) مزا میر کی آواز کے برابر ہوگی جب اہل جنت کو (وجد سے) سیر ہو کر افاقہ ہوگا تو اللہ عزوجل فرمائے گا: اے میرے بندو! کیا تم نے اس سے اچھی آواز کبھی سنی تھی؟ تو وہ عرض کریں گے: نہیں، اللہ عزوجل کی قسم! آج تک ہمارے کانوں نے نہ تیرے نبی حضرت سیدنا داؤد

علیہ السلام کی آواز کی مثل آواز سنی تھی اور نہ اس سے بہتر اور پیاری آواز سنی تھی۔
 پھر اللہ عزوجل فرمائے گا: میری عزت و جلال کی قسم! میں تمہیں اس سے بھی
 زیادہ اچھی آواز سناؤں گا، اے میرے محبوب! اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر
 پر تشریف فرما ہو کر سورہ یس اور سورہ طہ کی تلاوت کیجئے۔ تو سلطان دو جہاں، صاحب
 قرآن، صاحب حسن صوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرمائیں گے اور آپ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آواز حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی آواز سے ستر (70)
 گنا زیادہ خوش کن ہوگی، سارے جنتی، ان کے نیچے کرسیاں، عرش کی قدیلیں، ملائکہ،
 حور و غلمان اور بچے سب خوشی سے وجد و سرور میں آجائیں گے اور جنت کی کوئی چیز ایسی
 نہ ہوگی جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سورہ یس اور سورہ طہ کی تلاوت پر آپ
 کی آواز کی نغمگی اور حسن سے نہ جھومتی ہوگی۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے محبوب بندو! کیا تم نے اس سے بھی
 زیادہ اچھی آواز کبھی سنی تھی؟ تو وہ عرض کریں گے: تیری عزت اور جلال کی قسم! جب
 سے ہم پیدا ہوئے ہیں اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی اور اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے زیادہ میٹھی آواز کسی کی نہیں سنی۔ اللہ عزوجل فرمائے گا، میری
 عزت و جلال کی قسم! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ میٹھی اور زیادہ سریلی آواز سناؤں
 گا پھر اللہ تبارک و تعالیٰ خود سورہ انعام سنائے گا، جب جنتی حق تبارک و تعالیٰ کا کلام سنیں
 گے تو وجد و مستی میں ہوش و حواس کھو بیٹھیں گے تمام مال و اسباب، پردے،
 حجابات، محلات، درخت، حوریں اور نور کے سمندر بے قرار ہو جائیں گے، باغات جھوم
 اٹھیں گے، تمام درخت اور نہریں کلام عزیز و عقار عزوجل کی مٹھاس سے وجد کرنے
 لگیں گی جنت بھی وجد میں آجائے گی اس کے ستون خوشی سے لہرائیں گے، عرش، کرسی
 ، ملائکہ سب جھومنے لگیں گے اور جنت اپنے تمام ساز و سامان سمیت محبت و شوق سے

دارفتہ ہو جائے گی۔ (قُرَّةُ الْعُيُونِ وَ مُفْرَحُ الْقُلُوبِ الْخَزُونِ ص ۱۱۱-۱۱۲ مؤلف فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی الترمذی ص ۱۱۲)

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح

حضرت داؤد علیہ السلام خداوند قدوس کی تسبیح و تقدیس میں بہت زیادہ مشغول و مصروف رہتے تھے اور آپ اس قدر خوش الحان تھے کہ جب آپ زبور شریف پڑھتے تھے تو آپ کے وجد آفریں نغموں سے نہ صرف انسان بلکہ وحوش و طیور بھی وجد میں آجاتے اور آپ کے گرد جمع ہو کر خدا کی حمد کے ترانے گاتے اور اپنی اپنی سریلی اور پرکیف آوازوں میں تسبیح و تقدیس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی ہمنوائی کرتے اور چرند و پرند ہی نہیں بلکہ پہاڑ بھی خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء میں گونج اٹھتے تھے۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت (اتنی بلند ہوتی کہ) صحن میں بیٹھا ہوا آدمی سن لیتا حالانکہ آپ گھر کے اندر نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مرقاۃ و لمعات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں حجرے سے مراد گھر کا صحن ہے اور بیت سے مراد کوٹھڑی یعنی آپ کی تلاوت درمیانی تھی یہ عمومی حالات کا ذکر ہے

ورنہ کبھی اس سے زیادہ آواز بھی ہوتی تھی اور کبھی کم بھی۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۲۹)

45- بَابُ مَا جَاءَ فِي بُكَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

گریہ مبارک

❖ عَنْ قَابِطٍ ، عَنْ مُطَرِّفٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي ، وَجُوفِهِ أَرْيُّ كَأَرْيِّ الْمَرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ .

حضرت مطرف اپنے والد ماجد عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا آپ (اس وقت) نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینے مبارک سے ہنڈیا کے جوش کی طرح رونے کی آواز آرہی تھی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مطرف تابعی ہیں اور ان کے والد عبداللہ ابن شخیر صحابی ان کا پورا نام یہ ہے مطرف ابن عبداللہ ابن عامر ابن معصعہ شخیر۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا خوف خدا یا عشق الہی میں تھا یا اپنی امت کی شفاعت میں جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور علیہ السلام تہجد پڑھ رہے تھے اور آیت ان تُعَذِّبُهُمُ الْخَبْرَ بَارِ بَارِ پڑھتے تھے اور روتے تھے یہ رونا رب تعالیٰ کو بہت پیارا ہے، اب بھی جو نمازی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق یا خدا کے خوف سے نماز میں رونے تو نماز بڑی مقبول ہوتی ہے خصوصاً نماز تہجد، ہاں دنیوی تکلیف سے نماز میں رونا منع ہے اور اگر اس میں تین حرف ادا ہو گئے تو نماز فاسد ہے۔

(مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۲ ص ۲۲۵)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ
 قَالَ: حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ
 الْأَعْمَشِ، عَنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ
 عُبَيْدَةَ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ،
 قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ عَلَيَّ
 فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَقْرَأُ
 عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ، قَالَ: إِي
 أَحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي،
 فَقَرَأْتُ سُورَةَ النَّسَاءِ، حَتَّى
 بَلَغْتُ وَجِئْتَا بِكَ عَلَى هَوْلَاءِ
 شَهِيدًا، قَالَ: فَرَأَيْتَ عَيْنِي
 رَسُولِ اللَّهِ غَيْلَانَ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے (کچھ) قرآن پاک پڑھنے
 کا حکم فرمایا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!
 (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میں آپ کے سامنے
 پڑھوں حالانکہ قرآن کریم آپ پر نازل
 ہوا؟ آپ نے فرمایا میں دوسرے آدمی
 سے سننا چاہتا ہوں، میں نے سورہ نساء
 پڑھی اور جب میں وَجِئْتَا بِكَ عَلَى هَوْلَاءِ
 شَهِيدًا پر پہنچا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے
 دیکھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ: یعنی تم قرآن پڑھو میں سنو۔ شعر

خوشر آں باشد کہ سر دلبراں

گفتہ آید از حدیث دیگران

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھوانا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت رسول

ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پڑھوانا نہ تو تعلیم کی لیے تھا نہ اصلاح کے لیے بلکہ

صرف سننے کے لیے تھا۔

یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے، یا قرآن کریم حکمت ہے حضور حکیم ہیں، جنہیں اللہ عزیز حکیم نے سکھایا، حکمت حکیم کے منہ سے جتی ہے، میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔

کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے اور دوسرے سے پڑھوا کر سننا بھی، پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں، آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں، عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں چند احباب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں، یہ اس حدیث پر عمل ہے۔

یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ مولیٰ یہ سارے انبیاء سچے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی، اس آیت کریمہ کی تفسیر ہماری کتاب "شان حبیب الرحمان" اور تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو بیت الہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے۔ مرقات نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات مر بھی گئے۔ معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر رونا سنت ہے بشرطیکہ بناوٹ سے نہ ہو۔ یہی شریف میں ہے کہ قرآن کریم غم ورنج لیے ہوئے آیا ہے، اس لیے تم اس کی تلاوت پر روؤ (مرقات) (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج ۳ ص ۲۲۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

حَدَّثَنَا جَرِيْدٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَمِدِ اَقْدِسٍ فِيْ اَيِّكٍ دِنٍ سُوْرَجٍ كُوْغِرِہِیْنِ

بِنِ عَمْرٍو، قَالَ: انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَتَّى لَمْ يَكُنْ يَرَى كَعُ ثَمَّ رَكَعَ، فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَلَمْ يَكُنْ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكُنْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَلَمْ يَكُنْ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكُنْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ، فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَيَبْكِي، وَيَقُولُ: رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ؟ رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ؟ وَمَنْ نَسْتَغْفِرَكَ فَلَنَا صَلَى رَكَعَتَيْنِ انْجَلَّتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ فَحَمِدَ اللَّهَ تَعَالَى، وَأَثَمَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَتَّكِسِفَانِ لِبُؤْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا

لگ گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتی شروع کی (اور اتنا لمبا قیام کیا کہ) آپ رکوع کرنے والے معلوم نہیں ہوتے تھے، پھر رکوع فرمایا (اور اتنا لمبا رکوع فرمایا کہ) سجدہ کرتے معلوم نہیں ہوتے تھے پھر نہایت لمبا قومہ کیا اور پھر سجدہ فرمایا اور کافی دیر تک سر نہ اٹھایا، پھر دونوں سجدوں کے درمیان نہایت لمبا جلسہ فرمانے کے بعد آپ نے دوسرا جلسہ فرمایا اور اس میں اتنی دیر ٹھہرتے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ سجدے کی حالت میں آپ کراہنے اور رونے لگے اور دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار! کیا یہ تمہارا وعدہ نہیں کہ جب تک میں ان میں ہوں، تو ان کو عذاب نہیں دے گا۔ اے میرے پروردگار کیا تمہارا وعدہ نہیں کہ جب تک یہ (امتی) بخشش مانگتے رہیں گے تو انہیں عذاب نہیں دے گا۔ (اے اللہ!) ہم تجھ سے بخشش کے طلبکار ہیں۔ جب آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی تو سورج روشن ہو گیا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ

انكسفاً ، فافزعوا إلى ذِكْرِ اللَّهِ
تَعَالَى .

کی حمد و ثنا کی اور فرمایا بے شک سورج اور
چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو
نشانیوں ہیں، انہیں کسی کی موت یا زندگی کی
وجہ سے گرہن نہیں ہوتا، جب ان کو گرہن
ہو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ پناہ چاہو۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ ،

قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ ، قَالَ :

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ

السَّائِبِ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ

عَبَّاسٍ ، قَالَ : أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَةً لَهُ

تَقْصِي فَأَحْتَضَتْهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ

يَدَيْهِ ، فَمَاتَتْ وَهِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ

وَصَاحَتْ أُمَّ أَيْمَنَ ، فَقَالَ يَعْزِي

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَبْكِينَ

عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ؟ فَقَالَتْ :

أَلَسْتُ أَرَاكَ تَبْكِي ؟ قَالَ : إِنِّي

لَسْتُ أَبْكِي ، إِنَّمَا هِيَ رَحْمَةٌ ، إِنَّ

الْبُؤْسَ مِنْ بِكْلِ خَيْرٍ عَلَى كُلِّ حَالٍ ،

إِنَّ نَفْسَهُ تُلْزَعُ مِنْ بَدَنِ جَنْبَيْهِ ،

وَهُوَ بِحَدِّ اللَّهِ تَعَالَى .

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی ایک صاحبزادی کو، جو نزع کی حالت

میں تھی، بغل میں لیا اور پھر اپنے سامنے

رکھا (چنانچہ) وہ آپ کے سامنے ہی وہ

انتقال فرما گئیں، حضرت ام ایمن رضی اللہ

تعالیٰ عنہا (صدے کی وجہ سے) چیخ

پڑیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو

اللہ کے رسول کے سامنے روتی ہے؟ ام

ایمن نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا

آپ نہیں رو رہے؟ آپ نے فرمایا میں

رو نہیں رہا، بے شک یہ (آنسو) رحمت ہیں

اور مومن تو یقیناً ہر حال میں بھلائی پر ہوتا

ہے، بیشک اس کی جان دونوں پہلوؤں

کے درمیان سے نکالی جاتی ہے تو وہ اس

وقت بھی اللہ کی تعریف کر رہا ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت اور وفات

دو جہاں کے سردار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اعلانِ نبوت سے دس سال پہلے جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکیں ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے اور قید ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کیلئے فدیے ارسال کئے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کیلئے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جہیز میں دیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جب اس کو دیکھا تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد تازہ ہو گئی آبدیدہ ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورے سے یہ قرار پایا کہ ابو العاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا جائے اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دو آدمی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لینے کے لیے ساتھ کر دیئے کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائیں اور ابو العاص حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان تک پہنچوادیں۔

چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دیور کنانہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر چلے، آپ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں، کفار کو جب اس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہو گئے اور ایک جماعت مزاحمت کے لئے پہنچ گئی۔ جس میں ہببار بن اسود جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا وہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا ان دونوں میں سے کسی نے، اور اکثر نے ہببار ہی کو لکھا ہے، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ کا بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان چلی جائے یہ گوارا نہیں۔ اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔

کنانہ نے اس کو قبول کر لیا اور واپس لے آئے۔ دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا حضرت زینب کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور کئی سال تک اس میں بیمار رہ کر ۸ ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ عنہا وارضاهما عننا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۸، ص ۲۶-۲۷ و سیرة

النویہ لابن عثام، خروج زینب الی المدینہ، ج ۱، ص ۵۷۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ
الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، قَبَّلَ عُمَانَ بْنَ مَطْعُونٍ
وَهُوَ مَيْتٌ وَهُوَ يَبْكِي أَوْ قَالَ:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ جب حضرت عثمان بن
مطعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال کر گئے تو
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی میت کو بوسہ بھی
دے رہے تھے (یا راوی نے) کہا کہ
آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

عَيْنَاهُ تَهْرَاقَانِ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان ابن مطعون وہ پہلے مہاجر ہیں جو مدینہ پاک میں فوت

ہوئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دست اقدس سے ان کی قبر کے سرہانے پتھر گاڑا، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں، صاحب ہجرتین ہیں، اسلام سے پہلے بھی کبھی شراب نہ پی، بڑے عابد اور تہجد گزار صحابی تھے، ہجرت کے تیس ماہ بعد شعبان کے مہینہ میں وفات پائی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انہیں چومنا غسل دینے سے پہلے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت غسل سے پہلے بھی پاک ہوتی ہے اس کا غسل جنابت کا سا غسل ہے۔ (لمعات) لمعات میں اسی جگہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا عظیم الشان مقبرہ بنایا گیا۔

(مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۸۲)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: شَهِدْنَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُولُ اللَّهِ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، فَقَالَ: أَفِيكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ، قَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: انزِلْ فَانزِلْ فِي قَبْرِي هَذَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شہزادی کے جنازہ میں حاضر ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس تشریف فرما تھے، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپ نے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص ہے جس نے آج رات جماع نہ کیا ہو؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہوں۔ آپ نے فرمایا اترو! چنانچہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر میں اترے (اور انہیں دفن کیا)۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یہ جنازہ حضرت ام کلثوم بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جو حضرت عثمان کی زوجہ تھیں۔

یقارف، مقارفة سے بنا جس کے معنی ہیں کرنا یا قریب جانا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُقْتَرِفْ حَسَنَةً - جماع کو قراف کہتے ہیں۔ بعض شارحین نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ آج رات گناہ نہ کیا ہو مگر یہ غلط ہے، کیا سارے صحابہ راتیں گناہوں میں گزارتے تھے، یہاں بمعنی جماع ہے۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ ام کلثوم بہت عرصہ سے بیمار تھیں حضرت عثمان کو یہ خبر نہ تھی کہ آج ان کی آخری رات ہے اتفاقاً اس رات اپنی لونڈی سے صحبت کر بیٹھے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری اشارۃً اس طرح تشبیہ فرمائی، گویا یہ محبوبانہ شکوہ کیا کہ میری بیٹی اتنی بیمار اور تم نے صبر نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر خفیہ اور ظاہری عمل سے خبردار ہیں، دیکھو عثمان غنی کا پردہ کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روشن تھا۔

یا تو قبر کو اندر سے صاف کرنے کے لئے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں یا میت کو قبر میں رکھنے کے لئے۔ تب اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوگا کہ بوقت ضرورت اجنبی نیک شخص میت عورت کو کفن کے اوپر سے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی عذر ہوگا جس کی وجہ سے آپ خود قبر میں نہ اترے ورنہ عورت میت کو بیٹا، والد، بھائی۔ خاوند قبر میں اتارے، عثمان غنی سے یہ خدمت نہ لینا اظہار عتاب کے لئے تھا یا انہیں بھی کوئی عذر ہوگا۔ (لغات) (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۷۹۳)

46- بَابُ مَا جَاءَ فِي فِرَاشِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بستر مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عن هشام بن عروة، عن

أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَ : إِنَّمَا
كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، الَّذِي يَنَامُ عَلَيْهِ
مِنْ أَدَمَ ، حَشْوُهُ لَيْفٌ .
فرماتی ہیں کہ جس بستر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
آرام فرماتے تھے وہ چمڑے کا تھا اور اس میں
کھجور کے پتے (کوٹے ہوئے) بھرے
ہوئے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے لیف کے معنی کیے ہیں کھجور کی چھال، یہ غلط ہے
چھال بہت سخت ہوتی ہے۔ لیف کھجور کے درخت کا گودا جو نرم ہوتا ہے، عرب شریف
میں کم چوڑے بہت لمبے گدیے تکیہ نما ہوتے ہیں ان پر سویا جاتا ہے یہاں وہی مراد
ہے یعنی حضور کے سونے کا بستر ایسے گدیے تھے سردی میں یہ بستر تھا اور گرمیوں میں
ٹاٹ لہذا یہ حدیث ٹاٹ والی حدیث کے خلاف نہیں۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۵۴)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ
يَحْيَى الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ
اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا
جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:
سُئِلَتْ عَائِشَةُ: وَسُئِلَتْ
حَفْصَةُ، مَا كَانَ فِرَاشَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
بَيْتِكَ؟ قَالَتْ: مِسْحًا نَثْنِيهِ
ثِيَابَتَيْنِ فَيَنَامُ عَلَيْهِ، فَلَمَّا كَانَ
ذَاتَ لَيْلَةٍ، قُلْتُ: لَوْ ثَنَيْتَهُ أَرْبَعَ
ثِيَابٍ، لَكَانَ أَوْطَأَ لَهُ، فَثَنَيْتَاهُ
حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ
عنه اپنے والد سے روایت کرتے ہیں
(انہوں نے فرمایا) حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے حجرہ
مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک
کیسا تھا؟ ام المؤمنین نے فرمایا چمڑے کا
بنا ہوا (گدا) تھا اور اس میں کھجور کے پتے
بھرے ہوئے تھے، حضرت حفصہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے ہاں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک کیسا تھا؟
انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جسے ہم

لَهُ بِأَرْبَعِ نَنِيَابٍ، فَلَمَّا أَصْبَحَ،
 قَالَ: مَا فَرَشْتُمْ لِي اللَّيْلَةَ
 قَالَتْ: قُلْنَا: هُوَ فِرَاشُكَ، إِلَّا أَكْأَ
 فَعَيْنَاهُ بِأَرْبَعِ نَنِيَابٍ، قُلْنَا: هُوَ
 أَوْطَأُ لَكَ، قَالَ: رُحُوهُ لِحَالَتِهِ
 الْأُولَى، فَإِنَّهُ مَنَعَنِي وَطَاءَتُهُ
 صَلَاتِي اللَّيْلَةَ.

دوہرا کر لیا کرتے تھے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 اس پر آرام مناتے ایک رات میں نے
 سوچا کہ اگر میں اس ٹاٹ کی چار تہیں
 کر دوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
 زیادہ نرم ہوگا چنانچہ ہم نے اس کی چار تہیں
 کر دیں، صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے پوچھا کہ تم نے رات کو کونسا بستر
 بچھایا تھا؟ (انہوں نے فرمایا) ہم نے
 عرض کیا کہ بستر تو وہی تھا لیکن ہم نے اس
 کی چار تہیں کر دی تھیں (کیونکہ) ہمارے
 خیال میں وہ آپ کے لیے زیادہ نرم ہے۔
 آپ نے فرمایا اسے پہلی حالت پر کر دو
 کیونکہ اس کے نرمی نے مجھے رات کی نماز
 سے روک رکھا۔

شرح حدیث: زاہدانہ زندگی

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہنشاہ کونین اور تاجدار دو عالم ہوتے ہوئے ایسی
 زاہدانہ اور سادہ زندگی بسر فرماتے تھے کہ تاریخ نبوت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی،
 خوراک و پوشاک، مکان و سامان، رہن سہن غرض حیات مبارکہ کے ہر گوشہ میں آپ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا عالم اس درجہ نمایاں تھا کہ جس کو
 دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ
 نبوت میں ایک پتھر کے پرے بھی زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی میں کبھی تین دن لگاتار ایسے نہیں گزرے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شکم سیر ہو کر روٹی کھائی ہو ایک ایک مہینہ تک کا شانہ نبوت میں چولہا نہیں جلتا تھا اور کھجور و پانی کے سوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں کی کوئی دوسری خوراک نہیں ہوا کرتی تھی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں مکہ کی پہاڑیوں کو سونا بنا دوں اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتی رہیں اور آپ ان کو جس طرح چاہیں خرچ کرتے رہیں مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں کیا اور بارگاہِ خداوندی عزوجل میں عرض کیا کہ اے میرے رب! عزوجل مجھے یہی زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھانا کھاؤں تاکہ بھوک کے دن خوب گڑگڑا کر تجھ سے دعائیں مانگوں اور آسودگی کے دن تیری حمد کروں اور تیرا شکر بجالاؤں۔

بستر کو چارتہ کر کے بچھا دیا تو صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے کی طرح اس ٹاٹ کو تم دہرا کر کے بچھا دیا کرو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ اس بستر کی نرمی سے کہیں مجھ پر گہری نیند کا حملہ ہو جائے تو میری نماز تہجد میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ روایت ہے کہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی چارپائی پر بھی آرام فرمایا کرتے تھے جو کھردرے بان سے بنی ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر پھونے کے اس چارپائی پر لیٹتے تھے تو جسم نازک پر بان کے نشان پڑ جایا کرتے تھے۔

47- بَابُ مَا جَاءَ فِي تَوَاضِعِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

انکسار مبارک

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ

اللہ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ
 بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا
 تُظْرُونِي كَمَا أَظْرَتِ النَّصَارَى
 ابْنُ مَرْيَمَ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا:
 عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ

عند فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا مجھے اس طرح (حد سے) نہ بڑھاؤ
 جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن
 مریم کو (حد سے) بڑھایا بیشک میں اللہ کا
 (خاص) بندہ ہوں لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور
 اس کا رسول کہو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ لا تظرونا ہے اطراء سے بمعنی مبالغہ کرنا، جھوٹی تعریف کرنا، حد
 سے بڑھانا یعنی مجھے خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا تعالیٰ کا رشتہ دار عزیز نہ کہو کہ یہ چیزیں ہم
 جنسوں میں ہوتی ہیں رب تعالیٰ جنس سے پاک ہے، یہاں خاص مبالغہ کی ممانعت ہے
 یعنی جس قسم کا مبالغہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا تم میرے بارے
 میں وہ نہ کرو۔

اس کے معنی یہ نہیں کہ تم مجھے عبد اللہ و رسولہ کے سوا اور کچھ نہ کہو نہ شفیع
 البنذین کہو نہ رحمة اللعالمین کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میری وہ صفات بیان کرو جو
 عبدیت کے ماتحت ہوں الوہیت والی صفات مت بیان کرو لہذا یہ حدیث ان
 احادیث کے خلاف نہیں انا سید ولد ادم یا جیسے انا خطبہم اذا صبتوا یہ حدیث قرآن
 کریم کی آیات نعت کے خلاف ہے، رب فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِدًا
 وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا۔ حق یہ ہے کہ سوا ابن اللہ
 وغیرہ کے جو تعریف کر سکتے ہو کرو امام بوسیری فرماتے ہیں۔

دَعَا مَا ادَّعَاهُ النَّصَارَى فِي نَبِيِّهِمْ

وَاحْكُم بِمَا شِئْتُمْ مِنْ شَرَفٍ وَمِنْ عَظَمَةٍ

فان فضل رسول الله ليس له

حد فيعرب عنه ناطق بضم

نبی کریم کو ابن اللہ وغیرہ نہ کہو باقی جو کہہ سکتے ہو کہو کہ ہمارے الفاظ محدود ہیں حضور انور کے صفات غیر محدود، ساری دنیا ساری عمر حضور کے صفات بیان کرے سمندر کا قطرہ بیان نہیں ہو سکتا کہ غیر محدود کو محدود کیسے بیان کرے، ہمارے الفاظ محدود ہیں ۲۸ حرفوں میں حضور کی صفات لا محدود ہیں۔ سبحان اللہ! فیصلہ کر دیا۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۷۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا (یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے آپ سے ایک کام ہے، آپ نے فرمایا کہ تم مدینہ طیبہ کے جس راستہ میں چاہے چل کر بیٹھ، میں بھی وہاں بیٹھتا ہوں (یعنی جہاں چاہے مجھے اپنی ضرورت سے آگاہ کر دے۔)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:

حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لَهُ: إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً، فَقَالَ: اجْلِسِي فِي أَبِي ظَرِيحِ الْمَدِينَةِ بِسُتَيْبٍ، اجْلِسِي إِلَيْكَ.

شرح حدیث: تواضع

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تواضع بھی سارے عالم سے نرالی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو شاہانہ زندگی بسر فرمائیں اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہیں تو ایک بندے کی زندگی گزاریں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بندہ بن کر زندگی گزارنے کو پسند فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی یہ تو واضح دیکھ کر فرمایا کہ یا رسول اللہ! (عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ کی اس تو واضح کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ جلیل القدر مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبر انور سے اٹھائے جائیں گے اور میدانِ حشر میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ (الشفاء جعفر بن عقیق، المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، فصل واما تو اوضحه، ج ۱، ص ۱۳۰)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عصا مبارک پر ٹیک لگاتے ہوئے کا شانہ نبوت سے باہر تشریف لائے تو ہم سب صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے یہ دیکھ کر تو واضح کے طور پر ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس طرح نہ کھڑے رہا کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے رہا کرتے ہیں میں تو ایک بندہ ہوں بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ (الشفاء جعفر بن عقیق، المصطفیٰ، فصل واما تو اوضحه، ج ۱، ص ۱۳۰)

حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ حضور تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے پیچھے سواری پر اپنے کسی خادم کو بھی بٹھالیا کرتے تھے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ جنگ قریظہ کے دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کے جانور کی لگام چھال کی رسی سے بنی ہوئی تھی۔

(المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی، ج ۶، ص ۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلاموں کی دعوت کو بھی قبول فرماتے تھے۔ جو کی روٹی اور پرانی چربی کھانے کی دعوت دی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دعوت کو قبول فرماتے تھے۔ مسکینوں کی بیمار پرسی فرماتے، فقراء کے ساتھ ہم نشینی فرماتے اور اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان مل

جل کر نشست فرماتے۔ (الشفاء جعفری، حقوق المصطفیٰ، فصل واما تو اضعہ، ج ۱، ص ۱۳۱ ملحقاً)
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اپنے گھریلو کام خود اپنے دست مبارک سے کر لیا کرتے تھے۔ اپنے خادموں کے ساتھ
 بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور گھر کے کاموں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے
 خادموں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔

(الشفاء جعفری، حقوق المصطفیٰ، فصل واما تو اضعہ، ج ۱، ص ۱۳۲ ملحقاً)

ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا تو جلالت نبوت کی ہیبت سے ایک دم
 خائف ہو کر لرزہ بر اندام ہو گیا اور کانپنے لگا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد
 فرمایا کہ تم بالکل مت ڈرو۔ میں نہ کوئی بادشاہ ہوں، نہ کوئی جبار حاکم، میں تو قریش کی
 ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کی بوٹیاں کھایا کرتی تھی۔

(المواہب اللدیۃ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی، ج ۶، ص ۷۱)

فتح مکہ کے دن جب فاتحانہ شان کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے
 لشکروں کے ہجوم میں شہر مکہ کے اندر داخل ہونے لگے تو اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم پر تواضع اور انکسار کی ایسی تجلی نمودار تھی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹنی کی
 پیٹھ پر اس طرح سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک
 کجاوہ کے اگلے حصہ سے لگا ہوا تھا۔

(الشفاء جعفری، حقوق المصطفیٰ، فصل واما تو اضعہ، ج ۱، ص ۱۳۲)

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ
 حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 مُسْلِمٍ الْأَعْوَرِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازوں میں
 مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ تشریف لے جاتے، دراز گوش پر سوار

صلی اللہ علیہ وسلم یعودُ
 التَّریضُ، ویَشْهَدُ الْجَنَائِزَ،
 وَیَذْکُبُ الْحَبَّارَ، وَیُجِیْبُ دَعْوَةَ
 الْعَبْدِ، وَكَانَ یَوْمَ بِنِی قَرْیَظَةَ
 عَلٰی حِمَارٍ مَخْطُومٍ یَحْتَبِلُ مِنْ
 لَیْفٍ وَعَلَيْهِ اِکَافٌ مِنْ لَیْفٍ۔

ہوتے اور غلام کی بھی دعوت قبول فرماتے،
 جنگ بنی قریظہ کے دن آپ ایک دراز
 گوش پر سوار تھے جس کی رسی اور پلان
 کھجور کی مونجھ کے تھے۔

شرح حدیث: رزق کے خزانوں کا مالک

فضل بن ربیع کا بیان ہے: میں ایک مرتبہ سفر حج میں خلیفہ ہارون الرشید علیہ
 رحمۃ اللہ الجید کے ساتھ تھا۔ واپسی پر جب ہمارا گزر ”کوفہ“ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت
 سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ کھڑے ہیں اور بہت بلند آواز سے چیخ رہے
 ہیں۔ میں نے ان سے کہا: خاموش ہو جائیے! خلیفۃ المسلمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف
 لارہے ہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر جب خلیفہ ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ
 الجید کی سواری قریب آئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زور سے کہا: اے
 امیر المؤمنین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! ذرا میری بات سنئے! خلیفہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ کی آواز سنی تو رک گئے۔

حضرت سیدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین (رحمۃ
 اللہ تعالیٰ علیہ)! مجھے ”ایمن بن نائل“ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث سنائی کہ حضرت
 سیدنا قدامہ بن عبد اللہ عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ عزوجل و
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وادی منیٰ میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 ایک سادے سے کجاوے میں تشریف فرماتے اور وہاں نہ مارنا تھا، نہ ادھر ادھر ہٹانا تھا
 اور نہ ہی یہ کہ ایک طرف ہو جاؤ۔

(جامع الترمذی، ابواب الحج، باب ماجاء فی کراہیۃ طرد الناس... الحج، الحدیث: ۹۰۳، ص ۱۷۳)

تیری سادگی پہ لاکھوں تیری عاجزی پہ لاکھوں

ہوں سلام عاجزانہ مدنی ندینے والے!

فضل بن ربیع کا بیان ہے: میں نے امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا:

حضور! یہ بہلول دیوانہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: میں انہیں جانتا ہوں،

پھر کہا: اے بہلول (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)! مجھے کچھ اور نصیحت کرو۔ چنانچہ انہوں نے یہ

دو عربی اشعار پڑھے، جن کا مفہوم یہ ہے:

ترجمہ: (۱) (بالفرض) اگر تجھے ساری دنیا کی حکومت مل جائے اور تمام لوگ

تیرے مطیع و فرمانبردار بن جائیں،

(۲) پھر بھی کیا تیرا آخری ٹھکانا تنگ و تاریک قبر نہیں؟ (یعنی تیرے مرنے کے

بعد) لوگ باری باری تجھ پر مٹی ڈالیں گے۔

(عُیُونُ الْحَوَاکِیَاتِ ص ۱۷۱ امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ)

❖ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ

الْأَعْلَى الْكُوْفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ فَضِيلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ،

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

يُدْعَى إِلَى خُذْرِ الشَّعْبِ، وَالْإِهَالَةِ

السَّبْعَةِ، فَيَجِيبُ، وَلَقَدْ كَانَ لَهُ

دِرْعٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ، فَمَا وَجَدَ مَا

يُفْكُهَا حَتَّى مَاتَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی چکنائی کی

دعوت دی جاتی تو (بھی) قبول فرما لیتے

آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی

تھی لیکن آپ نے وصال فرمانے تک اس

کو چھڑانے کے لیے کچھ نہ پایا۔ (یہ فقرہ

اختیاری کی شان تھی)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اہالہ پگھلائی ہوئی چربی اور سنخہ پرانی چربی جس میں پرانی ہونے کی وجہ سے بو پیدا ہوگئی ہو۔ معلوم ہوا کہ ایسی چربی حلال ہے کہ یہ مضر صحت نہیں ہوتی مگر سڑا بھنا کھانا صحت کے لیے بہت مضر ہے اس لیے اس کا کھانا جائز نہیں۔

حتیٰ کہ جب حضور انور کی وفات ہوئی تو ذرہ یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی حضرت ابو بکر صدیق نے چھڑائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے تجارتی لین دین مالی معاملات جائز ہیں اگرچہ ان کی آمدنی حرام و حلال سے مخلوط ہو، یہودی کی حرام خوری پر قرآن مجید گواہ ہے لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ مگر حضور انور نے ان سے قرض لیا کفار کے ہدیے قبول فرمائے۔ (مرآة المناجیح، ج ۷، ص ۸۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ،
 عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ
 صَبِيحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ، عَنْ
 أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: سَجَّ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى
 رَجُلٍ رَيْبٍ، وَعَلَيْهِ قَطِيفَةٌ، لَا
 تُسَاوِي، أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ، فَقَالَ:
 اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا، لَا رِيَاءَ فِيهِ،
 وَلَا سُمْعَةً

حضرت انس بن مالک رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ایک پرانے پالان پر، جس پر ایک
 کسبل پڑا ہوا تھا، حج فرمایا، اس کسبل کی
 قیمت چار درہم بھی نہیں تھی۔ آپ نے دعا
 فرمائی اے اللہ! اس کو ایسا حج بنا دے جس
 میں ریا کاری اور نمائش نہ ہو۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ
 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ
 قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ
 مُحَمَّدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ:
 لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، قَالَ: وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ
 يَقُومُوا، لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ
 كَرَاهَتِهِ لِدَلِيلِكَ.

فرماتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر
 کوئی شخص محبوب نہ تھا (حضرت انس
 فرماتے ہیں پھر بھی) جب صحابہ کرام آپ کو
 دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے، کیونکہ انہیں
 معلوم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پسند
 نہیں فرماتے۔

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا جَمِيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ
 عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَجَلِيُّ، قَالَ:
 أَنْبَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ
 وَلَدِ أَبِي هَالَةَ رَوْجِ خَدِيجَةَ، يُكْنَى
 أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ لَأْبِي هَالَةَ،
 عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: سَأَلْتُ
 خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ، وَكَانَ
 وَصَافًا عَنِ حَلِيَّةِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا
 أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا،
 فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں
 ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے
 میں پوچھا، آپ ہند بن ابی ہالہ (حلیہ
 مبارک سے زیادہ واقف تھے اور میں چاہتا
 تھا کہ وہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 بارے میں کچھ بیان کریں، انہوں (ہند
 بن ابی ہالہ) نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نہایت ذی شان، معزز تھے اور آپ کا
 چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح
 چمکتا تھا، پھر انہوں نے پوری حدیث بیان
 کر دی (پوری حدیث پیچھے گزر چکی

مُخْرِجِهِ كَيْفَ يَصْنَعُ فِيهِ؟ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُنُ لِسَانَهُ إِلَّا فِيمَا يَعْنيهِ، وَيُوَلِّفُهُمْ وَلَا يُنْفِرُهُمْ، وَيُكْرِيمُ كَرِيمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيهِ عَلَيْهِمْ، وَيُعَيِّدُ النَّاسَ وَيَخْتَرِسُ مِنْهُمْ مَنْ غَيْرِ أَنْ يَطْوِي عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بَشْرَةً وَخُلُقَهُ، وَيَتَفَقَّدُ أَصْحَابَهُ، وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ، وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقْوِيهِ، وَيُقْبِحُ الْقَبِيحَ وَيُوَهِّيهُ مُعْتَدِلُ الْأَمْرِ غَيْرُ مُخْتَلِفٍ، لَا يَغْفُلُ مَخَافَةَ أَنْ يَغْفُلُوا أَوْ يَمِيلُوا، لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عِتَادٌ، لَا يَقْصِرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ الَّذِينَ يَلُونَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ، أَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ، أَعْلَمُهُمْ نَصِيحَةً، وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَذَلَّةً، أَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً، وَمُوَازَرَةً. قَالَ: فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهِ

(ہے)۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدت دراز تک حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چھپانے کے بعد (ایک مرتبہ) میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ (امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پہلے ہی ان (اپنے ماموں ہند) سے پوچھ چکے ہیں اور جو کچھ مجھے معلوم ہوا، اس سے وہ بھی آگاہ ہو چکے ہیں (اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ) انہوں نے اپنے والد ماجد (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف لانے، باہر جانے اور آپ کے طور طریقوں کے بارے میں پوچھ لیا ہے اور کوئی بات بھی (بلا تحقیق) نہیں چھوڑی، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے نبی کریم ﷺ کے گھر تشریف لانے (کی کیفیت) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب نبی کریم ﷺ گھر تشریف لاتے تو اپنے گھر کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے، ایک حصہ

فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُومُ وَلَا يَجْلِسُ إِلَّا عَلَى ذِكْرٍ، وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْمٍ، جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ، وَيَأْمُرُ بِذَلِكَ، يُعْطَى كُلَّ جُلَسَائِهِ بِنَصِيبِهِ، لَا يَحْسَبُ جَلِيسُهُ أَنَّ أَحَدًا أَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْهُ، مَنْ جَالَسَهُ أَوْ فَاوَضَهُ فِي حَاجَةٍ، صَابِرَةٌ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ عَنْهُ، وَمَنْ سَأَلَهُ حَاجَةً لَمْ يَزِدْهَا إِلَّا بِهَا، أَوْ يَمْسُورُ مِنَ الْقَوْلِ، قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهُ وَخُلُقُهُ، فَصَارَ لَهُمْ أَبَا وَصَارُوا عِنْدَهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءً، مَجْلِسُهُ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَحِلْمٍ وَحَيَاءٍ وَأَمَانَةٍ وَصَبْرٍ، لَا تُرْفَعُ فِيهِ الْأَصْوَاتُ، وَلَا تُؤَبَّنُ فِيهِ الْحُرْمُ، وَلَا تُكَلَّى فَلَتَاتُهُ، مُتَعَادِلِينَ، بَلْ كَانُوا يَتَفَاضِلُونَ فِيهِ بِالتَّقْوَى، مُتَوَاضِعِينَ يُوقِرُونَ فِيهِ الْكَبِيرَ، وَيَزْحَمُونَ

اللہ تعالیٰ (کی عبادت) کے لیے ایک حصہ گھر والوں کے (حقوق کی ادائیگی) لیے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لیے، پھر اپنا حصہ اپنا اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے، پس (اپنے فیوض و برکات) خاص صحابہ کرام کے ذریعے عال لوگوں تک پہنچا دیتے اور ان سے کوئی چیز روک کر نہ رکھتے۔ امت کے حصہ (وقت) میں آپ کی عادت مبارک تھی کہ علم و عمل والوں کو (گھر کے اندر آنے کی) اجازت فرماتے اور ان کی دینی فضیلت کے اعتبار سے ان پر وقت تقسیم فرماتے، ان میں سے کسی کی ایک ضرورت ہوتی، کوئی دو ضرورتوں والا ہوتا اور کسی کی بہت سی ضرورتیں ہوتیں آپ ان (کی ضروریات) میں مشغول ہوتے اور ان کو ان کی اپنی اور باقی امت کی اصلاح سے متعلق کاموں میں مشغول رکھتے ان سے ان کے مسائل کے بارے میں پوچھتے اور ان کے مناسب حال ہدایات فرماتے، نبی کریم ﷺ فرماتے حاضر کو غائب تک

فِيهِ الصَّغِيرَ، وَيُؤْتِرُونَ ذَا
الْحَاجَةِ، وَيَحْفَظُونَ الْغَرِيبَ.

(سنے ہوئے مسائل) پہچانے چاہئیں اور
میرے پاس ایسے آدمی کی ضرورت بھی
پہنچایا کرو جو خود نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جو شخص
ایسے آدمی کی حاجات کسی صاحب اختیار
کے پاس پہنچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت
کے دن اسے ثابت قدم رکھے گا اور نبی
کریم ﷺ کے پاس ایسی ہی
ضروریات کا ذکر کیا جاتا تھا، آپ اس کے
خلاف (یعنی فضول بات) قبول نہیں
فرماتے تھے، لوگ آپ کے پاس (علم و
فضل) کی چاہت لے کر آتے اور جب
واپس جاتے تو (علم و فضل کے علاوہ) کھانا
وغیرہ بھی کھا کر جاتے اور بھلائی کے رہنما
بن کر جاتے حضرت امام حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے (اپنے والد
ماجد سے) نبی کریم ﷺ کے باہر
تشریف لے جانے (کی کیفیت) کے
بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نبی
کریم ﷺ اپنی زبان مبارک کو صرف با
مقصد کلام کے لیے استعمال فرماتے، صحابہ
کرام کو باہم محبت سکھاتے اور ان کو

جدانہ ہونے دیتے۔ آپ ہر قوم کے معزز آدمی کی عزت کرتے اور اسے ان پر حاکم مقرر کرتے، لوگوں کو (عذاب الہی کا) ڈر سناتے اور ان سے اپنی حفاظت فرماتے لیکن اس کے باوجود ہر ایک سے خندہ روئی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ اپنے صحابہ کرام کے حالات دریافت کرتے اور لوگوں کے حالات بھی دریافت کرتے اور لوگوں کے حالات بھی دریافت فرماتے رہتے۔ آپ اچھے کو اچھا سمجھتے اور اس کی تائید فرماتے برے کو بُرا سمجھتے اور اسے ذلیل و کمزور کرتے آپ ہمیشہ میانہ روی اختیار فرماتے اور (صحابہ کرام سے) بے خبر نہ رہتے کہ کہیں وہ غافل یا ست نہ ہو جائیں۔ آپ کے پاس ہر حالت کے لیے مکمل سامان ہوتا نہ تو حق سے قاصر رہتے اور نہ آگے بڑھتے (یعنی حق پر رہتے) لوگوں میں سے بہترین افراد آپ کے ہم نشین ہوتے جو لوگوں کا زیادہ خیر خواہ ہوتا وہ آپ کے نزدیک افضل ہوتا اور جو شخص لوگوں پر زیادہ احسان کرتا اور

ان سے اچھا برتاؤں کرتا، آپ کے نزدیک وہ بڑے مرتبے والا ہوتا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان سے (یعنی اپنے والد ماجد سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ جب آپ مجلس میں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی تشریف رکھتے اور اسی بات کا حکم بھی فرماتے، ہر بیٹھنے والے کو اس کا حق دیتے (یعنی سب سے برابر پیش آتے) کوئی بیٹھنے والا یہ نہ سمجھتا کہ اس سے کوئی زیادہ باعزت ہے جب کوئی شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا آپ سے گفتگو کرتا تو جب تک وہ خوف نہ چلا جاتا آپ اس کے پاس بیٹھے رہتے اور جو آپ کے سامنے اپنی ضرورت پیش کرتا آپ اس کی ضرورت پوری فرماتے یا نرمی سے جواب دے دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش مزاجی اور حسن اخلاق عام تھا چنانچہ آپ لوگوں کے لیے باپ کی طرح

تھے اور تمام لوگوں کے حقوق آپ کے
 نزدیک برابر تھے آپ کی مبارک مجلس،
 بردباری، حیا و صبر اور امانت کی مجلس ہوتی
 تھی، نہ تو وہاں آوازیں بلند ہوتیں اور نہ
 ہی (معزز لوگوں کی) عزتوں پر عیب لگایا
 جاتا۔ اس مجلس مبارک کی غلطیاں (یعنی
 بالفرض اگر کسی سے صادر ہو بھی جاتیں)
 پھیلائی نہیں جاتی تھیں، اہل مجلس آپس
 میں برابر ہوتے تھے (ایک دوسرے پر فخر
 نہیں کرتے تھے) صرف تقویٰ کی وجہ
 سے ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے تھے
 (اہل مجلس عاجزی کرتے، بڑوں کی عزت
 کرتے اور چھوٹوں پر رحم کرتے، حاجت
 مندوں کو ترجیح دیتے اور مسافر کے حقوق)
 کا خیال کرتے۔

شرح حدیث: حسن معاشرت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن
 اپنے احباب، اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اپنے رشتے داروں، اپنے پڑوسیوں ہر
 ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر ایک
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا گرویدہ اور مذاج تھا، خادم خاص حضرت
 انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس برس تک سفر و وطن میں حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا مگر کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ مجھے ڈانٹا نہ جھڑکا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ (المواہب اللدیہ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما اکرمہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۴۲، ۴۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے جو کوئی بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارتا تو آپ لبیک کہہ کر جواب دیتے۔ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا کبھی بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پاس آنے سے نہیں روکا اور جس وقت بھی مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خوش طبعی بھی فرماتے اور سب کے ساتھ مل جل کر رہتے اور ہر ایک سے گفتگو فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بچوں سے بھی خوش طبعی فرماتے اور ان بچوں کو اپنی مقدس گود میں بٹھا لیتے اور آزاد نیز لونڈی غلام اور مسکین سب کی دعوتیں قبول فرماتے اور مدینہ کے انتہائی حصہ میں رہنے والے مریضوں کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے اور عذر پیش کرنے والوں کے عذر کو قبول فرماتے۔ (الشفاء جعریف حقوق المصطفیٰ، فصل واما حسن عشرتہ، ج ۱، ص ۱۲۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کان میں کوئی سرگوشی کی بات کرتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تک اپنا سر اس کے منہ سے الگ نہ فرماتے جب تک وہ کان میں کچھ کہتا رہتا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آتا آپ سلام کرنے میں پہل کرتے اور ملاقاتیوں سے مصافحہ فرماتے اور اکثر اوقات اپنے پاس آنے والے

ملاقاتیوں کے لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک بچھا دیتے اور اپنی مسند بھی پیش کر دیتے اور اپنے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کی کنٹیوں اور اچھے ناموں سے پکارتے کبھی کسی بات کرنے والے کی بات کو کاٹتے نہیں تھے۔ ہر شخص سے خوش روئی کے ساتھ مسکرا کر ملاقات فرماتے، مدینہ کے خدام اور نوکر چاکر برتنوں میں صبح کو پانی لے کر آتے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے برتنوں میں دست مبارک ڈبو دیں اور پانی متبرک ہو جائے تو سخت جاڑے کے موسم میں بھی صبح کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر ایک کے برتن میں اپنا مقدس ہاتھ ڈال دیا کرتے تھے اور جاڑے کی سردی کے باوجود کسی کو محروم نہیں فرماتے تھے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل وانا حسن عشرتہ، ج ۱، ص ۱۲۱، ۱۲۲ ملحقاً)

حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی باپ یعنی حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا ایک حصہ ان کے لئے بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت بی بی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کا باقی حصہ ان کے لئے بچھا دیا پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی آئے تو آپ نے ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ہمیشہ کپڑا وغیرہ بھیجتے رہتے تھے یہ ابولہب کی لونڈی تھیں اور چند دنوں تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انہوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، فصل وانا خلقہ، ج ۱، ص ۱۲۸، ۱۲۹)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لئے کوئی مخصوص بستر نہیں رکھتے تھے بلکہ ہمیشہ

ازواجِ مطہرات کے بستروں ہی پر آرام فرماتے تھے اور اپنے پیار و محبت سے ہمیشہ اپنی مقدس بیویوں رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو خوش رکھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پیالے میں پانی پی کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب پیالہ دیتی تو آپ پیالے میں اسی جگہ اپنا لب مبارک لگا کر پانی نوش فرماتے جہاں میرے ہونٹ لگے ہوتے اور میں گوشت سے بھری کوئی ہڈی اپنے دانتوں سے نوچ کر وہ ہڈی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ بھی اسی جگہ سے گوشت کو اپنے دانتوں سے نوچ کر تناول فرماتے جس جگہ میرا منہ لگا ہوتا۔

(المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما کرّمہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۵۵، ۵۶ ملحوظاً)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزانہ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ملاقات فرماتے اور اپنی صاحبزادیوں کے گھروں پر بھی رونق افروز ہو کر ان کی خبر گیری فرماتے اور اپنے نواسوں اور نواسیوں کو بھی اپنے پیار و شفقت سے بار بار نوازتے اور سب کی دلجوئی و رواداری فرماتے اور بچوں سے بھی گفتگو فرما کر ان کی بات چیت سے اپنا دل خوش کرتے اور ان کا بھی دل بہلاتے اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری اور ان کے ساتھ انتہائی کریمانہ اور مشفقانہ برتاؤ فرماتے الغرض آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے طرزِ عمل اور اپنی سیرت مقدسہ سے ایسے اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرمائی کہ اگر آج دنیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر عمل کرنے لگے تو تمام دنیا میں امن و سکون اور محبت و رحمت کا دریا بہنے لگے اور سارے عالم سے جدال و قتال اور نفاق و شقاق کا جہنم بجھ جائے اور عالم کائنات امن و راحت اور پیار و محبت کی بہشت بن جائے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بْنُ بَرِّعٍ قَالَ : حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ

الْبُفْضَلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ،
عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ
كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ، وَلَوْ دُعِيَ عَلَيَّ
لَأَجَبْتُ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرمانے میں عار نہیں ضرور قبول فرمائیں گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو تعلیم ہے کہ غریبوں اور اپنے نوکروں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکراؤ ان کے اخلاص کی قدر کرو اور ہم غریبوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہو سکے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں مال و اعمال کے ثوابوں کا ہدیہ کرتے رہیں۔ یہاں کراع سے مراد گھرے (گائے بکری کے پائے) ہیں نہ کہ کراع التعمیم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہماری دعوت کر دے تو ہم قبول فرمائیں گے کیونکہ صدقہ اس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

(مرآة المناجیح، ج ۳، ص ۵۵)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَ:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
الْبُنْكَدِيِّ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: جَاءَنِي
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، آپ نے تو خچر پر سوار تھے اور نہ ہی تر کی گھوڑے پر (بلکہ پیدل) تشریف لائے جو آپ کی تواضع کا واضح

وَسَلَّمَ لَيْسَ بِرَأْيِكِ بَعْلٍ وَلَا
بِزَكْوَنِ

شرح حدیث: راہ خدا عزوجل میں پاؤں گروا لود ہونے کا ثواب

حضرت سیدنا ابی اسحاق ^{لمصیح المقرانی} رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم روم کی سرزمین پر محو سفر تھے۔ حضرت سیدنا مالک بن عبد اللہ ^{خثعمی} رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کے سالار تھے۔ جب حضرت سیدنا مالک رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب سے گزرے جو اپنے خچر کی لگام تھامے آگے جا رہے تھے تو حضرت سیدنا مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، اے بندے! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سواری دی ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں اپنی سواری سدھار رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس کے قدم راہ خدا عزوجل میں گروا لود ہو جائیں اللہ عزوجل اسے جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔

ان کی بات حضرت سیدنا مالک رضی اللہ عنہ کو پسند آئی پھر وہ آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں خاموشی تھی۔ کسی نے بلند آواز سے کہا، اے ابو عبد اللہ! اللہ عزوجل نے تمہیں سواری عطا فرمائی ہے لہذا اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ منادی کا مقصد سمجھ گئے، چنانچہ فرمایا، میں اپنی سواری سدھار رہا ہوں اور اپنی قوم سے بے پرواہ ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جس کے قدم راہ خدا عزوجل میں گروا لود ہو جائیں اللہ عزوجل اسے جہنم پر حرام فرما دیتا ہے۔ یہ سن کر لوگ اپنی سواریوں سے اتر پڑے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن ان سے زیادہ پیدل چلنے والا نہیں دیکھا۔

(الاحسان بترویج صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب فضل الجہاد، رقم ۴۵۸۵، ج ۷، ص ۶۱)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ: أَنبَأَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْهَيْثَمِ الْعَطَّارُ، قَالَ: سَمِعْتُ يُوسُفَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: سَمَّيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوسُفَ، وَأَقْعَدَنِي فِي حَجْرِهِ، وَمَسَحَ عَلَيَّ رَأْسِي.

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھا کر میرے سر پر دستِ اقدس پھیرا۔ (یعنی پچپن میں)

شرح حدیث: سیدنا عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں ان کے یہ صاحبزادہ بھی صحابی ہیں، آپ کا نام حضور انور نے یوسف رکھا، کنیت ابو یعقوب ہے، ۱۰۰ سو ہجری میں آپ کی وفات ہے، آپ سے تین احادیث مروی ہیں۔

آپ جب پیدا ہوئے تو گھر کے اندر اور باہر ہر طرف اسلام کی آواز گونج رہی تھی، آپ نے اسی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور تعلیم و تربیت پائی، صحابہ کا معمول تھا کہ ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعا و برکت کے لیے لاتے یہ پیدا ہوئے تو ان کو بھی بارگاہ نبوت میں لایا گیا، آپ نے ان کو گود میں بٹھایا اور سر پر دستِ شفقت پھیرا اور ان کا نام یوسف تجویز فرمایا۔

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّلِبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ وَهُوَ ابْنُ صَبِيحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھیل پر (جو اس پالان پر تھا) جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار درہم تھی، حج فرمایا، جب اونٹنی پر تشریف فرما

مَالِكِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَجَّ عَلَى رَجُلٍ رَيْبٍ وَقَطِيفَةٍ، كُنَّا نَرَى مَمْتَهَا أَرْبَعَةَ كَرَاهِمَ، فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ، قَالَ: لَبَيْكَ بِحُجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِيهَا وَلَا رِيَاءَ.

شرح حدیث: حجۃ الوداع

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر ذوقعدہ میں جمعرات کے دن مدینہ میں غسل فرما کر تہبند اور چادر زیب تن فرمایا اور نماز ظہر مسجد نبوی میں ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ سے چھ میل دور اہل مدینہ کی میقات ”ذوالحلیفہ“ پر پہنچ کر رات بھر قیام فرمایا پھر احرام کے لئے غسل فرمایا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے ہاتھ سے جسم اطہر پر خوشبو لگائی پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اپنی اونٹنی ”قصواء“ پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے ”لبیک“ پڑھا اور روانہ ہو گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں بائیں حد نگاہ تک آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ یہی کی روایت ہے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار اور دوسری روایتوں میں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ تھے۔ (المواہب اللدیۃ وشرح الزرقانی، النوع السادس فی ذکر حجہ و عمرہ، ج ۱۱ ص ۳۲۹-۳۳۱ حجۃ الوداع، ج ۲ ص ۱۳۶)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرفات پہنچ کر ایک کعبل کے خیمہ میں قیام فرمایا۔ جب سورج ڈھل گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی ”قصواء“ پر سوار ہو کر

خطبہ پڑھا۔ اس خطبہ میں آپ نے بہت سے ضروری احکام اسلام کا اعلان فرمایا اور زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں اور بیہودہ رسموں کو آپ نے مٹاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ **اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيْ مَوْضُوعٍ**۔ سن لو! جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔

(المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی، النوع السادس فی ذکر حجہ وعمرہ، ج ۱۱، ص ۳۸۳، ۳۹۳۔

۳۹۵، ۳۹۷ ملحقاً صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۱۲۱۸، ص ۶۳۳)

اسی طرح زمانہ جاہلیت کے خاندانی تقاضا اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں نیچ اونچ وغیرہ تصورات جاہلیت کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے اور مساوات اسلام کا علم بلند فرماتے ہوئے تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث رجل من اصحاب النبی ﷺ الحدیث:

۲۳۵۲۸، ج ۹، ص ۱۲۷)

اسی طرح تمام دنیا میں امن و امان قائم فرمانے کے لئے امن و سلامتی کے شہنشاہ تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خدائی فرمان جاری فرمایا کہ تمہارا خون اور تمہارا مال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ، تمہارا یہ شہر محترم ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، الحدیث: ۱۲۱۷، ج ۱، ص ۵۷۷ ملحقاً)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ
حَدَّثَنَا مَعْنَرٌ، عَنْ قَابِطِ بْنِ مَتَّى، قَالَ: تَعَالَى عَنْهُ فَرَمَاتے ہیں ایک درزی نے نبی

وَعَاوِمِ الْأَحْوَالِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَرَّبَ مِنْهُ تَرِيدًا عَلَيْهِ كَبَابٌ، قَالَ: فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْخُذُ الدُّبَابَ، وَكَانَ يُحِبُّ الدُّبَابَ، قَالَ ثَابِتٌ: فَسَبِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: فَمَا صُنِعَ لِي بِطَعَامٍ، أَقْدَرُ عَلَى أَنْ يُصْنَعَ فِيهِ كَبَابٌ، إِلَّا صُنِعَ.

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور آپ کے سامنے ترید (روٹی اور گوشت) جس میں کدو (بھی) تھے، لا کر رکھے (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کدو لے لیکر کھاتے (کیونکہ) آپ کدو پسند فرماتے تھے، حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس کے بعد جب بھی میرے لیے کھانا تیار کیا جائے تو میں جہاں تک ممکن ہوتا، اس میں کدو ڈالتا ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ یا تو اس درزی نے حضرت انس کی بھی دعوت کی تھی یا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور مخدوم کے ساتھ عموماً خاص خادم جایا ہی کرتے ہیں، گھر والے ان کی آمد سے راضی ہوتے ہیں عرفاً یہ بات مروج ہے اس لیے آپ بھی حضور انور کے ساتھ گئے۔ جس حدیث میں آتا ہے کہ پانچ صاحبوں کی دعوت پر چھٹا آدمی ساتھ گیا تو حضور انور نے اس کے لیے علیحدہ اجازت مانگی، صاحب خانہ نے اجازت دے دی تب اسے کھانے میں شریک کیا وہ چھٹا آدمی خادم خاص نہ تھا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔

قلینا بنا ہے قلا سے بمعنی کاٹنا، عرب میں گوشت کے بڑے بڑے پارے نمک لگا کر سکھائے جاتے ہیں جو عرصہ تک کھائے جاتے ہیں انہیں قدید کہتے ہیں۔ ہم

نے بھی منی شریف میں بدویوں کو قربانی کا گوشت سکھاتے دیکھا ہے۔

حوال جمع ہے حول کی بمعنی گھومنا، کناروں کو حوال کہا جاتا ہے کہ اس طرف گھومنا ہوتا ہے۔ قصعہ یا صفحہ وہ بڑا پیالہ جس سے پانچ چھ آدمی کھا سکیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ہر طرف سے کدو کے ٹکڑے اٹھا کر کھانے لگے۔ معلوم ہوا کہ کدو مرغوب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مخدوم و خادم ایک پیالے سے کھائیں تو مخدوم ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ وہ جو ارشاد ہے کل مما یلیک اپنے سامنے سے کھاؤ، وہاں چھوٹوں یا برابر والوں سے خطاب ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ جب ایک ساتھی کے ہر طرف ہاتھ ڈالنے سے دوسرے ساتھی نفرت کریں تب یہ حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے چیز لگ کر تبرک بن جاتی ہے، حضرات صحابہ نے تو حضور کا پیشاب بلکہ خون بھی پیا ہے تبرکاً لہذا حضور کا حکم دوسرا ہے۔ (مرقات) بہر حال یہ حدیث بہت واضح ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت انس بھی کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے حضور انور کے سامنے رکھنے لگے۔

اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ اپنے خدام و غلاموں کی دعوت قبول کرنا چاہیے اگرچہ وہ اپنے سے درجہ میں کم ہو۔ دوسرے یہ کہ خادم کو اپنے ساتھ ایک پیالے میں کھلانا بہت اچھا ہے۔ تیسرے یہ کہ کدو پسند کرنا سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ ہر سنت سے محبت کرنا خواہ سنت زائد ہو یا سنت ابدی طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شعر

فقط اتنی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی

کہ اس جان جہاں کے حسن پر دیوانہ ہو جانا

پانچویں یہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ کھائے تو پیالے میں سے ہر طرف سے کھا سکتا ہے خادم کو یہ حق نہیں۔ چھٹے کہ خادم پیالہ سے بوٹیاں یا کدو وغیرہ چن کر مخدوم کے سامنے رکھ سکتا ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۵۵)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ
 عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ
 قَالَتْ: قِيلَ لِعَائِشَةَ: مَاذَا كَانَ
 يَعْمَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ
 بَشْرًا مِنَ الْبَشَرِ، يَقْلِي ثَوْبَهُ
 وَيَخْلُبُ شَاتَهُ، وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ.

حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی
 ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو معمولات
 کے بارے میں پوچھا گیا۔ ام المؤمنین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ
 انسانوں میں ایک انسان تھے، اپنے
 کپڑوں میں خود جوئیں دیکھتے، بکری کا
 دودھ دوہتے اور اپنے کام خود کرتے
 (آپ نہایت پاکیزہ تھے اس کی باوجود
 جوئیں دیکھنا اس وجہ سے تھا کہ کہیں اور
 سے نہ لگ گئی ہو۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں
 فرماتے ہیں کہ اس عمل شریف سے دو مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ پیوند والا کپڑا اور
 پیوند لگا ہوا جوتا پہننے میں عار نہ کرے یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے
 یہ کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں بھی شرم نہ کرے دوسرے کا حاجت مند نہ رہے
 مگر یہ دونوں عمل بخل کی بناء پر نہ ہوں بلکہ تواضع انکسار کے لیے ہوں لہذا یہ حدیث اس
 فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ جب نیا کپڑا یا نیا جوتا پاؤ تو پرانا خیرات کر دو کہ وہاں
 سخاوت کی تعلیم ہے اور یہاں تواضع کی۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم فطری طور پر ہر کام جانتے ہیں، حضور سلطنت کرنا، مقدمہ میں فیصلہ کرنا
 بھی جانتے ہیں اور کپڑے سینا، جوتہ میں پیوند لگانے سے بھی واقف ہیں یہ سب کچھ کسی
 سے سیکھا نہیں رب کے ہاں سے سیکھے سکھائے تشریف لائے، حضور انور نے کوئی کمال

کسی مخلوق سے نہیں سیکھا۔

یعنی حضور کی زندگی پاک شاہانہ پر تکلف نہ تھی عام بشر کی طرح سادہ تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور میں سوا بشریت کے اور کوئی کمال نہ تھا اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ حضرات صحابہ کرام حضور کو بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔ بشر کہنا تو بڑی بات ہے حضرت عباس حضور کو بھتیجا نہیں کہتے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھائی نہیں کہتے، حضرت عائشہ خاوند کہہ کر نہیں پکارتیں سب یہی کہتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

خیال رہے کہ حضور انور کے سر یا کپڑوں میں جو کچھ پڑتی نہ تھیں ہاں دوسرے کی چڑھ جاتی تھیں وہ آپ اپنے کپڑوں سے صاف کرتے تھے اور ام حرام آپ کے سر شریف سے نکالتی تھیں، ہاں مکھی جسم پاک پر نہیں بیٹھتی تھی مچھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ دیتے تھے۔ (اشعہ) بعض شارحین نے فرمایا کہ کبھی ایک دو جون پڑ جاتی جون پڑنا صفائی خون کی علامت ہے اس لیے جذامی کے سر یا کپڑوں میں جون نہیں پڑتی مگر فقیر کے نزدیک پہلی بات قوی ہے۔

یعنی اپنے کام خود آپ بھی کر لیتے تھے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت انس اور دوسرے صحابہ حضور انور کی خدمت کرتے تھے۔

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۸۱)

48- بَابُ مَا جَاءَ فِي خُلُقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اخلاق حسنہ

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت

❖ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چند آدمی

الثَّوْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ بتائیے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں کیا بتاؤں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا اور جب (آپ پر) وحی بازل ہوتی، مجھے بلا بھیجتے اور میں (وحی) لکھ لیتا، جب ہم دنیا کا ذکر کرتے آپ بھی ہمارے ساتھ اس کا ذکر کرتے جب ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم کھانے پینے کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ ان باتوں میں شریک ہو جاتے پس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام سیرت تم سے بیان کرتا ہوں۔

بْنِ زَيْدِ الْمُقَرَّبِ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُمَانَ الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَارِجَةَ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: دَخَلَ نَفَرٌ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فَقَالُوا لَهُ: حَدِّثْنَا أَحَادِيثَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَاذَا أُحَدِّثُكُمْ؟ كُنْتُ جَارَهُ فَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بَعَثَ إِلَيَّ فَكَتَبْتُ لَهُ، فَكُنَّا إِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا، وَإِذَا ذَكَرْنَا الْآخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا، وَإِذَا ذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهُ مَعَنَا، فَكُلُّ هَذَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن شرح میں فرماتے ہیں کہ حضرت زید ابن ثابت تو مشہور صحابی ہیں، کاتب وحی ہیں مگر آپ کے فرزند خارجہ تابعی ہیں، خلافت عثمانیہ کا زمانہ پایا ہے، مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں سے ایک ہیں۔

یعنی مجھے حضور انور کے پڑوسی ہونے کا شرف حاصل ہے اور میں حضور انور کے

حالات سے اچھی طرح باخبر ہوں کہ پڑوسی اپنے پڑوسی کے حالات سے باخبر ہوتا ہے مجھ سے پوچھو وہ کیسے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں صرف آخرت ہی کا ذکر نہ ہوتا تھا کہ لوگ اکتا جائیں بلکہ دنیا کی برائی یا بھلائی کا ذکر بھی ہوتا تھا۔ دنیا نفس کے لیے بری ہے اور آخرت کی کھیتی ہو تو اچھی ہے۔ جب ہم دنیا کی کوئی بات کرتے تو حضور انور بھی اس میں شریک ہو جاتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ یہ باتیں بھی جائز ہیں۔

مگر ان ذکروں میں بہت سے مسائل شرعیہ بھی حاصل ہو جاتے ہیں کیا کھانا چاہیے، کیسے کھانا چاہیے، کون سا کھانا ہم کو مرغوب ہے، اس کھانے میں کیا فوائد ہیں۔ حضور کی مجلس علم کی مجلس تھی ہر بات میں تبلیغ و تعلیم تھی۔

بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو شیخ جلوت میں ہر وقت اللہ اللہ ہی کرتا ہو اور کوئی بات ہی نہ کرتا وہ مکار ہے مجلس میں ہر طرح کا ذکر چاہیے، ہاں جائز ذکر چاہیے نا جائز نہ چاہیے۔ رب تعالیٰ کو اپنے محبوب حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں پسند ہیں جو ان اداؤں کی نقل کرے گا وہ خدا کو محبوب ہوگا۔ مجلس کی یہ ادا کہ وہاں ہر طرح کا دین کا دنیا کا ذکر ہو محبوب کی ایک ادا ہے تم بھی اس ادا کی نقل کرو۔

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۸۲)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے شریر آدمی کی طرف بھی متوجہ

ہوتے اور اس سے باتیں کرتے تاکہ اس

(طریقے) سے ان کا دل (نیکیوں کی

طرف) نرم ہو جائے اور آپ میری طرف

❖ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ،

قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُقْبِلُ بِوَجْهِهِ

وَحَدِيثِهِ عَلَى أَشْرِّ الْقَوْمِ،

يَتَأَلَّفُهُمْ بِذَلِكَ فَكَانَ يُقْبِلُ

بِوَجْهِهِ وَحَدِيثِهِ عَلَى حَتَّى

قُلْتُ أَيُّ خَيْرِ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ:
يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا خَيْرٌ أَوْ أَبُو بَكْرٍ؟
فَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ
اللَّهِ، أَنَا خَيْرٌ أَوْ عُمَرُ؟ فَقَالَ: عُمَرُ،
فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا خَيْرٌ أَوْ
عُثْمَانُ؟ فَقَالَ: عُثْمَانُ، فَلَمَّا
سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَدَّقَنِي فَلَوِدِدْتُ
أَنِّي لَمْ أَكُنْ سَأَلْتُهُ.

توجہ فرماتے اور باتیں کرتے یہاں تک
کہ میں اپنے آپ کو سب سے اچھا خیال
کرتا۔ میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتر ہوں یا ابو بکر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ؟ آپ نے فرمایا ابو بکر، میں نے
عرض کیا، میں بہتر ہوں یا عمر بن خطاب
آپ نے فرمایا عمر بن خطاب میں نے
پوچھا میں بہتر ہوں یا عثمان غنی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ؟ آپ نے فرمایا عثمان غنی، چونکہ
میرے پوچھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچی
بات بتادی (اس لیے) کاش! میں آپ
سے نہ پوچھتا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن
سلوک ہر ایک سے برابر تھا اس لیے ہر
آدمی یہی سمجھتا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
زیادہ مقرب ہوں۔)

شرح حدیث: حسن اخلاق

اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح بیان کرتے ہوئے
ارشاد فرماتا ہے:

وَإِنَّكَ لَكَلِمٌ خُلِقَ عَظِيمٌ ۝

(ترجمہ کنز الایمان:) اور بے شک تمہاری خوبو (خلق) بڑی شان کی

ہے۔ (پ 29، اقم: 4)

حضرت سیدنا سعید بن ہشام فرماتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض، الحدیث ۱۷۳۹، ص ۷۹۲)
حضور نبی پاک، صاحب کولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: بُعِثْتُ لَأَكْتُمَنَّ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ ترجمہ: مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ (اسنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الشهادات، باب بیان مکارم الاخلاق۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۷۸۲، ج ۱۰، ص ۳۲۳)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَيْعِيُّ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَدَمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي أَفٍّ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِمِشْيَرٍ صَنَعْتُهُ، لِمَ صَنَعْتُهُ، وَلَا لِمِشْيَرٍ تَرَكْتُهُ، لِمَ تَرَكْتُهُ؟ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا، وَلَا مَسَسْتُ خَرًّا وَلَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارے آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ فرمایا، نہ کسی کام کے کرنے پر فرمایا کہ تم نے کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام کے ترک پر فرمایا کہ تم نے کیوں چھوڑا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پسندیدہ اخلاق والے تھے آپ کے دستِ اقدس سے زیادہ ملائم میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی، نہ تو ریشم ملا کپڑا نہ خالص ریشمی کپڑا اور نہ دوسری کوئی چیز، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

حَرِيرًا، وَلَا شَيْئًا كَانَ الْدِّينَ مِنْ
 كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، وَلَا شَمَمْتُ مِسْكَ قَطُّ،
 وَلَا عِظْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرِي
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ حضور انور کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے پر حضرت انس رضی اللہ
 عنہ کی عمر آٹھ سال تھی، ان کے والدین اس وقت حضور انور کی خدمت میں انہیں لائے
 اور بولے کہ ہم نے انہیں آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ وفات شریف سنہ
 ہجری میں ہوئی، وفات شریف تک حضور انور کی خدمت میں رہے بعد وفات مدینہ سے
 باہر آگئے، مقام موصل میں آپ کا مزار ہے۔

یعنی میں کم عمر بھی تھا اور کم سمجھ بھی، مجھ سے تصور بھی ہوتے تھے اور کبھی کچھ نقصان
 بھی ہو جاتا تھا جیسے کوئی چیز ٹوٹ جانا وغیرہ مگر اس سراپا رحم و کرم نے مجھے کبھی جھڑکا نہیں
 اور ملامت کے طریقہ پر یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کر دیا یہ کیوں چھوڑ دیا۔ اف کا
 ترجمہ اردو میں ہے افوہ یہ سرزنش اور ملامت کے وقت بولا جاتا ہے یہاں دنیاوی
 کاموں میں اف نہ فرمانا مراد ہے شرعی غلطی پر پکڑ کر ناصلاح ہے۔ (مرقات و اشعہ)
 پسینہ چمک دار اور نہایت ہی آبدار صاف شفاف خوشبودار یہاں صرف صفائی و
 آب تاب مراد ہے خوشبوداری احادیث سے مروی ہے۔

جب طاقتور آدمی چلتے ہیں تو رفقار کے دوران یکدم پاؤں زمین سے اٹھاتے ہیں
 گویا پاؤں کو ہیز رہے ہیں، حضور انور کی چال پہلی قسم کی تھی۔ حلفا کے یہ معنی ہیں جیسے

انسان اوپر سے اترتے ہوئے قدم اٹھاتا ہے حضور کی رفتار ایسی تھی۔
حضور انور کے ہاتھ موٹے موٹے یعنی بھرے ہوئے نہایت طاقتور تھے مگر
ساتھ ہی نہایت نرم بھی تھے۔ اس گنہگار نے ایک بار خواب میں اس دستِ اقدس کو
بوسہ دیا ہے بالکل ایسے ہی دیکھے نہایت ٹھنڈے کہ مصافحہ ہوا تو کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا رب
تعالیٰ پھر نصیب کرے۔ شعر

خدا نے ان کو اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے

وہ آئے اس جہاں میں سب حسینوں سے حسین ہو کر

یہ خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے ہر وقت مہکتی تھی بہت تیز تھی اور
دور دور پہنچتی تھی حتیٰ کہ گلی سے گزرتے تو گھروں والے اندرون خانہ محسوس کر لیتے تھے
پھر یہ خوشبو بہت دیر تک پھیلی رہتی تھی کہ جس گلی سے گزر جاتے بعد میں بہت دیر تک وہ
گلی مہکتی رہتی تھی کہ بعد میں آنے والے پہچان لیتے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
گزر گئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شعر

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ

کیسی خوشبو میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

بلکہ اب بھی روضہ اطہر پر خصوصاً مواجہہ شریف جہاں کھڑے ہو کر سلام پڑھا
جاتا ہے کبھی کبھی نہایت نفیس خوشبو محسوس ہوتی۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ کبھی کسی کو
اپنے گھر میں خصوصاً تہجد کے وقت غیبی خوشبو محسوس ہوتی ہے اس وقت درود شریف
پڑھنا چاہیے، یہ خیال کرے کہ یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں۔ بعض
لوگوں کی وفات کے بعد ایسی خوشبو محسوس ہوتی ہے سمجھو حضور تشریف لائے ہوئے ہیں
اس میت کو لینے آئے ہیں۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۴۶، ۶۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حضرت انس بن مالک رضی اللہ

وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ هُوَ الضَّبِّيُّ،
وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَلِمِ الْعَلَوِيِّ،
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ
كَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ بِهِ أَكْرُ صُفْرَةٍ،
قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يَكَادُ يُوَاجِهُهُ
أَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا قَامَ،
قَالَ لِقَوْمِهِ: لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدَعُ
هَذِهِ الصُّفْرَةَ

شرح حدیث: حضرت سیدنا انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں: نبی اکرم
تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کے منہ پر وہ بات نہیں کرتے تھے جو اسے ناپسند ہو۔
(سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۳۰۴ کتاب الادب)

ہر اس کلام سے خاموشی اختیار کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اجمالاً ہو یا تفصیلاً، ہاں
نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے سلسلے میں جو کچھ بیان کرنا اس پر واجب ہو اور
خاموشی کی اجازت نہ ہو تو اس صورت میں اس کے برامانے کی پرواہ نہ کرے کیوں کہ
حقیقتاً یہ اس پر احسان ہے اگرچہ اس کے خیال میں بظاہر برائی ہے۔

❖ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي
عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ وَاسْمُهُ عَبْدُ بْنُ
عَبْدٍ عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: لَمْ
تُحَدِّثْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
شَيْئًا سَمِعْتُهُ يَكْرَهُهُ، وَلَا يَكَادُ يُوَاجِهُهُ
أَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ، فَلَمَّا قَامَ،
قَالَ لِقَوْمِهِ: لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدَعُ
هَذِهِ الصُّفْرَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو طبعی طور پر
فحش کہنے والے تھے اور نہ بہ تکلف فحش

يَكُنْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاحِشًا، وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَغْفُو وَيُصْفَحُ.

گو تھے (یونہی) آپ بازاروں میں چلانے والے بھی نہ تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے۔

شرح حدیث: معاف کرنے والے آقا

اس کے بعد شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کئے ہوئے لرزاں و ترساں اشراف قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفاکاروں میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ لوگ بھی تھے جو بارہا آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے جنہوں نے بار بار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملے کئے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنہوں نے آپ کے دندان مبارک کو شہید اور آپ کے چہرہ انور کو لہو لہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک و درندہ صفت بھی تھے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وہ آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی اور پیاس خون نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ جفاکار و خونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے درود یوار وائل چکے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل اور ان کی ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے، ان کا جگر چبانے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے وہ ستم گار جنہوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت خبیب، حضرت زید بن دہنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ کورسیوں سے باندھ باندھ کر کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریتوں پر لٹایا تھا، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کونلوں پر سلا یا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے تھے، سینکڑوں بارگلا گھونٹا تھا۔ یہ تمام جو روحنا اور ظلم و ستمگاری کے پیکر، جن کے جسم کے روگٹے روگٹے اور بدن کے بال بال ظلم و عدوان اور سرکشی و طغیان کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین و انصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کووں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی اور ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گی ان مجرموں کے سینوں میں خوف و ہراس کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آگئے تھے اور عالم یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آ رہے تھے۔ اسی مایوسی اور ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور ان مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ

بولو! تم کو کچھ معلوم ہے؟ کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر امید و بیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب ایک زبان ہو کر بولے کہ اَحْ كَرِيْمٌ وَابْنُ اَحْ كَرِيْمٍ آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔

سب کی لچائی ہوئی نظریں جمال نبوت کا منہ تک رہی تھیں۔ اور سب کے کان شہنشاہ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ اک دم دفعتاً قاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوا اَنْتُمْ الطَّلَقَاءُ۔

(المواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، باب غزوة الفتح الاعظم، ج ۳، ص ۴۴۹)

آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمان رسالت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرط ندامت سے اشکبار ہو گئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذبات شکر یہ کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر لآلہ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے نعروں سے حرم کعبہ کے در و دیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعتاً ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا کہ سماں ہی بدل گیا، فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ

جہاں تاریک تھا، بے نور تھا اور سخت کالا تھا

کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

کفار نے مہاجرین کی جائدادوں، مکانوں، دکانوں پر غاصبانہ قبضہ جمایا تھا۔

اب وقت تھا کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دلانے جاتے اور ان سب جائدادوں،

مکانوں، دکانوں اور سامانوں کو مکہ کے غاصبوں کے قبضوں سے واکزار کر کے مہاجرین

کے سپرد کیے جاتے۔ لیکن شہنشاہ رسالت نے مہاجرین کو حکم دے دیا کہ وہ اپنی کل جائدادیں خوشی خوشی مکہ والوں کو ہبہ کر دیں۔

اللہ اکبر! اے اقوام عالم کی تاریخی داستانو! بتاؤ کیا دنیا کے کسی فاتح کی کتاب زندگی میں کوئی ایسا حسین و زریں ورق ہے؟ اے دھرتی! خدا کے لئے بتا؟ اے آسمان! اللہ بول۔ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا فاتح گزرا ہے؟ جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کیا ہو؟ اے چاند اور سورج کی چمکتی اور دور بین نگاہو! کیا تم نے لاکھوں برس کی گردش لیل و نہار میں کوئی ایسا تاجدار دیکھا ہے؟ تم اس کے سوا اور کیا کہو گے؟ کہ یہ نبی جمال و جلال کا وہ بے مثال شاہکار ہے کہ شاہان عالم کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے۔ اس لئے ہم تمام دنیا کو چیلنج کے ساتھ دعوتِ نظارہ دیتے ہیں کہ

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے

رفعت شانِ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ

الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ،

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ،

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا ضَرَبَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، بِيَدِهِ شَيْئًا قَطُّ، إِلَّا أَنْ

يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَلَا يَهْرَبَ

خَادِمًا وَلَا امْرَأَةً

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یہاں شیعتا سے مراد آدمی ہے یعنی حضور نے کسی آدمی کو کبھی نہ مارا

اونٹ گھوڑے کو بارہا مارا ہے، ایک بار بچھو بھی مارا ہے، سانپ کے مارنے کا حکم دیا ہے۔ چونکہ انسان کو اپنی بیویوں خادموں سے تعلق بہت رہتا ہے اکثر انہیں مارنا پڑتا ہے اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا ورنہ شیئاً میں یہ بھی داخل تھے کہ یہ بھی آدمی ہی ہیں۔

حضور انور نے غزوہ احد میں ابی ابن خلف کو اپنے ہاتھ شریف سے قتل کیا۔ (مرقات) صرف یہ ہی ایک کافر حضور کے ہاتھوں سے قتل ہوا ہے۔ یہاں شرعی سزائیں تعزیرات مراد نہیں وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجرموں پر جاری فرمائی ہیں، یہ تمام قتل وغیرہ اپنی ذات کے لیے نہ تھے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھے۔

یعنی اگر کوئی شخص قانون اسلامی کی مخالفت کرتا چوری زنا کرتا تو اس کو سزا ضرور دیتے تھے اور اگر کوئی شخص آپ کا کوئی حق مار لیتا تو آپ اسے معاف فرما دیتے تھے اس سے بدلہ نہ لیتے تھے۔ (مرآة المناجیح، ج 8، ص 44)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ
الضَّبِّيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا فَضِيلُ بْنُ
عِيَّاضٍ، عَنْ مَنصُورٍ، عَنِ
الرُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ،
قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِرًا
مِنْ مَظْلَمَةٍ ظَلَمَهَا قَطُّ، مَا لَمْ
يُنْتَهَكَ مِنْ مَحَارِمِ اللَّهِ تَعَالَى
شَيْءٌ، فَإِذَا انْتَهَكَ مِنْ مَحَارِمِ اللَّهِ
شَيْءٌ كَانَ مِنْ أَشَدِّهِمْ فِي ذَلِكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات پر ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے محارم کو توڑا جاتا (یعنی) کوئی شرعی حدود سے تجاوز کرتا تو اس بارے میں (سب سے) زیادہ غضب ناک ہو جایا کرتے اور جب آپ کو دو کاموں میں (سے ایک کا) اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان کو اختیار فرماتے (بشرطیکہ) وہ

غَضَبًا، وَمَا خَيْرٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، إِلَّا
اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ
مَأْتَمًا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اختیار دینے والا اللہ تعالیٰ ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ حضور انور کو دو کاموں کا اختیار دیتا تو آپ آسان کام اختیار فرماتے تاکہ امت کو تکلیف نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اختیار دینے والے یا کفار ہوتے یا مسلمان کہ اگر یہ لوگ دو باتیں حضور پر پیش کرتے تو آپ آسان اختیار فرماتے جیسے بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل کا مشورہ دیا گیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا بھی، تو حضور انور نے حضور ابو بکر صدیق کا مشورہ فدیہ قبول فرمایا یہ ہے آسان کو اختیار فرمانا، پھر رب تعالیٰ نے اس فدیہ لے کر چھوڑنے کو قانون بنا دیا کہ فرمایا: فَاِمَّا مَّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً۔ اس کی مفصل بحث ہماری تفسیر میں دیکھو۔

اگر اختیار دینے والا رب تعالیٰ ہے تو گناہ سے مراد ہے کسی جائز کام کا گناہ کا ذریعہ بنا لیسے کام سے حضور ڈور رہتے جیسے رب نے حضور کو اختیار دیا کہ یا آپ شاہانہ زندگی اختیار فرمائیں خزانے آپ کے ساتھ رہیں یا آپ سادہ زندگی قبول فرمائیں، چونکہ شاہانہ زندگی دنیا میں مشغولیت نیکیوں میں کمی کا ذریعہ بن سکتی تھی اس لیے حضور انور نے سادہ زندگی اختیار فرمائی۔ شعر

عجز اللہ رہے تمہارا کہ ہبہ کل ہو کر

زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری

یعنی حضور انور نے اپنی ذات کے لیے کسی موذی سے بدلہ نہ لیا، جس سے بدلہ لیا

دین کی حرمت کے لیے، حضور نے اپنے جن دشمنوں کو قتل کرایا ہے یا قتل کیا ہے وہ بھی

درحقیقت دین ہی کے دشمن تھے جیسے عقبہ بن ابی معیط، عبداللہ ابن حنبل کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرایا کہ وہ درحقیقت دین کے دشمن تھے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں مالی جرم کا عوض مراد ہے آبرو کے دشمنوں سے بدلہ لیا ہے۔ (مرقات، اشع) مگر پہلی بات قوی ہے۔ حضور نے ہندہ وحشی عکرمہ کو معافی دے دی کہ وہ اپنے دشمن تھے مگر فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ کٹوا دیا کہ اس نے چوری کی تھی قانون اسلامی کا جرم کیا تھا، اس موقع پر کسی کی سفارش قبول نہ فرمائی بلکہ سفارش پر ناراضی فرمائی۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۷۶)

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، قَالَ:

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ،

قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وسلم، وَأَنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: بِئْسَ

ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ أَخُو الْعَشِيرَةِ،

ثُمَّ أَذِنَ لَهُ، فَأَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ،

فَلَمَّا خَرَجَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،

قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ

الْقَوْلَ، فَقَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ مِنْ

شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ

وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فرماتی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر گھر آنے کی اجازت

مانگی، میں اس وقت آپ کے پاس موجود

تھی۔ آپ نے فرمایا (یہ) اپنے قبیلے کا برا

بیٹا اور برا بھائی ہے پھر آپ نے اجازت

فرمائی اور جب وہ داخل ہوا تو آپ نے

نہایت نرمی سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ چلا

گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے تو آپ نے وہ بات فرمائی اور

پھر نرمی سے گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا اے

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بے شک لوگوں

میں سے وہ شخص زیادہ شریر ہے جسے لوگ

اس کی بدزبانی کو وجہ سے چھوڑ دیں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضور انور نے یہ بات اس وقت فرمائی جب کہ وہ ابھی حضور کے پاس پہنچا نہ تھا اور واڑہ پر ہی تھا یعنی اس کے پس پشت بیان فرمایا جو لغت غیبت ہے اس لیے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے۔ اس شخص کا نام عیینہ ابن حصن تھا۔ مؤلفہ القلوب سے تھا، اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا، پھر حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا مگر اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا اس کا بھتیجا حرب ابن قیس پختہ مسلمان صاحب علم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص مقرب تھا، اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے، آپ ناراض ہوئے سزا دینی چاہتی، حرب ابن قیس نے عرض کیا خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر کریں۔ (مرقات، اشعہ)

یعنی حضور مطابق عادت کریمہ کے بہت اخلاق سے پیش آئے کرم کریمانہ سے کلام فرمایا۔

یہ کلام تو حضرت عروہ کا ہے اس لیے قلت نہ کہا بلکہ فقالت عائشہ فرمایا یا حضرت عائشہ کا ہی ہے مگر خود اپنے عمل کی حکایت اپنے نام سے کی۔ مقصد یہ ہے کہ حضور کا یہ عمل شریف غیبت میں تو داخل نہیں ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں اسے برا فرمایا اور سامنے اخلاق سے گفتگو فرمائی۔

یعنی ہم دوست دشمن نیک و بد سب سے اخلاق ہی برتتے ہیں کسی سے کج خلقی سے پیش نہیں آتے تم کو ہمارا تجربہ ہے۔

یعنی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے نالاں ہوتے ہیں مگر اس سے

ڈر کر اس کا احترام کرتے ہیں یہ انہیں میں سے ہے اگر میں اس کے سامنے وہ ہی کہتا جو اس کے پس پشت کہا تھا تو یہ میرے پاس آنا چھوڑ دیتا اور اس کی اصلاح نہ ہو سکتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں، نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لیے اس کی شر پر مطلع کر دینا غیبت نہیں، نیز کسی کی اصلاح کے لیے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جدا گانہ ہیں حضور حکیم مطلق ہیں۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۶۶۴)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ

عنه روایت ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنه نے اپنے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنه سے، ہم نشینوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کشادہ رو، نرم خو نرم مزاج رہتے تھے، آپ نہ بدخوتھے نہ سخت دل، نہ چلانے والے، نہ بدگونہ عیب جو اور نہ تنگی کرنے والے تھے، آپ جس چیز کی خواہش نہ رکھتے اس سے خود تو چشم پوشی فرماتے لیکن دوسروں کو مایوس نہ فرماتے اور خود اس کی دعوت قبول نہ فرماتے، آپ نے اپنے آپ کو تین چیزوں سے جھکڑے،

❖ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ،

قَالَ: حَدَّثَنَا جَمِيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَجَلِيُّ، قَالَ:

أَتَيْنَا رَجُلًا مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ مِنْ

وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيْجَةَ،

وَيُكْنَى أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ لَأْبِي

هَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ:

قَالَ الْحَسَنُ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ

سِيْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، فِي جُلُوسَاتِهِ، فَقَالَ: كَانَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، دَائِمًا الْبِشْرَ، سَهْلَ

الْمُخْلِ، لَيْسَ الْجَانِبِ، لَيْسَ بِفَقِيْظٍ

وَلَا غَلِيْظٍ، وَلَا صَخَّابٍ وَلَا

تکبر اور بے مقصد باتوں سے دور رکھا ہوا تھا اور تین (ہی) چیزوں کو لوگوں سے بچا رکھتے یعنی نہ کو کسی کی برائی کرتے، نہ کسی کو عیب لگاتے اور نہ (ہی) کسی کا عیب تلاش کرتے، آپ صرف وہی کلام کرتے جس میں ثواب کی امید رکھتے جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے ہم نشین سر جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے (بیٹھے ہوئے) ہی اور جب آپ خاموش ہو جاتے تو وہ (اہل مجلس) گفتگو کرتے اور وہ آپ کے سامنے کسی بات پر نہ جھگڑتے اور جب کوئی شخص آپ کے سامنے (آپ کی اجازت سے) بات کرتا تو باقی لوگ خاموش رہتے جب تک کہ وہ خاموش نہ ہو جاتا، ان سب کی گفتگو آپ کے نزدیک پہلے آدمی کی گفتگو آپ کے نزدیک پہلے آدمی کی گفتگو کی طرح ہی ہوتی (یعنی سب کی گفتگو ایک طرح سماعت فرماتے) جس بات سے باقی لوگ ہنستے۔ آپ بھی تبسم فرماتے اور جس بات سے دوسرے تعجب

فَتَائِمٍ، وَلَا عِيَابٍ وَلَا مُشَاجٍ،
يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهُي، وَلَا
يُؤَيِّسُ مِنْهُ رَاجِيَهُ وَلَا يُخَيِّبُ
فِيهِ، قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ مِنْ ثَلَاثٍ:
الْبِرَاءِ، وَالْإِكْفَارِ، وَمَا لَا يَعْنِيهِ،
وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ: كَانَ
لَا يَذُمُّ أَحَدًا، وَلَا يَعِيبُهُ، وَلَا
يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ، وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا
فِيمَا رَجَا ثَوَابَهُ، وَإِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ
جُلَسَاؤُهُ، كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوسِهِمُ
الظُّلُمُ، فَإِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوا لَا
يَتَنَازَعُونَ عِنْدَهُ الْحَدِيثَ، وَمَنْ
تَكَلَّمَ عِنْدَهُ أَنْصَتُوا لَهُ حَتَّى
يَفْرُغَ حَدِيثَهُمْ عِنْدَهُ حَدِيثُ
أَوْلِيهِمْ، يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُونَ
مِنْهُ، وَيَتَعَجَّبُ مِمَّا يَتَعَجَّبُونَ
مِنْهُ، وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيبِ عَلَى الْجَفْوَةِ
فِي مَنْطِقِهِ وَمَسْأَلَتِهِ، حَتَّى إِنْ
كَانَ أَصْحَابُهُ، وَيَقُولُ: إِذَا رَأَيْتُمْ
طَالِبَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَأَرْفُدُوهُ،
وَلَا يَقْبَلِ الْعَنَاءَ إِلَّا مِنْ مُكَافِي

وَلَا يَقْطَعُ عَلَى أَحَدٍ حَدِيثَهُ حَتَّى
يَجُوزَ فَيَقْطَعَهُ بِنَهْيِ أَوْ قِيَامِهِ .

کرتے آپ بھی تعجب فرماتے، کسی اجنبی آدمی کو (سوال کرنے میں) بدتمیزی اور بے باکی کو برداشت فرماتے یہاں تک کہ صحابہ کرام پر دیسی آدمیوں کو آپ کے پاس لے آتے تاکہ (ان کی بے تکلف گفتگو سے) وہ بھی فائدہ اٹھائیں، آپ فرمایا کرتے تھے جب کسی حاجت مند کو مطلب حاجت میں دیکھو تو اسے دے دیا کرو، آپ اپنی تعریف صرف اسی آدمی سے قبول کرتے جو احسان کے بدلے میں تعریف کرتا، آپ کسی کی گفتگو کو نہ کاٹتے البتہ اگر وہ حد سے بڑھ جاتا تو اسے روک دیتے یا اٹھ کر تشریف لے جاتے۔

شرح حدیث: سیرت مبارکہ کیا ہے؟

حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے وفات اقدس تک کے تمام مراحل حیات، آپ کی ذات و صفات، آپ کے دن رات اور تمام وہ چیزیں جن کو آپ کی ذات والا صفات سے تعلقات ہوں خواہ وہ انسانی زندگی کے معاملات ہوں یا نبوت کے معجزات ہوں ان سب کو ”کتاب سیرت“ ہی کے ابواب و فصول اور مسائل شمار کرنے لگے۔

چنانچہ اعلان نبوت سے پہلے اور بعد کے تمام واقعات کا شانہ نبوت سے جبل حراء کے غار تک اور جبل حراء کے غار سے جبل ثور کے غار تک اور حرم کعبہ سے طائف کے

بازار تک اور مکہ کی چراگا ہوں سے ملک شام کی تجارت گا ہوں تک اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں کی خلوت گا ہوں سے لیکر اسلامی غزوات کی رزم گا ہوں تک آپ کی حیات مقدسہ کے ہر ہر لمحہ میں آپ کی مقدس سیرت کا آفتاب عالم تاب جلوہ گر ہے۔

اسی طرح خلفاء راشدین ہوں یا دوسرے صحابہ کرام، ازواج مطہرات ہوں یا آپ کی اولاد عظام، ان سب کی کتاب زندگی کے اوراق پر سیرت نبوت کے نقش و نگار پھولوں کی طرح مہکتے، موتیوں کی طرح چمکتے اور ستاروں کی طرح جگمگاتے ہیں۔ اور یہ تمام مضامین سیرت نبویہ کے ”شجرۃ الخلد“ ہی کی شاخیں، پتیاں، پھول اور پھل ہیں۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ:
سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ:
مَا سِئَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ:
لَا

حضرت محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
کبھی (بھی) کسی چیز کے مانگنے پر لا
(نہیں) نہیں فرمایا۔

شرح حدیث: سخاوت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ سخاوت محتاج بیان نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ بڑھ کر سخی تھے۔ خصوصاً ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ برسنے والی بدلیوں کو اٹھانے والی ہواؤں سے بھی

زیادہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخی ہو جاتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں خواہ وہ کتنی ہی بڑی چیز کا سوال کیوں نہ کرے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لا (نہیں) کا لفظ نہیں فرمایا۔ (شفاء شریف جلد 1 ص 65)

یہی وہ مضمون ہے جس کو فرزدق شاعر تابعی متوفی ۱۱۰ھ نے کیا خوب کہا ہے

کہ

مَا قَالَ لَا قَطُّ إِلَّا فِي تَشْهِيدِهِ

لَوْلَا التَّشْهِيدُ كَانَتْ لَاؤُهُ نَعْمًا

(الشفاء جعريف حقوق المصطفى، فصل واما الجود والكرم... الخ، ج 1 ص 111، 112 والمواهب اللدنية مع

شرح الزرقاني، الفصل الثاني فيما اكرمه الله... الخ، ج 6 ص 113)

اسی کا ترجمہ کسی فارسی کے شاعر نے اس طرح کیا ہے کہ

نه گفت لا بزبان مبارکش هر گز

مگر در اشهد ان لا اله الا الله

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی سائل کے جواب میں لا (نہیں) کا لفظ

نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ نعم (ہاں) ہی کہا مگر کلمہ شہادت میں لا (نہیں) کا لفظ ضرور آپ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آتا تھا اور اگر کلمہ شہادت میں لا کہنے کی

ضرورت نہ ہوتی تو اس میں بھی لا (نہیں) کی جگہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعم

(ہاں) ہی فرماتے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت کسی سائل کے سوال ہی پر محدود و

منحصر نہیں تھی بلکہ بغیر مانگے ہوئے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس قدر

زیادہ مال عطا فرمادیا کہ عالم سخاوت میں اس کی مثال نادر و نایاب ہے۔ آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے بہت بڑے دشمن امیہ بن خلف کافر کا بیٹا صفوان بن امیہ جب مقام ”جعرانہ“ میں حاضر دربار ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اتنی کثیر تعداد میں اونٹوں اور بکریوں کا ریوڑ عطا فرما دیا کہ دو پہاڑیوں کے درمیان کا میدان بھر گیا۔ چنانچہ صفوان مکہ جا کر چلا چلا کر اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اے لوگو! دامن اسلام میں آ جاؤ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس قدر زیادہ مال عطا فرماتے ہیں کہ فقیری کا کوئی اندیشہ ہی باقی نہیں رہتا اس کے بعد پھر صفوان خود بھی مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(المواہب اللدیۃ وشرح الزرقانی، الفصل الثانی فیما کرّمہ اللہ... الخ، ج ۶، ص ۱۰۹، ۱۱۰)

بہر حال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو دونوں اور سخاوت کے احوال اس قدر عظیم الشال اور اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کا تذکرہ تحریر کیا جائے تو بہت سی کتابوں کا انبار تیار ہو سکتا ہے مگر اس سے پہلے کے اوراق میں ہم جتنا اور جس قدر لکھ چکے ہیں وہ سخاوت نبوت کو سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے۔ خداوند کریم عزوجل ہم سب مسلمانوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ

عنه فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی

أَبُو الْقَاسِمِ الْقُرَوَيْنِيُّ، قَالَ:

میں سب سے بڑھ کر سخی تھے اور آپ کی یہ

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ

سخاوت رمضان کے مہینے میں پہلے سے

ابن شہاب، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ

زیادہ ہوتی تھی، آپ کے پاس (رمضان

ابن عباس، قَالَ: كَانَ رَسُولُ

شریف میں) حضرت جبریل حاضر ہوتے

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَجْوَدَ

اور آپ ان کو قرآن پاک سناتے، جبریل

الْعَاسِ بِالْحَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا

يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى
يَنْسَلِخَ، فَيَأْتِيهِ جِبْرِيلُ
فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ، فَإِذَا
لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَجْوَدَ
بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.

شرح حدیث: سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سخاوت

علماء فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اُس دن کی عطا سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی داد و دہش (یعنی سخاوت و بخشش) سے زائد تھی، جنگلِ غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) عطا فرما رہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اموال تقسیم ہوئے ایک اعرابی (یعنی عرب کے دیہات میں رہنے والے) نے ردائے مبارک (یعنی چادر مبارک) بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشتِ مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔

(ملحوظاً، صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب الشجاعة فی الحرب۔۔۔ الخ، الحدیث ۲۸۲۱، ج ۲، ص ۲۶۰)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ
قَالَ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ،
عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،
قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَدْخِرُ شَيْئًا لِيَوْمٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کل کے لیے کوئی چیز جمع کرنے کے نہیں رکھتے
تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی اپنی ذات کریم کے لیے کوئی چیز کل کے لیے نہ رکھتے، روزانہ حالت یہ ہوتی تھی کہ نیا روز نئی روزی یہ انتہائی توکل ہے۔ رہا مہمانوں اور گھروالوں کا معاملہ اس کے متعلق طریقہ یہ تھا کہ فتح خیبر سے پہلے تو گھر شریف میں بھی کچھ نہ ہوتا تھا دو دو ماہ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کبھی بالکل فاقہ۔ شعر

اور کبھی تھوڑے چھوڑے کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا

دو دو مہینے یوں ہی گزارا صلی اللہ علیہ وسلم

جس کی تمنا روز نہ کھانا اک دن فاقہ اک دن کھانا

جس دن کھانا شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم

مگر فتح خیبر کے بعد ہر بی بی صاحبہ کو ایک سال کے لیے جو اور کھجوریں عطا فرما

دیتے تھے وہ ذخیرہ بال بچوں اور مہمانوں کے لیے ہوتا تھا۔ (مرقات و اشعہ) لہذا یہ

حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کیونکہ سب کو تو حضور کا سا توکل میسر نہیں۔ شعر

ہوسیا آداب دانا دیگر اند

سوختہ جان دبر داناں دیگر اند

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۸۴)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے بارگاہ

رسالت میں حاضر ہو کر کچھ مانگا، نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس وقت)

میرے پاس کچھ نہیں نہیں لیکن تم میرے

نام پر خرید لو جب میرے پاس کچھ آئے گا

❖ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ

أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ

رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ،

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: مَا عِنْدِي شَيْءٌ، وَلَكِنْ

اَبْتَعُ عَلَيَّ فَاِذَا جَاءَنِي شَيْءٌ
 قَضَيْتُهُ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ
 اللّٰهِ، قَدْ اَعْطَيْتُهُ فَمَا كَلَّفَكَ اللّٰهُ
 مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ، فَكِرَةَ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ،
 فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: يَا
 رَسُولَ اللّٰهِ، اَنْفَقَ وَلَا تَخْفَ مِنْ
 ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا، فَتَبَسَّمَ
 رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَعَرَفَ فِي وَجْهِهِ الْبِشْرَ
 لِقَوْلِ الْاَنْصَارِيِّ، ثُمَّ قَالَ:
 بِهَذَا اُمِرْتُ

تو میں ادا کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ایک بار آپ اس کو دے چکے ہیں اور آپ
 کو اللہ تعالیٰ نے طاقت سے بڑھ کر مکلف
 نہیں بنایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت
 فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پسند
 نہ آئی۔ ایک انصاری نے عرض کیا یا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ خرچ فرمائیں اور عرش
 والے محتاجی کی فکر نہ کریں (اس پر) نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے اور انصاری کی
 اس بات سے آپ کے چہرہ اقدس پر خوشی
 کے آثار نمایاں ہو گئے پھر آپ نے فرمایا
 مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

شرح حدیث: سخاوت کی فضیلت

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوب رب اکبر عز و جل و صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کا فرمان خوشبودار ہے: حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ
 عز و جل نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دین ہے جسے میں نے اپنے لئے پسند کیا اور اس کی
 اصلاح سخاوت اور حسن اخلاق پر منحصر ہے، پس جس قدر ہو سکے ان دونوں چیزوں کے
 ذریعے اس کی عزت کرو۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۱۰۰۳، عبد اللہ بن ابراہیم، ج ۵، ص ۳۱۳)

ایک دوسری روایت میں ارشاد فرمایا:

فَاكْرِمُوهُ، بِهِمَا مَا صَحِبْتُمُوهُ-

ترجمہ: جب تک اس دین پر رہو ان دونوں چیزوں کے ذریعے اس کا

احترام کرو۔ (المرجع السابق)

شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطرِ پینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیضِ گنجینہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عزت نشان ہے:

مَا حَبَلَ اللَّهُ وَلِيًّا إِلَّا عَلَى السَّخَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ-

ترجمہ: اللہ عزَّ وَجَلَّ نے ہر ولی کو فطرتاً حَسَنِ اخلاق اور سخاوت کی خوبی عطا

فرمائی۔

(اکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، الرقم ۲۳، احمد بن عبد الرحمن بن الحارث، ج ۱، ص ۳۰۸)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: یا رسول اللہ عزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم! کون سا ایمان افضل ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الصَّبْرُ وَالسَّخَاءَةُ ترجمہ: صبر اور سخاوت۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی، مسند جابر بن عبد اللہ، الحدیث ۱۸۴۹، ج ۲، ص ۲۲۰)

حضرت معوذ بن عفراء کی صاحبزادی

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ:

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرَّبِيعِ

تازہ کھجوروں اور چھوٹے چھوٹے بالوں

بِنْتِ مُعَوِذِ بْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ:

وَاللَّيْلِ خَرِبُوزُونَ كَأَيْك تَهَال لِي كَر حَاضِر

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

ہوئی تو آپ نے مجھے ہاتھ بھر کر زیورات

وَسَلَّمَ، بِقِنَاحٍ مِنْ رُطْبٍ وَأَجْرٍ

اور سونا دیا۔

رُغَبٍ، فَأَعْطَانِي مِلَّةً كَفَّوْهُ حُلِيًّا

وَذَهَبًا.

شرح حدیث: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دو سخا

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۶۸۱۶، ج ۵، ص ۱۳۱، مفہوما)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی درہم و دینار رات کے وقت نہیں بچتے تھے اگر کوئی بچ جاتا اور کوئی لینے والا نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک گھر میں داخل نہ ہوتے جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محتاج لوگوں کو دے کر اس سے بری الذمہ نہ ہو جاتے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی الامام یقبل ہدایا۔۔۔۔۔ الخ، الحدیث ۳۰۵۵، ص ۱۲۵۳، مختصراً)

اللذَّعْرَ وَجَلَّكَ نَعَىٰ جَوْ كَچھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس سے صرف ایک سال کی غذا حاصل کرتے، اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزاں (یعنی سستے) کھجوریں اور جو ہوتے۔ باقی سب کچھ اللذَّعْرَ وَجَلَّكَ کی راہ میں صدقہ فرمادیتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب حکم الفیء، الحدیث ۴۵۷۵، ص ۹۸۹، مختصراً)

جب بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز بھی مانگی جاتی عطا فرماتے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، مسند انس بن مالک بن النضر، الحدیث ۱۳۹۷، ج ۴، ص ۵۵۶)

پھر اپنے سال بھر کی خوراک میں سے مانگنے والوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے یہاں تک کہ بعض اوقات سال پورا ہونے سے پہلے خوراک ختم ہو جاتی اور اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی چیز نہ پیش کی جاتی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صبر فرماتے۔

❖ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
وَعَبْدُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول

عِيسَىٰ بِنُ يُونُسَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ
عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ
يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ، وَيُثِيبُ عَلَيْهَا.

شرح حدیث: ابو حامد حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی
اپنے رسالے الآداب فی الدین صفحہ ۸۳ پر میں لکھتے ہیں:

تحفہ دینے والے کے آداب

جسے تحفہ دے رہا ہے اس کی فضیلت کو مد نظر رکھے، اس کے تحفے کو قبول کر لیا
جائے تو خوشی و مسرت کا اظہار کرے، جب تحفہ لینے والے سے ملاقات کرے تو اس کا
شکریہ ادا کرے، اور اسے کئی اختیارات دے دے اگرچہ تحفہ بڑا ہو۔

تحفہ لینے والے کے آداب

(تحفہ لینے والے کو چاہے کہ) تحفہ ملنے پر خوشی کا اظہار کرے اگرچہ وہ کم قیمت کا
ہو، تحفہ بھیجنے والے کی غیر موجودگی میں اس کے لئے دعائے خیر کرے۔ جب وہ آئے تو
خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے۔ جب قدرت حاصل ہو تو یہ بھی اپنے
محسن کو تحفہ وغیرہ دے۔ جب موقع ملے اس کی تعریف کرے، اس کے سامنے عاجزی
نہ کرے، اس سے احتیاط برتے کہ کہیں اس کی محبت میں ایمان نہ چلا جائے، دوبارہ
اس سے تحفہ وغیرہ حاصل کرنے کی حرص و طمع نہ کرے۔

49- بَابُ مَا جَاءَ فِي حَيَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حیاء مبارک

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَأْتِيهِ الْهَدِيَّةُ، وَيَقْبَلُهَا، وَيُثِيبُ عَلَيْهَا.

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: عَنْ فَرْمَاتِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَأْتِيهِ الْهَدِيَّةُ، وَيَقْبَلُهَا، وَيُثِيبُ عَلَيْهَا.

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي عَثْبَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَدَاءِ فِي خُدْرِيهَا، وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَا فِي وَجْهِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک (آزاد کردہ) غلام سے روایت ہے، ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر کی طرح نظر نہیں کی، یا آپ نے فرمایا کہ میں نے (کبھی بھی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر کی طرف نہیں دیکھا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطِيبِيِّ، عَنْ مَوْلَى لِعَائِشَةَ، قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا نَظَرْتُ إِلَى فَرَجِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ فَرَجَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ.

شرح حدیث: کہ ہم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کنواری لڑکی کی جب شادی ہونے والی ہوتی ہے تو اسے گھر کے ایک گوشہ میں بٹھا دیا جاتا ہے اسے اردو میں مایوں بٹھانا کہا جاتا ہے، اس جگہ یعنی گھر کے گوشہ کو مائیں کہتے ہیں عربی میں خدر۔ اور اس زمانہ میں لڑکی بہت ہی شرمیلی ہوتی

ہے، گھر والوں سے بھی شرم کرتی ہے، کسی سے کھل کر بات نہیں کرتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم اس سے بھی زیادہ تھی، حیاء انسان کا خاص جوہر ہے جتنا ایمان قومی اتنی حیاء زیادہ۔

یعنی دنیاوی باتوں میں سے کوئی بات یا کوئی چیز حضور انور کو ناپسند ہوتی تو زبان مبارک سے نہ فرماتے مگر چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے خدام بارگاہ پہچان لیتے تھے۔ ایک دعوت ولیمہ پر دو تین آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر شریف میں کھانے کے بعد بیٹھے باتیں کر رہے تھے حضور کو ان کے بیٹھنے سے تکلیف ہوئی مگر ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَشْخِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَشْخِي مِنَ الْحَقِّ تَمَهَارَا بِهٖ عَمَلُ هَمَارِے نَبِي كِي تَكْلِيفِ كَا بَاعْثُ هٖ مَكْرُوهُ تَمَّ سَے حِيَا فَرَمَاتَے هِيں رَبُّ تَعَالَى نَهِيں شَرَمَاتَا، يَهٗ هٖ حَضْرُو صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي حِيَا۔ (مراة المناجیح، ج ۸، ص ۷۲)

50- بَابُ مَا جَاءَ فِي حِجَامَةِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سنگی لگوانا

♦ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حضرت حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنگی لگانے والے کی اجرت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طیبہ (غلام) سے سنگی لگوائی اور اس کے لیے دو صاع غلہ دینے کا حکم فرمایا نیز آپ نے

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَسْبِ الْحِجَامِ، فَقَالَ: اِحْتَجَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَجْمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنَ

طَعَامٍ، وَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَوَضَعُوا عَنْهُ
 مِنْ خَرَاجِهِ، وَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا
 تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةَ، أَوْ إِنْ مِنْ
 أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ.

اس کے مالکوں سے سفارش کر کے کچھ
 خراج (جو اس نے اپنے مالک کو دینا ہوتا
 تھا) کم کرادیا اور آپ نے فرمایا بے شک
 تمہارا بہترین علاج سنگی لگوانا ہے یا
 (فرمایا) تمہاری بہترین دوا سنگی لگوانا

ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ ابو طیبہ کا نام نافع یا دینار ہے، لقب مسیرہ، یہ بنی بیاضہ کے غلام
 تھے، ان کے مولیٰ کا نام محیصہ ابن مسعود انصاری ہے، یہ فصد لینے کے فن میں بڑی
 مہارت رکھتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فصد کی اجرت جائز ہے، جہاں
 جہاں ممانعت آئی ہے وہاں تنزیہی کراہت مراد ہے، وہ فرمان عالی کراہت کے بیان
 کے لیے ہے اور یہ عمل شریف بیان جواز کے لیے لہذا احادیث متعارض نہیں۔

خراج سے غلام کی آمدنی مراد ہے، مولیٰ اپنے غلام کو کاروبار کی اجازت دے دیتا
 تھا اور کہتا تھا کہ تو مجھے روزانہ اتنے پیسے دے دیا کر باقی کمائی تیری جیسے آج بعض لوگ
 تانگے، گاڑیاں ٹھیکے پر دے دیا کرتے ہیں اسے خراج کہتے تھے۔ اس حدیث سے
 چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ دوا و علاج جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ معالج و طبیب کو
 اجرت دینا جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ خراج کم کرنے کی سفارش کرنا جائز ہے۔ چوتھے یہ
 کہ فصد لینا جائز ہے۔ پانچویں یہ کہ فصد کی اجرت جائز ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۷۲)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❖ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ:

فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگی

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا

لگوانی اور میں نے آپ کے حکم پر سنگی

وَرِثَاءُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى

عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ، عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اخْتَجَمَ

وَأَمَرَنِي فَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ أَجْرَهُ.

لگانے والے کو اجرت دی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں

کہ فصد ہمیشہ طبیب حاذق کی رائے سے کرنا چاہیے، بعض شارحین نے فرمایا کہ

حجامت، فصد میں فرق ہے سنگی کے ذریعہ خون نکالنا حجامت ہے اور کچھنے سے خون نکالنا

فصد۔

ان تاریخوں کی ترجیح کی پوری وجہ ان شاء اللہ کتاب الطب والرقی میں ہوگی،

یہاں اتنا سمجھ لو کہ چاند کی شروع تاریخوں میں خون میں جوش ہوتا ہے اور آخری

تاریخوں میں سکون لہذا درمیانی تاریخیں اختیار کی گئیں جب کہ نہ پورا جوش نہ بالکل

سکون، یہ تاریخیں چاند کی معتبر ہیں نہ کہ انگریزی اور تاریخیں طاق چاہئیں جفت نہ

ہوں۔

فصد میں جسمانی، روحانی بہت فوائد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سر میں فصد

کرانے میں جنون، جذام، برص، زیادتی نیند، دانتوں کی تکالیف دور ہوتی ہیں، دوسری

روایت میں ہے کہ فصد درد سر، آنکھ کی دھند کو دفع کرتی ہے، اس سے قوت حافظہ زیادتی

ہوتی ہے۔ فصد کے لیے بہترین دن جمعرات، دو شنبہ، منگل کے دن ہیں، جمعہ، ہفتہ،

اتوار کے دن فصد نہ کرانے۔ بدھ کے دن فصد کرانے سے کوڑھ پیدا ہونے کا اندیشہ

ہے، منگل کے دن حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا ہوئی تھی اس دن فصد بہتر ہے۔

(مرقات) (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۳۱۴)

حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

الْهَمْدَانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ

عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ جَابِرٍ،
عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،
قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ فِي الْأُخْدَعَيْنِ،
وَبَيْنَ الْكَتِفَيْنِ، وَأَعْطَى الْحَجَّامَ
أَجْرَهُ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ.
شاگرد کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ
آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی گردن
مبارک کے دو جانب کی رگوں میں اور
دونوں کندھوں کے درمیان سگی لگوائی اور
سگی لگانے والے کو اجرت عطا فرمائی اگر
یہ (اجرت) حرام ہوتی تو آپ اسے نہ
دیتے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن فرماتے ہیں
کہ اس سے معلوم ہوا کہ آپریشن (Operation) سچنے سینگلی لگوانا جائز ہے اس کی
اجرت بھی مباح۔ جن احادیث میں اس کی اجرت سے ممانعت آئی وہ تمام منسوخ ہیں۔
(مراۃ المناجیح، ج ۴، ص ۵۷۹)

❖ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُهُ، عَنِ ابْنِ أَبِي
لَيْلَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَعَا
حَجَّامًا فَحَجَّمَهُ وَسَأَلَهُ: كَمْ
خَرَاجُكَ؟ فَقَالَ: ثَلَاثَةُ أَصْحِ،
فَوَضَعَ عَنْهُ صَاعًا وَأَعْطَاهُ أَجْرَهُ.
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سگی
لگانے والے کو بلایا اور فرمایا کہ بتاؤ
تمہارے ذمہ کتنا خراج ہے اس نے کہا
تین صاع (ناپنے کا ایک آلہ ہے) نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے مالک سے
سفارش فرما کر) ایک صاع کم کرا دیا اور
پھر اسے اس کی اجرت (بھی) دے دی۔

شرح حدیث: اجرت دینا کیسا؟

سنگی لگوانے کی اجرت دینا جائز ہے کیوں کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ جیسے سود، زنا کی اجرت، کاہن اور نجومی کی فیس، رشوت اور گانے والے کی اجرت وغیرہا کہ ان میں سے ہر ایک کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے لیکن قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے یا اپنی عزت و آبرو بچانے کے لیے یا کسی کو اپنی جھو سے روکنے کے لیے رشوت دینا جب کہ اس کے بغیر کام نہ چلے، دینے والے پر گناہ نہیں۔ (الأشباہ والنظائر، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الثالثة عشرة، ص ۱۳۲)

لیکن لینے والے کے لئے بہر حال حرام و گناہ ہے۔

(عزیمون البصائر، الفن الأول فی القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الرابعة عشرة، ج ۱، ص ۳۹۱)

کہ یہ صورتیں الظم و ذرات تبيين البخذورات کے ماتحت آتی ہیں۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، وَجَرِيدُ بْنُ حَارِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْأَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ، وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعِ عَشْرَةَ وَتِسْعِ عَشْرَةَ، وَإِخْدَئِ وَعِشْرِينَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں جانب کی رگوں اور کندھے میں سنگی لگوا یا کرتے تھے اور آپ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سنگی لگوا کرتے تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ اخذ عین گردن کی دو طرفہ رگوں کو کہتے ہیں، یہ رگیں جبل و رید کی ہی شاخیں ہیں۔ اور گردن میں پیٹھ سے متصل سچنے لگوانا بہت سی بیماریوں میں مفید ہے، ہم لوگوں کو چاہیے کہ بغیر طبیب حاذق کے مشورہ کے سچنے ہرگز نہ کرائیں اہل عرب اور ہماری بیماریوں میں بڑا فرق ہے۔

یعنی آپ اکثر چاند کی ان طاق تارینوں میں فصد لیتے تھے ان تارینوں میں خون میں جوش نہیں ہوتا فصد سے زیادہ خون بہ جانے کا خطرہ نہیں ہوتا، تارینوں کو ہمارے حالات میں بڑا دخل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام کیفیات سے واقف ہیں۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۳۸۵)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،
قَالَ: أَنبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ
مَعْبَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ
بِمَلِّ عَلَى ظَهْرِ الْقَدَمِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چونکہ درمیان قدم پر بال ہوتے ہی نہیں لہذا وہاں فصد کی صورت میں بال دور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا اس حدیث میں کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، خصوصاً جب کہ یہ فصد عذر کی بنا پر تھی، عذر میں تو بال مونڈ کر فصد لینا بھی جائز ہے اگرچہ فدیہ واجب ہوگا۔ (لمعات و اشعہ وغیرہ)

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۳۸۵)

51- بَابُ مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اسماء مبارک

❖ عن سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
الْبَخْرُومِيِّ، وَغَيْرِ وَاحِدٍ، قَالُوا:
حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ،
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ،
عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ لِي
أَسْمَاءَ، أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا
الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللَّهُ بِِ الْكُفْرِ،
وَأَنَا الْخَاشِرُ الَّذِي يُخَشِّرُ النَّاسَ
عَلَى قَدَمِي، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي
لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ.

حضرت محمد بن جبیر اپنے والد
حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا بے شک میرے کئی نام
(القاب) ہیں، میرا نام محمد ہے، احمد ہے
اور میرا نام ماحی ہے کہ میرے ذریعے اللہ
تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میرا نام خاشر ہے
یعنی قیامت کے دن لوگ میرے قدموں
پر (میرے بعد) اٹھائے جائیں گے اور
میرا نام عاقب (سب سے آخری) ہے
کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین نام حمد سے مشتق
ہیں: محمد، احمد، محمود۔ محمد کے معنی ہیں ہر طرح ہر وقت ہر جگہ ہر ایک کا حمد کیا ہوا، یا ان کی
ہر ادا کی ہر وصف کی ذات کی حمد کی ہوئی۔ مخلوق بھی ان کی حمد کرے، خالق بھی ان کی حمد
فرمائے۔ جتنی نعمتیں جتنی سوانح عمریاں ہر زبان میں ہر وقت حضور کی ہو رہی ہیں اتنی کسی
کی نہیں ہوئیں، کیوں نہ ہو کہ قیامت کا دن اس نعت خوانی ہی میں تو صرف ہونا ہے
حساب کتاب تو چار گھنٹہ میں ختم ہو جاوے گا اور دن ہے پچاس ہزار سال کا وہ نعت
خوانی میں خرچ ہوگا۔ شعر

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا

کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

احمد اسم تفضیل ہے حمد کا یا تو حمد معروف کا تو معنی ہوں گے بہت ہی حمد فرمانے والے اپنے رب کی، یا حمد مجہول کا تو معنی ہوں گے بہت ہی حمد کیے ہوئے پہلے معنی قوی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہیں حامدیت اور محمودیت میں جیسے آپ مرید بھی اللہ کے اور مراد بھی، یوں ہی آپ طالب بھی ہیں مطلوب بھی، یوں ہی آپ احمد بھی محمود بھی، حبیب بھی ہیں محبوب بھی۔ (مرقات)

حضور سورج ہیں دوسرے انبیاء چاند تارے شمع تھے اور کفر تاریکی ہے اگرچہ تاریکی کو چراغ چاند ستارے بھی دور کرتے ہیں مگر وہ رات کو دن نہیں بناتے سورج رات کو دن بنا دیتا ہے، نیز چراغ وغیرہ ایک محدود جگہ میں روشنی کرتے ہیں سورج ساری زمین کو منور کر دیتا ہے اس لیے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ماحی ہوا، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں اندھیرا ہی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دور کیا، نیز حضور ہم گنہگاروں کے گناہوں کو، مجبوروں کے حجاب کو دور کرتے ہیں۔

سب سے پہلے قبر انور سے حضور اُنھیں گے پھر دوسرے لوگ، سب سے پہلے حضور میدانِ محشر میں پہنچیں گے پھر حضور کے پیچھے ساری مخلوق۔ نیز سارے لوگ آخر کار شفاعت کی بھیک مانگنے حضور ہی کے پاس پہنچیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے، حضور ہی کو گھیر لیں گے، حضور کے پاس آکر پھر بارگاہِ الہی میں حاضر ہوں گے اس لیے حضور حاضر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عاقب بنا ہے عقب سے بمعنی پیچھے۔ حضور سارے نبیوں سے پیچھے دنیا میں آئے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بہت خیر چھوڑ گئے لہذا حضور عاقب ہیں سب کی عاقبت حضور کے دم سے ہی ہے۔ خیال رہے کہ حضور عاقب یعنی پچھلے نبی ہیں لہذا

تو آپ کے زمانہ میں کوئی نبی تھا اور نہ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی ہو سکتا ہے۔ جو انبیاء کرام زندہ تھے یا زندہ ہیں وہ اب بہ شان نبوت زندہ نہیں، اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں جیسے حضرت عیسیٰ وادریس آسمان میں اور خضر والیاس زمین میں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۳۵)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ
الْكُوفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ
بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي
وَائِلٍ، عَنْ حُدَيْفَةَ، قَالَ: لَقِيتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي
بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: أَنَا
مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ
، وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ، وَأَنَا الْمُقَفَّى، وَأَنَا
الْحَاشِرُ، وَنَبِيُّ الْمَلَايِمِ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ سے
ایک راستے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
ملاقات کا شرف حاصل کیا تو آپ نے
فرمایا (اے حذیفہ!) میں محمد اور احمد ہوں
نبی رحمت اور نبی توبہ ہوں اور میں سب
سے پیچھے آنے والا نبی ہوں اور خدا کی راہ
میں جنگ کرے والا نبی ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ لفظ اللہ اور لفظ محمد میں چند طرح مناسبت ہے: اللہ میں حرف چار تو محمد میں چار، اللہ کے چاروں حرف بے نقطہ محمد کے چاروں حرف بے نقطہ، اللہ میں ایک شد محمد میں ایک شد، اللہ کے تین حرف حرکت والے محمد کے تین حرف حرکت والے، ہاں اللہ کے شد پر الف ہے محمد کے شد پر الف نہیں، اللہ سلطان حضور اس سلطنت کے وزیر اعظم، اللہ بولنے سے دونوں ہونٹ جدا ہوتے ہیں محمد بولنے سے دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں کہ وہ نیچوں کو اوپر والوں سے ملانے ہی تو آئے ہیں۔

مقفی اسم فاعل سب نبیوں سے پیچھے دنیا میں آنے والا، مقفی اسم مفعول سب

نبیوں تمام انسانوں ساری مخلوق سے آگے رہنے والا کہ میرے نقش قدم پر سب چلنے والے یا مقفی اسم سب کی مہمانی کرنے والا کہ دنیا اس کی مہمان ہو وہ سب کا میزبان، قفاوہ کہتے ہیں لطف و کرم مہمانی کے کھانے کو۔ (مرقات)

اس طرح کہ میرے ہاتھ پر ساری خلقت نے توبہ کی اور کرے گی یا میرے دین میں توبہ آسان کر دی گئی یا میری برکت میرے صدقہ سے حضرت آدم و دیگر نبیوں کی توبہ قبول ہوئی ان کی مشکلیں حل ہوئیں۔ شعر

اگر نام محمد را نہ آوردے شفیج آدم

نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

یا جو میرے دروازے پر آ جاوے رب کو تو اب و رحیم پائے لَوْجَدُوا اللّٰهَ تَوَابًا

رَحِيمًا۔

حضور کی رحمت عامہ تمام جہان پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دنیا میں عذاب آنا بند ہو گئے رحمت خاصہ مؤمنوں پر رحمت خاص الخاصہ ولیوں، صدیقوں بلکہ گذشتہ نبیوں پر بھی ہے، اللہ رب العالمین ہے حضور رحمة للعالمین، حضور مؤمنوں پر رؤف و رحیم۔ شعر

رب اعلیٰ کی نعمت پر اعلیٰ درود

حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

حضور کی رحمت کا پورا بیان ناممکن ہے۔ (مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۳۶)

نبی رحمت

ایک شخص امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوا کرتے امیر المؤمنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے، ایک دن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ملے ان سے شکایت

کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

اِنَّ الْبَيْضَةَ فَتَوْضَا ثُمَّ اِنَّ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِيهِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قُلِ
اللّٰهُمَّ اِنِّى اَسْئَلُكَ وَاتَّوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَبِى الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّى اَتَّوَجَّهُ بِكَ اِلَى رَبِّى فَيَقْضِى حَاجَتِى
وَتَذْكَرُ حَاجَتَكَ وَرَحْمَتِى اَرْوَحُ مَعَكَ۔

وضو کی جگہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو پھر یوں
دعا کرو کہ الہی! میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف ہمارے نبی محمد صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی رحمت کے ذریعے سے متوجہ ہوتا ہوں، یا رسول اللہ!
میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت
روا فرمائیے۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کرو، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں
بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

صاحب حاجت نے جا کر ایسا ہی کیا، پھر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
دروازے پر حاضر ہوئے، دربان آیا ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا، امیر
المؤمنین (عثمان غنی) نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کیسے آئے ہو؟ انہوں نے
اپنی حاجت عرض کی، امیر المؤمنین نے فوراً روا فرمائی، پھر ارشاد کیا؛ اتنے دنوں میں تم
نے اس وقت اپنی حاجت کہی۔ اور فرمایا؛ جب کبھی تمہیں کوئی حاجت پیش آئے
ہمارے پاس آنا۔ اب یہ صاحب امیر المؤمنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن
حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے امیر
المؤمنین نے میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے، یہاں تک
کہ آپ نے میری سفارش ان سے کی۔

عثمان بن حنیف نے فرمایا:

والله ما كُتِبَتْه ولكن شهدت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واتاه رجل ضريب تشكى اليه ذهاب بصره فقال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وسلم ايت البيضاة فتوضا ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات فقال عثمان بن حنيف فوالله ما تفرقتنا وطال بنا الحديث - حتى دخل علينا الرجل كأنه لم يكن به ضرر قط -

(المعجم الكبير عن عثمان بن حنيف حديث ٨٣٨ المكتبة الفيصلية بيروت ٩/١٨)

خدا کی قسم! میں نے تو تمہارے بارے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور سے عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: موضع وضو پر جا کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعائیں پڑھ۔ عثمان بن حنيف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم! ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس اٹھیا رہے ہو کر آئے گویا کبھی انکی آنکھوں میں کچھ نقصان نہ تھا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۳۰ ص ۲۹۸ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نبی توبہ:

اقول وہ نبی توبہ ہیں، بندوں کو حکم ہے کہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ واستغفار کریں اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے، اس کا علم اس کا سمع اس کا شہود سب جگہ ایک سا ہے مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالیٰ: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ

الرسول لوجود الله تو اباً رحياً۔ (القرآن الکریم ۳/۶۳)
 اگر وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش
 چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا
 مہربان پائیں۔

حضور کے عالم حیات ظاہری میں حضور ظاہر تھا، اب حضور مزار پر انوار ہے اور
 جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضور پر نور کی طرف توجہ حضور سے توسل فریاد،
 استغاثہ، طلب شفاعت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر
 میں جلوہ فرما ہیں،

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضرة فی بیوت اهل
 الاسلام۔ (شرح شفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض، الباب الرابع من القسم الثانی،
 مطبعة الازہریۃ المصریۃ، معر ۳/۶۳)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۵ ص ۶۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

52- بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

گزراوقات

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ
 يَمَّالِ بْنِ حَزْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ
 الْعُمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ:
 حضرت سماک بن حرب رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نعمان بن
 بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا
 (اے لوگوں!) کیا تم اپنی پسند کے مطابق

الْكُسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا
شِئْتُمْ؛ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا يَجِدُ مِنَ
الدَّقْلِ، مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ.

کھانے اور پینے کی چیزیں حاصل نہیں
کرتے؟ بیشک میں نے تمہارے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پاس اتنی ردی
کھجوریں بھی نہیں تھیں جن سے آپ سیر ہو
جاتے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا
اضطراری تھا۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام و تابعین
سے ہے جب کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فراخی عطا فرمادی تھی خصوصاً عہد فاروقی
عثمانی میں۔ مقصد یہ ہے کہ اس فراخی رزق پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو یا اعتراضاً فرمایا کہ تم
لوگوں نے دنیا کی فراوانی پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد تقویٰ اور ترک دنیا کا طریقہ
چھوڑ دیا۔ (مرقات)

دفل کا لفظی ترجمہ گڈ ہے یعنی ایسے معمولی خرے جس میں ہر قسم کے خرے
موجود ہیں انکا کوئی خاص نام نہ ہو بکھرے پھرتے ہوں یعنی اعلیٰ کھانوں اعلیٰ کھجوروں
کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ردی معمولی گڈ خرے بھی افراط سے نہ پاتے تھے، غالباً یہ ذکر ہے
فتح خیبر سے پہلے کا۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۳۵)

❖ حَدَّثَنَا هَارُونَ بْنُ إِسْحَاقَ،
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ
بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ،
قَالَتْ: إِنَّ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ نَمْكُ
شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بَعَارٍ، إِنْ هُوَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ ہم اہل بیت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بعض اوقات) ایک ایک
مہینہ (گھر میں) آگ نہیں جلاتے تھے
اور صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا

إِلَّا التَّيْبُ وَالْمَاءُ۔ (اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل

بیت میں شامل ہیں۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یعنی بعض مہینے ایسے گزرتے تھے کہ ہم پورا پورا مہینہ کچھ نہ پکاتے تھے صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتے تھے، ہاں اگر کوئی شخص کچھ تھوڑا گوشت بھیج دیتا تو اس کے پکانے کو آگ جلاتے تھے، یہ ہے غذا اس شہنشاہ کونین کی جو گل جہاں کے مالک و مختار ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور کبھی تھوڑے چھوہارے کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا

دو دو مہینے یوں ہی گزارہ صلی اللہ علیہ وسلم

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۲۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت

کی اور اپنے پیٹ پر باندھے ہوئے ایک

ایک پتھر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکم انور سے کپڑا اٹھا کر

دو (باندھے ہوئے) پتھر دکھائے۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي

زَيْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌ قَالَ:

حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ

يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَنصُورٍ، عَنْ أَنَسِ،

عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: شَكَوْنَا إِلَى

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ، الْجُوعَ وَرَفَعْنَا عَنْ

بَطُونِنَا عَنْ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ

بَطْنِهِ عَنْ حَجَرَيْنِ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ غزوہ خندق کا نہیں کیونکہ اس غزوہ میں تو حضرت ابو طلحہ کے گھر تمام خندق کھودنے والے بلکہ تمام اہل مدینہ کی دعوت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ چار سو جو کی روٹیوں سے سارے اہل مدینہ کو شکم سیر فرما دیا یہ کسی اور غزوہ کا واقعہ ہے۔

یعنی تمام صحابہ کو ایک ایک دن کا فاقہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن یا زیادہ کے لگاتار فاقے تھے۔ بہت روز تک نہ کھانے سے انسان میں کھڑے ہونے کی قوت نہیں رہتی پیٹ پر پتھر باندھنے سے کھڑا ہونا ممکن ہو جاتا ہے اسے ہم لوگوں نے نہیں آزمایا یہ کام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر گئے ہم کو ایسی نعمتیں کھلاتے ہیں کہ سبحان اللہ! (مرآة المناجیح، ج ۷، ص ۹۷)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو
 مُعَاوِيَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ
 الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي سَلَمَةَ
 بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،
 قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ
 فِيهَا، وَلَا يَلْقَاهَا فِيهَا أَحَدٌ، فَأَتَاهُ
 أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا
 بَكْرٍ، قَالَ: خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 ایسے وقت باہر تشریف لائے جس وقت
 آپ نہ تو باہر تشریف لایا کرتے تھے اور نہ
 آپ سے کوئی ملاقات کرتا تھا (یعنی آپ
 کا یہ معمول نہ تھا) (اسی اثناء میں حضرت
 ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر!
 کیوں آئے ہو؟ عرض کیا آپ سے
 ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہوں، اور (اس
 لیے تاکہ) آپ کی زیارت کروں، اور

سلام عرض کروں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، نبی کریم ﷺ نے ان سے بھی آنے کا سبب پوچھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھوک کی وجہ سے آیا ہوں، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی کچھ بھوک محسوس کی ہے پھر (تینوں حضرات) ابوالہیشم بن تیہان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوالہیشم بہت سی کھجوروں، درختوں اور بکریوں کے مالک تھے (لیکن) آپ کے ہاں کوئی خادم نہیں تھا، حضرت ابوالہیشم (اس وقت) گھر پر نہیں تھے چنانچہ ان کے بارے میں ان کی زوجہ محترمہ سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابوالہیشم تشریف لے آئے، آپ کے پاس ایک مشک تھی جسے آپ بمشکل اٹھائے ہوئے تھے، آتے ہی (پانی رکھ کر نبی کریم ﷺ سے لپٹ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ وَالنَّسْلِيمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ، قَالَ: الْجُوعُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذَلِكَ، فَانْطَلَقُوا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيْهَانِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ النَّخْلِ وَالشَّاءِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ، فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَقَالُوا لَامْرَأَتِهِ: أَيْنَ صَاحِبِكَ، فَقَالَتْ: انْطَلَقَ يَسْتَعْنِبُ لَنَا الْمَاءَ، فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ جَاءَ أَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يُرْعَبُهَا، فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُقَدِّمُهُ بِأَبِيهِ وَأُمِّهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بَسَاطًا، ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى مَخْلَعِهِ فَجَاءَ بِقِنَوٍ فَوَضَعَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفَلَا

تَنْقَيْتَ لَنَا مِنْ رُطْبِهِ؛ فَقَالَ: يَا
رَسُولَ اللَّهِ، إِيَّيَّيْ أَرَدْتُ أَنْ
تَخْتَارُوا، أَوْ تَخَيَّرُوا مِنْ رُطْبِهِ
وَبُسْرِهِ، فَأَكْلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذَلِكَ
الْمَاءِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: هَذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ
مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ، وَرُطْبٌ
طَيِّبٌ، وَمَاءٌ بَارِدٌ فَاَنْطَلَقَ أَبُو
الْهِيثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: لَا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ كَرٍّ، فَذَبَحَ
لَهُمْ عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا، فَأَتَاهُمْ بِهَا
فَأَكَلُوا، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: هَلْ لَكَ خَادِمٌ؟ قَالَ:
لَا، قَالَ: فَإِذَا أَتَاكَ، سَبِيءٌ، فَأْتِنَا
فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا قَالِبٌ،
فَأَتَاكَ أَبُو الْهِيثَمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْتَرْ
مِنْهُمَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اخْتَرْ

گئے اور عرض کرنے لگے میرے ماں باپ
آپ پر فدا ہوں، پھر (تینوں حضرات) کو
اپنے باغ میں لیے گئے اور ان کے لیے
فرش (کبل وغیرہ) بچھایا، پھر گئے اور
کھجور کا ایک پورا خوشہ لا کر حاضر کر دیا، نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان میں سے
ہمارے لیے پختہ کھجوریں چن کر کیوں نہیں
لایا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے چاہا کہ آپ خود حسب
مرضی پختہ یا کچی منتخب فرمائیں، پھر ان
تمام حضرات نے کھجوریں کھائیں اور اس
پانی میں سے پیا (جو وہ لائے تھے) نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم بخدا ایہ ٹھنڈا
سایہ، تازہ و عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی ان
نعمتوں سے ہیں جن کے بارے میں
قیامت کے دن پوچھا جائے گا پھر حضرت
ابو الہیثم (گھر) تشریف لے جانے لگے
تاکہ کھانا تیار کر کے لائیں تو حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لیے دودھ والی
بکری ذبح نہ کرنا چنانچہ انہوں نے بکری کا
بچہ ذبح کیا پھر مہمانوں نے کھانا کھایا تو

لِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ، خُذْ هَذَا، فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي، وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا فَإِنِطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ إِلَى امْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: مَا أَنْتَ بِبَالِغِ حَقِّ مَا قَالَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِأَنْ تَعْتِقَهُ، قَالَ: فَهُوَ عَتِيقٌ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً إِلَّا وَلَهُ بَطَانَتَانِ: بَطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبَطَانَةٌ لَا تَأْكُلُوهَا خَبَالًا، وَمَنْ يُوقِ بَطَانَةَ الشُّؤْمِ فَقَدْ وُقِيَ.

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس خادم ہے؟ عرض کیا نہیں، فرمایا جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو حاضر ہونا (پھر کچھ عرصہ بعد) نبی کریم ﷺ کے پاس صرف دو غلام آئے جن کے ساتھ تیسرا نہ تھا، حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک پسند کر لو، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ آپ خود ہی منتخب فرمائیں (اس پر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک جس آدمی سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے، تو اس (غلام) کو لے جا۔ کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور میں تجھے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، پھر حضرت ابو الہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر جا کر اپنی زوجہ کو نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک سنایا تو آپ کی بیوی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں جو حقوق پورا

کرنے کا حکم دیا ہے تم ہر گز پورا نہیں کر
 سکتے البتہ تم اسے آزاد کرو (اس پر)
 حضرت ابوالہشیم نے فرمایا کہ وہ آزاد ہے
 (یعنی آزاد کر دیا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 (خبر ملنے پر) فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر
 نبی اور ہر خلیفہ کے لیے دو باطنی مشیر مقرر
 کیے ہیں ایک (باطنی) مشیر اسے نیکی کا حکم
 دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور
 ایک (باطنی) مشیر تباہ کرنے میں کمی نہیں
 کرتا (اس لیے) جو شخص برے مشیر سے
 بچایا گیا وہ ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ
 رکھا گیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام احمد، لقب احمر ہے، کنیت ابو عسیب مگر اپنی نسبت میں
 مشہور ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
 یعنی چار حضرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ساتھ ہی یہ تین خدام بارگاہ۔
 یہ باغ ابوالہشیم کا تھا یا کسی اور انصاری کا مگر یہ واقعہ دوسرا ہے اور جو پہلے مذکور ہوا
 وہ دوسرا تھا۔

پہلے جو واقعہ مذکور ہوا وہاں باغ والے صاحب خود کھجوروں کا خوشہ لائے تھے اور
 بکری ذبح کی تھی۔ یہاں طلب سرکار نے فرمائی، لہذا یہ واقعہ دوسرا ہے۔
 یہ سوال وہ نہیں جس سے منع فرمایا گیا ہے یعنی ذات کا سوال، یہ سوال ایسا ہے

جیسے والد اپنی اولاد سے یا مولیٰ اپنے غلام سے یا دوست اپنے دوست سے کچھ طلب کرے اس سوال سے تو صاحب خانہ کو قیامت تک کے لیے فخر ہو گیا کہ مجھے سرکار حضور نے اس لائق سمجھا کہ مجھ سے یہ طلب فرمایا لہذا یہ احادیث شریفہ میں تعارض نہیں جس سوال سے ممانعت ہے وہ اور سوال ہے یہ کچھ اور سوال۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیرا اور ان حضرات صحابہ نے بھی، حضور کو ٹھنڈا بلکہ باسی پانی بہت مرغوب تھا۔

خیال رہے کہ یہاں لتسئلن صیغہ جمع متکلم نہیں بلکہ جمع مخاطب ہے یعنی ت سے ہن سے نہیں، یعنی اے میری امت والو! تم سے سوال ہوگا حساب ہوگا کہ ان نعمتوں کا شکر یہ تم نے کیا ادا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حساب نہیں حضور سے سوال تو یہ ہوگا کہ آپ کی امت نے آپ سے کیا برتاوا کیا، حضرات انبیاء کرام سے نعمتوں کا سوال نہیں۔ (مرقات)

یعنی یہ کھجوریں اگرچہ نعمتیں ہیں مگر نہایت معمولی جن کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی یوں ہی باری باری پھرتی ہیں، تعجب ہے کہ ان کا حساب بھی ہوگا۔ حضرت عمر کا یہ عمل اور یہ سوال انتہائی خوف الہی کا باعث تھا کہ جب ان جیسی چیزوں کا بھی حساب ہے تو اعلیٰ چیزوں کا کیا بنے گا، ان کا حساب کس قدر سخت ہوگا تحقیر کے لیے یہ سوال نہیں۔

جو ضروریات زندگی سے ہیں ان کے متعلق حساب نہ ہوگا کہ تم نے ان کا شکر یہ کیا ادا کیا وہ چیزیں تو عبدیت و مزبوبیت کا حق ہیں حق کا حساب نہیں ہوتا۔

یعنی بقاء انسانی ان تین چیزوں پر موقوف ہے: زندگی رکھنے کے لیے ستر چھپانے والا کپڑا اور پیٹ میں بوجھ ڈالنے کے لیے روٹی کا معمولی ٹکڑا اور چوہے کے سوراخ جیسا معمولی مکان جس میں مال بہ تکلف جا آسکے۔ سردی گرمی سے بچاؤ کے لیے یہ چیزیں زندگی کی موقوف علیہ ہیں قیامت کے حساب سے خارج ہیں مگر یہ کھجوریں اگرچہ

معمولی سہی مگر ہیں ضروریات کے علاوہ کہ یہ بھی ہیں جن میں لذت ہے لہذا ان کا حساب ہوگا۔ حجر ح کے پیش جیم کے سکون سے بمعنی سوراخ یا بمعنی حجر یعنی پتھروں سے گھیری ہوئی زمین۔ (مرقات)

حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث نقل کر کے آخر میں فرمایا کہ حضور نے ارشاد کیا کہ اگر تم کو یہ گراں معلوم ہو تو ہر نعمت کھاتے وقت یہ پڑھ لیا کرو۔ بسم اللہ علی برکت اللہ اور کھا چکنے پر پڑھا کرو الحمد لله الذی هو اشبعنا وارادانا وانعم علینا وافضل، یہ کلمات ان نعمتوں کا شکر یہ ہیں۔ (مرقات) (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۱۰۱)

مزید آگے ارشاد فرماتے ہیں:

یہ واقعہ مشکوٰۃ شریف باب ضیافت میں گزر چکا ہے۔ یہ ابوالہیثم وہ ہی خوش نصیب صحابی ہیں جن کے باغ میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھوک کی حالت میں مہمان ہوئے تھے اور انہوں نے حضور کی شاندار مہمانی کی وہاں ہی آپ کے حالات بیان ہو چکے۔

وہاں ادھار نہیں ہوتا کوئی معمولی نذر عقیدت پیش کرے وہاں سے مالامال کر دیا جاتا ہے، کھانا کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہم تم کو غلام عطا کریں گے۔

یعنی آپ کا چناؤ میرے چناؤ سے بہتر ہوگا کہ حضور مجھ پر مجھ سے زیادہ مہربان ہیں۔ حضور مصطفیٰ مختار ہیں، حضور کے اختیار پر دار و مدار ہے۔ (مرقات) جو حضور کے چناؤ میں آ گیا وہ رب تعالیٰ کے چناؤ میں آ گیا۔

قیامت تک کے لیے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا کہ اگر تم سے کوئی شخص مشورہ کرے تو تم پر لازم ہے کہ خلاف مصلحت اسے مشورہ نہ دو اگر ایسا کیا تو تم خائن ہو گے، مشورہ لینے والا اگر چند دشمن ہو مگر مشورہ اچھا دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ نمازی مسلمان کو اپنے کام کاج کے لیے ملازم

رکھو، بیوی اولاد، خدام، دوست احباب، رشتہ دار وہ ہی اچھے جو نمازی ہوں، نمازی آدمی ان شاء اللہ متقی پرہیزگار خیر خواہ ہوتا ہے جو خدا سے نہ ڈرے وہ بندے سے اور اس کا حق مارنے سے کیا ڈرے گا۔

اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اس خادم کو ہمیشہ اچھی باتوں کی نصیحت وصیت کرتے رہنا اس کی اصلاح بھی تمہارے ذمہ ہے۔ دوسرے یہ کہ تم اس کے متعلق میری وصیت قبول کرو کہ اس سے بھلائی کے ساتھ پیش آنا وہ حضرت یہ دوسرے معنی میں سمجھے اور انہوں نے گھر لے جا کر اسے آزاد کر دیا۔

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۸۸۹)

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں (اس امت میں) پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستے میں (کسی کافر کا) خون بہایا اور اللہ کے راستے میں سب سے پہلے تیر چلانے والا (بھی) میں ہوں، میں اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی جماعت میں جہاد کرتا ہوا دیکھ رہا ہوں، ہم صرف درختوں کے پتے اور خار دار درختوں کے پھل کھاتے تھے یہاں تک کہ ہمارے منہ (اندر سے) زخمی ہو گئے

❖ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مَجَالِدٍ بْنِ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ بِيَانٍ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَاصٍ يَقُولُ: إِنِّي لِأَوَّلِ رَجُلٍ أَهْرَقَ دَمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَإِنِّي لِأَوَّلِ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أُغْرَوْتُ فِي الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَأْكُلُ إِلَّا وَرَقِي الشَّجَرِ وَالْحَبْلَةَ حَتَّى تَفْرَحَتْ أَشْدَاقُنَا وَإِنْ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِيرُ

وَأَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ يَعِزُّوْنَ فِي
الدِّينِ لَقَدْ خَبْتُ إِذْنَ وَخَسِرْتُ
وَضَلَّ عَمَلِي - اور جب ہم سے کوئی ایک قضائے حاجت
کرتا تو بکری اور اونٹ کی طرح بیگنیاں
باہر آتیں (اس کے باوجود) اب قبیلہ بنو
اسد مجھ کو دین کے معاملے میں طعنہ دیتے
ہیں (اگر ایسا ہے) تو پھر میں ضرور ہی
نقصان میں ہوں اور میرے اعمال ضائع
ہو گئے (حالانکہ یہ ممکن نہیں)۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ اس کی شرح ابھی کچھ پہلے کی جا چکی ہے کہ آپ نے کس موقعہ پر یہ
تیر چلایا تھا اول تیر چلانا بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت رحمت ہے۔

حبلہ ح کے پیش ب کے سکون سے کیکر یعنی بول کے بیچ۔ نہ معلوم وہ حضرات
یہ کیسے کھاتے ہوں گے یہ ہیں ان حضرات کی قربانیاں بے مثال اسلام کی قدران سے
پوچھو ہم نے کمایا ہوا اسلام پایا ہم کیا قدر کر سکتے ہیں۔

یعنی ہم کو پاخانہ بکری کی بیگنی کی طرح بالکل خشک ہوتا تھا جس میں کوئی تری
نہیں، اگر کوئی تر چیز کھائیں تو تری ہو جب پتے اور بول کے بیچ کھائے جائیں گے تو
پاخانہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

یہاں اسلام سے مراد نماز ہے کیونکہ نماز اسلام کا بہت اہم رکن ہے، قرآن مجید
میں نماز کو ایمان کہا گیا ہے مَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّقَ عَلَيْكُمْ تَعْزِيرًا بِمَعْنَى سزا بھی آتا ہے اور
بمعنی تعلیم اور بمعنی تعظیم بھی وَتَعَزَّرُوا لَهُ وَتَوَقَّرُوا لَهُ وَتَسْتَبْخُوا لَهَا بِمَعْنَى تعلیم ہے۔ (اشعری)
یعنی اگر ان تمام خدمات اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود مجھے نماز
بھی نہیں آئی میں ان لوگوں کے سکھانے کا حاجت مند رہا تو میں بہت ہی خائب و خاسر

ہوا، یہ لوگ مجھے نماز سکھانے کی کوشش نہ کریں بلکہ مجھ سے نماز اور دوسرے احکام اسلام سیکھیں میں صحبت یافتہ مصطفیٰ ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہاں بنی اسد سے مراد زبیر ابن عوام ابن خویلد ابن اسد کی اولاد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنے علمی کمالات و فضائل بیان کرنا جائز ہے کہ یہ بھی رب کا شکر ہے فخر نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا، وہاں قبیلہ بنی اسد آباد تھے ان لوگوں نے آپ کی شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کی اس شکایت میں یہ بھی کہا کہ یہ نماز غلط پڑھتے ہیں اور ہم کو غلط ہی پڑھاتے ہیں جس سے ہماری نمازیں برباد ہوتی ہیں، حضرت عمر نے آپ کو طلب فرمایا اور ان کی شکایت پیش کیں تو آپ نے جواب میں یہ فرمایا کہ میں اولین مؤمنوں میں سے ہوں میں نے صداہ نمازیں حضور کے پیچھے پڑھی ہیں میری نماز غلط کیسے ہو سکتی ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۳۶۹)

❖ حدثنا محمد بن بشار
حدثنا صفوان بن عيسى
حدثنا محمد بن عمرو بن عيسى
أبو نعامه العدوي قال: سمعت
خالد بن عمير وشوينا أبا
الرقاد قال: بعث عمر بن
الخطاب عتبة بن غزوان وقال
انطلق أنت ومن معك حتى إذا
كنتم في أقصى أرض العرب
وأنى بلاد أرض العجم

حضرت خالد بن عمير رضی اللہ تعالیٰ
عنہ اور شوینس (ابورقاد) رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو (لشکر کا سردار بنا کر) بھیجا اور
فرمایا تم اور تمہارے ساتھی جاؤ اور جب سر
زمین عرب کے آخر اور عجمی شہروں کے
قریب پہنچو (تو وہاں قیام کرو) پھر وہ تمام
روانہ ہوئے اور جب مرید (جہاں اب
بصرہ کی بیرونی آبادی ہے) کے مقام پر

فَأَقْبَلُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالْمَرْبِدِ
 وَجَدُوا هَذَا الْمَكَانَ فَقَالُوا: مَا
 هَذِهِ؟ هَذِهِ الْبَصْرَةُ. فَسَارُوا حَتَّى
 إِذَا بَلَّغُوا حِيَالَ الْجِسْرِ الصَّغِيرِ
 فَقَالُوا: هَاهُنَا أَمْرٌ تَمُّ، فَانْزَلُوا
 فَذَكَرُوا الْحَدِيثَ بِطَوْلِهِ. قَالَ:
 فَقَالَ عْتَبَةُ بْنُ غَزْوَانَ: لَقَدْ
 رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَسَائِعٌ سَبْعَةٌ مَعَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ
 الشَّجَرِ حَتَّى تَقْرِحَتْ أَشْدَاقُنَا
 فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَقَسَيْتَهَا بَيْنِي
 وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ فَمَا
 مِنَّا مِنْ أَوْلِيكَ السَّبْعَةِ أَحَدٍ إِلَّا
 وَهُوَ أَمِيدٌ مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ
 وَسَتَجْرُبُونَ الْأَمْرَاءَ بَعْدَنَا.

پہنچے تو وہاں انہوں نے نرم و سفید پتھر
 پائے (وہاں کے لوگوں سے) پوچھا یہ کیا
 ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ بصرہ (نامی
 پتھر) ہیں اور جب (وجہ کے) چھوٹے
 پل کے برابر پہنچے تو (آپس میں) کہنے
 لگے تمہیں اسی جگہ کا حکم دیا گیا ہے پھر وہاں
 اتر گئے (پھر راوی نے سارا واقعہ بیان
 کیا) راوی نے کہا کہ عتبہ بن غزوان
 نے بیان کیا کہ میں نے اپنے آپ کو نبی
 کریم ﷺ کے ساتھ دیکھا اس وقت
 میں (پہلے) سات (مسلمانوں) میں سے
 ایک تھا ہمارے پاس کھانے کے لیے
 صرف درختوں کے پتے تھے یہاں تک
 کہ ہمارے منہ (اندر سے) زخمی ہو گئے
 پھر مجھے ایک (گزی ہوئی) چادر ملی جسے
 میں نے اپنے اور حضرت سعد کے درمیان
 تقسیم کر لیا (اور اب) ہم ساتوں کسی نہ کسی
 شہر کے حاکم ہیں اور ہمارے بعد آئے
 والے حاکموں کا تم تجربہ کر لو گے۔

شرح حدیث: مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم و ستم

حضرت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ میں ہیں جنہوں نے ابتداء ہی میں داعی

توحید کو لبیک کہا تھا، (متدرک حاکم جلد ۳: ۲۶۰)

کفار مکہ کی ظلم و ستم سے تنگ آ کر ملک حبش کی دوسری ہجرت میں شریک ہوئے؛ لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس آ گئے، نبی کریم ﷺ اس وقت تک مکہ میں موجود تھے۔

حضرت عتبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ اولین صحابہ کرام میں سے ہیں، دوسری ہجرت حبشہ میں شریک ہوئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس چلے آئے۔ ہجرت مدینہ کی سعادت حاصل کی اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مواخات قائم کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ تیر اندازی کے لحاظ سے ان کا شمار اپنے فن کے کاملین میں ہوتا تھا۔ اصحاب صفہ میں شامل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کئی مہمات کی کامیاب قیادت کی۔ تقویٰ، زہد، جفا کشی اور عاجزی و انکساری کے اوصاف سے مزین تھے۔ تکبر اور غرور سے دور کا بھی علاقہ نہیں تھا۔ فرمایا کرتے تھے میں خدا سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ انسانوں کی نظروں میں حقیر رہنے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھوں۔ (اسد الغابہ)

عتبہ بن غزو ان کا خطبہ

خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمیں حضرت عتبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد کہا: دنیا نے اپنے اختتام کی خبر دے دی ہے اور بہت جلد پیٹھ موڑنے والی ہے اور اب دنیا صرف اتنی رہ گئی جتنا برتن میں کچھ بچا ہوا پانی رہ جاتا ہے اور اب تم دنیا سے اس جہان کی طرف منتقل ہونے والے ہو جو لازوال ہوگا، سو تم اپنے ساتھ بہترین ماحضر لے کر منتقل ہو، کیونکہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک پتھر کو جہنم کے کنارے سے گرایا جائے گا وہ ستر سال تک اس کی کبرائی میں گرتا رہے گا پھر بھی اس کی تہہ کو نہیں پاسکے گا، اور خدا کی قسم جہنم بھر جائے

گی اور بے شک ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے لے کر دوسرے پٹ تک چالیس سال کی مسافت ہے اور جنت میں ضرور ایک ایسا دن آئے گا جب وہ لوگوں کے رش سے بھری ہوئی ہوگی، اور تم کو معلوم ہے کہ میں ان سات صحابہ میں سے ساتواں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی، حتیٰ کہ ہماری باچھیں چھل گئیں۔ مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اپنے اور حضرت سعد بن مالک کے درمیان اس کے دو حصے کیئے، نصف چادر کا میں نے تہبند بنایا اور نصف کا حضرت سعد بن مالک نے، اور آج ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے، اور میں اس چیز سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی راہ میں اتنا ڈرایا اور ستایا گیا جتنا کسی دوسرے کو نہیں ڈرایا اور ستایا گیا اور بے شک مجھ پر (ایک دفعہ) قیس دن اور رات ایسے بھی گزرے کہ میرے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھانے کی کوئی ایسی چیز تھی جسے کوئی جاندار کھالے صرف اتنی چیز جسے بلال بغل میں لے لیں (یعنی تھوڑی سی چیز)۔

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ أَسْلَمَ أَبُو حَاتِمِ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يَخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُودِيْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْدِي أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَيْتُ عَلَى قَلَائُونَ مِنْ بَدَنِ لَيْلَةً وَيَوْمًا، وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ كُو كَبِي، إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ الْبَط

بلال

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی دین کی تبلیغ قرآن کریم کی اشاعت کے سلسلے میں جتنا کفار نے مجھے ڈرایا ہے اتنا کسی نبی کو ان کی قوم نے نہیں ڈرایا۔

اس فرمان عالی سے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ دین کی تبلیغ میں جتنا کفار نے مجھے ستایا اتنا کسی نبی کو نہیں ستایا۔ دوسرے یہ کہ جب کفار مکہ نے مجھے بہت ستایا تب میں اکیلا تھا میرے ساتھ طاقتور مسلمان نہ تھے، جب لوگ ایمان لائے تو کفار کا زور کم ہو گیا انہیں کم ستایا گیا، مرقاٹ نے یہ ہی دوسرے معنی کیے، اشعة اللمعات نے پہلے معنی کیے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم سے تکلیفیں اٹھائیں اور حضور انور نے تیس سال مگر یہ تیس سال کی تکالیف ان ساڑھے نو سو برس کی تکالیف سے سخت تر ہیں، چونکہ حضور نبیوں کے سردار ہیں اس لیے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے شعر

بڑوں کو دکھ بہت ہیں چھوٹوں سے دکھ دور

تارے سب نیارے ہیں گہن چاند اور سورج

یعنی چاند سورج کو گہن لگتا ہے تاروں کو نہیں لگتا، بڑوں کو دکھ ہوتا ہے چھوٹوں کو نہیں۔

یہ واقعہ ہجرت کا نہیں ہے کیونکہ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ابو بکر صدیق تھے حضرت بلال ساتھ نہ تھے بلکہ یہ واقعہ طائف شریف تبلیغ کے لیے تشریف لے جانے کا ہے۔ خیال رہے کہ نبوت کے دسویں سال جناب ابوطالب کی وفات ہوئی اور پانچویں دن حضرات ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ کی وفات ہوئی، حضور نے اس سال کا نام الحزن رکھا یعنی رنج و غم کا سال۔ تین ماہ کے بعد آخر شوال میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت زید ابن حارثہ تھے، آپ نے طائف کے سردار بنی ثقیف کے معتمد شخص عبید یا لیل ابن عبد کلال کو تبلیغ کی اس نے آپ کے پیچھے طائف کے آوارہ لوگ اور وہاں کے لونڈے لگا دیئے جنہوں نے حضور انور کو پتھروں سے زخمی کر دیا، جناب زید ابن حارثہ نے آپ کو بچا لیا تو ان کا سر زخموں سے چور ہو گیا تب جبریل امین نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ حکم دیں تو ہم طائف کے پہاڑوں کو ملا دیں جس سے یہ لوگ پس جاویں، فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ممکن ہے ان کی اولاد مسلمان ہو جائے۔ شعر

الہ العالمین کر رحم طائف کے مکینوں پر

الہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

وہ واقعہ بھی یہاں مراد نہیں کیونکہ اس سفر میں حضرت بلال حضور کے ساتھ نہ تھے بلکہ حضرت زید ابن حارثہ ساتھ تھے، یہاں طائف کا کوئی اور سفر مراد ہے جس میں حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (لمعات، مرقات) بعض نے فرمایا حضور نے طائف کے بہت سفر کیے ہیں۔ ذوق بد فرما کر یہ بتایا کہ ہم دونوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کوئی جانور بھی کھا سکے چہ جائیکہ انسان کھائے۔

ظاہر ہے کہ بغل میں کھانا بہت ہی تھوڑا سا سمائے گا چار چھ روٹیاں اتنا کھانا اور تیس دن دو صاحبوں کا گزارہ۔ اس سید الصابریں پر لاکھوں سلام ہوں اللہ تعالیٰ ہم تمام کی طرف سے جزا لجزاء عطا فرمائے کہ تبلیغ میں ایسی مشقیں کی اٹھائیں جن کی مثال نہ ملے گی۔ (مرآة المناجیح، ج ۷، ص ۹۶)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَابُ بْنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے میں صبح یا شام کبھی

يَزِيدُ الْعَطَّارُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا يَجْتَمِعُ عِنْدَهُ غَدَاءٌ وَلَا عِشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَنَحْمٍ، إِلَّا عَلَى صَفْفٍ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: قَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ كَثْرَةُ الْأَيْدِي.

بھی روٹی اور گوشت جمع نہیں ہوئے مگر ہاں جب (صفف) اجتماع ہو، حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ بعض اہل لغت کے نزدیک صفف سے مراد ہاتھوں کی کثرت ہے (یعنی کئی آدمیوں کا مل کر کھانا۔)

شرح حدیث: امام الزاہدین صلی اللہ علیہ وسلم

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وصال ظاہری فرما گئے اور ہمارے پاس کوئی ایسی شے نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے مگر تھوڑے سے جو میری کٹھلیا میں تھے، میں ایک مدت تک اس سے کھاتی رہی پھر میں نے ان کو باپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، الحدیث: ۶۳۵۱، ص ۵۳۲)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: مدینے کے تاجدار، دو عالم کے مالک و مختار باذن پروردگار عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خوان (یعنی چھوٹی میز کی مثل اونچے دسترخوان) پر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی چپاتی (یعنی پتی روٹی) کھائی یہاں تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وصال ظاہری فرمایا۔ (الرجوع السابق، الحدیث: ۶۳۵۰)

کبھی جو کی سوٹی روٹی تو کبھی کھجور پانی

تیرا ایسا ساوہ کھانا مدنی مدینے والے

مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک شریف کا بیان

اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی لگاتار دو دن تک سیر ہو کر ”جو“ کی روٹی نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وصال ظاہری فرما گئے۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی معیشتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: ۲۳۵۷، ص ۱۸۸۸)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سرکارِ مکہ مکرمہ، سلطانِ مدینہ منورہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلسل کئی راتیں بھوک کی حالت میں گزارتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کو شام کا کھانا تک میسر نہ آتا اور ان کے کھانے میں اکثر جو کی روٹی ہوتی۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۲۳۶۰)

دنیا پر آخرت کو ترجیح

اللہ کے محبوب، دانائے غیوب، منزہ عن العیوب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور کبھی اللہ عزوجل سے مال کی کثرت کا سوال نہ کیا اور اگر سوال کیا تو بقدر کفایت کا سوال کیا۔ چنانچہ،

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی: اے اللہ عزوجل! محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی آل کو اتنا رزق عطا فرما جو بقدر ضرورت ہو۔ (المرجع السابق، الحدیث: ۲۳۶۱)

❖ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ
 بْنُ أَبِي قَدَيْكٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ
 حضرت نوفل بن ایاس ہزلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے ہم مجلس

أَبِي ذَيْبٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدَبٍ،
عَنْ تَوْفَلِ بْنِ إِيَّاسِ الْهَنْدِيِّ،
قَالَ: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ
لَنَا جَلِيْسًا، وَكَانَ نِعَمَ الْجَلِيْسِ،
وَإِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ، حَتَّى
إِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَدَخَلَ
فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ وَأَتَيْنَا
بِصَحْفَةٍ فِيهَا خُبْزٌ وَنَحْمٌ، فَلَبَّأْنَا
وَضَعْتُ بِنِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقُلْتُ
لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، مَا يُبْكِيكَ؟
فَقَالَ: هَلَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ
وَأَهْلُ بَيْتِهِ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ فَلَا
أَرَانَا أُخْرَجْنَا لَهَا هُوَ خَيْرٌ لَنَا.

تھے اور وہ بہترین ہم نشین تھے، ایک دن
وہ ہمیں اپنے ساتھ لے آئے جب گھر میں
داخل ہوئے تو غسل کیا اور پھر باہر تشریف
لائے پھر ہمارے پاس گوشت اور روٹی کا
(ملا ہوا) بڑا پیالہ لایا گیا، جب پیالہ رکھا
گیا حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روپڑے ہیں نے کہا اے ابو محمد! آپ
کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں وصال فرمایا
کہ (کبھی) آپ اور آپ کے اہل بیت
نے جو کی روٹی (بھی) پیٹ بھر کر نہیں
کھائی، پس میں نہیں خیال کرتا کہ ہم جس
(خوشحالی) کے لیے پیچھے چھوڑ گئے ہیں وہ
ہمارے لیے بہتر ہے۔

شرح حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بھنی ہوئی بکری

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزرا ایک ایسی جماعت پر ہوا جس
کے سامنے کھانے کے لئے بھنی ہوئی مسلم بکری رکھی ہوئی تھی۔ لوگوں نے آپ کو کھانے
کے لئے بلایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ حضور نبی
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ
کھائی میں بھلا ان لذیذ اور پر تکلف کھانوں کو کھانا کیونکر گوارا کر سکتا ہوں۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء... الخ، الحدیث: ۵۲۳۸، ج ۲، ص ۲۵۴)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری تمنا

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپ کی وفات کس دن ہوئی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے ہر ہر لمحات میں تو میں نے اپنے تمام معاملات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے۔ مرنے کے بعد کفن اور وفات کے دن میں بھی مجھے آپ کی اتباع سنت نصیب ہو جائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثین، الحدیث: ۱۳۸۷، ج ۱، ص ۶۸)

53- بَابُ مَا جَاءَ فِي سِنِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عمر مبارک

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوسَعِي إِلَيْهِ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا، وَتُورِثُ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبوت ملنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں رہے اور تریسٹھ برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی آئی تو عمر شریف چالیس سال تھی۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ظہور نبوت چالیس سال کی عمر میں ہوا، اس پر بھی سب متفق ہیں کہ بعد ہجرت مدینہ میں دس سال قیام فرمایا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بعد ظہور نبوت مکہ معظمہ میں کتنا قیام رہا اس کے متعلق تین روایات ملتی ہیں: دس سال، تیرہ سال، پندرہ سال، تیرہ سال کو ترجیح ہے اور اس کا یہاں بیان ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے متعلق تین قول ہیں: ساٹھ سال، تریسٹھ سال، پینسٹھ سال، قوی تر قول تریسٹھ سال کا ہے۔ بعض شارحین نے ان تینوں قولوں کو اس طرح جمع کیا ہے کہ ساٹھ کے قول میں اکائیوں کو چھوڑ دیا گیا ہے صرف چھ دہائیاں بیان ہوئی ہیں اور پینسٹھ والے قول میں سال ولادت اور سال ہجرت کو الگ الگ سال شمار کر لیا گیا ہے بہر حال تریسٹھ کا قول قوی ہے۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، عمر فاروق، علی مرتضیٰ ان تمام حضرات کی عمریں تریسٹھ سال ہوئی ہیں۔

نکتہ: لا الہ الا اللہ کے حروف بارہ ہیں اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حروف بارہ، یوں ہی ابوبکر صدیق، عمر ابن الخطاب، عثمان ابن عفان، علی ابن ابی طالب سب کے حروف بارہ بارہ ہیں۔ ان حضرات کے ناموں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں سے بہت ہی قرب ہے۔ (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۹۶)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
 قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ
 عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ
 عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ
 حَضْرَتِ جَرِيرِ بْنِ رِضِيِّ اللّٰهِ تَعَالَى عَنْهُ نَعْنِي
 حَضْرَتِ امِيرِ مَعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كُو
 خُطْبَةٍ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ برس کی عمر میں وصال

مُعَاوِيَةَ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَخْطُبُ، قَالَ: فرمایا اور اسی عمر میں حضرت صدیق اکبر
مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی انتقال
وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ (حضرت امیر معاویہ رضی
وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تریسٹھ برس کا ہوں۔
وَسِتِّينَ سَنَةً۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی کی عمر شریف بیاسی سال ہوئی ان تمام حضرات کے
نام اور کام یکساں ہیں۔

نکتہ عجیبہ: حضور انور نے فرمایا خیر القرون قرنی۔ اس قرنی میں ق سے اشارہ
ہے ابو بکر صدیق کی طرف، ر سے عمر فاروق کی طرف، ن سے عثمان غنی کی طرف اور ی
سے حضرت علی کی طرف یہ چاروں زمانے حضور انور کے اپنے زمانے ہیں رضی اللہ عنہم
اجمعین۔ حضرت صدیق اکبر کی خلافت دو سال چار ماہ ہوئی، بائیس جمادی الاول منگل
کی شب ۱۳ھ تیرہ ہجری مغرب و عشاء کے درمیان وفات پائی، آپ کی بیوی اسماء
بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا، عمر فاروق نے نماز پڑھائی۔

حضرت عمر کی خلافت دس سال چھ ماہ ہوئی، چھبیس ذی الحجہ بدھ کے دن آپ کو
مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابو لولون نے فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے محراب النبی میں
برچھاما اس سے آپ شہید ہوئے، ۲۳ھ اتوار کے دن دن کئے گئے خاص روضہ
انور میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں۔ حضرت علی خاص شہادت عثمان کے
دن خلیفہ ہوئے یعنی اٹھارہ ذی الحجہ جمعہ کے دن ۳۵ھ پینتیس ہجری میں عبدالرحمن
ابن ماجم مرادی نے آپ کو جمعہ کے دن سترہ رمضان ۴۰ھ ہجری میں کوفہ میں شہید
کیا، آپ کی خلافت چار سال ۹ ماہ چند دن ہوئی۔ حضرت انس نے جب یہ حدیث بیان

کی تو اس وقت حضرت علی زندہ تھے اس لیے آپ کا ذکر نہیں کیا۔ (مرقات) ایک دن امیر معاویہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر کی عمریں تریسٹھ سال ہوئیں اب میری عمر بھی تریسٹھ سال ہے میری تمنا ہے کہ اس سال میری وفات بھی ہو جائے مگر آپ کی یہ تمنا پوری نہ ہوئی۔ بلکہ آپ کی عمر شریف اٹھتر سال ہوئی مگر آپ کو اس تمنا کا ثواب مل گیا۔ (مرقات) و ترمذی میں جریر عن معاویہ۔

(مراة المناجیح، ج ۸، ص ۹۸)

❖ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ برس کی عمر میں ہوا۔

شرح حدیث: غم و الم کے بادلوں کا چھا جانا

(۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس غم و الم کے موقع پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے: میرے پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا، آہ جبرائیل علیہ السلام کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کی خبر کون پہنچائے؟ الہی عزوجل! روح فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو روح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچادے۔ الہی عزوجل! مجھے دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مسرور کردے۔ الہی عزوجل! مجھے اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے بے نصیب نہ رکھنا اور روز محشر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ فرمانا۔

(۲) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ

عنبہا نے اس سانحہ عظیم پر اپنے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ہائے افسوس! وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس نے فقر کو غنا پر، اور مسکینی کو دولت مندی پر ترجیح دی، افسوس! وہ معلم دین جو گناہ گار امت کی فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا، ہم سے رخصت ہو گیا۔ جس نے ہمیشہ صبر و ثبات سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا، جس نے برائیوں پر کبھی توجہ نہ کی، جس نے نیکی اور احسان کے دروازے کبھی ضرورت مندوں پر بند نہ کئے، جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی پانڈا رسانی کا گرد و غبار کبھی نہ بیٹھا۔

(۳) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ ساری امت کے جذبات رنج و غم کے ترجمان ہیں۔

میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نثار، آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی وفات سے نہ گئی تھی، یعنی غیب کی خبروں، اور وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موت صدمہ عظیم ہے۔ اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا، اور آہ و زاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر آنسو بہا دیتے پھر بھی اس درد کا علاج اور زخم کا اندمال نہ ہوتا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام، باب جہاز رسول صلی اللہ علیہ وسلم ووفدہ، ج ۲، ص ۵۵۵)

(۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے، اس کی ہر چیز روشن ہو گئی تھی اور جس روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہے، اس کی ہر چیز اداں ہو گئی ہے اور بعد تدفین ابھی مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا۔ (کیونکہ اب انھیں مرشد کامل کی صحبت کے انوار کا ملہ دکھائی نہ

(پڑتے تھے)

(شرح العلامة الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ تعالیٰ... الخ، ج ۱۲، ص ۱۷۶)

(۵) حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگیں۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا، آپ کیوں روتی ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خدا تعالیٰ کے پاس (یہاں سے) بہتر نعمتیں موجود نہیں؟ انہوں نے بھی تصدیق کی، لیکن اپنے رونے کا یہ سبب بتلایا کہ وحی آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ اس پر ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شریک گریہ و غم ہو گئے۔

(الوفائی احوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (مترجم) باب وصال مصطفیٰ اور کیفیت صحابہ، ص ۸۱۷)

الغرض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہر شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر سو گوار تھا اور یاس و حرمان کی تصویر بنا ہوا تھا۔

(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۹-۲۴۱)

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،
وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّورِيُّ،
قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ
عَلِيَّةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ، قَالَ:
أَبَانَا عَمْرٌ مَوْلَى نَبِيِّ هَاشِمٍ،
قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ:
تُوِّفِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، وَهُوَ ابْنُ خَمْسِينَ وَسِتِّينَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ۶۵ برس کی عمر میں ہوا، (انہوں نے پیدائش اور وصال کے سال کا اعتبار کیا ہے ورنہ آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال ہی تھی)

❖ عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ دَعْفَلِ بْنِ حَنْظَلَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُبِضَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسِينَ وَسِتِّينَ، قَالَ أَبُو عَيْسَى: وَدَعْفَلٌ، لَا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت دعفل بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وصال کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۶۵ برس تھی۔

شرح حدیث: پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری خطبہ

جب حضور نبی پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو منبر اقدس پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور الوداع کہنے والے کی طرح چہرہ اقدس لوگوں کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا:

اے لوگو! کیا میں نے تم تک رسالت نہ پہنچا دی اور نصیحت و امانت ادا نہ کر دی؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں، یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ. صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رسالت پہنچا دی اور امانت ادا کر دی اور امت کی خیر خواہی کی اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی عبادت کی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت آگیا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہماری طرف سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ہر نبی علیہ السلام کی جزا سے افضل جزا دے جو اس نے ہر نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا کی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے نیچے اترے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو الوداع کہا، ان سے مصافحہ فرمایا، صحابہ

کرام علیہم الرضوان رورہے تھے۔

(الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ۸۰، مصنف الشيخ شعيب المصنفی ۵۸۱۰)

❖ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى

الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ،

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ

رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ،

يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَيْسَ بِالطَّوِيلِ

الْبَائِنِ، وَلَا بِالْقَصِيرِ، وَلَا

بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ، وَلَا بِالْأَدَمِ،

وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ، وَلَا بِالسَّبِطِ،

بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ

أَرْبَعِينَ سَنَةً، فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ

سِنِينَ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ،

وَتَوَفَّاهُ اللَّهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ

سَنَةً، وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَجْهِيَّتُهُ

عَشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

حضرت ربیعہ بن ابو عبد الرحمن رضی

اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت انس

بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

قد مبارک نہ تو بہت لمبا تھا اور نہ ہی بہت

پست اور رنگ مبارک نہ تو بالکل سفید (بغیر

سرخی کے تھا اور نہ بالکل گندم گوں (سیا ہی

مائل نہ تھا)۔ آپ کے بال مبارک نہ

تو بہت زیادہ گھنگریالے تھے اور نہ بالکل

سیدھے۔ چالیس برس کی عمر میں آپ نے

اعلان نبوت کیا پھر دس سال تک مکہ مکرمہ

میں رہے اور دس سال مدینہ طیبہ میں

اور پھر ساٹھ برس کی عمر میں آپ کا وصال

مبارک ہو گیا (عربی دستور کے مطابق کسر

کا ذکر نہیں کیا اور نہ عمر مبارک ۶۳ سال ہی

تھی) اور (وصال کے وقت) آپ کے

سر انور اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی

سفید نہ تھے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ بائن بنا ہے بون سے بمعنی دوری اسی سے ہے طلاق بائنہ، یہاں بائن سے مراد ہے بہت زیادتی جو حد اعتدال سے دور ہو یعنی حضور انور اتنے دراز قد نہ تھے کہ حد اعتدال سے دور ہوں۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور مائل بہ درازی تھے کیونکہ طویل کے ساتھ بائن کی قید بیان ہوئی اور قصیر مطلق بغیر قید کے فرمایا۔

بلکہ آپ کا رنگ شریف سفید مائل بہ سرخی تھا یا سرخی پیلا ہوا سفید جو کہ بہت ہی حسین ہوتا ہے۔

یعنی حضور کے بال شریف نہ تو جیشہ والوں کی طرح بالکل چھلے دار مٹھے ہوئے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ بال سیدھے کناروں پر خم دار تھے ایسے بال بہت حسین معلوم ہوتے ہیں۔

سرے سے مراد آخری کنارہ ہے۔ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا جب آپ کا سنہ شریف پورے چالیس سال کا ہو چکا تھا۔

تمام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور کی نبوت کا ظہور چالیس سال کی عمر شریف میں ہوا، اس پر بھی سب متفق ہیں کہ بعد ہجرت مدینہ منورہ میں قیام دس سال رہا مگر اس میں اختلاف ہے کہ ظہور نبوت کے بعد ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں کتنا قیام رہا دس سال، تیرہ سال، پندرہ سال۔ قوی یہ ہے کہ تیرہ سال قیام رہا لہذا عمر شریف کل تریسٹھ سال ہوئی ساٹھ یا پینسٹھ سال نہیں یہاں دس سال والی روایت ہے۔

مرقات نے یہاں فرمایا کہ ساٹھ والی روایت میں وہائی لی گئی ہے تین جو کسر تھی وہ چھوڑ دی گئی اور پینسٹھ سال والی روایت میں ولادت اور وفات کے سال شامل کر لیے گئے ہیں ورنہ عمر شریف تریسٹھ سال ہے اور یہ دونوں روایات اس کے خلاف نہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ سر مبارک داڑھی شریف اور ریش بچی سب میں ملا کر بیس بال سفید تھے، بعض میں ہے کہ کل چودہ بال سفید تھے، یہ روایت چودہ بالوں والی ہے شمار میں اختلاف ہو سکتا ہے، اس روایت میں ہے کہ سر مبارک میں چودہ بال سفید تھے، داڑھی شریف میں پانچ بال اور ریش بچی میں ایک بال سفید۔

پہلے گزر چکا کہ حضور انور درمیانہ قد تھے مائل بہ درازی یہ قد بہت حسین ہوتا

ہے۔

رنگت سفید جس میں سرخی پلائی ہوئی اور وہ جگمگاتی ہوتی تھی یہ حسن کی انتہا ہے۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک دار رنگت پہ لاکھوں سلام

بالوں کی درازی میں چار روایتیں ہیں: نصف کان تک، کانوں کی گدیوں

تک، کانوں اور کندھوں کے درمیانی تک، کندھوں تک، ان میں تعارض نہیں کبھی

تا بگوش کبھی تا بدوش مختلف اوقات میں مختلف حالات تھے۔ حضور انور بال کٹواتے تھے

اور سوا عجم و عمرہ کے کبھی منڈواتے نہیں تھے۔

چھوٹا سر کم عقلی کی علامت ہوتی ہے اور بہت بڑا سر حسین نہیں ہوتا درمیان سر

قدرے بڑا بہت حسین ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔ شعر

ہر چہ اسباب جمال است رخ خوب ترا

ہمہ بروجہ کمال است کما لا یخفی

(اشعہ)

بھاری قدم بہادری ثابت قدمی اور عبادت میں طاقت کی دلیل ہیں، پتلے و بے

قدم کمزوروں کی علامت ہے، یوں ہی تلوے اندر کو دھنسنے ہونا حسن کے خلاف ہے کہ

زمین پر صرف کنارہ قدم لگے باقی الگ رہیں پورا قدم زمین کو لگے، بھرے قدم ہوں

یہ حسن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم شریف ایسے ہی تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شعر

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا

سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

یعنی آپ کا حسن کماحقہ میں بیان نہیں کر سکتا بس اتنا سمجھ لو کہ میری آنکھوں نے نہ آپ سے پہلے حسین دیکھا نہ آپ کے بعد۔ حضرت انس کی آنکھ تو کیا دیکھتی جناب جبرئیل امین کی آنکھوں نے ایسا نہ دیکھا۔ شعر

معراج میں جبرئیل سے کہنے لگے شاہِ امم

تم نے تو دیکھے ہیں بہت بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم

روح الامین کہنے لگے اے مہ جبین تیری قسم

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں درزیدہ

ام بسیار خوباں دیدم ام لیکن تو چیزے دیگری

کشادہ ہتھیلی علامت ہے جو دو سخا کی حضور جیسا سخی پیدا نہ ہو انہ ہوگا۔ عرب کہتے ہیں عبد الکف بخیل و سبط الکف جو ادنگ ہتھیلی والا کنجوس ہوتا ہے، وسیع ہتھیلی والا سخی داتا۔

خیال رہے کہ حضور انور کے دست مبارک قدم شریف تھے تو بھاری مگر کھال مبارک نہایت نرم تھی جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء ریشم سے بھی زیادہ نرم تھے۔ نرمی اور چیز ہے بھاری ہونا کچھ اور یہ بھی خیال رہے کہ ہاتھ پاؤں بھاری ہونا مردوں میں ہنر ہے عورتوں میں عیب ہے کیونکہ مردوں کے مضبوط اعضاء بہادری کی علامت ہیں عورتوں کے اعضاء نازک چاہئیں۔ (مرقات)

(مرآة المناجیح ج ۸، ص ۳۱)

54- بَابُ مَا جَاءَ فِي وَفَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وصال مبارک

❖ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَارٍ الْحُسَيْنِيُّ
بْنُ حُرَيْثٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ،
وَعَزُّرُ وَاحِدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا
سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ،
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَخِرُّ
نَظْرَةَ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَشَفَ
السِّتَارَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، فَنَظَرْتُ
إِلَى وَجْهِهِ كَأَنَّهُ وَرَقَةٌ مُصْحَفٍ،
وَالنَّاسُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، فَكَادَ
النَّاسُ أَنْ يَضْطَرُّوا، فَأَشَارَ إِلَى
النَّاسِ أَنْ ائْبُتُوا، وَأَبُو بَكْرٍ
يَوْمَهُمْ وَأَلْقَى السِّجْفَ، وَتَوَفَّى
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے آخری مرتبہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس وقت
دیکھا جب آپ نے سوموار کے دن (کھڑ
کی سے) پردہ ہٹایا، میں نے آپ کے
چہرہ انور کی طرف دیکھا (تو ایسا معلوم
ہوا) کہ گویا قرآن پاک کا ایک ورق ہے،
اس وقت صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے
تھے، قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب
پیدا ہو جاتا اتنے میں آپ نے لوگوں کو
(ابنی جگہ) ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی
امامت فرما رہے تھے، پھر آپ نے پردہ
ڈال دیا اور اس دن پچھلے پہر آپ کا

وصال ہو گیا۔

شرح حدیث: سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اور صحابہ کرام کا حزن و ملال

جب حضور پر نور، شافعِ یومِ النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ فرمایا
تو لوگ مسجد میں جمع ہو گئے اور غم و اہم سے سسکیاں لے لے کر رونے لگے اور

دُنیا تار یک ہو گئی۔ حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکارنے لگے: **وَإِنِّي آتٍ!**
 اے میرے جلیل القدر نبی! حضرت سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فریاد
 نکلی: **وَإِنِّي آتٍ!** اے میرے عظیم باپ! حضرت سیدنا حسن و حضرت سیدنا حسین رضی
 اللہ تعالیٰ عنہما نے صدالگائی: **وَاجِدَاة!** اے ہمارے جدِ کریم! اور ہر مسلمان نے غم و الم
 میں ڈوب کر کہا: **وَاحْزِنَاة!** ہائے! ہمارا رنج و الم!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر ملال پر شدتِ غم سے خلفائے راشدین
 امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیدنا
 عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے سیل
 اشک رواں ہو گیا۔

بھائیو! اس دنیا میں رہنے کی طمع کیوں کی جاتی ہے؟ حالانکہ نبی مختار، محبوب
 غفار عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کو چھوڑ دیا، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر ملال پر جگر جل رہا ہے اور پلکیں آنسوؤں میں ڈوب رہی
 ہیں، صبر ہاتھوں سے جا رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں، آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 کی جدائی کی چوٹ نے تمام مصائب کو کم کر دیا اور آپ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی
 رخصت نے دوستوں کی زندگی بے کیف کر دی۔ آنسوؤں کے ہار کو منتشر کر دیا۔ پسلیوں
 کے درمیان غم کی آگ روشن کر دی۔ جسے ہوئے آنسوؤں کو پگھلا دیا اور غم کی بجھی ہوئی
 آگ کو بھڑکا دیا۔

تو اے غمزدہ! کیا حضور سید المرسلین، جناب رحمۃ اللعالمین صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
 وسلم کے وصال کے بعد بھی اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کی طمع کرتا ہے؟ کیا تیرے لئے ان
 لوگوں میں عبرت نہیں جنہیں گذشتہ سالوں میں مہینوں اور زمانوں نے ختم کر دیا؟ کیا

تیرے لئے ان لوگوں میں کوئی غور و فکر نہیں جنہیں تجھ سے پہلے موت نے بچھاڑ دیا۔ ان میں سے کوئی بوڑھا تھا تو کوئی ادھیڑ عمر، کوئی نوجوان تھا تو کوئی بچہ جبکہ کوئی تو پیدا ہوتے ہی راہِ آخرت پر چل پڑا۔ کیا تو نے ان سے عبرت نہ پکڑی جن کو تو نے قبروں میں دفن کیا جیسے دوست، احباب، بھائی اور ہمسائے وغیرہ۔ تو کب تک محض دنیوی تعلقات کی طرف متوجہ رہے گا؟ گویا تجھے موت کا یقین نہیں۔ کیا موت کے متعلق تجھے مہلت نے دھوکے میں ڈالا یا زمانے (کے حالات) نے تجھ سے دھوکا کیا۔

(الرد عن الفائق فی المؤمن اعظم والرفیق ص ۵۱۳ مصنف الشيخ شعيب المصطفى، ۵۸۱ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ

فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے

الْبَصْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمُ

سینے میں یا (آپ نے فرمایا) میری گود

بْنُ أَحْضَرَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنِ

سے تکیہ لگایا ہوا تھا، آپ نے پیشاب

إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ

فرمانے کے لیے ایک برتن منگوایا اور اس

عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ مُسْنِدَةً

میں پیشاب فرمایا پھر (کچھ دیر بعد دعا

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِلَى

مانگتے مانگتے) آپ کا وصال ہو گیا۔

صَدْرِي أَوْ قَالَتْ: إِلَى خَجْرِي

فَدَعَا بِطَسْتٍ لِيَبُولَ فِيهِ، ثُمَّ

بِأَلْفِ مَنَاتٍ.

شرح حدیث: آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی طاہری دنیا میں آخری گھڑیاں

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم اُمّ المؤمنین

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہونے والے تھے۔ ہمیں دیکھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر فرمایا خوش آمدید! اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہیں زندہ رکھے، تمہیں پناہ دے، تمہاری مدد فرمائے، میں تمہیں اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے تمہاری بھلائی کا طلب گار ہوں، میں اس کی طرف سے تمہیں واضح ڈرسانے والا ہوں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے شہروں اور بندوں کے سلسلے میں تکبر نہ کرنا، موت قریب آچکی ہے اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ، سدرۃ المنتہی، جنت المأویٰ اور بھرے ہوئے جام کی طرف لوٹنا ہے، میری طرف سے اپنے آپ کو اور میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہونے والوں کو سلام کہنا۔

(البحر الزخار بمسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۵، ص ۳۹۳ تا ۳۹۴)

ایک روایت میں ہے کہ نبیوں کے سلطان، سرورِ ذیشان، محبوبِ رحمن عَزَّ وَجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصالِ ظاہری کے وقت حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: مَنْ لَأُمَّتِي مِنْ بَعْدِي تَرْجَمَهُ: میرے بعد میری اُمت کے لئے کون ہوگا۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری سنا دو کہ میں انہیں اُن کی اُمت کے بارے میں رُسا نہیں کروں گا اور انہیں یہ بھی خوشخبری دے دو، کہ جب لوگوں کو (قبروں سے) اٹھایا جائے گا، تو سب سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائیں گے، جب لوگ جمع ہوں گے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی ان کے سردار ہوں گے اور کوئی اُمت جنت میں داخل نہ ہوگی یہاں تک کہ آپ کی اُمت اس میں داخل ہو جائے۔ یہ سن کر پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الْآنَ قَدْ قَرَأْتُ عَيْنِي تَرْجَمَهُ: اب میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔

(المعجم الکبیر، الحدیث ۲۶۷۶، ج ۳، ص ۶۳، مفہوم ابودون الْآنَ قَرَأْتُ عَيْنِي)

اُمّ المؤمنین حضرت سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: سرکار

مدینہ، قرارِ قلب سینہ، باعثِ نزولِ سکینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں، میری باری کے دن، میرے سینے اور گردن کے درمیان وصال فرمایا اور اللہ عزَّ وَّجَلَّ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت میرے اور آپ کے لُغاب کو جمع فرما دیا، میرے پاس میرے بھائی حضرت سیدنا عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں مسواک تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسواک کی طرف دیکھنے لگے، تو میں سمجھ گئی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پسند فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی: میں یہ مسواک ان سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لے لوں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ انور کے اشارے سے فرمایا: ہاں! میں نے ان سے وہ مسواک لی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے دہن مبارک میں داخل فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سخت محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا: نرم کروں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ انور سے اشارہ فرمایا: ہاں۔ میں نے اسے (دانتوں سے) نرم کر دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک پیالہ تھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میں اپنا دست مبارک داخل کرتے اور فرماتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بے شک موت کی سختیاں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک اوپر اٹھائے اور فرمایا: الرَّفِيقُ الْأَعْلَى، الرَّفِيقُ الْأَعْلَى یعنی اللہ عزَّ وَّجَلَّ ہی اعلیٰ دوست ہے، اللہ عزَّ وَّجَلَّ ہی اعلیٰ دوست ہے۔ تو میں نے کہا: اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی قسم! اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اختیار نہیں فرمائیں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ووفاته، الحدیث ۴۴۴۹، ص ۳۶۵)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، اللہ کے پیارے حبیب، حبیبِ لبیب عزَّ وَّجَلَّ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! مجھ سے سوال کرو؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ عَزَّ وَجَلَّ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا موت قریب آگئی؟ آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً قریب آگئی اور بہت قریب آگئی۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے نبی! اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں جو نعمتیں ہیں وہ آپ کو مبارک ہوں، کاش! ہمیں اپنے انجام کا علم ہو جاتا؟ تو آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارا انجام بارگاہِ الہی عَزَّ وَجَلَّ، سدرۃ المنتہی، جنت المأوی، فردوسِ اعلیٰ، بھر پور پیالے، رفیقِ اعلیٰ، لطف اٹھانے اور خوشگوار زندگی کی طرف ہے۔ انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ! آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کون غسل دے؟ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا: میرے اہل بیت میں قریبی شخص۔ پھر ہم نے عرض کی: آپ کو کن کپڑوں میں کفن دیں؟ آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً فرمایا: میرے انہی کپڑوں؛ یعنی چادر اور مصری جبہ میں۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نمازِ جنازہ کا طریقہ کیا ہوگا؟ (راوی فرماتے ہیں) یہ سن کر ہم سب رو پڑے، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی رونے لگ گئے، تو آپ صَلَّى اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بس کرو، اللہ عَزَّ وَجَلَّ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے اچھا بدلہ عطا فرمائے، جب تم میرے غسل و کفن سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے میرے اسی حجرے میں میری قبر کے کنارے چارپائی پر رکھ دینا اور کچھ دیر کے لئے باہر نکل جانا، کیونکہ سب سے پہلے میرا رب مجھ پر درود بھیجے گا۔ (اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا فرمانِ رحمت، نشان ہے) **هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ**، ترجمہ کنزالایمان: وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔ (پ ۲۱)

الاحزاب: ۴۳) پھر وہ اپنے فرشتوں کو مجھ پر درود پاک پڑھنے کی اجازت دے گا، تو اللہ عزَّ وَجَلَّ کی مخلوق میں سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے حجرے میں داخل ہوں گے اور مجھ پر درود بھیجیں گے پھر حضرت میکائیل علیہ السلام پھر حضرت اسرائیل علیہ السلام پھر حضرت ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بہت بڑے بڑے لشکروں کے ساتھ آئیں گے، پھر تمام فرشتے آئیں گے، اللہ عزَّ وَجَلَّ ان سب پر رحمت فرمائے۔ (آمین)

پھر تم سب لوگ قافلہ در قافلہ اور گروہ در گروہ آنا اور مجھ پر درود و سلام پیش کرنا اور چیخ و پکار کر کے اور رو دھو کر مجھے اذیت نہ پہنچانا اور تم میں سے پہلے امام اور میرے اہل بیت میں سے زیادہ قریب والے مجھ پر درود پاک پڑھیں، پھر عورتوں کا گروہ، پھر بچوں کا گروہ۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قبر شریف میں کون اتارے گا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے اہل بیت میں سے قریبی لوگ، ان کے ساتھ بے شمار فرشتے ہوں گے جو تمہیں نظر نہیں آتے، لیکن وہ تمہیں دیکھتے ہیں، اٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو میرا سلام پہنچا دینا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۶۷۷۶، ج ۳، ص ۶۳) (البحر

الرخار بمسند البزار، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۲۰۲۸، ج ۵، ص ۳۹۲ تا ۳۹۶)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا
اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ
مُوسَى بْنِ سَرْجِسَ، عَنِ الْقَاسِمِ
بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ عَائِشَةَ، أَنَّهَا
قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ بِالْمَوْتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو وصال کے وقت دیکھا، آپ کے پاس
اس میں دست مبارک ڈالتے اور چہرہ انور
پر ملتے۔ پھر آپ نے دعا مانگی کہ اے
اللہ! موت کی سختیوں پر یا (آپ نے

وَعِنْدَهُ قَدْحٌ فِيهِ مَاءٌ وَهُوَ
 يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدْحِ ثُمَّ يَمْسَحُ
 وَجْهَهُ بِالْمَاءِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ
 أَعِنِّي عَلَى مُنْكَرَاتِ أَوْ قَالَ: عَلَى
 سَكْرَاتِ الْمَوْتِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ غشی یا تپش دور کرنے کے لیے یہ عمل فرماتے تھے کیونکہ بوقت موت بہت گرمی محسوس ہوتی ہے اسی لیے اکثر اس وقت میت کو پسینہ آجاتا ہے اور پیاس کا غلبہ ہوتا ہے اسی لیے اس وقت منہ میں پانی پکانے کا حکم ہے اگرچہ سردی کا موسم ہو۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ منکرات سے مراد وسوسے اور برے خیالات ہیں جن سے میت کا دھیان رب سے ہٹ جائے اور سکرَاتِ سکرۃ کی جمع ہے، بمعنی غشی، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ۔ یہاں وہ تکلیف مراد ہے جو عقل زائل کر دے یعنی سخت تکلیف اور یہ دعا امت کی تعلیم کے لیے ہے کہ اس وقت یہ دعا کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے ان تکالیف کو برداشت کرنے کی طاقت دے یا انہیں کم فرمادے، یہاں شیخ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت الہیہ کے متولی اور منتظم ہیں، کون و مکان کے سارے احکام آپ کو سپرد ہیں، تمام جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ حکومت میں ہے، ایسی ذمہ داری جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جائے تو اسے ہیبت زیادہ ہوتی ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیبت الہیہ کا غلبہ تھا، اس کی کیفیت تھی۔ (اشعة اللمعات) اسی شدت کی اور بہت وجہ بیان کی گئی ہیں، مگر حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے عقل و قیاس سے وراہ ہیں۔

(مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۷۸۹)

❖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ عَائِشَةَ،
قَالَتْ: لَا أَغْبِطُ أَحَدًا يَهْوِي
مَوْتِ بَعْدَ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ شِدَّةِ
مَوْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ مجھے کسی کی آسانی موت پر
رشک نہیں آتا جب سے میں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم پر وصال (کے وقت) تکلیف
دیکھ چکی ہوں۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
میں فرماتے ہیں کہ دوسرے کی بھلائی اپنے لیے بھی چاہنا غبطہ یا رشک کہلاتا ہے اور کسی
کی نعمت پر جلنا اور اس کا زوال چاہنا حسد یا جلن کہا جاتا ہے، رشک کبھی اچھا ہوتا ہے
کبھی برا مگر حسد ہمیشہ بری ہی ہوتی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے میں کسی کی
جانکی آسان دیکھتی تو رشک کرتی اور چاہتی تھی کہ میری موت بھی ایسی ہی آسان
ہو۔ سمجھتی تھی کہ آسان نزع مرنے والے کی نیکی و مقبولیت کی علامت ہے مگر جب حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت نزع دیکھی تو یہ خیال و رشک دونوں جاتے رہے، سمجھ گئی
کہ سختی جانکی اچھی چیز ہے بری نہیں۔ (مرآة المناجیح، ج ۲، ص ۷۸۸)

❖ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ
الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو
مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي
بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ الْبَلَيْكِيِّ، عَنِ ابْنِ
أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ عَائِشَةَ، قَالَتْ:
لَتَأْتِي قَبِيضَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ،
فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ مِنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
وصال ہوا تو صحابہ کرام میں آپ کے دفن
کے معاملے میں اختلاف ہوا (اس پر)
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک
ارشاد سنا ہے جو مجھے (ابھی تک) نہیں
بھولا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، شَيْئًا مَا نَسِيْتُهُ، قَالَ: مَا قَبِضَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ، اذْفِنُوهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ.

کا وصال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتا ہے (لہذا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بستر ہی کی جگہ دفن کرو۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ چنانچہ بعض صحابہ نے کہا کہ حضور کو مکہ معظمہ میں دفن کیا جاوے، بعض نے کہا بیت المقدس میں جہاں حضرات انبیاء کرام سورہ ہے ہیں، بعض نے کہا کہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں (اشعہ و مرقات) بلکہ بعض نے کہا کہ حضور انور کو دفن کیا ہی نہ جاوے (مرقات) تاکہ تا قیامت لوگ اس چاند کا دیدار کرتے رہیں۔

صحابہ نے پہلے تو حضرت صدیق اکبر سے پوچھا کہ کیا حضور انور کو دفن کیا جاوے گا فرمایا ہاں، پھر پوچھا کہ کہاں، فرمایا وہاں ہی جہاں وفات ہوئی ہے۔ (شمائل مرقات) یعنی جس جگہ اللہ تعالیٰ کو یا ان رسول کو دفن ہونا پسند تھا وہاں ہی ان کو وفات دی گئی لہذا رب کو یہی پسند ہے کہ حضور انور حضرت عائشہ کے حجرہ میں دفن ہوں تاکہ آپ سے جگہ کو عزت ملے کسی جگہ سے آپ کو عزت نہ ملے۔ خیال رہے کہ حضرت موسیٰ نے دعا کی کہ مجھے فلسطین پہنچا کر وفات دی جاوے چنانچہ وہاں ہی آپ کی وفات اور آپ کا دفن واقع ہوئے۔ یوسف علیہ السلام اولاً مصر میں دفن ہوئے اپنی جائے وفات میں، پھر چار سو برس کے بعد آپ کا تابوت فلسطین لایا گیا۔ یعقوب علیہ السلام زندگی شریف میں فلسطین پہنچے پھر وہاں وفات پا کر دفن ہوئے لہذا ان واقعات سے اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ یہ حضرات اپنی وفات کی جگہ دفن نہ ہوئے یا یہ کہو کہ نبی جس جگہ وفات پائیں اس جگہ انکا دفن ہونا بہتر ہے، اگر اور جگہ دفن کر دیئے جائیں تو بہتر نہ ہوگا

غرضکہ یہاں ذکر بہتری کا ہے نہ کہ واقعہ کا۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ حضور انور اپنے گھر میں دفن ہوئے کیونکہ آپ کا گھر آپ کی وفات کے بعد کسی وارث کی ملک نہ بنا بلکہ وقف ہو گیا اور وقف میں قبر بنائی جاسکتی ہے، پھر حضرت صدیق و فاروق اس وقف شدہ جگہ میں حضور کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ہم لوگ اپنے گھر میں دفن نہیں ہو سکتے یوں ہی ہم مسجد میں دفن نہیں ہو سکتے کہ مسجد اور قسم کا وقف اور قبر دوسری قسم کا وقف۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں عبدالرحمن ابن ابوبکر ملکی یہ ضعیف ہے۔ (مرقات) مگر یہ ضعیف ترمذی کے لیے ہے صدیق اکبر کے لیے نہیں کیونکہ یہ حدیث دوسری اسنادوں سے بھی مروی ہے۔ مالک نے یہ حدیث یوں روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف کے پاس دفن کرو، بعض نے کہا کہ بقیع میں تب جناب صدیق نے یہ فرمایا اور حجرہ عائشہ صدیقہ میں قبر کھودی گئی۔ (مرقات) (مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۰۸)

❖ عن سفیان الثوری عن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، آپ نے اپنا منہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان اور اپنا ہاتھ آپ کی دونوں کلائیوں پر رکھا اور فرمایا ہائے نبی! ہائے برگزیدہ! ہائے دوست (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

عن سفیان الثوری عن موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبید اللہ عن ابن عباس وعائشہ: أن أبا بکر قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدما مات حدثنا نصر بن علی الجھضبی، حدثنا مرحوم بن عبد العزیز العطار، عن یزید بن یعنوس، عن عائشہ أن أبا بکر دخل علی

النبي صلى الله عليه وسلم بعد
وفاته فوضع فمه بين عينيه
ووضع يديه على ساعديه
وقال: وانبياء واصفياہ
واخليلاه۔

شرح حدیث: فضائل صدیق اکبر بزبان مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت سیدنا اسید بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو مدینے کی فضا میں رنج و غم کے آثار
تھے، ہر شخص شدتِ غم سے نڈھال تھا، ہر آنکھ سے اشک رواں تھے، صحابہ کرام علیہم
الرضوان پر اسی طرح پریشانی کے آثار تھے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے
وصال ظاہری کے وقت تھے، سارا مدینہ غم میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر جب حضرت سیدنا
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دینے کے بعد کفن پہنایا گیا تو حضرت سیدنا علی
المرضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تشریف لائے، اور کہنے لگے: آج کے دن نبی
آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ پھر آپ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور
آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے صدیق
اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، آپ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہترین رفیق، اچھے محب، بااعتماد رفیق اور محبوب خدا عزوجل و
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رازواں تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں سب
سے پہلے مؤمن، ایمان میں سب سے زیادہ مخلص، پختہ یقین رکھنے والے اور متقی و

پرہیز گار تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے معاملات میں بہت زیادہ سخی اور اللہ کے رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی دوست تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت سب سے اچھی تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ سب سے بلند تھا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے لئے بہترین واسطہ تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز خیر خواہی، دعوت و تبلیغ کا طریقہ، شفقتیں اور عطائیں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرح تھیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بہت زیادہ خدمت گزار تھے۔ اللہ عزوجل آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی خدمت کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین متین اور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت زیادہ خدمت کی، اللہ عزوجل اپنی رحمت کے شایان شان آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جزاء عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

جس وقت لوگوں نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق فرمائی، حضور نبی کریم، رؤوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر فرمان کو حق و سچ جانا اور ہر معاملے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق فرمائی، اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں آپ کو صدیق کا لقب عطا فرمایا فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ○

ترجمہ کنز الایمان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے

ان کی تصدیق کی یہی ڈروالے ہیں۔ (پ 24، الزمر: 33)

اس آیت میں صدق بہ سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تمام مومنین

ہیں۔

پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے مزید فرمایا: اے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! جس وقت لوگوں نے بخل کیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخاوت کی، لوگوں نے مصائب و آلام میں رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت سے بہت زیادہ فیضیاب ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان تو یہ ہے کہ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثانی اشنین کا لقب ملا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا رخا رہیں، اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکینہ نازل فرمایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی مکرم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرمائی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق و امین اور خلیفہ فی الدین تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کا حق ادا کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدوں سے جہاد کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد لوگوں کے لئے سہارا بنے، جب لوگوں میں اداسی اور مایوسی پھیلنے لگی تو اس وقت بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوصلے بلند رہے۔ لوگوں نے اپنے اسلام کو چھپایا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار کیا، جب لوگوں میں کمزوری آئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تقویت بخشی، ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور انہیں سنبھالا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ نبی کریم، رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی اتباع کی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے، منافقین و کفار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوصلوں کو

پست نہ کر سکے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو ذلیل کیا، باغیوں پر خوب شدت کی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار و منافقین کے لئے غیض و غضب کا پہاڑ تھے۔ لوگوں نے دینی امور میں سستی کی لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بخوشی دین پر عمل کیا۔ لوگوں نے حق بات سے خاموشی اختیار کی مگر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی الاعلان کلمہ حق کہا، جب لوگ اندھیروں میں بھٹکنے لگے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ان کے لئے منارہ نور ثابت ہوئی۔ انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رخ کیا اور کامیاب ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ ذہین و فہم، اعلیٰ کردار کے مالک، سچے، خاموش طبیعت، دور اندیش، اچھی رائے کے مالک، بہادر اور سب سے زیادہ پاکیزہ شخصیت تھے۔

خدا عزوجل کی قسم! جب لوگوں نے دین اسلام سے دوری اختیار کی تو سب سے پہلے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے سردار تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں پر مشفق باپ کی طرح شفقتیں فرمائیں، جس بوجھ سے وہ لوگ تھک کر نڈھال ہو گئے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں سہارا دیتے ہوئے وہ بوجھ اپنے کندھوں پر لا دیا۔ جب لوگوں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم کی باگ ڈور سنبھالی، جس چیز سے لوگ بے خبر تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے جانتے تھے اور جب لوگوں نے بے صبری کا مظاہرہ کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر سے کام لیا۔ جو چیز لوگ طلب کرتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عطا فرمادیتے۔ لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتے رہے اور کامیابی کی طرف بڑھتے رہے۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشوروں اور حکمت عملی کی وجہ سے انہیں ایسی ایسی کامیابیاں عطا ہوئیں جو ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں کے لئے دردناک عذاب اور

مؤمنوں کے لئے رحمت، شفقت اور محفوظ قلعہ تھے۔ خدا عزوجل کی قسم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منزل مقصود کی طرف پرواز کر گئے۔ اور اپنے مقصود کو پالیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کبھی غلط نہ ہوئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بزدلی کا مظاہرہ نہ کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت نڈرتھے، کبھی بھی نہ گھبراتے گویا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جذبوں اور ہمتوں کا ایسا پہاڑ تھے جسے نہ تو آندھیاں ڈگمگاسکیں نہ ہی سخت گرج والی بجلیاں متزلزل کر سکیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالکل ایسے ہی تھے جیسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدن کے اعتبار سے اگرچہ کمزور تھے لیکن اللہ عزوجل کے دین کے معاملے میں بہت زیادہ قوی و مضبوط تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو بہت عاجز سمجھتے، لیکن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رتبہ بہت بلند تھا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کی نظروں میں بھی بہت باعزت و باوقار تھے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کثر ما لہ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَرِيمِ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے مزید فرمایا: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی کسی کو عیب نہ لگایا، نہ کسی کی غیبت کی اور نہ ہی کبھی لالچ کیا۔ بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں پر بہت زیادہ شفیق و مہربان تھے، کمزور و ناتواں لوگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک محبوب اور عزت والے ہوتے، اگر کسی مالدار اور طاقتور شخص پر ان کا حق ہوتا تو انہیں ضرور ان کا حق دلواتے۔ طاقت اور شان و شوکت والوں سے جب تک لوگوں کا حق نہ لے لیتے وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کمزور ہوتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک امیر و غریب سب برابر تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ مقرب و محبوب وہ تھا جو سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صدق و سچائی کے پیکر تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ اہل ہوتا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت مضبوط رائے کے مالک اور حلیم و بردبار تھے۔ خدا عزوجل کی قسم! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے سبقت لے گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد والے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت عظیم کامیابی حاصل ہوئی، (اے یارِ غار!) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شان سے اپنے اصلی وطن کی طرف کوچ کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کے ڈبکے آسمانوں میں بچ رہے ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی کا غم ساری دنیا کو زلزلارہا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔

ہم ہر حال میں اپنے رب عزوجل کے ہر فیصلے پر راضی ہیں، ہر معاملے میں اس کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ اے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی کا غم مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا غم ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اہل اسلام کے لئے عزت کا باعث بنی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑا سہارا اور جائے پناہ تھے۔ اللہ عزوجل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آخری آرام گاہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرب میں بنائی۔ اللہ عزوجل ہمیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اچھا اجر عطا فرمائے، اور ہمیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے۔ اور گمراہی سے بچائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

لوگ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا کلام خاموشی سے سنتے رہے۔ جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاموشی اختیار کی تو لوگوں نے زار و قطار

رونا شروع کر دیا اور سب نے بیک زبان ہو کر کہا، آے حیدر کزار! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل سچ فرمایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل سچ فرمایا۔

(عُيُونُ الْحِكَايَاتِ ص ۱۳۶ امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ)

❖ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ
الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا
جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ
أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ
الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ أَضَاءَ
مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ، فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ
الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ
شَيْءٍ، وَمَا نَفَضْنَا أَيْدِينَا مِنَ
الْتُّرَابِ، وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى أَنْكَرْنَا
قُلُوبَنَا.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
مدینہ طیبہ تشریف لائے تو (انوار نبوت
سے) ہر شے روشن ہو گئی اور جس دن آپ
کا وصال مبارک ہوا ہر چیز تاریک ہو گئی
اور ابھی ہم نے (مرقد انور کی) مٹی مبارک
سے ہاتھ جھاڑے بھی نہ تھے اور تدفین ہی
میں مصروف تھے کہ ہمیں اپنے دلوں کی
حالت بدلی ہوئی معلوم ہوئی۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ حراب چھوٹا نیزہ، بعض روایات میں بھنا جڑھم ہے یعنی حضور انور کی
تشریف آوری کی خوشی میں مدینہ منورہ میں رہنے والے حبشی لوگ نیزہ بازی یا خنجر بازی
کرنے لگے کہ نیزے یا خنجروں کو لے کر یہ لوگ ناچتے کودتے تھے اپنے کرتب
دکھاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ خوشی میں بچوں کا گانا بجانا، کھیل کود کرنا جائز بلکہ سنت صحابہ
سے ثابت ہے۔ عید میلاد کے موقعہ پر جلوس نکالنا اور جلوس کے آگے تلوار نیزہ کتک پٹا

وغیرہ لے کر کرب و دکھانا سب جائز ہے۔ جس طریقہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کی جائے درست ہے۔ اس موقع پر بنی نجار کی بچیاں بھی دف بجاتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے گاتی تھیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں شریک ہونا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

یہ عبارت بالکل ظاہری معنی پر ہے اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ واقعی اس دن سورج نکلا تھا دھوپ بھی تھی مگر سورج میں بھی تاریکی اور سیاہی تھی اور دھوپ میں بھی وفات شریف کا اثر ہر درو دیوار پر ظاہر تھا۔ یہ غلط احساس نہ تھا کیوں نہ ہوتا کہ یہ فراق رسول کا دن ہے جیسے شہادت امام حسین کے روز سارا دن سرخ خونی رنگ تھا اور جو پتھر وغیرہ اٹھایا گیا اس کے نیچے خون نمودار ہوا۔

یہ چمک دھوپ سے نہ تھی بلکہ قدرتی نورانیت تھی جو بیان میں نہیں آسکتی صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے جیسے قیامت میں نورانی چمک ہوگی، رب فرماتا ہے: وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُورٍ رَبِّهَا۔ آج بھی بعض اہل بصر باخبر حضرات کو کبھی یہ تجلی ربیع الاول کی بارہویں تاریخ دن میں بلکہ رات میں بھی اور شب قدر میں نظر آتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس دن وہ تجلی سب کو نظر آتی تھی اب کسی قسمت والے کو نظر آتی ہے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ چمک محسوس تھی۔

یعنی ابھی ہم حضور انور کے دن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے دلوں میں وہ نورانیت، صفائی، نرمی رغبت الی اللہ نہ رہی جو کہ حضور کی حیات شریف میں تھی کیونکہ اب وحی آنا بند ہو گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مشاہدہ ختم ہو گیا، تعلیم و تاسید ظاہری انتہاء کو پہنچ گئی۔ (مرقات و اشعہ) غرض کہ ایمانی حالت تصدیق میں فرق آنا مراد نہیں۔ خیال رہے کہ حضور سب کچھ دے گئے مگر اپنا دیدار ساتھ لے گئے جس سے لوگ صحابی بنتے تھے اس لیے تا قیامت حاجی، قاری، قاضی نمازی بنتے رہیں گے مگر

صحابی نہ بنیں گے کیونکہ صحابی بنانے والی چیز تو قبر انور میں چھپ گئی

خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا اس کا

خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا اس کا

ہم خواب میں دیدار کو بھی ترس گئے

تم آتے خواب میں ہم پتلیاں تلووں سے مل لیتے

ہم اپنی سوئی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھوں سے

(مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۳۵)

❖ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ

أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تُوِّفِي

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ.

شرح حدیث: سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کب پردہ فرمایا؟

حضرت سپدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: تمہارے نبی کریم،

رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے۔ پیر کے دن مکہ مکرمہ

زَادَهَا اللَّهُ شَرَفًا وَتَعْظِيمًا سے ہجرت کی۔ پیر کے دن مدینہ منورہ زَادَهَا اللَّهُ شَرَفًا

وَتَكْرِيمًا تشریف لائے اور وصال بھی بارہ ربیع الاول (ربیع النور) شریف پیر کے دن

ہی فرمایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدت مرض بارہ دن تھی اور آپ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بخار دوسرے کے سبب تھا۔ (المعجم الکبیر، الحدیث ۱۲۹۸۲، ج ۱۲، ص ۱۸۳)

حضرت سپدنا ابن ابی یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: سرکار ابد قرار، شافع

روز شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل بارہ ربیع الاول

شریف پیر کے دن ہوئی۔ اسی دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ

زَادَهَا اللَّهُ شَرَفًا وَتَكْرِيمًا سے ہجرت فرمائی اور اسی دن مدینہ منورہ زَادَهَا اللَّهُ شَرَفًا وَتَعْظِيمًا تشریف لائے۔ نیز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ظاہری بھی گیارہ ہجری پیر کے دن وقت چاشت اور نصف النہار کے درمیان ہوا۔

(السيرة النبوية لابن هشام، ولادة رسول الله، ج ۱، ص ۱۶۱۔ المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند عبد الله

بن عباس، الحديث ۲۵۰۶، ج ۱، ص ۵۹۴)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ،

فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت امام

قَالَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

عُيَيْنَةَ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ

سوموار کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

أَبِيهِ، قَالَ: قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ

ہوا پھر اس دن اور منگل کی رات (انتظام

صلى الله عليه وسلم يَوْمَ

خلافت وغیرہ کی وجہ سے) توقف کے بعد

الْاَثْنَيْنِ فَمَكَتْ ذَلِكَ الْيَوْمَ

آئندہ رات (بدھ کی رات) آپ کو دفن

وَلَيْلَةَ الْغُلَاظِ، وَدُفِنَ مِنَ

کیا گیا، سفیان راوی) کہتے ہیں کہ امام

اللَّيْلِ، وَقَالَ سُفْيَانُ: وَقَالَ

باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دوسروں

غَيْرُهُ: يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِي

نے کہا کہ رات کے آخری حصہ میں

مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ.

کدالوں کی آواز سنی گئی۔

شرح حدیث: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ

الرحمة الرحمن فناوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل متحمل نہ تھا، انبیاء علیہم السلام کے

اجسام ظاہرہ بگڑتے نہیں، سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد انتقال ایک سال کھڑے

رہے سال بھر بعد دفن ہوئے، جنازہ مبارک حجہ ام المؤمنین صدیقہ میں تھا جہاں اب

مزار انور ہے اس سے باہر لے جانا نہ تھا، چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی دوسری آتی، یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اور اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رکھا رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھی۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹ ص ۲۵۵ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

❖ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: تُوِّفِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْثُلَاثَاءِ.

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک سوموار کو ہوا اور منگل کو تدفین ہوئی۔

شرح حدیث: وصال پر چند پرورد اشعار

دربار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کلام پڑھا، اس کے چند پرورد اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے، جس سے ان کے رنج و غم کے گہرے اور سچے جذبات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تیری نیند کے اچاٹ ہونے کا سبب اس عظیم انسان کی جدائی ہے جو ہمارا ہادی و رہنما ہے، صد افسوس! کہ وہ جو زمین پر بہترین ہستی تھی، آج زیر زمین مدفون ہے۔ اے میرے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کاش ایسا ہوتا کہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بقیع الغرقد میں دفن ہو جاتا۔ میرے ہاں باپ اس نبی کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں جو پیر کے روز ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ مدینہ کی سرزمین مجھے ویران و سنسان دکھائی دیتی ہے۔ کاش! میں آج کے دن کے لیے پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ اے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر مدینہ میں رہ سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال میرے لئے جام زہر سے تلخ تر ہے۔ میرے آقا! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کا پاک وجود ایسا نور تھا جس نے تمام روئے زمین کو روشن کر رکھا تھا۔ جس نے بھی اس نور سے فیض پایا اس نے ہدایت پائی۔

اے ہمارے رب عزوجل! ہمیں اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت الفردوس میں اکٹھا کر دے۔ خدا عزوجل کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روتا اور تڑپتا رہوں گا۔

(السیرۃ النبویہ، شعر حسان بن ثابت فی مرثیۃ، ج ۲، ص ۵۵۸-۵۶۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض وصال میں غشی طاری ہوئی پھر آپ کو صحت ہوئی تو فرمایا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ اذان پڑھیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھیں، پھر آپ پر (دوبارہ) غشی طاری ہو گئی پھر آپ کو کچھ آفاقہ ہوا تو پوچھا کہ کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے، حاضرین نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا

❖ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ بُبَيْطٍ، عَنْ نَعِيمِ بْنِ أَبِي هِنْدَةَ، عَنْ بُبَيْطِ بْنِ شَرِيْطٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، قَالَ: أُغْمِيَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ فَأَفَاقَ، فَقَالَ: حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؟ فَقَالُوا: نَعَمْ، فَقَالَ: مُرُوا بِبَلَالٍ فَلْيُؤَدِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ لِلنَّاسِ أَوْ قَالَ: بِالنَّاسِ، قَالَ: ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ، فَأَفَاقَ، فَقَالَ:

حَضَرَتِ الصَّلَاةُ؛ فَقَالُوا: نَعَمْ
 فَقَالَ: مُرُوا بِبِلَالٍ فَلْيُؤَدِّنْ،
 وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ،
 فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنَّ أَبِي رَجُلٌ
 أَسِيفٌ، إِذَا قَامَ ذَلِكَ الْمَقَامَ
 بَكَى فَلَا يَسْتَطِيعُ، فَلَوْ أَمَرْتِ
 غَيْرَهُ، قَالَ: ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ
 فَأَفَاقَ فَقَالَ: مُرُوا بِبِلَالٍ
 فَلْيُؤَدِّنْ، وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ
 بِالنَّاسِ، فَإِنَّكُمْ صَوَاحِبُ أَوْ
 صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ، قَالَ: فَأَمَرَ
 بِبِلَالٍ فَأَدَّنَ، وَأَمَرَ أَبَا بَكْرٍ فَصَلَّى
 بِالنَّاسِ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجَدَ خِفَّةً،
 فَقَالَ: انظُرُوا لِي مَنْ أَتَى
 عَلَيْهِ، فَجَاءَتْ بَرِيرَةُ، وَرَجُلٌ آخَرٌ،
 فَأَتَا عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ
 دَهَبَ لِيُنْكَصَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ
 يَغْبُتَ مَكَانَهُ، حَتَّى قَضَى أَبُو بَكْرٍ
 صَلَاتَهُ، ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبِضَ، فَقَالَ

حضرت بلال سے کہو کہ اذان پڑھیں اور
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (اس پر)
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض
 کیا میرے والد نرم دل ہیں، جب وہ اس
 مقام (مقام حضور اکرم) پر کھڑے ہوں
 گے تو رو پڑیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں
 گے، کیا اچھا ہوتا آپ کسی اور کو حکم فرما
 دیتے۔ پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب
 افاقہ ہوا تو پھر فرمایا بلال سے کہو کہ اذان
 پڑھیں اور ابو بکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں،
 تم (ازواج مطہرات) یوسف عورتوں کی
 مثل ہو، راوی کہتے ہیں پھر حضرت بلال کو
 کہا گیا تو انہوں نے اذان پڑھی اور
 حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا تو
 انہوں نے نماز پڑھائی پھر نبی کریم
 ﷺ نے کچھ آرام پایا تو فرمایا میرے
 لیے ایسا شخص دیکھا لاؤ جس کا میں
 سہارا ہوں، چنانچہ (حضرت عائشہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی) بریرہ اور
 ایک مرد آئے اور نبی کریم ﷺ نے ان

عُمَرُ : وَاللَّهِ لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، قُبِضَ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي
 هَذَا، قَالَ: وَكَانَ النَّاسُ أُمِّيِّينَ
 لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ،
 فَأَمْسَكَ النَّاسُ، فَقَالُوا: يَا
 سَالِمُ، انْطَلِقْ إِلَى صَاحِبِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَادْعُهُ، فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ
 وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَيْتُهُ أَبِي
 دَهْشًا، فَلَبَّأَ رَأِي، قَالَ: أَقْبِضْ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ، قُلْتُ: إِنَّ عُمَرَ، يَقُولُ:
 لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ
 إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هَذَا، فَقَالَ لِي:
 انْطَلِقْ، فَأَنْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَجَاءَ هُوَ
 وَالنَّاسُ قَدْ دَخَلُوا عَلَى رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أفرجوا لي،
 فأفرجوا لله فجاء حتى أكب عليه

دونوں کا سہارا لیا، جب حضرت ابو بکر رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے
 لگے (لیکن) آپ نے اشارے سے
 انہیں اپنی جگہ ٹھہرنے کا حکم فرمایا یہاں
 تک کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے نماز مکمل کی، پھر رسول اللہ ﷺ
 کا وصال ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر کسی سے
 میں نے سن لیا کہ نبی کریم ﷺ کا
 وصال ہو گیا ہے تو میں اسے اپنی اس تلوار
 سے قتل کر دوں گا۔ لوگ لکھے پڑھے نہ
 تھے اور نبی کریم ﷺ سے قبل کوئی نبی
 بھی نہیں آیا تھا (اس لیے) لوگ حضرت
 فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر
 اس بات سے رُک گئے، پھر صحابہ کرام نے
 کہا اے سالم! جاؤ اور رسول اللہ ﷺ
 کے یار غار کو بلا لاؤ (آپ فرماتے ہیں)
 میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے پاس آیا، اس وقت آپ مسجد میں
 تھے، میں حیرانی (کی حالت) میں رو رہا
 تھا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا گیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں کسی سے یہ بات نہ سنوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ورنہ میں اسے اپنی اس تلوار قتل کر دوں گا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا چلو! چنانچہ میں آپ کے ہمراہ آیا، اس وقت لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اندر) داخل ہو چکے تھے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! مجھے راستہ دو چنانچہ انہوں نے آپ کو راستہ دے دیا۔ آپ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر جھکتے ہوئے اسے چھوا اور پھر آپ نے آیت پڑھی کہ بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے، پھر صحابہ کرام نے کہا اے رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! چنانچہ انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ نے سچی بات کی ہے پھر انہوں نے پوچھا پھر انہوں نے پوچھا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

وَمَسَّهُ، فَقَالَ: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ، ثُمَّ قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَقْبِضْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قَالَ: نَعَمْ، فَعَلِمُوا أَنَّ قَدْ صَدَقَ، قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُصَلِّي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: وَكَيْفَ؟ قَالَ: يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ، وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ، حَتَّى يَدْخُلَ النَّاسُ، قَالُوا: يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُدْفَنُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالُوا: أَيْنَ؟ قَالَ: فِي الْبَكَانِ الَّذِي قَبِضَ اللَّهُ فِيهِ رُوحَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوحَهُ إِلَّا فِي

مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلَبُوا أَنْ قَدْ
 صَدَقَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَغْسِلَهُ
 بَنُو أَبِيهِ، وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ
 يَتَشَاوَرُونَ، فَقَالُوا: انْطَلِقُوا
 إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ
 نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ،
 فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيرٌ
 وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ
 الْخَطَّابِ: مَنْ لَهُ مِثْلُ هَذِهِ
 الْعَلَاةِ ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي
 الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ
 إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا مِنْ هُمَا، قَالَ: ثُمَّ
 بَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ
 بَيْعَةً حَسَنَةً بَجِيلَةً.

یار غار! کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی نماز
 جنازہ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! پوچھا
 کیسے؟ آپ نے فرمایا ایک جماعت
 (اندر) داخل ہو اور تکبیریں کہے، دعا
 کرے، درود شریف پڑھے اور باہر
 آجائے پھر دوسری جماعت داخل ہو،
 تکبیریں کہے، دعا کرے، درود شریف
 پڑھے اور باہر آجائے یہاں تک کہ سب
 لوگ فارغ ہو جائیں پھر صحابہ کرام نے
 پوچھا اے رسول اللہ! ﷺ کے دوست
 کیا نبی کریم ﷺ کو دفن کیا جائے گا؟
 آپ نے فرمایا اس جگہ جہاں اللہ تعالیٰ
 نے آپ کی روح مبارک کو قبض فرمایا،
 کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک
 پاک جگہ پر قبض فرمائی ہے۔ چنانچہ صحابہ
 کرام کو معلوم ہو گیا کہ آپ نے سچ فرمایا
 ہے پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے حکم دیا کہ نبی کریم ﷺ کو آپ
 کی خاص برادری والے غسل دیں۔ ادھر
 مہاجرین جمع ہو کر (خلافت کے بارے
 میں) مشورے کرنے لگے، پھر مہاجرین

نے عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ انصار
 بھائیوں کے چاس چلیں تاکہ ہم ان کو بھی
 مشورہ میں شرکت کریں (جب وہاں گئے
 تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے
 ہو اور ایک تم میں سے حضرت عمر بن
 خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ
 تین صفات کس شخص میں ہیں) جو اس
 آیت قرآنی میں مذکور ہیں کہ وہ دو میں
 سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں
 تھے، جب انہوں نے اپنے ساتھ سے
 فرمایا غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ
 ہے، پھر فرمایا وہ دو کون ہیں (یعنی ایک
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی نے
 کہا کہ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ ہاتھ بڑھایا اور ان (حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت
 کی پس لوگوں نے (بھی آپ کے ہاتھ پر
 بغیر کسی نزاع کے) نہایت عمدہ اور اچھی
 بیعت کی (اور آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا)۔

شرح حدیث: وفات کا اثر

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کتنا بڑا صدمہ پہنچا؟ اور اہل مدینہ کا کیا حال ہو گیا؟ اس کی تصویر کشی کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ وہ شمع نبوت کے پروانے جو چند دنوں تک جمال نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان عاشقانِ رسول پر جان عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائمی فراق کا کتنا روح فرسا اور کس قدر جانکاہ صدمہ عظیم ہوا ہوگا؟ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلا مبالغہ ہوش و حواس کھو بیٹھے، ان کی عقلیں گم ہو گئیں، آوازیں بند ہو گئیں اور وہ اس قدر مجبوط الحواس ہو گئے کہ ان کے لئے یہ سوچنا بھی مشکل ہو گیا کہ کیا کہیں؟ اور کیا کریں؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہو گیا کہ وہ ادھر ادھر بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر کسی سے نہ کچھ کہتے تھے نہ کسی کی کچھ سنتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنج و ملال میں نڈھال ہو کر اس طرح بیٹھ رہے کہ ان میں اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۲۳۲ ملخصاً والمواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ...، ج ۱۲، ص ۱۳۲، ۱۳۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر ہوش و حواس کھو بیٹھے کہ انہوں نے تلوار کھینچ لی اور تنگی تلوار لے کر مدینہ کی گلیوں میں ادھر ادھر آتے جاتے تھے اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ (مدارج النبوت، قسم سوم، باب دوم، ج ۲، ص ۲۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ وفات کے بعد حضرت عمرو

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجازت لے کر مکان میں داخل ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا کہ بہت ہی سخت غشی طاری ہوگئی ہے۔ جب وہ وہاں سے چلنے لگے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے عمر! تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے باہر ہو گئے اور تڑپ کر بولے کہ اے مغیرہ! تم جھوٹے ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت تک انتقال نہیں ہو سکتا جب تک دنیا سے ایک ایک منافق کا خاتمہ نہ ہو جائے۔

(المواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ... الخ، ج ۱۲، ص ۱۳۹)

مواہب لدنیہ میں طبری سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ "سُخ" میں تھے جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہیں رہتی تھیں۔

چونکہ دو شنبہ کی صبح کو مرض میں کمی نظر آئی اور کچھ سکون معلوم ہوا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دے دی تھی کہ تم "سُخ" چلے جاؤ اور بیوی بچوں کو دیکھتے آؤ۔

(المواہب اللدنیہ و شرح الزرقانی، الفصل الاول فی اتمامہ... الخ، ج ۱۲، ص ۱۳۳، ۱۳۴)

بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر "سُخ" سے آئے اور کسی سے کوئی بات نہ کہی نہ سنی۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور سے چادر ہٹا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھکے اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان نہایت گرم جوشی کے ساتھ ایک بوسہ دیا اور کہا کہ آپ اپنی حیات اور وفات دونوں

حالتوں میں پاکیزہ رہے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہرگز خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ آپ کی جو موت لکھی ہوئی تھی آپ اس موت کے ساتھ وفات پا چکے۔ اسکے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور خود لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے خطبہ دینا شروع کر دیا کہ

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت... الخ، الحدیث: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ج ۱، ص ۴۲۱ ملخصاً)

اما بعد! جو شخص تم میں سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور جو شخص تم میں سے خدا عزوجل کی پرستش کرتا تھا تو خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ أَفَأَنْتُمْ مَاتَ

أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ

اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيُجْزَى اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۖ (پ ۴، آل عمران: ۱۴۴)

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے

رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم ان کے

پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو ان کے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کریگا

اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب دے گا۔ (آل عمران)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔

ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت... الخ، الحدیث: ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ج ۱، ص ۲۲۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے سورہ آل عمران کی یہ آیت سنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اضطراب کی حالت میں ننگی شمشیر لے کر جو اعلان کرتے پھرتے تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا اس سے رجوع کیا اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ گویا ہم پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس آیت کی طرف ہمارا دھیان ہی نہیں گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ نے اس پردہ کو اٹھانا دیا۔ (مدارج النبوت، قسم چہارم، باب دوم، ج ۲، ص ۲۳۳)

❖ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، شَيْخُ بَاهِلِيِّ قَدِيمٍ بَصْرِيِّ قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَبَّيْنَا وَجَدَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ، قَالَتْ فَاطِمَةُ: وَكَرْبَاهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا كَرْبَ عَلَيَّ مِنْ بَعْدِ الْيَوْمِ، إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَيْبِكِ مَا لَيْسَ بِشَارِكٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت (طبعی) تکلیف (جو عین منشاء الہی تھی) پائی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہائے تکلیف! (یعنی آپ کو کس قدر تکلیف ہے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، میرے والد (ماجد) کے پاس وہ چیز (موت) حاضر ہوئی جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں، اب قیامت کے دن ملاقات

مِنْهُ أَحَدًا الْمُوَافَاةُ يَوْمَ هَوَیْهِ
الْقِيَامَةِ

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ کرب سے مراد یا شدت مرض ہے یا بے چینی یا سخت تکلیف جس سے غشی آ جاوے۔

یعنی اب میں کیا کروں آپ کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی دفع کرنے یا اپنے پر لینے سے مجبور ہوں۔

یعنی اے بیٹی تیرے باپ پر بس یہ آخری تکلیف ہے اس کے بعد کبھی تکلیف نہ ہوگی کیونکہ اب میں دارالتکلیف سے رخصت ہو رہا ہوں وہاں جا رہا ہوں جہاں راحت ہی راحت ہے۔

یعنی ابا جان آپ نے ہم کو بے کس چھوڑ دیا اپنے رب کا بلاوا قبول کر لیا اب میں کہاں جاؤں کسے ابا کہہ کر پکاروں تم نے مجھے کس پر چھوڑا۔

یعنی آپ تو جنت کو سدھار گئے ہم کو یہاں تڑپتا چھوڑ گئے، ہم حضرت جبریل کو آپ کی خبر وفات سنائیں جن کا اب زمین پر آنا وحی لانا ختم ہو گیا۔

یعنی اے انس تم نے کن ہاتھوں اور کس دل سے حضور انور پر قبر کی مٹی ڈالی اور تم نے کیسے اس چاند کو قبر میں چھپایا تم سے یہ کیسے برداشت ہوا۔ خیال رہے کہ سیدہ کے یہ الفاظ نہ تو نوحہ ہیں نہ بے صبری بلکہ حضور کے فراق پر بے چینی ہے جو بذات خود عبادت

ہے۔ نوحہ یہ ہے کہ میت کے ایسے اوصاف بیان کیے جاویں جو اس میں نہ ہوں اور پیٹا جاوے۔ بے صبری یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی شکایت کی جاوے، جناب سیدہ ان دونوں سے محفوظ ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ دنیا میں پانچ حضرات بہت روئے ہیں: حضرت

آدم علیہ السلام فراق جنت میں، حضرت نوح علیہ السلام و تخی علیہ السلام خوف خدا

میں، حضرت فاطمہ زہرا فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں، حضرت امام زین العابدین واقعہ کربلا کے بعد حضرت حسین کی پیاس یاد کر کے۔ جناب سیدہ زینب فرماتی تھیں

صبت علی مصائب لو انہا

صبت علی الايام صرن لياليا

مجھ پر ایسی مصیبتیں پڑیں کہ اگر روز روشن پر پڑتیں تو وہ شب تاریک بن

جاتی۔ (مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۲۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

❖ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ

عنه فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

يَحْيَى الْبَصْرِيُّ ، وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ ،

فرمایا میری امت سے جس کے دو فرط (نا

قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنِ بَارِقِ

بالغ بچے جو مر جائیں اور ماں باپ صابرو

الْحَنَفِيُّ ، قَالَ : سَمِعْتُ جَدِّي أَبَا

شاکر) ہوں اسے اللہ تعالیٰ ان کے سبب

أُمِّي سِمَاكُ بْنُ الْوَلِيدِ يُحَدِّثُ ،

جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت عائشہ

أَنَّه سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ ، يُحَدِّثُ أَنَّه

رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، آپ کی

سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

امت سے وہ شخص جس کا ایک نابالغ بچہ مر

وَسَلَّمَ ، يَقُولُ : مَنْ كَانَ لَهُ

جائے (تو اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے

فَرَطَانَ مِنْ أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللَّهُ

فرمایا ہاں جس کا ایک بچہ فوت ہو (وہ بھی

تَعَالَى بِهِنَّ الْجَنَّةَ ، فَقَالَتْ

جنتی ہے) ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عَائِشَةُ : فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِنْ

نے عرض کیا آپ کی امت میں سے جس کا

أُمَّتِكَ ، قَالَ : وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ

ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو، آپ نے فرمایا

يَا مُوَفَّقَةُ قَالَتْ : فَمَنْ لَمْ يَكُنْ

میں اپنی امت کے لیے ذریعہ نجات

لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ ، قَالَ : فَأَنَا

فَرَطٌ لِّأُمَّتِي، لَنْ يُصَابُوا بِمِثْلِي. ہوں، انہیں اتنی تکلیف نہیں پہنچتی جتنی مجھے پہنچتی ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ فوت شدہ چھوٹے بچوں کو فرط اس لیے فرمایا کہ وہ اپنے صابر ماں باپ کو جنت پہنچائے گا، نیز وہ آگے پہنچ کر اس کے اجر کا باعث بنتا ہے۔ فرط کے معنی پہلے ہو چکے وہ پیش رو جماعت جو منزل پر قافلہ سے آگے پہنچے اور تمام چیزوں کا انتظام کرے۔ اس حدیث کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایسے صابر کا فرط میں نہیں صرف بچے ہی ہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے صابر کا فرط بچے بھی ہیں میں بھی اور دوسروں کا فرط میں ہی ہوں۔ سبحان اللہ! کیسی امید افزاء حدیث ہے۔

یعنی میری امت کے لیے جیسی مصیبت اور تکلیف کا باعث میری وفات ہے ایسی انہیں کوئی مصیبت نہیں اور یہ حقیقت بھی ہے جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دیکھی ان پر جو مصیبت پڑی وہ تو وہی جان سکتے ہیں۔ آج جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم یاد آتے ہیں تو عاشقوں کے کلیجے پھٹ جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے چلتے وقت زائرین کا جو حال ہوتا ہے وہ نہ پوچھو، مدینہ کے درود یوار کا فراق ستاتا ہے۔ میں نے مسجد نبوی شریف کی چوکھٹ سے لپٹ کر لوگوں کو روتے دیکھا ہے۔

بدن سے جان نکلتی ہے آہ سینہ سے

تیرے فدائی نکلتے ہیں جب مدینہ سے

فقیر نے تیسرے حج پر رخصت کے وقت مدینہ کے درود یوار سے عرض کیا تھا۔

جا رہا ہے اب ہمارا قافلہ

اے درود یوار شہر مصطفیٰ

یاد تیری جس گھڑی بھی آئے گی

ہے یقین دل کو بہت بڑھائے گی
 غرض یہ حدیث بالکل حق اور صحیح ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فراق ساری امت
 کے لیے مصیبت عظمیٰ ہے۔ یہ قصیدہ وداعیہ فقیر کی کتاب "دیوان سالک" میں دیکھئے۔
 (مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۹۵۷)

55- بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وارثت

❖ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ،
 أَنَّهُ جَوَّزِيَّةٌ لَهُ صُحْبَةٌ، قَالَ: مَا
 تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ إِلَّا سِلَاحَهُ، وَبَغْلَتَهُ،
 وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.
 حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ جو حضرت جویریہ (ام المؤمنین
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد
 کردہ لونڈی) کے بھائی تھے اور انہیں نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا،
 فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 (وصال کے وقت) صرف اپنے، ہتھیار،
 شجر اور کچھ زمین چھوڑی تھی جسے آپ نے
 (راہ خدا میں) صدقہ کر دیا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ حضور انور کے جو لونڈی غلام تھے یا تو حضور کی حیات شریف میں
 وفات پا گئے تھے یا حضور انور نے انہیں آزاد فرما دیا تھا، آپ نے کوئی غلام یا لونڈی نہ
 چھوڑی۔

اس شجر کا نام دلزل تھا، یہ مقوقش شاہ اسکندریہ نے حضور انور کی خدمت میں تحفہ

پیش کیا تھا۔ (اشعہ)

ان ہتھیاروں میں ایک زرہ تھی جو ایک یہودی کے پاس گروی تھی، ایک نیزہ تھا، ایک خود، ایک تلوار ذوالفقار تھی، گھر کے کپڑے کبیل شریف وغیرہ کا یہاں ذکر نہیں کہ وہ معمولی چیز ہیں۔ (مرقات)

جعلہا کا مرجع مذکورہ تینوں چیزیں ہیں یعنی یہ سب چیزیں حضور نے وقف فرمادیں تھیں اپنے اس فرمان عالی سے کہ ما تر کناہ صدقۃ حضور انور کی ملک چار چیزیں تھیں: فدک کا نصف حصہ، وادی قریٰ کا تہائی، خیبر کا پانچواں حصہ اور کچھ بنی نضیر کی زمین کا یہ تمام چیزیں وقف ہو گئیں تھیں۔ بعد وفات حضرت فاطمہ نے اور حضور انور کی ازواج مطہرات نے حضرت صدیق اکبر سے میراث مانگی، آپ نے سب کو انکار فرمادیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان زمینوں کی تولیت حضرت علی وعباس کو دی، جھگڑا ہو جانے پر ان دونوں نے تقسیم کی درخواست کی جو نامنظور ہوئی، تمام خلفاء کے زمانوں میں یہ وقف ہی رہیں، مروان ابن حکم نے ان پر قبضہ کر لیا۔ (از اشعہ و مرقات)

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۲۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (امیر المؤمنین) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ آپ کا وارث کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا میرے گھر والے اور میری اولاد (اس پر) خاتون جنت نے فرمایا (تو پھر) میں اپنے والد ماجد کی

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَشَّيْ
قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ:
حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ
بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ، قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى
أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَتْ: مَنْ يَرِثُكَ؟
فَقَالَ: أَهْلِي وَوَلَدِي، فَقَالَتْ: مَا
لِي لَا أَرِثُ أَبِي؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا نُورَثُ، وَلَكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُولُهُ، وَأَنْفِقُ عَلَى مَنْ كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ.

وارث گیوں نہیں ہوں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہو سکتا (یعنی نبی کا مال وراثت نہیں ہوتا) پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس کی خبر گیری کرتا رہوں گا جس کی خبر گیری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے اور جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرماتے رہے، میں بھی خرچ کرتا ہوں گا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ حضور انور کی وفات سے آپ کا نکاح ٹوٹتا نہیں اس لیے کہ حضور انور زندہ ہیں لہذا حضور پر اپنی ازواج کا خرچہ بعد وفات بھی واجب ہے جو آپ کا خلیفہ ادا کرے گا۔ بعض نے فرمایا کہ حضور کی ازواج ہمیشہ گویا عدت میں رہتی ہیں اور عدت کا خرچہ خاوند پر ہوتا ہے لہذا ان کا خرچہ حضور پر لازم ہے۔ عامل سے مراد یا تو خلیفہ ہے یا حضور کی زمین میں کام کاج کرنے والے مگر حق یہ ہے کہ جو مسلمانوں کا کام کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوکر ہے، اس کی تنخواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوتی ہے۔ (مرقات) لہذا ہم سب لوگ علماء مشائخ، سلاطین، وزراء حکام سب حضور کے نوکر چاکر ہیں، انہیں تنخواہ حضور کے ہاں سے ملتی ہے کسی کو تو کسی نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے اور کسی کو محض توکل کے وسیلہ سے۔ فقیر کی آزمائش تو یہ ہے کہ جو شخص ان کی نوکری کرے اسے گھر بیٹھے تنخواہ ملتی ہے، جس جانور کو کھونٹے سے باندھ دیا

جاوے اس کی ساری ضرورتیں چارہ، پانی دوا وغیرہ کھونٹے پر ہی پہنچایا جاتا ہے۔ خدا کرے کہ ان کی نوکری مل جاوے وہ نوکر رکھ لیں یعنی ان دو خرچوں کے بعد جو باقی بچے وہ عام مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور عمر ابن عبدالعزیز نے مروان کے تمام مظالم ختم کیے، اس کے قبضہ میں حضور کی زمینیں واگذار کر کے وقف کیں۔ (مرقات)

یعنی انبیاء کی وفات کے بعد انبیاء کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ سارے انبیاء کرام کا یہ ہی حکم ہے، قرآن کریم میں جو ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنٌ وَاٰلُ عِيسٰیٰ مِمَّا كَرِهَ لِقَوْمِمْ اُولٰٓئِکَ لَیْسَ لَہُمْ شَیْءٌ مِّمَّا کَفَرُوْا بِہِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَیْسَ لَہُمْ شَیْءٌ مِّمَّا کَفَرُوْا بِہِمْ وَہٰی علم کی میراث مراد ہے نہ کہ مال کی اسی لیے آگے ہے وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنطِقَ الطَّیْرِ نِزًا اِگر مالی میراث مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان کا ذکر نہ ہوتا بلکہ حضرت داؤد کے بارہ بیٹے ۹۹ بیویوں وغیرہم سب کا ذکر ہوتا۔ خیال رہے کہ عموماً وراثت مال نسب سے ملتی ہے وراثت کمال نسبت سے اور وراثت احوال فنا سے۔ حضور کا مال نہیں بنا حضور کے کمال حضور کے احوال تقسیم ہوتے ہیں، خدا تعالیٰ ہم کو حضور سے نسبت دے۔

(مرآة المناجیح، ج ۸، ص ۲۲۰)

حضرت ابوالبختری رضی اللہ تعالیٰ	❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْذَرِ
عنه فرماتے ہیں کہ حضرت عباس اور	قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما	الْعَدْبَرِيُّ أَبُو عَسَانَ قَالَ:
کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے، دونوں	حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ
ایک دوسرے سے فرما رہے تھے تو ایسا	عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّ الْعَبَّاسَ
ہے تو ایسا ہے (اس پر) حضرت عمر فاروق	وَعَلَيْكَ جَاءَ إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں	يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے	لِصَاحِبِهِ: أَنْتَ كَذَا، أَنْتَ كَذَا،

فَقَالَ عُمَرُ، لِبَطْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ، وَالزُّبَيْرِ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي سَعْدٍ: أَلَا تَسْمَعُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: كُلُّ مَالِ نَبِيِّ صَدَقَةٍ، إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ، إِنَّا لَا نُورَثُ؛ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

❖ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَ كُنَّا فَهُوَ صَدَقَةٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بن سکتا، ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

شرح حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ترک

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اس قدر زاہدانہ تھی کہ کچھ اپنے پاس رکھتے ہی نہیں تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات کے بعد کیا چھوڑا ہوگا؟ چنانچہ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ:

مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلَا دِينَارًا وَلَا عَبْدًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا بَعَلَّتْهُ الْبَيْضَاءُ وَسِلَاحُهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.

(صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا، ج ۱، الحدیث: ۳۹۰۷، ج ۲، ص ۲۳۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑا نہ لونڈی و غلام نہ اور کچھ صرف اپنا سفید نجر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر کے چھوڑا تھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۸۲ کتاب الوصایا)

بہر حال پھر بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متروکات میں تین چیزیں تھیں۔
 (۱) بنو نضیر، فدک، خیبر کی زمینیں (۲) سواری کا جانور (۳) ہتھیار۔ یہ تینوں چیزیں
 قابل ذکر ہیں۔

زمین

بنو نضیر، فدک، خیبر کی زمینوں کے باغات وغیرہ کی آمدنیاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے سال بھر کے اخراجات اور
 فقراء و مساکین اور عام مسلمانوں کی حاجات میں صرف فرماتے تھے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفقہ۔۔۔ الخ، باب فی قایا۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۶۳،

ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۴، ملحقاً و مدارج النبوت، قسم چہارم، باب سوم، ج ۲، ص ۲۲۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عباس اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن چاہتی تھیں کہ ان جائیدادوں کو
 میراث کے طور پر وارثوں کے درمیان تقسیم ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین
 ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان لوگوں نے اس کی درخواست پیش کی مگر
 آپ اور حضرت عمر وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان لوگوں کو یہ حدیث سنا دی
 کہ لَا نُورِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ

(سنن ابی داؤد، کتاب الخراج۔۔۔ الخ، باب فی صفایا۔۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ج ۳،

ص ۱۹۳، ۱۹۴ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب قرابتہ۔۔۔ الخ، الحدیث:

۱۱۷۱-۱۱۷۲، ج ۳، ص ۵۳۷، ۵۳۸، کتاب الفرائض، باب قول النبی لا نورث۔۔۔ الخ، الحدیث:

۶۷۲۵-۶۷۲۶، ج ۲، ص ۳۱۳، ملحقاً)

ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر
 صدقہ ہے۔

اور اس حدیث کی روشنی میں صاف صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وصیت کے بموجب یہ جائیدادیں وقف ہو چکی ہیں۔ لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی میں جن مدآت و مصارف میں ان کی آمدنیاں خرچ فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصرار سے بنو نضیر کی جائیداد کا ان دونوں کو اس شرط پر متولی بنا دیا تھا کہ اس جائیداد کی آمدنیاں انہیں مصارف میں خرچ کرتے رہیں گے جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی اور ان دونوں حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ بنو نضیر کی جائیداد تقسیم کر کے آدھی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تولیت میں دے دی جائے اور آدھی کے متولی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس درخواست کو نا منظور فرما دیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج۔۔ الخ، باب فی صفایا۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۶۳، ۲۹۶۴، ج ۳، ص ۱۹۳، ۱۹۵)

لیکن خیبر اور فدک کی زمینیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک خلفاء ہی کے ہاتھوں میں رہیں حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے اس کو اپنی جاگیر بنالی تھی مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں پھر وہی عمل درآمد جاری کر دیا جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور خلافت میں تھا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الخراج۔۔ الخ، باب فی صفایا۔۔ الخ، الحدیث: ۲۹۷۲، ج ۳، ص ۱۹۸)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،
 قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
 کہ ہماری وراثت درہم اور دینار تقسیم نہیں

عَنْ أَبِي الزُّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ
 أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقْسِمُ
 وَرَثَتِي دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، مَا
 تَرَكَتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةٍ
 عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ

ہوتے، میں اپنی ازواجِ مطہرات کے
 اخراجات اور اپنے عامل (خلیفہ) کے
 مصارف کے بعد جو کچھ بھی چھوڑ جاؤں وہ
 صدقہ ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح
 میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ حضور انور کی وفات سے آپ کا نکاح ٹوٹا نہیں اس لیے
 کہ حضور انور زندہ ہیں لہذا حضور پر اپنی ازواج کا خرچہ بعد وفات بھی واجب ہے جو
 آپ کا خلیفہ ادا کرے گا۔ بعض نے فرمایا کہ حضور کی ازواج ہمیشہ گویا عدت میں رہتی
 ہیں اور عدت کا خرچہ خاوند پر ہوتا ہے لہذا ان کا خرچہ حضور پر لازم ہے۔ عامل سے مراد
 یا تو خلیفہ ہے یا حضور کی زمین میں کام کاج کرنے والے مگر حق یہ ہے کہ جو مسلمانوں کا
 کام کرے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نوکر ہے، اس کی تنخواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 طرف سے جاری ہوتی ہے۔ (مرقات) لہذا ہم سب لوگ علماء مشائخ، سلاطین، وزراء
 حکام سب حضور کے نوکر چاکر ہیں، انہیں تنخواہ حضور کے ہاں سے ملتی ہے کسی کو تو کسی
 نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے اور کسی کو محض توکل کے وسیلہ سے۔ فقیر کی آزمائش تو یہ ہے
 کہ جو شخص ان کی نوکری کرے اسے گھر بیٹھے تنخواہ ملتی ہے، جس جانور کو کھونٹے سے
 باندھ دیا جاوے اس کی ساری ضرورتیں چارہ، پانی دوا وغیرہ کھونٹے پر ہی پہنچایا جاتا
 ہے۔ خدا کرے کہ ان کی نوکری مل جاوے وہ نوکر رکھ لیں یعنی ان دو خرچوں کے بعد
 جو باقی بچے وہ عام مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور عمر ابن
 عبدالعزیز نے مروان کے تمام مظالم ختم کیے، اس کے قبضہ میں حضور کی زمینیں واگذار

کر کے وقف کیں۔ (مرقات)

یعنی ہماری وفات کے بعد ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ سارے انبیاء کرام کا یہ ہی حکم ہے، قرآن کریم میں جو ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنٌ وَاٰلَہٗٓ اٰلِہٖٓ سَلٰمٌ وہاں علم کی میراث مراد ہے نہ کہ مال کی اسی لیے آگے ہے وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْنَا مَنَظِقَ الطَّيْرِ۔ نیز اگر مالی میراث مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمان کا ذکر نہ ہوتا بلکہ حضرت داؤد کے بارہ بیٹے ۹۹ بیویوں وغیرہم سب کا ذکر ہوتا۔ خیال رہے کہ عموماً وراثت مال نسب سے ملتی ہے وراثت کمال نسبت سے اور وراثت احوال فنا سے۔ حضور کا مال نہیں بٹتا حضور کے کمال حضور کے احوال تقسیم ہوتے ہیں، خدا تعالیٰ ہم کو حضور سے نسبت دے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۸، ص ۲۲۰)

حضرت مالک بن اوس بن حدثان

فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حاضر ہوا (اسی

اثناء میں) حضرت عبدالرحمن بن عوف،

حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ

عنه تشریف لائے (اور پھر) حضرت علی

المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بھی آپس میں جھگڑتے ہوئے تشریف

لے آئے، ان (حاضرین صحابہ کرام)

سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں (اور

پوچھتا ہوں) جس کے حکم سے آسمان

❖ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ

الْحَلَّالُ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ

عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ

أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ

بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَّثَانِ، قَالَ:

دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، وَطَلْحَةُ،

وَسَعْدُ، وَجَاءَ عَلِيٌّ، وَالْعَبَّاسُ،

يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ:

أَلَسْتُ كُمْ بِالَّذِي يَأْذِيهِ تَقْوَمُ

السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وسلم، قَالَ: لَا نُورَثُ، مَا تَرَ كُنَاهُ صَدَقَةً، فَقَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ.

اور زمین قائم ہیں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری وارثت تقسیم نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، صدقہ ہے، انہوں نے جواب دیا اے اللہ! ہاں (ہم جانتے ہیں) اس حدیث میں طویل واقعہ ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا نُورَثُ مَا تَرَ كُنَاهُ صَدَقَةٌ أَل - رواه أحمد والبخاری ومسلم
وابوداؤد والنسائی عن ابی بکر صدیق وابدوداؤد عن ام المؤمنین
ونحوه عن الزبیر واحمد والشیخان وابدوداؤد عن ابی هريرة رضی
الله تعالیٰ عنہ۔

(اصح صحیح مسلم شریف کتاب الجہاد باب حکم الفیئ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۹۱) (سنن ابوداؤد

کتاب الخراج والہی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۶۰)

ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا ہم جو چھوڑ جائیں گے صدقہ ہے، اسے امام احمد، بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے بھی روایت کیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہے:

فَاذَامَتْ فَهِيَ وَارِثَةٌ لِي الْاَمْرُ مِنْ بَعْدِي۔

(سنن ابوداؤد کتاب الخراج والہی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۶۰)

جب میں انتقال فرما جاؤں تو میرے ترکے کا اختیار اُسے ہے جو میرے

بعد ولی امر و خلیفہ ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ درہم
و دینار چھوڑے اور نہ ہی بکریاں اور اونٹ
(چھوڑے) راوی کہتے ہیں مجھے شک
ہے کہ (شاید آپ نے) غلام اور لونڈی
کے بارے میں بھی فرمایا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ
مَهْدِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ
عَنْ عَاصِمِ ابْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ
حُبَيْشٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا
تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا
شَاةً وَلَا بَعِيرًا، قَالَ: وَأَشْكُ فِي
الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ.

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ یعنی ان چیزوں میں سے کچھ بھی میراث بنا کر نہ چھوڑی جو کچھ چھوڑا
وہ وقف فی سبیل اللہ کر کے چھوڑا کہ ان کا وارث کوئی نہ ہو سارے مسلمان فائدہ
اٹھائیں۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور نے اپنے ایک نچر اور قصوا
اونٹنی اور نو حجرے اور بنی نصیر کے مال اور فدک باغ چھوڑے کیونکہ یہ سب کچھ وقف فی
سبیل اللہ ہوئے کسی وارث کو کچھ نہ ملا۔ دیکھ لو کہ نو حجرے روضہ اطہر بنا دیئے گئے، اس
میں حضور انور اور جناب صدیق و فاروق کی قبریں بنیں۔ مقبرہ وقف ہوتا ہے کسی کی
ملک نہیں ہوتا، بقیہ سارے مالوں کا یہ ہی حال ہوا۔ کتب تواریخ میں جو آتا ہے کہ حضور
انور کی بیس اونٹنیاں بہت سے اونٹ اور سات بکریاں سات بھیڑیں تھیں وہ غلط
ہے، اس حدیث نے ان سب کی نفی کر دی وہ جانور صدقات کے تھے ان کا حضور انور
انتظام فرماتے تھے۔ (امرات و لمعات) اس کی تصریح ابھی آگے آ رہی ہے۔

یعنی اپنے کسی مال کی وصیت کسی کے لیے نہیں کی کہ فلاں مال فلاں کو دینا ورنہ حضور انور نے نماز تقویٰ طہارت کی وصیت ساری امت کو فرمائی۔ خیال رہے کہ جس مال کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اس کی وصیت بھی نہیں ہو سکتی، میراث اور وصیت گویا ہم جنس ہیں۔ جب حضور انور کا مال قابل میراث نہیں تو قابل وصیت بھی نہیں۔ بعض لوگ ام المؤمنین سے کہتے تھے کہ حضرت علی حضور کے وصی ہیں، آپ نے باغ فدک وغیرہ کی وصیت انہیں کی تھی تو آپ تردید میں فرماتی تھیں کہ حضور انور کا وصال تو میرے سینہ پر ہوا وصیت کس وقت کر دی وصال کے وقت تو میں موجود تھی۔

(مراة المناجیح، ج ۸، ص ۲۱۸)

56- بَابُ مَا جَاءَ فِي رُؤْيَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خواب میں زیارت

❖ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي.

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں اپنا سکتا۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری

صَاحِبٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَّصَوَّرُ أَوْ قَالَ: لَا يَتَشَبَّهُ بِي.

صورت نہیں اپنا سکتا، یا راوی کو شک ہے کہ یہ فرمایا میری شبیہ نہیں بن سکتا۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یعنی جو شخص خواب میں ایک شکل دیکھے اور سمجھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ حضور اقدس ہی ہیں شیطان آپ کی شکل بن کر نہیں آیا خواہ وہ شخص حضور کو بچپن شریف کی عمر میں دیکھے یا جوانی کی عمر میں یا بڑھاپے شریف کی عمر میں۔ خیال رہے کہ خواب میں حضور کا نورانی چہرہ چمکدار دیکھنا اپنے درستی عقائد کی علامت ہے اور چہرہ انور میں سیاہی دیکھنا اپنے دل کی سیاہی بد عقیدگی ہے، حضور کا لباس صاف سفید اپنے نیک اعمال ہونے کی علامت ہے، لباس مبارک کثیف دیکھنا اپنے اعمال خراب ہونے کی علامت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ حق نما ہے آئینہ میں اپنا چہرہ نظر آتا ہے۔ شعر

گفت من آئینہ منقول دوست

ترکی و ہندی بہ بیند آنچه است

اگر خواب میں حضور کوئی ناجائز حکم دیں تو وہ ہمارے اپنے سننے میں فرق ہے، کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں اشرب خمر اتم شراباً بیواس کی تعبیر دی گئی کہ حضور نے فرمایا ہے لا تشرب تو نے غلطی سے سن لیا اشرب یا خمر سے مراد شراب طہور شراب محبت ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ شیطان خواب میں خدا بن کر آ سکتا ہے مگر مصطفیٰ بن کر نہیں

آسکتا کیونکہ حضور ہادی مطلق ہیں اور شیطان مضل مطلق گمراہ گمراہی کی شکل میں کیسے آئے ضدین جمع نہیں ہو سکتیں اللہ تعالیٰ ہادی بھی ہے مضل بھی دیکھو مدعی الوہیت کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہو سکتے ہیں جیسے دجال مگر مدعی نبوت کے ہاتھ پر کبھی عجائبات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ (اشعۃ اللمعات) (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۴۴۵)

بے مثل آقا

اللہ جل جلالہ نے حضرت محمد صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا بنایا ہے کہ نہ اس سے پہلے کوئی بنایا ہے نہ بعد میں کوئی بن سکتا ہے، نہ آئے گا۔ سب سے اعلیٰ، سب سے اجمل، سب سے افضل، سب سے اکمل، سب سے ارفع، سب سے انور، سب سے ابہا، سب سے اعلم، سب سے احسب، سب سے انسب، تمام کلمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بیان کرنے سے قاصر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس وہ ان الفاظ کی تعبیرات سے بہت بلند و بالا ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال میں سے بہت تھوڑا سا ظاہر فرمایا اگر سارا ظاہر فرماتے تو آنکھیں اُس کو برداشت نہ کر سکتیں۔ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سارا حسن ظاہر کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسن کی چند جھلکیاں دکھائی گئیں اور باقی سب مستور رہیں، کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اُس جمال کی تاب لاسکتی، اس لئے ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ہم تک پہنچایا۔

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ

حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ أَبِي تَعَالَى عَنْهُ اپنے والد سے روایت کرتے

مَالِكِ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی

وسلم: مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآئِي - دیکھا۔

رآئی۔

شرح حدیث: خواب میں زیارت

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا ایک خط آپ کے ایک رفیق شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس حضرت سیدی علی خواص علیہ الرحمۃ نے دیکھا۔ جو اس شخص کے جواب میں لکھا تھا جس نے بادشاہ کے پاس آپ کی سفارش طلب کرنے کو لکھا تھا۔ اس خط کے جواب میں علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا تھا۔ میرے بھائی میں اس وقت تک ۷۷ مرتبہ بیداری کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بالمشافہ حاضر ہو چکا ہوں اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بادشاہ و امراء کے پاس جانے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ملاقات ترک کر دیں گے تو ضرور قلعہ میں جاتا اور بادشاہ سے تمہاری سفارش کرتا۔ میں ایک خادم حدیث ہوں جن حدیثوں کو محدثین سے اپنے طریقوں سے ضعیف کہا ہے ان کی تصحیح کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف محتاج ہوں اور بلاشبہ اس کا نفع تمہارے نفع پر ترجیح رکھتا ہے۔ مذکورہ واقعہ کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت محمد بن ترین مداح رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں جاگتے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آمنے سامنے زیارت ہوتی تھی۔ جب وہ صبح کے وقت روضہ اطہر پر حاضر ہوئے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اپنی قبر اطہر میں سے کلام فرمایا۔ یہ بزرگ اپنے اسی مقام پر فارز رہے حتیٰ کہ ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ شہر کے حاکم کے پاس اس کی سفارش کریں آپ علیہ الرحمۃ حاکم کے پاس پہنچے اور سفارش کی اس نے آپ علیہ الرحمۃ کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ تب سے آپ علیہ الرحمۃ کی زیارت کا سلسلہ ختم ہو گیا پھر یہ ہمیشہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کی بارگاہ میں زیارت کی تمنا پیش کرتے رہے۔ مگر زیارت نہ ہوئی ایک مرتبہ ایک شعر عرض کیا تو دور سے زیارت ہوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ظالموں کی مسند پر بیٹھنے کے ساتھ میری زیارت چاہتا ہے اس کا کوئی راستہ نہیں۔ حضرت علی خواص فرماتے ہیں کہ پھر ہمیں ان بزرگ کے متعلق خبر نہ ملی کہ ان کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی یا نہیں حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ص ۲۸)

امام شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ حضرت امام ابو الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد حضرت شیخ ابو العباس مرلیسی علیہما الرحمۃ فرماتے تھے کہ اگر ہم لمحہ بھر کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے محروم ہو جائیں تو اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کریں۔ (میزان الشریعۃ ص ۲۸)

❖ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ هُوَ ابْنُ
سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ
الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ
كَلْبِ بْنِ أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: مَنْ رَأَى فِي النَّوْمِ فَقَدْ
رَأَى، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُنِي،
قَالَ أَبِي: فَحَدَّثْتُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ،
فَقُلْتُ: قَدْ رَأَيْتُهُ، فَذَكَرْتُ
الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ، فَقُلْتُ: شَبَّهْتُهُ

حضرت عاصم بن کلب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد
نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابو
ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے
سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتہً
مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرا ہم
صورت نہیں بن سکتا (حضرت عاصم کہتے
ہیں) میرے والد نے فرمایا کہ میں نے یہ
حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے سامنے بیان کی اور (یہ بھی) کہا کہ

بِهِ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : إِنَّهُ كَانَ يُشَبَّهُهُ .

میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ پایا ہے (اس پر) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق کی کہ بے شک نبی کریم ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشابہ تھے۔

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، قَالَا : حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ ، عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ وَ كَانَ يَكْتُبُ الْمَصَاحِفَ ، قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ : فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : إِنْ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ ، يَقُولُ : إِنْ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَشَبَّهُ بِي ، فَمَنْ رَأَى فِي النَّوْمِ

حضرت یزید قاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو قرآن پاک لکھا کرتے تھے، فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا اور پھر یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میرے مشابہ نہیں ہو سکتا (اس لیے) جن نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا (پھر) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) کیا تو اس شخص کا حلیہ بیان کر سکتا ہے جسے تو نے خواب میں دیکھا ہے؟

فَقَدْ رَأَى هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ
تَنْعَتَ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي رَأَيْتَهُ
فِي النَّوْمِ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَنْعَتُ
لَكَ رَجُلًا بَدَنَ الرَّجُلَيْنِ، جِسْمُهُ
وَوَحْمُهُ أَشْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ، أَكْحَلُ
الْعَيْنَيْنِ، حَسَنُ الضَّحِكِ، جَمِيلُ
دَوَائِرِ الْوَجْهِ، مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ مَا
بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ، قَدْ مَلَأَتْ
تَحْرَهُ، قَالَ عَوْفٌ: وَلَا أَدْرِي مَا
كَانَ مَعَ هَذَا النَّعْتِ، فَقَالَ ابْنُ
عَبَّاسٍ: لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقَظَةِ مَا
اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هَذَا.

انہوں نے کہا ہاں میں بیان کرتا ہوں، اس
کا جسم اور گوشت دو آدمیوں کے درمیان کا
جسم تھا (نہ بہت فریبہ اور نہ بہت پتلا، نہ
بہت لمبا اور نہ بہت پست) گندم گوں
سفیدی مائل رنگ، سر مگیں آنکھیں، دل
پسند مسکراہٹ خوشنما کناروں والا چہرہ اور
کانوں کے درمیانی حصے اور سینے کو پُر
کرنے والی داڑھی، حضرت عوف
(راوی) فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ
ان صفات کے علاوہ اور کیا بیان کیا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرماتے ہیں، اگر تم بیداری کی حالت میں
نبی کریم ص کی زیارت سے مشرف ہوتے
تو ان صفات سے زیادہ نہ بیان کر سکتے
(یعنی نبی کریم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھیک یہی
حلیہ مبارک تھا)۔

حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں
کہ حضرت ابوسلمہ حضرت ابو قتادہ کے
واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے
ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے

❖ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي
شَهَابِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ:
قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: قَالَ أَبُو قَتَادَةَ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ: مَنْ رَأَى يَعْصَى فِي النَّوْمِ

فَقَدَرَ أَيْ الْحَقِّ

مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا
(یعنی واقعی مجھ ہی کو دیکھا)۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے چند معنی کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ دیکھنے سے مراد ہے خواب میں دیکھنا اور حق سے مراد ہے واقعی دیکھنا باطل کا مقابل یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا وہ شکل خیالی یا شیطانی نہیں میری ہے۔ دوسرے یہ کہ تاقیامت جو ولی بیداری میں مجھے دیکھے گا وہ مجھ ہی کو دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں اس کے سامنے نہ آئے گا۔ بعض اولیاء بیداری میں حضور کو دیکھتے آپ سے کلام کرتے ہیں، مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ شیخ ابو مسعود ہر نماز کے بعد حضور انور سے مصافحہ کرتے تھے، ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور نے فرمایا اے علی اپنے کپڑے پاک رکھو، نور الدین یحییٰ نے روضہ انور سے جواب سلام سنا، شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ اگر میں ایک ساعت بھی حضور کا جمال نہ دیکھو تو اپنے مرتد ہو جانے کا فتویٰ دوں، حضرت غوث پاک وعظ فرما رہے تھے کہ شیخ علی ابن ہتی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں نیند آگئی حضور غوث پاک منبر سے اتر کر ان کے پاس باادب کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے فرمایا باادب رہو خاموش رہو کچھ دیر بعد علی بیدار ہوئے جناب غوث پاک نے فرمایا اے علی کیا تم نے خواب میں حضور کی زیارت کی بولے ہاں، فرمایا اس لیے میں تمہارے پاس پاس باادب کھڑا ہو گیا، فرمایا تم کو حضور نے کیا حکم دیا عرض کیا آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا، شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا جناب غوث نے بیداری میں دیکھا غرضکہ بیداری میں حضور کو دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہے یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ (اشعۃ اللمعات) کوئی شخص اس دنیا میں آنکھوں سے بیداری میں رب تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، قرآن مجید فرماتا ہے: لَا

تَذَرِكُهُ الْأَبْطَرُ ان آنکھوں سے رب کو صرف حضور انور نے بیداری میں دیکھا مگر زمین پر رہ کر نہیں بلکہ عرش سے ورا جا کر یعنی معراج کی رات، ہاں خواب میں رب تعالیٰ کی زیارت ہو سکتی ہے بلکہ بعض خواص کو ہوئی ہے، حضور انور صبح کی نماز میں دید سے آئے بعد نماز فرمایا میں نے رب کو اچھی صورت میں دیکھا جیسا کہ ہم نے باب المساجد میں اس حدیث کی شرح میں لکھ چکے ہیں، بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد رب تعالیٰ کی ذات ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا تعالیٰ کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انور آئینہ ذات کبریا ہیں جیسے کہا جائے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اس نے رب سے کلام کر لیا یا جس نے بخاری دیکھی اس نے محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں لیکن ہم نے جو توجیہ عرض کی اس توجیہ سے یہ معنی درست ہیں، قرآن کریم نے حضور کو ذکر اللہ فرمایا: قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا سُوَّلًا كَيُنَظَرُ حَضُورًا كَوَدَيْكِهِ خُذَا تَعَالَى يَادُ آتَا هَيْ حَضُورًا مَذَكَّرَ هِيَ إِنْشَاءً أَنْتَ مَذَكَّرَ - یہاں مرقات، اشعة اللمعات نے اس حدیث کے متعلق بڑی اعلیٰ باتیں فرمائی ہیں۔ (مرآة الساجج، ج ۶، ص ۴۴۶)

❖ حَدَّثَنَا قَابُوسٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي وَقَالَ: وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ الثُّبُوتِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتہً مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری مثال نہیں بن سکتا اور (یہ بھی) فرمایا کہ مومن کی خواب نبوت کا چھالیسواں حصہ ہے۔

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح

میں فرماتے ہیں کہ رو یا صالحہ سے مراد سچی خواب ہے جو نہ شیطانی و سوسہ سے ہونہ دل کے خیالات سے بلکہ خاص رحمان کی طرف سے ہو جس قدر تقویٰ اعلیٰ اس قدر خوابیں سچی ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ کبھی کفار و فساق کی خوابیں بھی سچی ہوتی ہیں، شاہ مصر کا فر تھا مگر اس نے آئندہ کے سات سال کی قحط سالی بالیوں کی شکل میں دیکھی، حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی اور وہ خواب سچی تھی اس کی اس خواب کے بہت اعلیٰ نتیجے ہوئے۔

اس کا حقیقی مطلب رب تعالیٰ جانے یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور کی نبوت کا زمانہ تیس سال ہے اور ظہور نبوت سے پہلے چھ ماہ یعنی نصف سال آپ کو بہت ہی سچی اور اعلیٰ خوابیں آئیں تو زمانہ خواب زمانہ نبوت کا چھپا لیسواں حصہ ہے اس لیے خواب کو چھپا لیسواں حصہ فرمایا گیا۔ واللہ اعلم! بعض روایات میں ہے ستر واں حصہ ہے، بعض میں ہے پچاسواں حصہ ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کے اچھے اخلاق اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے لہذا چاہیے یہ کہ فرمان پر ایمان لاؤ مطلب اللہ رسول کے سپرد کرو، بعض نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا لیس خصوصی صفات عالیہ عطا ہوئیں جن میں سے ایک صفت اچھی خواب ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے عدد خاص مراد نہیں بلکہ زیادتی بیان کرنا مقصود ہے یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی چھپا لیس قسم کی ہوئی ہے بلا واسطہ جبریل، بواسطہ جبریل، پھر گھنٹہ کی سی آواز، صاف بیان حق تعالیٰ کا خواب میں کچھ فرما دینا حتیٰ کہ معراج میں مشاہدہ جمال کرا کر کلام فرمایا ان چھپا لیس حصہ سے ایک خواب بھی ہے لہذا یہ خواب نبوت کا چھپا لیسواں حصہ ہے۔ (اشعہ) خیال رہے کہ حضور پر نبوت ختم ہو چکی مگر نبوت کے اوصاف تا قیامت باقی ہیں اوصاف نبوت یا اجزاء نبوت بعینہ نبوت نہیں۔ (مرآة المناجیح، ج ۶، ص ۳۳۳)

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ

سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ

ابْنُ الْمُبَارَكِ: إِذَا ابْتُلِيتَ

بِالْقَضَاءِ فَعَلَيْكَ بِالْأَثَرِ.

حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے سنا کہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں جب تو قاضی (منصف)

بنایا جائے تو تجھے حدیث پاک کی اتباع

لازم ہے۔

شرح حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔

(پ ۲۱، الاحزاب: ۲۱)

اللہ عزوجل کے محبوب، دانائے غیوب، منترۃ عن الغیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم نے خود ارشاد فرمایا: خَيْرُ الْهَدَى هَدَى مُحَمَّدٍ يَعْنِي بَهْتَرِينَ رَاسْتَهُ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا راستہ ہے۔ اَوْ كَمَا قَالَ

(الاجبان بترتیب صحیح ابن حبان، باب الاعتصام بالسنة... الخ، الحدیث ۱۰، ج ۱، ص ۱۰۶ ملخصاً)

یقیناً نبی کریم رءوف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین عظیمہ میں

ہمارے لئے نصیحتوں کے انمول خزانے پنہاں ہیں۔

ابن علم پر مخفی نہیں احادیث کا ترجمہ اور پھر اس کی وضاحت بے حد مشکل کام ہے

کیونکہ حدیث تفصیلات عقائد اور احکام شرعیہ کے استنباط کا شرعی ماخذ بھی ہے۔ اگر

ترجمہ و وضاحت کرنے والے سے ذرا بھی چوک ہوگئی تو کچھ بعید نہیں کہ شارع اسلام

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود ہی ادا ہونے سے راہ جائے۔

حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ

❖ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ

حَدَّثَنَا النَّظْرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ: هَذَا الْحَدِيثُ دِينٌ، فَإَنْظُرُوا عَمَّنْ تَأْخُذُونَ دِينَكُمْ.

عنه فرماتے ہیں کہ یہ احادیث مبارکہ دین ہیں، پس تم دیکھو کہ اپنا دین کس سے لے رہے ہو (یعنی دیندار اور دیانتدار آدمی سے حدیث یعنی نہایت ضروری ہے۔)

شرح حدیث: حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمن اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آپ کا نام محمد ابن سیرین، کنیت ابو بکر ہے، شاندار تابعین میں سے ہیں، آپ کے والد سیرین حضرت انس کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ بڑے عالم، فقیہ، علم تعبیر کے امام تھے، آپ کی عمر ۷۷ سال ہوئی، ۱۰۰ھ میں وصال ہوا، بصرہ سے قریباً دس میل دور عشرہ میں خواجہ حسن بصری کے قبہ میں آپ کا مزار ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔

یعنی علم شریعت علم دین جب بنے گا جب سکھانے والا استاد عالم دین ہوگا، بے دین عالم سے حاصل کیا ہوا علم بے دینی ہی دے گا، آج لوگ بے دینوں سے تفسیر و حدیث پڑھ کر بے دین ہو رہے ہیں، فرمان کے ساتھ فیضان ضروری ہے۔

(مراۃ المناجیح، ج ۱، ص ۲۶۳)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ منکران تقدیر کے پاس نہ بیٹھو نہ انہیں اپنے پاس بٹھاؤ نہ ان سے سلام کلام کی ابتدا کرو۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی ذراری المشرکین، الحدیث: ۲۰۷۲، ج ۲، ص ۳۰۵)

پیارے بھائیو! بڑی صحبت سے دین و دنیا دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، بڑے ماحول میں انسان کی عادات اور اطوار بگڑ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی زیادہ ہونے لگتی ہے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں پامال ہونے لگتی ہیں آہستہ آہستہ انسان فسق و فجور کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ ایسے شخص کی بیداری

شیطان کے لئے باعثِ فرحت و مسرت ہوتی ہے، لہذا شیطان لعین اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ ایسا شخص بیدار ہی رہے تاکہ زیادہ سے زیادہ معاشرہ اور اس میں بسنے والے افراد اس کے فسق و فجور کا نشانہ بن سکیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

لَا شَيْءَ أَشَدَّ عَلَى إِبْلِيسَ مِنْ نَوْمِ الْعَاصِي فَإِذَا نَامَ الْعَاصِي يَقُولُ
مَتَى يَنْتَبِهُ وَيَقُومُ حَتَّى يَعِصِيَ اللَّهَ

(کشف المحجوب، باب فی نومہم فی السفر والحضر، ص ۳۹۵)

ترجمہ: یعنی شیطان پر گناہ گار کے سونے سے بڑھ کر کوئی چیز سخت نہیں کہ جب گناہ گار سوتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ کب اٹھے گا جو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریگا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ چہارم جانشین رسول و زوج بتول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ”ابو الحسن“ اور ”ابو تراب“ ہے۔ آپ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا ابو طالب کے فرزند ارجمند ہیں۔ عام الفیل کے تیس برس بعد جبکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عمر شریف تیس برس کی تھی۔ ۱۳ رجب کو جمعہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ نے اپنے بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے زیر تربیت ہر وقت آپ کی امداد و نصرت میں لگے رہتے تھے۔ آپ مہاجرین اولین اور عشرہ مبشرہ میں اپنے بعض خصوصی درجات کے لحاظ سے بہت زیادہ ممتاز ہیں۔ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق وغیرہ تمام اسلامی لڑائیوں میں اپنی بے پناہ شجاعت کے ساتھ جنگ فرماتے

رہے اور کفار عرب کے بڑے بڑے نامور بہادر اور سورا آپ کی مقدس تلوار
 ذوالفقار کی مار سے مقتول ہوئے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
 شہادت کے بعد انصار و مہاجرین نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے آپ کو
 امیر المؤمنین منتخب کیا اور چار برس آٹھ ماہ نو دن تک آپ مسند خلافت کو سرفراز فرماتے
 رہے۔ ۱۷ رمضان ۳۵ھ کو عبدالرحمن بن ملجم مرادی خارجی مروود نے نماز فجر کو جاتے
 ہوئے آپ کی مقدس پیشانی اور نورانی چہرے پر ایسی تلوار ماری جس سے آپ
 شدید طور پر زخمی ہو گئے اور دو دن زندہ رہ کر جام شہادت سے سیراب ہو گئے اور بعض
 کتابوں میں لکھا ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی رات میں آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان
 شب یکشنبہ آپ کی شہادت ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

آپ کے بڑے فرزند ارجمند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی
 نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو دفن فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء، الخلفاء الراشدون، علی بن ابی طالب رضی
 اللہ عنہ، ص ۱۳۲ و اسد الغابہ، علی بن ابی طالب، ج ۴، ص ۱۲۸-۱۳۲ ملحقاً و ازالۃ الخفاء عن خلافة الخلفاء،
 مقصد دوم، اما اثر امیر المؤمنین و امام المجتہدین اسد اللہ... الخ، ج ۴، ص ۵۰۵ ملحقاً و معرفة الصحابة، علی بن
 ابی طالب، الحدیث: ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۲۵، ج ۱، ص ۱۰۰ ملحقاً و غیر ہما)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یمن کے قبیلہ دوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا
 نام "عبد شمس" تھا مگر جب یہ کھنہ میں جنگ خیبر کے بعد دامن اسلام میں آگئے تو
 حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عبد اللہ یا عبد الرحمن رکھ دیا۔ ایک
 دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آستین میں ایک بلی دیکھی تو آپ نے ان کو کیا
 آپاٹھریزہ! (اے بلی کے باپ!) کہہ کر پکارا۔ اسی دن سے ان کا یہ لقب اس قدر
 مشہور ہو گیا کہ لوگ ان کا اصلی نام ہی بھول گئے۔ یہ بہت ہی عبادت گزار انتہائی متقی

اور پرہیزگار صحابی ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ یہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ آٹھ سو صحابہ اور تابعین آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے چار سو چھیالیس بخاری شریف میں ہیں۔ ۵۹ھ میں اٹھتر سال کی عمر پاکر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الہاء، فصل فی الصحابة، ص ۶۲۲ واسد الغابۃ، ابوہریرۃ، ج ۶، ص ۳۳۶-۳۳۷ اور شاد الساری لشرح صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، تحت الحدیث: ۹، ج ۱، ص ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے حکمت اور فقہ و تفسیر کے علوم کے حاصل ہونے کے لیے دعا مانگی۔ ان کا علم بہت ہی وسیع تھا اسی لئے کچھ لوگ ان کو بحر (دریا) کہتے تھے اور خیر الامۃ (امت کا بہت بڑا عالم) یہ تو آپ کا بہت ہی مشہور لقب ہے۔ یہ بہت ہی خوبصورت اور گورے رنگ کے نہایت ہی حسین و جمیل شخص تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو کم عمری کے باوجود امور خلافت کے اہم ترین مشوروں میں شریک کرتے رہے۔

لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ میں نے طاؤس محدث سے کہا کہ تم اس نو عمر شخص (عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی درس گاہ سے چمٹے ہوئے ہو اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی درس گاہوں میں نہیں جا رہے ہو۔

طاؤس محدث نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب ان کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو وہ سب حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کرتے تھے اس لئے مجھے ان کے علم کی وسعت پر اعتماد ہے اس لئے میں ان کی درس گاہ چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خوف خدا کا بہت زیادہ غلبہ رہتا۔ آپ اس قدر زیادہ روتے کہ آپ کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کی دھار بہنے کا نشان پڑ گیا تھا۔ ۶۸ھ میں بمقام طائف ۱۷ برس کی عمر میں وصال ہوا۔ (اسد الغابہ، عبد اللہ بن عباس، ج ۳، ص ۲۹۵-۲۹۹ ملاحظا)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو یزید ہے بنو کندہ میں سے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ امام زہری ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور ہیں۔ ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السنین، فصل فی الصحابہ، ص ۵۹۸)

حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن ہیں فتح مکہ کے سال ۸ھ میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ظہور اسلام سے پہلے ہی ان کی شادی ہبیرہ بن ابی وہب کے ساتھ ہو گئی تھی ہبیرہ اپنے کفر پر اڑا رہا اور مسلمان نہیں ہوا۔

(الاستیعاب، کتاب کنی النساء، باب الہاء ۶۵۶، ام ہانی بنت ابی طالب، ج ۲، ص ۵۱۷)

اس لئے میاں بیوی میں جدائی ہو گئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخمی دل کو تسکین دینے کے لئے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو میں خود تم سے نکاح کر لوں انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! جب میں کفر کی حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتی تھی تو بھلا اسلام کی دولت مل جانے کے بعد میں کیوں نہ آپ سے محبت کروں گی؟ لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ میرے چھوٹے بچے ہیں مجھے خوف ہے کہ میرے

ان بچوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کا جواب سن کر مطمئن ہو گئے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ دو خصوصیات بہت زیادہ باعث شرف ہیں ایک یہ کہ فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کافر کو امان اور پناہ دے دی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کافر کو قتل کرنا چاہا جب ام ہانی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو تم نے امان دے دی اس کو ہم نے بھی امان دے دی۔

(صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ و لھو اذعۃ، باب امان النساء، رقم ۳۱۷۱، ج ۲، ص ۳۶۷)

دوسری یہ کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مکان پر غسل فرمایا اور کھانا نوش فرمایا پھر آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔

(صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب التستر فی الغسل عند الناس، رقم ۲۸۰، ج ۱، ص ۱۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں ان کی ماں کا نام "ام رومان" ہے ان کا نکاح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قبل ہجرت مکہ مکرمہ میں ہوا تھا لیکن کاشانہ نبوت میں یہ مدینہ منورہ کے اندر شوال ۲ھ میں آئیں یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبہ اور بہت ہی چہیتی بیوی ہیں۔

(شرح العلامة الزرقانی، حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، ج ۳، ص ۳۸۱-۳۸۲، ۳۸۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ کسی بیوی کے لحاف میں میرے اوپر وحی نہیں اتری مگر حضرت عائشہ جب میرے ساتھ نبوت کے بستر پر سوتی رہتی ہیں تو اس حالت میں بھی مجھ پر وحی اترتی رہتی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، رقم

(۵۵۲، ج ۲، ص ۵۵۲)

فقہ و حدیث کے علوم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیبیوں کے درمیان ان کا درجہ بہت اونچا ہے بڑے بڑے صحابہ علیہم الرضوان ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے عبادت میں ان کا یہ عالم تھا کہ نماز تہجد کی بے حد پابندی اور نفلی روزے بھی بہت زیادہ رکھتی تھیں سخاوت اور صدقات و خیرات کے معاملہ میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سب بیبیوں میں خاص طور پر بہت ممتاز تھیں ام درہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ کہیں سے ایک لاکھ درہم ان کے پاس آئے آپ نے اسی وقت ان سب درہموں کو خیرات کر دیا اس دن وہ روزہ دار تھیں میں نے عرض کیا کہ آپ نے سب درہموں کو بانٹ دیا اور ایک درہم بھی آپ نے باقی نہیں رکھا کہ اس سے آپ گوشت خرید کر روزہ افطار کرتیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے پہلے کہا ہوتا تو میں ایک درہم کا گوشت منگا لیتی آپ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں ۷ رمضان منگل کی رات میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ کی وفات ہوئی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات میں دوسری ازواج مطہرات کے پہلو میں جنت البقیع کے اندر مدفون ہوئیں۔ (شرح العلامة الزرقانی علی المواہب، حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا، ج ۲، ص ۳۸۹-۳۹۲)

عبداللہ ابن معقل

آپ مزنی ہیں، بیعت رضوان میں شریک ہوئے اولاً مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے آپ ان گیارہ میں سے ہیں جنہیں حضرت عمر نے بصرہ بھیجا لوگوں کو علم فقہ سکھانے کے لیے، آپ نے بصرہ میں ۶۰ ساٹھ میں وفات پائی، آپ سے خواجہ حسن بصری وغیرہ نے روایات لیں حسن بصری فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ان سے افضل کوئی نہ ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔

ان کی والدہ کا نام زینب بنت مطعون ہے۔ یہ بچپن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ علم و فضل کے ساتھ بہت ہی عبادت گزار اور متقی و پرہیزگار تھے۔ میمون بن مہران تابعی کا فرمان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بڑھ کر کسی کو متقی و پرہیزگار نہیں دیکھا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے امام ہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اقدس کے بعد ساٹھ برس تک حج کے مجموعوں اور دوسرے مواقع پر مسلمانوں کو اسلامی احکام کے بارے میں فتویٰ دیتے رہے۔ مزاج میں بہت زیادہ سخاوت کا غلبہ تھا اور بہت زیادہ صدقہ و خیرات کی عادت تھی۔ اپنی جو چیز پسند آجاتی تھی فوراً ہی اس کو راہ خدا عزوجل میں خیرات کر دیتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلاموں کو خرید خرید کر آزاد فرمایا۔ جنگ خندق اور اس کے بعد کی اسلامی لڑائیوں میں برابر کفار سے جنگ کرتے رہے۔ ہاں البتہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں آپ ان لڑائیوں میں غیر جانبدار رہے۔

عبدالملک بن مروان کی حکومت کے دوران حجاج بن یوسف ثقفی امیر الحج بن کر آیا۔ آپ نے خطبہ کے درمیان اس کو ٹوک دیا۔ حجاج ظالم نے جل بھن کر اپنے ایک سپاہی کو حکم دے دیا کہ وہ زہر میں بچھایا ہوا نیزہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں میں مار دے چنانچہ اس مردود نے آپ کے پاؤں میں نیزہ مار دیا۔ زہر کے اثر سے آپ کا پاؤں بہت زیادہ پھول گیا اور آپ علیل ہو کر صاحب فراش ہو گئے۔ مکار حجاج بن یوسف آپ کی عیادت کے لیے آیا اور کہنے لگا کہ حضرت! کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ مارا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو جان کر پھر تم کیا کرو گے؟ حجاج نے کہا کہ اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم کبھی ہرگز ہرگز اس کو قتل نہیں کرو گے اس نے تو تمہارے حکم ہی سے ایسا کیا ہے۔ یہ سن کر حجاج بن یوسف کہنے لگا کہ نہیں نہیں،

اے ابو عبد الرحمن! آپ ہرگز ہرگز یہ خیال نہ کریں اور جلدی سے اٹھ کر چل دیا۔ اسی مرض میں ۳۷ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے تین ماہ بعد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوراسی یا چھپاسی برس کی عمر پا کر وفات پا گئے اور مکہ معظمہ میں مقام ”محب“ یا مقام ”ذی طوی“ میں مدفون ہوئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابہ، ص ۶۰۳-۶۰۵ واسد الغابہ، عبد اللہ بن عمر

بن الخطاب، ج ۳، ص ۳۳۷-۳۵۱ ملخصاً)

حضرت ابو جحیفہ

آپ کا نام وہب بن عبد اللہ سوائی ہے یعنی سواء ابن عامر سے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے مگر حضور سے روایات لی ہیں، آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا، آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ کوفہ میں ۳۷ھ میں فوت ہوئے، آپ سے آپ کے بیٹے عوذ نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں۔ (اشعہ ومرقات)

حضرت ابو رمثہ تمیمی

آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی، قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تمیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے بعد میں کوفہ میں قیام رہا۔ (لمعات ومرقات واشعہ للمعات)

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہند بنت ابی امیہ بن معیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۷۵)

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سواٹھتر حدیثیں مروی ہیں ان

میں تیرہ حدیثیں بخاری و مسلم میں صرف بخاری میں تین حدیثیں اور تنہا مسلم میں تیرہ اور باقی دیگر کتابوں میں مروی ہیں۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم، در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۷۶)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال امہات المؤمنین میں سے سب سے آخر میں ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۵۹ھ میں ہوا جو صحیح تر ہے اور بعض ۶۲ھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد بتاتے ہیں۔ اور اس قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ترمذی نے ایک انصار کی بیوی سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو روتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا اے ام سلمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس چیز نے رلایا ہے؟ فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی خواب میں تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سر انور اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محاسن شریف گرد آلود ہیں اور گریہ فرما رہے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کس بات پر گریہ فرما رہے ہیں۔ فرمایا: جہاں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا وہاں موجود تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت حیات تھیں۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال چوراسی سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بقول دیگر سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

(مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۷۵)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور ان کی کنیت ام سلمہ ہے قبیلہ انصار سے تعلق رکھنے والی صحابیہ ہیں یہ بہت عقل مند اور ہوش گوش والی

عورت تھیں ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں بہت سی عورتوں کی نمائندہ بن کر آئی ہوں سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے چنانچہ ہم عورتیں آپ پر ایمان لائی ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا عہد کیا ہے اب صورت حال یہ ہے کہ ہم عورتیں پردہ نشین بنا کر گھروں میں بٹھادی گئی ہیں اور ہم اپنے شوہروں کی خواہشات پوری کرتی ہیں اور ان کے بچوں کو گود میں لئے پھرتی ہیں اور ان کے گھروں کی رکھوالی کرتی ہیں اور ان کے مالوں اور سامانوں کی حفاظت کرتی ہیں اور مرد لوگ جنازوں اور جہادوں میں شرکت کر کے اجر عظیم حاصل کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان مردوں کے ثوابوں میں سے کچھ ہم عورتوں کو بھی حصہ ملے گا یا نہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ دیکھو اس عورت نے اپنے دین کے بارے میں کتنا اچھا سوال کیا ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تم سن لو اور جا کر عورتوں سے کہہ دو کہ عورتیں اگر اپنے شوہروں کی خدمت گزاری کر کے ان کو خوش رکھیں اور ہمیشہ اپنے شوہروں کی خوشنودی طلب کرتی رہیں اور ان کی فرمانبرداری کرتی رہیں تو مردوں کے اعمال کے برابر ہی عورتوں کو بھی ثواب ملے گا یہ سن کر حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا مارے خوشی کے نعرہ تکبیر لگاتی ہوئی باہر نکلیں۔ (الاستیعاب، باب النساء، باب الالف ۳۲۶، اسماء بنت یزید، ج ۴، ص ۳۵۰)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام "اسماء بنت عمیس" رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ ان کے والدین جب ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تو یہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے پھر اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ یہ بہت ہی دانشمند و حلیم، نہایت ہی علم و فضل والے اور بہت ہی پاکباز و پرہیزگار تھے اور سخاوت

میں تو اس قدر بلند مرتبہ تھے کہ ان کو بحر الجود (سخت کا دریا) اور اشخی المسلمین (مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخی) کہتے تھے۔ نوے برس کی عمر پا کر ۸۰ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابہ، ص ۶۰۴ و اسد الغابہ، عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، ج ۳، ص ۱۹۹)

ان کے وصال کے وقت عبد الملک بن مروان اموی خلیفہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے حاکم حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے ان کو حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ آئے اور خود اپنے ہاتھوں سے ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور ان کا جنازہ اٹھا کر جنت البقیع کے قبرستان تک لے گئے۔

حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آنسو ان کے رخسار پر بہ رہے تھے اور وہ زور زور سے یہ کہہ رہے تھے کہ اے عبد اللہ بن جعفر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ بہت ہی بہترین آدمی تھے، آپ میں کبھی کوئی شرتھا ہی نہیں، آپ شریف تھے، لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والے نیکو کار تھے۔ پھر حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کی عمر نوے برس کی تھی اور بعض کا قول ہے کہ بانوے برس کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا۔ اسی طرح آپ کے وصال کے سال میں بھی اختلاف ہے۔

۸۰ھ، ۸۲ھ، ۸۵ھ تین اقوال ہیں۔ (اسد الغابہ، عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ،

ج ۳، ص ۲۰۱ و تہذیب التہذیب، حرف العین، عبد اللہ بن جعفر... الخ، ج ۴، ص ۲۵۷)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند ہیں۔ اس لئے یہ رشتہ میں شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابہ کرام

رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔

بہت ہی بلند قامت، گورے اور چھریرے بدن کے آدمی تھے اور اپنی والدہ ماجدہ کی بہترین تربیت کی بدولت بچپن ہی سے نڈر، جفاکش، بلند حوصلہ اور نہایت ہی اولوالعزم اور بہادر تھے۔ سولہ برس کی عمر میں اس وقت اسلام قبول کیا جبکہ ابھی چھ یا سات آدمی ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ تمام اسلامی لڑائیوں میں دلاوران عرب کے مقابلے میں آپ نے جس مجاہدانہ بہادری کا مظاہرہ کیا تو ارتح جنگ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ جس طرف بھی تلوار لے کر بڑھتے کفار کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیتے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جنگ خندق کے دن ”حواری“ (مخلص و جاں نثار دوست) کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ جنگ جمل سے بیزار ہو کر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو دھوکہ دے کر شہید کر دیا۔ وقت شہادت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف چونسٹھ برس کی تھی۔ ۳۶ھ میں بمقام سفوان آپ کی شہادت ہوئی۔

پہلے یہ ”وادی السباع“ میں دفن کئے گئے مگر پھر لوگوں نے ان کی مقدس لاش کو قبر سے نکالا اور پورے اعزاز و احترام کے ساتھ لا کر آپ کو شہر بصرہ میں سپرد خاک کیا جہاں آپ کی قبر شریف مشہور زیارت گاہ ہے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الزای، فصل فی الصحابة، ص ۵۹۵ و اسد الغابۃ، الزبیر بن العوام، ج ۲، ص ۲۹۵-۲۹۸ ملحقاً و الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، الباب السادس فی مناقب الزبیر بن العوام، الفصل السادس فی خصائصہ، ذکر اختصاصہ، ج ۲، ص ۲۷۵)۔

ابوبکرہ

آپ کا نام نقیح ابن حارث ابن کلدہ ہے، ثقفی ہیں، آپ غزوہ طائف کے موقعہ

پر ایک کنوئیں کی رسی کے ذریعہ جسے عربی میں بکرہ کہتے ہیں، لٹک کر حضور انور کی خدمت میں پہنچے حضور انور نے فرمایا تم ابو بکرہ یعنی رسی والے ہو، آپ غلام تھے حضور نے آپ کو آزاد کیا، بصرہ میں قیام رہا وہاں ہی وفات ہوئی، ۱۲۹ انچاس میں وفات ہوئی۔ (اکمال)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا نام صدی بن عجلان ہے مگر یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔ بنو باہلہ کے خاندان سے ہیں اس لئے باہلی کہلاتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہو کر بیعت الرضوان کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ دو سو پچاس حدیثیں ان سے مروی ہیں اور حدیثوں کے درس و اشاعت میں ان کو بے حد شغف تھا، پہلے مصر میں رہتے تھے پھر حمص چلے گئے اور وہیں ۸۶ھ میں اکانوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ بعض مؤرخین نے ان کا سال وفات ۸۱ھ تحریر کیا ہے۔ یہ اپنی داڑھی میں زرد رنگ کا خضاب کرتے تھے۔

(اسد الغابہ، صدی بن عجلان، ج ۳، ص ۱۶۔ ۱۷ اور الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الہزۃ، فصل فی

الصحابہ، ص ۵۸۶ والاعلام للزکلی، صدی بن عجلان، ج ۳، ص ۲۰۳)

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور بعض کا قول ہے کہ یہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام تھے انہوں نے اس شرط پر ان کو آزاد کیا تھا کہ عمر بھر رسول اللہ عز وجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے۔ ”سفینہ“ ان کا لقب ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے کسی نے ”رباح“ کسی نے ”مہران“ کسی نے ”رومان“ نام بتایا ہے۔ ”سفینہ“ معربی میں کشتی کو کہتے ہیں۔ ان کا لقب ”سفینہ“ ہونے کا سبب یہ ہے کہ دوران سفر ایک شخص تھک گیا

تو اس نے اپنا سامان ان کے کندھوں پر ڈال دیا اور یہ پہلے ہی بہت زیادہ سامان اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خوش طبعی اور مزاح کے طور پر یہ فرمایا کہ اَنْتَ سَفِيْنَةٌ (تم تو کشتی ہو) اس دن سے آپ کا یہ لقب اتنا مشہور ہو گیا کہ لوگ آپ کا اصلی نام ہی بھول گئے، لوگ ان کا اصلی نام پوچھتے تو یہ فرماتے تھے کہ میں نہیں بتاؤں گا۔ میرا نام رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے "سفینہ" رکھ دیا ہے اب میں اس نام کو کبھی ہرگز نہیں بدلوں گا۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابہ، ص ۵۹۷ و اسد الغابہ، سفینہ رضی اللہ عنہ، ج ۲، ص ۲۸۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے باشندہ تھے مکہ مکرمہ میں آکر اسلام قبول کیا۔ پہلے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر تمام مہاجرین حبشہ کے ساتھ آپ بھی تشریف لائے اور خیبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۰ھ میں ان کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک یہ بصرہ کے گورنر رہے جب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جنگ شروع ہوئی تو پہلے آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار تھے مگر اس جھگڑے سے منقبض ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے یہاں تک کہ ۵۲ھ میں آپ کی وفات ہو گئی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف المیم، فصل فی الصحابہ، ص ۶۱۸)

مغیرہ بن شعبہ

آپ ثقفی ہیں، خندق کے سال ایمان لائے پھر مہاجر ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، آخر میں کوفہ میں رہے ستر سال عمر ہوئی ۵۰ پچاس میں وفات ہوئی، آپ سے بہت احادیث مروی ہیں، امیر معاویہ کی طرف سے حاکم رہے آپ کا مزار کوفہ میں ہے

مشہور صحابی ہیں۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الحیم، فصل فی الصحابہ، ص ۶۱۸)

عبداللہ ابن مسعود

آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے، ہنرلی ہیں، پرانے مؤمنین سے ہیں، حضرت عمر فاروق سے کچھ پہلے ایمان لائے بلکہ آپ اسلام کے چھٹے صاحب ہیں کہ آپ سے پہلے صرف پانچ آدمی ایمان لائے تھے حضور انور کے خاص خادم تھے حضور کے صاحب امرار تھے سفر میں حضور انور کی نعلین مسواک وضو کا برتن آپ کے پاس رہتا تھا بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور نے آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دی اور فرمایا کہ میں اپنی امت کے لیے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود پسند کریں اور وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو ابن مسعود ناپسند کریں، اخلاق عادات طور طریقہ میں حضور انور سے بہت ملتے جلتے تھے دبلے دراز قدم گندمی رنگ تھے حضرت عمر کے زمانہ بلکہ شروع خلافت عثمانیہ میں بھی کوفہ کے حاکم رہے، پھر بیت المال کے محافظ پھر مدینہ منورہ آگئے وہاں ہی ۳۲ میں وفات ہوئی، ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی خلفاء راشدین نے آپ سے احادیث لیں۔ مترجم کہتا ہے کہ صحابہ کرام میں بڑے فقیہ صحابی ہیں حتیٰ کہ امام اعظم ابو حنیفہ آپ کی اتباع کرتے ہیں۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابہ)

جابر ابن عبد اللہ

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، انصاری ہیں، سلمی ہیں، بہت احادیث آپ سے مروی ہیں، آپ بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے، حضور انور کی وفات کے بعد شام و مصر گئے، آخر نابینا ہو گئے تھے، آپ کی عمر چورانوے سال ہوئی ۳۴ چوہتر میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی، آپ مدینہ منورہ کے آخری صحابی ہیں کہ آپ کی وفات سے زمین مدینہ صحابی سے خالی ہو گئی۔ (الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الحیم، فصل فی الصحابہ)

حضرت عبداللہ بن سلام

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ میں یہودیوں کے سب سے

بڑے عالم تھے، آپ کی کنیت ابو یوسف ہے اسرائیلی ہیں، یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، بنی عوف ابن خزرج کے حلیف تھے خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ جوق در جوق ان کی زیارت کے لئے ہر طرف سے آنے لگے تو میں بھی اسی وقت خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور جو نبی میری نظر جمال نبوت پر پڑی تو پہلی نظر میں میرے دل نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ

أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ

اے لوگو! سلام کا چرچا کرو اور کھانا کھاؤ اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرو اور راتوں کو جب لوگ سو رہے ہوں تو تم نماز پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا اور آپ کے یہ چار بول میرے کان میں پڑے تو میں اس قدر متاثر ہو گیا کہ میرے دل کی دنیا ہی بدل گئی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اسلام میں آجانا یہ اتنا اہم واقعہ تھا کہ مدینہ کے یہودیوں میں کھلبلی مچ گئی۔

(مدارج النبوت، قسم سوم، باب اول، ج ۲، ص ۶۶ ملخصاً والمسند رک اللحاکم، کتاب البر والصلہ،

باب ازحوائل الارض... الخ، الحدیث ۳۵۹، ج ۵، ص ۲۲۱ ملخصاً)

حضور انور نے آپ کے جنتی ہونے کی شہادت دی آپ کے بیٹوں یوسف اور محمد وغیرہما نے آپ سے روایات لیں، مدینہ منورہ میں ۳۳ تینتالیس میں وفات ہوئی آپ کے فضائل بہت ہیں، آپ کے متعلق بہت آیات ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ فارس کے شہر ”رامہرمز“ کے باشندہ تھے۔ مجوسی مذہب کے پابند تھے اور ان کے باپ مجوسیوں کی عبادت گاہ آتش خانہ کے منتظم تھے۔ یہ بہت سے راہبوں اور عیسائی سادھوؤں کی صحبت اٹھا کر مجوسی مذہب سے بیزار ہو گئے اور اپنے وطن سے مجوسی دین چھوڑ کر دین حق کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے اور عیسائیوں کی صحبت میں رہ کر عیسائی ہو گئے۔ پھر ڈاکوؤں نے گرفتار کر لیا اور اپنا غلام بنا کر بیچ ڈالا اور یکے بعد دیگرے یہ دس آدمیوں سے زیادہ اشخاص کے غلام رہے۔ جب رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت یہ ایک یہودی کے غلام تھے جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو جناب رسول اللہ عزوجل صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو خرید کر آزاد فرما دیا۔

جنگ خندق میں مدینہ منورہ شہر کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ انہوں نے ہی دیا تھا۔ یہ بہت ہی طاقتور تھے اور انصار و مہاجرین دونوں ہی ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ انصاریوں نے کہنا شروع کیا کہ سَلْمَانٌ مِّنَّا یعنی سلمان ہم میں سے ہیں اور مہاجرین نے بھی یہی کہا کہ سَلْمَانٌ مِّنَّا یعنی سلمان ہم میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ان پر بہت بڑا کرم عظیم تھا جب انصار و مہاجرین کا نعرہ سنا تو ارشاد فرمایا: سَلْمَانٌ مِّنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ (یعنی سلمان ہم میں سے ہیں) یہ فرما کر ان کو اپنے اہل بیت میں شامل فرمایا۔ عقد مواخات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کو ابوالدرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا، اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ان کا شمار ہے۔ بہت عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ یہ رات میں بالکل ہی اکیسے صحبت نبوی سے سرفراز ہوا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے

تھے کہ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم اول بھی سیکھا اور علم آخر بھی سیکھا اور وہ ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ احادیث میں ان کے فضائل و مناقب بہت مذکور ہیں۔ ابو نعیم نے فرمایا کہ ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی۔ بعض کا قول ہے تین سو پچاس برس کی عمر ہوئی اور دو سو پچاس برس کی عمر پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے۔ ۳۳۷ھ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔

یہ مرض الموت میں تھے تو حضرت سعد اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کی بیمار پرسی کے لیے گئے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ ان حضرات نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو وصیت کی تھی کہ تم لوگ دنیا میں اتنا ہی سامان رکھنا جتنا کہ ایک سوار مسافر اپنے ساتھ رکھتا ہے لیکن افسوس کہ میں اس مقدس وصیت پر عمل نہیں کر سکا کیونکہ میرے پاس اس سے کچھ زائد سامان ہے۔

بعض مؤرخین نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا سال ۱۰ رجب ۳۳۷ھ یا ۳۳۶ھ تحریر کیا ہے۔ مزار مبارک مدائن میں ہے جو زیارت گاہ خلائق ہے۔

(اسد الغابہ، سلمان الفارسی، ج ۲، ص ۲۸۷-۲۹۲ ملحقاً والاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابہ، ص ۵۹۷ وکنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابہ، سلمان الفارسی، الحدیث: ۱۲۶، ج ۳، ص ۷۷، الجزء ۱۳، ص ۱۸۲ وتمدیب التمدیب، حرف السین، سلمان الخیر الفارسی، ج ۳، ص ۲۲۲ ملحقاً)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت ابو اسحاق ہے اور خاندان قریش کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں جو مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ ان خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں جبکہ ابھی ان کی عمر ستترہ برس کی تھی دامن اسلام میں آگئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کے ساتھ ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔ یہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کفار پر تیر چلا یا اور ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے بول کے پتوں اور بول کی پھلیوں کے کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابۃ، ص ۵۹۶ ملحقاً و معرفۃ الصحابۃ، معرفۃ سعد

بن ابی وقاص... الخ، الحدیث: ۵۲۵، ج ۱، ص ۱۳۵)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے خاص طور پر ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهُ وَأَجِبْ دَعْوَتَهُ

اے اللہ! عزوجل ان کے تیر کے نشانہ کو درست فرما دے اور ان کی دعا کو

مقبول فرما! (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل الصحابۃ، سعد بن ابی وقاص... الخ،

الحدیث: ۳۶۶۳، ج ۷، الجزء ۱۳، ص ۹۲)

خلافت راشدہ کے زمانے میں بھی یہ فارس اور روم کے جہادوں میں سپہ سالار

رہے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو کوفہ کا

گورنر مقرر فرمایا پھر اس عہدہ سے معزول کر دیا اور یہ برابر جہادوں میں کفار سے کبھی

سپاہی بن کر اور کبھی اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن کر لڑتے رہے۔ جب حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین ہوئے تو انہوں نے دوبارہ انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ یہ

مدینہ منورہ کے قریب مقام "عقیق" میں اپنا ایک گھر بنا کر اس میں رہتے تھے اور

۵۵ھ میں جبکہ ان کی عمر شریف پچھتر برس کی تھی اسی مکان کے اندر وصال فرمایا۔

آپ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں میرا اون کا وہ پرانا جبہ

ضرور پہنایا جائے جس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں کفار سے جہاد کیا تھا چنانچہ وہ جبہ

آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔ لوگ فرط عقیدت سے آپ کے جنازے کو کندھوں پر

اٹھا کر مقام ”عقیق“ سے مدینہ منورہ لائے اور حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں آپ کی قبر منور بنائی۔

”عشرہ مبشرہ“ یعنی جنت کی خوشخبری پانے والے دس صحابیوں میں سے یہی سب سے اخیر میں دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کے بعد دنیا عشرہ مبشرہ کے ظاہری وجود سے خالی ہو گئی مگر زمانہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف السین، فصل فی الصحابة، ص ۵۹۶ و اسد الغابۃ، سعد بن مالک

القرشی، ج ۲، ص ۴۳۴، ۴۳۵ ملحقاً و ملخصاً)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کا اسم گرامی جناب بن جنادہ ہے مگر اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ بہت ہی بلند پایہ صحابی ہیں اور یہ اپنے زہد وقناعت اور تقویٰ و عبادت کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے یہاں تک کہ بعض مورخین کا قول ہے کہ اسلام لانے میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا پھر اپنے وطن قبیلہ بنی غفار میں چلے گئے پھر جنگ خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کچھ دنوں کے لیے ملک شام چلے گئے پھر وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آئے اور مدینہ منورہ سے چند میل دور مقام ”ربذہ“ میں سکونت اختیار کر لی۔ بہت سے صحابہ اور تابعین علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بمقام ربذہ ۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الذال، فصل فی الصحابة، ص ۵۹۴ و اسد الغابۃ، جناب بن جنادہ،

ج ۱، ص ۴۳۰، ۴۳۱ ملحقاً)

ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

جس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کا شوق ہو وہ ابو ذر کا دیدار کر لے۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، ذکر الصحابة وفضلهم... الخ، الحدیث: ۳۳۲۲، ج ۶، الجزء ۱۱، ص ۳۰۷)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ ان کی کنیت ”ابو عبد

الرحمن“ ہے اور بعض کے نزدیک ”ابو حماد“ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ”ابو عمرو“ ہے۔

اسلام لانے کے بعد سب سے پہلا جہاد جس میں انہوں نے شرکت کی وہ جنگ

خیبر ہے۔ یہ بہت ہی جاں باز اور مجاہد صحابی تھے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا

انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ ملک شام کی سکونت اختیار کر لی تھی اور حدیث میں کچھ صحابہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے تابعین ان کے شاگرد ہیں۔ شہر دمشق میں ۳۷ھ کے سال

میں ان کا وصال شریف ہوا۔ (اسد الغابۃ، عوف بن مالک الأشجعی، ج ۲، ص ۳۳۳)

زید بن ثابت

آپ انصاری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب ہیں، ہجرت کے بعد سے

وفات پاک تک کاتب رہے، صحابہ کرام میں بڑے فقیہ ہیں، علم میراث کے امام

ہیں، قرآن مجید جمع کرنے والی جماعت کے امیر ہیں کہ آپ نے اپنی جماعت کے

ساتھ خلافت صدیقی میں قرآن مجید جمع کیا اور عہد عثمانی میں اسے مصاحف میں نقل

فرمایا، آپ سے بڑی مخلوق نے احادیث روایت کیں، پچاس سال عمر پائی ۴۵

سینتالیس میں وفات شریف ہوئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ دوم جانشین پیغمبر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت

”ابو حفص“ اور لقب ”فاروق اعظم“ ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشراف قریش میں

ابنی ذاتی و خاندانی وجاہت کے لحاظ سے بہت ہی ممتاز ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندانی شجرہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے شجرہ نسب سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے، جبکہ ایک روایت میں آپ سے پہلے کل انتالیس آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور ان کو ایک بہت بڑا سہارا مل گیا یہاں تک کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کی مسجد میں اعلانیہ نماز ادا فرمائی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تمام اسلامی تحریکات اور صلح و جنگ وغیرہ کی تمام منصوبہ بندیوں میں حضور سلطان مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وزیر و مشیر کی حیثیت سے وفادار و رفیق کار رہے۔

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب فرمایا اور دس برس چھ ماہ چار دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تخت خلافت پر رونق افروز ہو کر جانشینی رسول کی تمام ذمہ داریوں کو باحسن و جود انجام دیا۔ ۲۶ ذی الحجہ ۳۳ھ چہار شنبہ کے دن نماز فجر میں ابولؤلؤہ فیروز مجوسی کافر نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکم میں خنجر مارا اور آپ یہ زخم کھا کر تیسرے دن شرف شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ بوقت وفات آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف تریسٹھ برس کی تھی۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور روضہ مبارکہ کے اندر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلوئے انور میں مدفون ہوئے۔

(الاکمال فی اسما الرجال، حرف العین، فصل فی الصحابہ، ص ۶۰۲)

نعمان بن بشیر

ابو عبد اللہ حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ انصاری ہیں، آپ ہجرت کے بعد

انصار میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال نو مہینے تھی، آپ کے والدین بھی صحابی تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ کوفہ کے والی تھے، مکہ میں آپ کو اہل حمص نے شہید کیا، آپ سے ایک جماعت نے احادیث روایت کیں جن میں آپ کے صاحبزادے محمد اور حضرت امام شعبی (رضی اللہ عنہم) بھی شامل ہیں۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف النون، فصل فی الصحابۃ)

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ قبیلہ انصار کے خاندان بنو نجار میں سے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیوہ ہو جانے کے بعد ان سے نکاح کر لیا تھا۔ یہ بہت ہی مشہور تیر انداز اور نشانہ باز تھے۔ ان کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ لشکر میں ابو طلحہ کی ایک لاکار ایک ہزار سواروں سے بڑھ کر رعب دار ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے قبل ہی حج کے موقع پر منیٰ کی گھاٹی میں اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت اسلام کر کے مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر جنگ بدر و جنگ احد اور ان کے بعد کی تمام اسلامی لڑائیوں میں انتہائی جذبہ ایمانی اور جوش اسلامی کے ساتھ جہاد کرتے رہے اور بڑے بڑے مجاہدانہ کارناموں کا مظاہرہ کر کے اور اسلامی خدمات کے شاہکار پیش کر کے ۱۳ھ میں ستر برس کی عمر میں راہی ملک بقا ہوئے۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الطاء، فصل فی الصحابۃ، ص ۶۰۱ و کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل

الصحابۃ، فصل فی صحابہ، الحدیث: ۵۵، ۳۳۳، ۶، ۳۳۳، ج ۶، الجزء ۱۱، ص ۳۱۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس حدیث کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یہ

ہے: انس بن مالک بن النضر بن مضمم بن زید بن حرام انصاری۔ آپ قبیلہ انصار میں خزرج کی ایک شاخ بنی نجار میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان ہے۔ ان کی کنیت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ابو حمزہ رکھی اور ان کا مشہور لقب ”خادم النبی“ ہے اور اس لقب پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے حد فخر تھا۔ دس برس کی عمر میں یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دس برس تک سفر و وطن، جنگ و صلح ہر جگہ ہر حال میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت کرتے رہے اور ہر دم خدمت اقدس میں حاضر باش رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے تبرکات میں سے ان کے پاس چھوٹی سی لاشی تھی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ اس کو بوقت دفن میرے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ یہ لاشی آپ کے کفن میں رکھ دی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ان کے لیے خاص طور پر مال اور اولاد میں ترقی اور برکت کی دعائیں فرمائی تھیں، چنانچہ ان کے مال اور اولاد میں بے حد برکت و ترقی ہوئی۔ مختلف بیویوں اور باندیوں سے آپ کے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور جس دن آپ کا وصال ہوا اس دن آپ کے بیٹوں اور پوتوں وغیرہ کی تعداد ایک سو بیس تھی۔ بہت زیادہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے حنا کا خضاب سر اور داڑھی میں لگاتے تھے اور خوشبو بھی بکثرت استعمال کرتے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے کفن میں وہی خوشبو لگائی جائے جس میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پسینہ ملا ہوا ہے۔ ان کی والدہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملایا کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے آپ مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے۔ آپ کے سال وصال اور آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ۹۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ بعضوں نے ۹۲ھ

بعض نے ۹۳ھ بعض نے ۹۰ھ کو آپ کے وصال کا سال تحریر کیا ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ایک سو تین برس کی تھی۔ بعض نے ایک سو دس بعض نے ایک سو سات اور بعض نے بنائوے برس لکھا ہے۔ بصرہ میں وفات پانے والے صحابیوں میں سے سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے بعد شہر بصرہ میں کوئی صحابی باقی نہیں رہا۔ بصرہ سے دو کوس کے فاصلہ پر آپ کی قبر شریف بنی جو زیارت گاہ خلّاق ہے۔ آپ بہت ہی حق گو، حق پسند، عبادت گزار صحابی ہیں اور آپ کی چند کرامتیں بھی منقول ہیں۔

(الاکمال فی اسماء الرجال، حرف الہزّة، فصل فی الصحابة، ص ۵۸۵ و اسد الغابۃ، انس بن مالک بن

الانصر، ج ۱، ص ۱۹۲۔ ۱۹۵ ملحقاً)

سال میں دو مرتبہ پھل دینے والا باغ

ان کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ دنیا بھر میں کھجوروں کا باغ سال میں ایک ہی مرتبہ پھلتا ہے مگر آپ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا۔

(مشکاة المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل، باب الکرامات، الحدیث: ۵۹۵۲، ج ۲، ص ۲۰۱)

شوق دیدار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ایمان کا باعث ہوتا تھا اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے نہایت مشتاق رہتے تھے۔ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو تشنگان دیدار میں جن لوگوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا وہ آپ کو پہچان نہ سکے لیکن جب دھوپ آئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر اپنی چادر کا سایہ کیا، تو سب نے اس سایہ میں آفتاب نبوت کی دید سے اپنا ایمان تازہ کیا۔ (صحیح البخاری، کتاب مناقب

الانصار، باب حجۃ الیومین صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ الی المدینۃ، الحدیث: ۳۹۰۶، ج ۲، ص ۵۹۳)

حجۃ الوداع میں مشتاقان دیدار نے آفتاب نبوت کو ہالے کی طرح اپنے حلقے میں

لے لیا، بدو آ کر شربت دیدار سے سیراب ہوتے تھے اور کہتے تھے: یہ مبارک چہرہ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت کے زمانہ میں جب حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حالت نماز میں ملاحظہ فرما کر مسکرائے تو اس آخری دیدار سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر مسرت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ سوچا نماز ہی توڑ دیں اور اس جمال بے مثال کا آج جی بھر کر نظارہ کر لیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان وجهه ورقة مصحف ماراء ينا منظرا كان اعجب الينا من وجه النبي صلى الله عليه وسلم حين وضع لنا۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اهل العلم والفضل احق بالامامة، الحدیث: ۶۸۱، ج ۱، ص ۲۲۳)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ قرآن کے ورق کی طرح صاف تھا ہم نے کوئی منظر ایسا نہ دیکھا جو ہمیں رخ انور کے اس منظر سے زیادہ خوشگوار ہو جب چہرہ مبارک ہم پر نمودار ہوا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنکھیں صرف اس لئے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا۔ لیکن جب خدا عزوجل نے ان کو اس شرف سے محروم کر دیا تو، وہ آنکھوں سے بھی بے نیاز ہو گئے۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے تو انہوں نے کہا کہ ان سے مقصود تو صرف رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار تھا۔ لیکن جب آپ کا وصال ہو گیا، تو اگر میرے عوض تباہ کی ہر نیاں اندھی ہو جائیں اور میری پینائی لوٹ آئے تب بھی مجھے پسند نہیں۔

(الادب المفرد، باب العیادة من الزبد، الحدیث: ۵۲۳، ص ۱۵۲)



ہمارے ادارے کی دیگر مطبوعات
دکاش طباعت تحقیقی اور منفرد موضوعات معیار اور جہت کی علامت



دار الفروق
أبوظبي، الإمارات العربية المتحدة

پروفیسر سید سعید علی